تین حصے

اول، دوم، سوم

برائے طلبہ وطالبات

مؤلف

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شعبہ نشرواشاعت

چوہدری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی پاکستان

تین حصے

اوّل، دوم، سوم

برائے طالبات

مؤلف

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شعبہ نشر واشاعت

چودھری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

کراچی، پاکستان

کتاب : بہشتی زیور (تین حصے)
تالیف : حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
سنِ اشاعت : ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء
تعدادِ صفحات : ۴۷۲

قیمت برائے قارئین: =/220 روپے

للطباعة والنشر والتوزيع

AL-BUSHRA PUBLISHERS

Choudhri Mohammad Ali Charitable Trust (Regd.)

Z-3, Overseas Bungalows Gulistan-e-Jouhar, Karachi- Pakistan

فون: +92-21-37740738, +92-21-34541739

فیکس: +92-21-34023113

ویب سائٹ: www.maktaba-tul-bushra.com.pk

www.ibnabbasaisha.edu.pk

ای میل: al-bushra@cyber.net.pk

ملنے کا پتہ

مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ پاکستان +92-321-2196170

مکتبۃ الحرمین، اردو بازار، لاہور۔ +92-321-4399313

المصباح، ۱۶- اردو بازار، لاہور۔ +92-42-7124656,7223210

بک لینڈ، سٹی پلازہ کالج روڈ، راولپنڈی۔ +92-51-5773341, 5557926

دار الإخلاص، نزد قصہ خوانی بازار، پشاور۔ +92-91-2567539

مکتبۃ رشیدیۃ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔ +92-333-7825484

اور تمام مشہور کتب خانوں میں دستیاب ہے۔

مختصر حالاتِ مصنف علیہ الرحمۃ

نام ونسب و پیدائش: اشرف علی ولد شیخ عبدالحق، ۵/ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ستمبر ۱۸۶۳ء بروز بدھ ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وفراغت: ابتدائی فارسی کی تعلیم اور حفظ قرآن میرٹھ میں حاصل کیا۔ پھر تھانہ بھون آکر مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عربی اور فارسی کی متوسط کتابیں پڑھیں۔ نومبر ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء میں تمام علوم وفنون کی تکمیل فرما کر آپ کی فراغت ہوئی۔

مشہور اساتذۂ کرام: آپ کے اساتذہ میں مولانا منفعت علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اور شیخ سید احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساطینِ فضل وکمال شامل ہیں۔

خداداد صلاحیتیں اور عمدہ اوصاف: مجددِ ملّت، حکیم الامت، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت علامہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم وانعامات سے نوازا۔ آپ بیک وقت فقیہ ومحدث بھی تھے، مفسّرِ قرآن و مُقری بھی تھے، حکیم وواعظ بھی اور استاذ مُربّی بھی، اصلاحِ ظاہر وباطن کے حوالے سے آپ کی ذاتِ عالیہ اسلامیانِ برصغیر کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ تھی۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو کثیر التصانیف ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور لطف یہ کہ آپ کی ہر تصنیف، علم وجواہر کا خزانہ اور لعل بیش بہا ہے، جس سے بے شمار لوگوں نے فائدہ اُٹھایا اور اُٹھاتے رہیں گے۔ آپ کے اوصاف وکمالات کو اگر ایک جماعت پر تقسیم کردیا جائے تو سب مالا مال ہوجائیں اور ان شاء اللہ آپ کا علمی وروحانی فیض تاقیامِ قیامت جاری ساری رہیگا۔

وفات وتدفین: آخر عمر میں کئی ماہ علیل رہ کر ۱۶/رجب المرجب ۱۳۶۲ھ/ ۲۰/جولائی ۱۹۴۳ء کی شب آپ رحلت فرما گئے۔ اور تھانہ بھون میں آپ ہی کے وقف کردہ زمین ''قبرستان عشق بازاں'' میں آپ کی تدفین ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

فہرست مضامین اصلی مدلل ومکمّل بہشتی زیور حصّہ اوّل، دوم، سوم

بہشتی زیور کا تیسرا حصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ قدیمہ

الحمد للّٰه الذی قال فی کتابه: یا أیها الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اهلیکم ناراً وقودها الناس والحجارة. وقال تعالٰی: واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من اٰیات اللّٰه والحکمة. والصلوة والسلام علی رسوله محمد صفوة الأنبیاء الذی قال فی خطابه: ألا کلکم راع،[۱] وکلکم مسئول عن رعیته، وقال ﷺ: طلب[۲] العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة. وعلی اٰله وأصحابه المتأدبین والمؤدبین بآدابه.

تمام[۳] تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنی کتاب میں فرمایا: اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ (یعنی دوزخ) سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور یاد کرو (اے عورتو!) جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور دانائی کی باتیں۔ اور درود اور سلام آپ کے رسول محمد ﷺ پر جو برگزیدہ ہیں انبیاء کے، آپ نے فرمایا اپنے ارشادات میں: ہر ایک تم میں سے راعی (نگہبان) ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھ ہوگی۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: حاصل کرنا علم کا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے اور درود نازل ہو آپ کی اولاد اور اصحاب پر جو آپ کے اخلاق و عادات کو سیکھنے اور سکھانے والے ہیں۔

---

① الحدیث أخرجه البخاری ومسلم وغیرهما. [المشکوٰة: ۲/۳۲۰]

② عن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: طلب العلم فریضة علی کل مسلم، و واضع العلم عند غیر أهله کمقلد الخنازیر الجوهر واللؤلؤ والذهب، رواه ابن ماجه، وروی البیهقی فی شعب الإیمان إلی قول "مسلم". وقال: هذا حدیث متنه مشهور و اسناده ضعیف، وقد روی من أوجه کثیرة، کلها ضعیفة، [المشکوٰة: ۱/۳٤] وقال السخاوی فی المقاصد الحسنة بعد بحث طویل: قد ألحق بعض المصنفین بآخر هذا الحدیث "ومسلمة" ولیس لها ذکر فی شیء من طرقه وان کان معناها صحیحاً.

③ ترجمہ اصل کتاب میں نہیں تھا۔ اس مرتبہ عام فائدہ کے واسطے لکھوا دیا گیا اور اسی وجہ سے قوس میں دیا گیا ہے۔

امابعد: حقیر ناچیز اشرف علی تھانوی حنفی مظہر مدعا ہے کہ ایک مدت سے ہندوستان کی عورتوں کے دین کی تباہی دیکھ دیکھ کر قلب دکھتا تھا اور اس کے علاج کی فکر میں رہتا تھا اور زیادہ وجہ فکر کی یہ تھی کہ یہ تباہی صرف ان کے دین تک محدود نہیں تھی، بلکہ دین سے گذر کر ان کی دنیا تک پہنچ گئی تھی اور ان کی ذات سے گذر کر ان کے بچوں بلکہ بہت سے آثار سے ان کے شوہروں تک اثر کر گئی تھی۔ اور جس رفتار سے یہ تباہی بڑھتی جاتی تھی اس کے اندازہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر چندے اور اصلاح نہ کی جائے تو شاید یہ مرض قریب قریب لا علاج کے ہوجائے، اس لیے علاج کی فکر زیادہ ہوئی۔ اور سبب اس تباہی کا بالقاء الٰہی اور تجربہ اور دلائل اور خود علم ضروری سے محض یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کا علومِ دینیہ سے ناواقف ہونا ہے، جس سے ان کے عقائد، ان کے اعمال، ان کے معاملات، ان کے اخلاق، ان کا طرزِ معاشرت سب برباد ہو رہا ہے، بلکہ ایمان تک بچنا مشکل ہے، کیونکہ بعضے اقوال وافعال کفریہ تک ان سے سرزد ہوجاتے ہیں اور چونکہ بچے ان کی گودوں میں پلتے ہیں، زبان کے ساتھ ان کا طرز عمل، ان کے خیالات بھی ساتھ ساتھ دل میں جمتے جاتے ہیں، جس سے دین تو ان کا تباہ ہوتا ہی ہے، مگر دنیا بھی بے لطف و بدمزہ ہوجاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ بداعتقادی سے بداخلاقی پیدا ہوتی ہے اور بداخلاقی سے بداعمالی اور بداعمالی سے بدمعاملگی، جو جڑ ہے تکدّرِ معیشت کی۔

رہا شوہر اگر ان ہی جیسا ہوا تو دو مفسدوں کے جمع ہوجانے سے فساد میں اور ترقی ہوئی، جس سے آخرت کی تو خانہ ویرانی ضروری ہے، مگر اکثر اوقات اس فساد کا انجام باہمی نزاع ہو کر دنیا کی خانہ ویرانی بھی

دستور العمل تدریس حصہ ہذا۔

نمبر ۱: جب لڑکی کا قرآن شریف ختم ہوجاوے یہ رسالہ شروع کرادیا جائے۔

نمبر ۲: اس کا دیباچہ نہ پڑھایا جاوے، البتہ ابیات جن میں زیور اخلاق کا بیان ہے اگر زبانی یاد کرادی جاویں تو مناسب ہے۔

نمبر ۳: الف با کو خوب پہچان کروا کر اور یاد کرا کر پڑھایا جائے اور وقتاً فوقتاً اس میں امتحان لیا جائے۔

نمبر ۴: اگر خلاف مصلحت نہ سمجھا جائے تو لڑکی سے کہا جائے کہ تختی پر اس کتاب کو اول سے لکھنا شروع کردے اور مشق میں جس قدر خط صاف ہوتا جاوے آگے بڑھتی جائے، اس میں لکھنا بھی آجائے گا اور کتاب کے مضامین بھی خوب یاد ہوجاویں گے اور بہتر یہ ہے کہ لڑکی کو کوئی دوسرا کتاب لیکر بتاتا جائے اور وہ لکھتی جائے اور جو غلطی نکلے اس کی اصلاح کی جائے۔

ہوجاتی ہے۔ اور اگر شوہر میں کچھ صلاحیت ہوئی تو اس بیچارہ کو جنم بھر کی قید نصیب ہوئی۔ بی بی کی ہر حرکت اس بیچارہ شوہر کے لیے ایذا رساں اور اس کی ہر نصیحت اس بی بی کو ناگوار اور گراں۔ اور اگر صبر نہ ہوسکا تو نوبت نااتفاقی اور علیحدگی کی پہنچ گئی۔ اور اگر صبر کیا گیا تو قیدِ تلخ ہونے میں شبہ ہی نہیں۔

اور اس ناواقفیتِ علوم دین کی وجہ سے ان کی دنیا بھی خراب ہوتی ہے، مثلاً کسی کی غیبت کی، اس سے عداوت ہوگئی اور اس سے کوئی ضرر پہنچ گیا۔ اور مثلاً طلب جاہ اور ناموری کے لیے فضول رسوم میں اسراف کیا اور ثروت مبدّل بافلاس ہوگئی۔ اور مثلاً شوہر کو ناراض کردیا، اس نے نکال کر باہر کیا یا بے التفاتی کرکے نظر انداز کردیا۔ اور مثلاً اولاد کی بیجا ناز برداری کی اور وہ بے ہنر اور ناتکمّل رہ گئی، ان کو دیکھ دیکھ کر ساری عمر کوفت میں گزری اور مثلاً مال و زیور کی حرص بڑھی اور بقدرِ حرص نصیب نہ ہوا تو تمام عمر اسی ادھیڑ بن میں کاٹی۔ اور اسی طرح بہت سے مفاسدِ لازمی و متعدی اس ناواقفیت کی بدولت پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ علاج ہر شے کا اس کی ضد سے ہوتا ہے، اس لیے اس کا علاج واقفیتِ علم دین یقینی قرار پایا۔ بناءً علیہ مدتِ دراز سے اس خیال میں تھا کہ عورتوں کو اہتمام کرکے علمِ دین گو اُردو ہی میں کیوں نہ ہو ضرور سکھایا جائے۔ اس ضرورت سے موجودہ اردو کے رسالے اور کتابیں دیکھی گئیں تو اس ضرورت کو رفع کرنے کے لیے کافی نہیں پائی گئیں۔ بعضی کتابیں تو محض

نمبر۵: عقائد و مسائل کو خوب سمجھا کر پڑھاویں اور ہمیشہ ان میں امتحان لیا کریں اور اگر دو تین لڑکیوں کی جماعت ہو تو ان کو تاکید کی جاوے کہ ایک دوسرے سے زبانی پوچھا کریں۔

نمبر۶: اگر پڑھانے والا مرد ہو تو جو شرم کے مسائل اس مرتبہ حصہ کے آخر میں بذیل سرخی ''مسائل ذیل کے پڑھانے کا طریقہ'' درج ہیں ان کے متعلق حسبِ ہدایت مندرجہ عمل کریں۔

نمبر۷: اور جو مسئلے ایسے مشکل ہوں کہ لڑکیوں کی سمجھ میں نہ آویں ان پر بھی سر دست نشان بنادیں، بعد چندے جب سمجھ آجاوے تو اس وقت سمجھاویں۔

نمبر۸: اس حصہ کے بعد ضمیمۂ اولیٰ کو بھی پڑھایا جاوے، مگر ضمیمۂ ثانیہ کو پڑھانے کی حاجت نہیں ہے۔

نمبر۹: گھر میں جو مرد یا عورتیں زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے پڑھنے کے قابل نہ ہوں ان کے لیے ایک وقت مقرر کرکے سب کو جمع کرکے یہ مسائل سنا سنا کر سمجھا دیا کریں تاکہ وہ بھی محروم نہ رہیں۔ بلکہ کبھی کبھی محلہ اور بستی کی عورتوں کو جمع کرکے بھی کتابیں سنا دیا کریں اور سمجھا دیا کریں، اچھا خاصا وعظ ہوجاوے گا اور جب ایک بار کتاب اس طرح ختم ہوجاوے، پھر سنانا شروع کردے، مسئلے خوب یاد ہوجاویں گے اور بعضی سننے والیاں بھی نئی ہوں گی۔

نامعتبر اور غلط پائی گئیں۔ بعضی کتابیں جو معتبر تھیں ان کی عبارت ایسی سلیس نہ تھی جو عورتوں کے فہم کے لائق ہو۔ پھر اس میں وہ مضامین بھی مخلوط تھے جن کا تعلق عورتوں سے کچھ بھی نہیں۔ بعضی کتابیں عورتوں کے لیے پائی گئیں، مگر وہ اس قدر تنگ اور کم تھیں کہ ضروری مسائل اور احکام کی تعلیم میں کافی نہیں۔ اس لیے یہ تجویز کی کہ ایک کتاب خاص ان کے لیے ایسی بنائی جاوے جس کی عبارت بہت ہی سلیس ہو۔ جمیع ضروریات دین کو وہ حاوی ہو اور جو احکام صرف مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں ان کو اس میں نہ لیا جاوے۔ اور وہ ایسی کافی و وافی ہو کہ صرف اس کا پڑھ لینا ضروریاتِ دین روزمرہ میں اور کتابوں سے مستغنی کر دے۔

اور یوں تو علم دین کا احاطہ ایک کتاب میں ظاہر ہے کہ ناممکن ہے، اسی طرح مسلمانوں کو علماء سے استغناء محال ہے، کئی سال تک یہ خیال دل میں پکتا رہا۔ لیکن بوجہ عروضِ عوارضِ مختلفہ کے، جس میں بڑا امر کم فرصتی ہے، اس کے شروع کی نوبت نہ آئی، آخر سن ۱۳۲۰ھ میں جس طرح بن پڑا خدا کا نام لے کر اس کو شروع ہی کر دیا۔ اور خدا کا فضل شاملِ حال یہ ہوا کہ ساتھ ہی اس کا سامان طبع بھی کچھ شروع ہو گیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے رنگون کے مدرسہ نسواں سورتی کے مہتمم سیٹھ صاحب کا اور جناب مولانا عبد الغفار صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی مرحومہ کا جو حکیم عبد السلام صاحب دانا پوری سے منسوب تھیں حصہ رکھا تھا کہ ان کی رقموں سے یہ کام نیک فرجام شروع ہوا، اللہ تعالیٰ قبول فرماویں۔ دیکھیے آئندہ اس میں کس کس کا حصہ ہے۔

تالیف اس کی برائے نام اس ناکارہ و ناچیز کی طرف منسوب ہے اور واقع میں اس کے گل سر سَبَد حبیبی عزیزی مولوی سید احمد علی صاحب فتح پوری سلمہ اللہ تعالیٰ بالافادات والافاضات ہیں۔ **جزاھم اللّٰہ تعالٰی خیر الجزاء عنی وعن جمیع المسلمین والمسلمات.**

نمبر ۱۰: پڑھانے والے کو چاہیے کہ پڑھنے والیوں کو ان مسئلوں کے موافق عمل کرنے کی خاص تاکید اور دیکھ بھال رکھے، کیونکہ علم سے یہی فائدہ ہے کہ عمل کرے۔

نمبر ۱۱: پڑھانے والے کو چاہیے کہ جو مسئلہ خود سمجھ میں اچھی طرح نہ آوے، اٹکل سے نہ پڑھاوے بلکہ کسی عالم سے تحقیق کر لے، پھر پڑھاوے۔

(محمد اشرف علی عفی عنہ)

اب یہ کتاب ماشاء اللہ تعالیٰ۔چشم بددور۔اکثر ضروریات بلکہ آداب دین کو بلکہ بعضی ضروریاتِ معاش تک کو ایسی حاوی ہے کہ اگر کوئی اس کو اول سے آخر تک سمجھ کر پڑھ لے تو واقفیتِ دین میں ایک متوسط عالم کی برابر ہو جائے۔اس کے ساتھ ہی عبارت اس قدر سلیس ہے کہ اس سے زیادہ سلاست ہم لوگوں کی قدرت سے بظاہر خارج تھی۔جن امور کی عورتوں کو اکثر ضرورت واقع نہیں ہوتی جیسے احکامِ جمعہ وعیدین وامامت وغیرہا ان کو قلم انداز کر دیا گیا۔صرف دو قسم کے احکام لیے گئے: ایک وہ جو مردوں عورتوں کی ضروریات میں مشترک ہیں، دوسرے وہ جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، اور ان مخصوص مسائل میں یہ بھی التزام کیا گیا ہے کہ حاشیہ پر اس باب میں مردوں کے لیے جو حکم ہے اس کو بھی لکھ دیا تا کہ مردوں کو بھی اس سے انتفاع ممکن ہو اور ایسے مسائل میں غلطی نہ پڑے اور اس نظر سے کہ ضرورت کے لیے اور کوئی کتاب نہ ڈھونڈنی پڑے،شروع میں الف، با، تا بھی لگا دیا گیا، جس کا ماخذ رسالہ ''ترکیبُ الحروف'' مصنفہ مخدومی جناب ماموں منشی شوکت علی صاحب مرحوم ہے۔پس قرآن مجید ختم کرتے ہی اس کتاب کا شروع کر دینا ممکن ہے، اور نام اس کا بمناسبت مذاق نسواں کے ''بہشتی زیور'' رکھا گیا، کیونکہ اصلی زیور یہی کمالاتِ دین ہیں۔چنانچہ جنّت میں ان ہی کی بدولت زیور پہننے کو ملے گا، کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یحلون فیھا من اساور﴾[1] وقال رسول اللّٰہ ﷺ تبلغ الحلیة من المؤمن حیث یبلغ الوضوء.[2] چونکہ اس وقت صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا کہ یہ کتاب کس مقدار تک پہنچ جاوے گی اس لیے ختم کے انتظار کو موجب تاخیر فی الخیر سمجھ کر مناسب معلوم ہوا کہ اس کے متعدد چھوٹے چھوٹے حصّے کر دیئے جاویں۔اس میں اشاعت کی بھی تعجیل ہے نیز پڑھنے والوں کا دل بھی بڑھے گا کہ ہم نے ایک حصّہ پڑھ لیا، دو حصّے پڑھ لیے۔اور تالیف میں بھی گنجائش رہے گی کہ جہاں تک ضرورت سمجھو لکھتے چلے جاؤ اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر کوئی لڑکی بعض حصوں کے مضامین کو دوسری کتابوں سے حاصل کر چکی ہو تو پڑھانے میں اس حصّہ

[1] ۲۲ پارہ ومن یقنت سورۂ فاطر: ان کو جنّت میں زیور پہنایا جائے گا، سونے کے کنگن اور موتی۔

[2] رواہ مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا زیور (قیامت کے دن) وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ یعنی قیامت میں وضو کرنے والوں کو زیور پہنایا جاوے گا اور جس جگہ تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک زیور بھی پہنچے گا۔

کی قدر تخفیف نکل آئے گی، یا کسی وجہ خاص سے کوئی خاص حصہ پڑھانا ضروری اور مقدم ہو تو اس کی تقدیم و تحصیل میں آسانی ہو جاوے گی۔

چنانچہ یہ پہلا حصہ ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ بخیر و خوبی جلد اختتام کو پہنچے۔ اور بدلالت آیات و احادیث مندرجہ دیباچہ مردوں پر واجب ہے کہ اس میں اپنی بیبیوں، لڑکیوں کو لگاویں اور عورتوں پر واجب ہے کہ اس کو حاصل کریں۔ اولاد کو بالخصوص لڑکیوں کو اس پر متوجہ کریں۔ دل اس وقت مسرور ہوگا کہ جو مضامین ذہن میں ہیں وہ سب جمع اور طبع ہو جائیں اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ لڑکیوں کے درس میں عام طور سے یہ کتاب داخل ہوگئی ہے اور گھر گھر اسکا چرچا ہو رہا ہے، آئندہ توفیق حق جلّ وعلا شانہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

میں جس وقت یہ دیباچہ لکھنے کو تھا پرچہ ''نور علیٰ نور'' میں ایک نظم اس کتاب کے نام اور مضمون کے مناسب نظر سے گزری جو دل کو بھلی معلوم ہوئی۔ جی چاہا کہ اپنے دیباچہ کو اسی پر ختم کروں تاکہ ناظرین خصوصاً لڑکیاں دیکھ کر خوش ہوں اور مضامینِ کتاب ہذا میں ان کو زیادہ رغبت ہو۔ بلکہ اگر یہ نظم اس کتاب کے ہر حصہ کے شروع پر ہو تو قندِ مکرّر کی حلاوت بخشے، وہ نظم یہ ہے:

اصلی انسانی زیور[1]

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے　　آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے
کون سے زیور ہیں اچھے یہ جتا دیجیے مجھے　　اور جو بد زیب[2] ہیں وہ بھی بتا دیجیے مجھے
تاکہ اچھے اور برے میں مجھ کو بھی ہو امتیاز[3]　　اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھل جائے یہ راز[4]
یوں کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی مری!　　گوشِ دل[5] سے بات سُن لو زیوروں کی تم ذری[6]

---

① یہ نظم لڑکیوں کو حفظ کرادی جائے تو مناسب ہے۔ ② بدزیب: برا، خراب۔ ③ امتیاز: فرق، تمیز۔ ④ راز: بھید۔
⑤ گوش دل: دل کے کان یعنی غور، توجہ۔ ⑥ ذری: ذرا۔

سیم[1] و زر[2] کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا　　پر نہ میری جان! ہونا تم کبھی ان پر فدا

سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے　　چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

تم کو لازم ہے کرو مرغوب[3] ایسے زیورات　　دین و دُنیا کی بھلائی جس سے اے جاں! آئے ہاتھ

سر پر جھومر عقل کا رکھنا تم اے بیٹی! مُدام[4]　　چلتے ہیں جسکے ذریعہ[5] سے ہی سب انساں کے کام

بالیاں ہوں کان میں اے جاں! گوشِ[6] ہوش کی　　اور نصیحت لاکھ تیرے جھومکوں میں ہو بھری

اور آویزے[7] نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں　　گر کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں

کان کے پتے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب[8]　　کان میں رکھو نصیحت دیں جو اوراقِ کتاب

اور زیور گر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں　　نیکیاں پیاری مری! تیرے گلے کا ہار ہوں

قوتِ بازو کا حاصل تجھ کو بازوبند ہو　　کامیابی سے سدا تو خرم[9] و خرسند[10] ہو

ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں　　ہمتیں بازو کی اے بیٹی! تری درکار ہیں

ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے　　دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے

کیا کروگی اے مری جاں! زیورِ خلخال[11] کو　　پھینک دینا چاہیے بیٹی! بس اس جنجال کو

سب سے اچھا پاؤں کا زیور یہ ہے نورِ بصر[12]　　تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہِ نیک پر

سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں
راستی[13] سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جاں! کہیں

---

(1) سیم: چاندی۔ (2) زر: سونا۔ (3) مرغوب: پسند۔ (4) مدام: ہمیشہ۔ (5) ذریعہ: سبب۔ (6) گوشِ ہوش: ہوش کے کان، یعنی غور، توجہ۔

(7) آویزے: کان کا زیور، بندے۔ (8) عذاب: تکلیف، دکھ۔ (9)، (10) خرم و خرسند: خوش۔

(11) زیورِ خلخال: پازیب، یعنی پاؤں کی چوڑی۔ (12) نورِ بصر: آنکھ کی روشنی۔ (13) راستی: سچائی۔

مفرد حروف کی صورت اور تلفظ

الف ا بے ب پے پ تے ت ٹے ٹ ثے ث جیم ج

چے چ حے ح خے خ دال د ڈال ڈ ذال ذ رے ر

ڑے ڑ زے ز ژے ژ سین س شین ش صاد ص ضاد ض

طوئے ط ظوئے ظ عین ع غین غ فے ف قاف ق کاف ک

گاف گ لام ل میم م نون ن واؤ و ہے ہ دوچشمی ہے ھ

لام الف لا ہمزہ ء چھوٹی یے ی بڑی یے ے

خوشنما لکھنے کے قاعدے

دستور العمل ۴ کی ہدایت کے موافق لکھنا سیکھا جائے تو اب تک یہ کمی چلی آرہی تھی کہ ضمیمہ یا حاشیہ میں کسی نے لکھنے کے قاعدے نہیں دیئے تھے، اب ہم کچھ لکھتے ہیں۔ ان قاعدوں کے موافق مشق کرنے سے خط نہایت خوبصورت ہو جائے گا۔

۱: پہلے موٹے قلم سے تختی پر مشق کرنا چاہیے، جب وہ حروف صاف ہو جائیں تو پھر اس سے پتلے قلم سے، پھر اس سے پتلے قلم سے لکھا جائے۔

۲: قلم کلک یعنی واسطی کا یا بید مشک کا اور یہ نہ ملیں تو معمولی سرکنڈے یا زسل کا بھی بن سکتا ہے۔

زبر کی تختی

اَ　بَ　پَ　تَ　ٹَ　ثَ　جَ　چَ　حَ　خَ　دَ　ڈَ　ذَ　رَ

ڑَ　زَ　ژَ　سَ　شَ　صَ　ضَ　طَ　ظَ　عَ　غَ　فَ　قَ　کَ

گَ　لَ　مَ　نَ　وَ　ہَ　ھَ　لَا　ءَ　یَ　ےَ

زیر کی تختی

اِ　بِ　پِ　تِ　ٹِ　ثِ　جِ　چِ　حِ　خِ　دِ　ڈِ　ذِ　رِ

ڑِ　زِ　ژِ　سِ　شِ　صِ　ضِ　طِ　ظِ　عِ　غِ　فِ　قِ　کِ

گِ　لِ　مِ　نِ　وِ　ہِ　ھِ　ءِ　یِ　ےِ

پیش کی تختی

اُ　بُ　پُ　تُ　ٹُ　ثُ　جُ　چُ　حُ　خُ　دُ　ڈُ　ذُ　رُ

ڑُ　زُ　ژُ　سُ　شُ　صُ　ضُ　طُ　ظُ　عُ　غُ　فُ　قُ　کُ

گُ　لُ　مُ　نُ　وُ　ہُ　ھُ　ءُ　یُ　ےُ

۳: کلک کا پورا ایک بالشت یا کم از کم اتنا لیا جائے کہ قلم کی طرح ہاتھ میں پکڑنے سے کچھ ہاتھ کے اوپر بھی رہے۔

۴: پہلے انگوٹھے سے اس پورے کی موٹائی ناپ لیجیے، اس طرح کہ ایک نشانی لگا کر اس پر ناخن رکھیے، پھر پورے کی موٹائی پر انگوٹھا گھمایئے، انگوٹھے کی جس جگہ کے مقابل وہ نشان آجائے یہ اس کی موٹائی کا ناپ ہوا۔ اب پورے کی لمبائی میں سے اس ناپ کے موافق جگہ سے ترچھا تراشئے اور داہنی بائیں طرف سے بھی تراشئے۔ تھوڑا تھوڑا کر کے تراشتے رہیے یہاں تک کہ اس کے ریشے ختم ہو جائیں اور موٹا باریک جیسا بنانا ہو بن جائے، پھر بیچ میں چاقو کی نوک سے شگاف دیجیے، پھر کسی لکڑی یا قط گیر پر رکھ کر اس طرح ٹیڑھا قط لگایئے کہ پشت کی طرف سے داہنی نوک ذرا سی اونچی اور بائیں ذرا سی نیچی ہو جائے، اب قلم تیار ہو گیا۔

۵: روشنائی سیاہ اچھی ہوتی ہے، اس کو پانی میں گھول کر چھان کر اس میں ذرا سا لٹھے کا کپڑا ڈال لیجیے مگر زیادہ پھیکی نہ رہے، نہ بہت گاڑھی ہو جائے پھر قلم سے کپڑے کو خوب اوپر نیچے کر کے ملایئے۔ یہ روشنائی تیار ہو گئی۔

=

امتحان کے واسطے زیر، زبر اور پیش کے حروف

قٓ اِ کُ نَ سُ بِ طَ جِ ڈُ ٹَ لِ خُ ظِ رُ چِ ذَ ثُ یِ ءَ ژُ
وَ حُ پَ عِ شُ غُ ذِ مَ ڑُ ف زَ تِ ص گُ ہِ لا ھَ ھَ ے ض

ایک ایک حرف کی کئی شکلیں

ب با بـ بُ پ پا پـ پُ ت تا تـ تُ ٹ ٹا ٹـ ٹُ ث ثا ثـ ثُ
ج جـ جـ چ چـ چـ ح حـ حـ خ خـ خـ ل ل ش ســ ص صـ صـ
ض ضـ ضـ ع عـ ـعـ غ غـ ـغـ ف فـ ـفـ ق قـ ـقـ ک کا کـ
گ گا گـ ل لـ لـ م مـ ـمـ ن نـ ـنـ ہ ھ ہـ ی یا یـ یـ

ب پ ت ٹ ن ث ہ ی کی مثالیں

با بب پپ پت ٹٹ یٹ ٹڈ بڈ تد ثر ثو تر تہ تک نگ بل ین ہر
ہٹ بس بش تص ٹض ثط بظ بع ثغ نف نق پو بج پچ تج ٹح تح ثخ

۶: کبھی کبھی روشنائی چکنی ہوئی ہوتی ہے، جسکی وجہ سے قلم خوب نہیں چلتا تو اس میں ذرا سا نمک ڈال لینے سے اچھی ہو جاتی ہے اور چلنے لگتی ہے۔

۷: اب بائیں پیر پر بیٹھیے اور داہنا گھٹنا کھڑا کر کے اس کے اوپر تختی یا کاپی رکھیے اور اسے بائیں ہاتھ سے پکڑیئے۔

۸: قلم کو بیچ کی انگلی پر رکھیے انگوٹھے اور اس کے پاس کی انگلی سے قلم کو نرمی سے پکڑیئے اور لکھنا شروع کیجیے۔

۹: سب سے پہلے ا، ب، ج صرف تین حرفوں کی مشق کیجیے، جب وہ ٹھیک ہو جائیں ایک ایک دو دو بڑھایئے۔ جب یہ تختی ختم ہو جائے تو دو حرف والی مرکب تختیاں لکھیے، پھر جملے اور عبارت جس طرح بہشتی زیور میں لکھی ہے اسی کے مطابق لکھیے۔

۱۰: جن حرفوں کو کھینچ کر لکھا جاتا ہے یا دائرے سے لکھا جاتا ہے، ان کو لکھتے وقت سانس روک لینا چاہیے، ورنہ سانس کی ذرا سی حرکت سے صفائی اور خوبصورتی جاتی رہتی ہے۔

۱۱: خط بہت محنت سے سنورتا ہے، ہم اس کی سہل ترکیب بتاتے ہیں کہ جن جن حرفوں کی اس وقت مشق کرنی ہو پہلے تو آگے آنے والے قاعدوں میں سے ان کے قاعدے خوب ذہن نشین کر لیجیے، پھر ایک کاغذ ایسا لیکر جس میں نیچے کے حروف خوب نظر آ جائیں ان حرفوں پر رکھیے اور اسی کاغذ کے اوپر ان حرفوں کے موافق احتیاط سے حروف بنایئے، پھر قلم کو خشک کر کے ان حرفوں پر سو سو بار ہاتھ پھیریئے، پھر الگ تختی یا کاغذ پر=

بخ ثم بی بے ثی ٹے نی پے تے تی ثے ٹی نے یے ہی ہے

ج چ ح خ کی مثالیں

جا جب چُپ چیت حج چخ چخ حج جد چر جس چش خَص حُص خط حظ
جع نغ خف حَق چک چَل جَل جَمْ چُنْ جو خہ خِی جے خے

س کی مثال

سا سب سج سد سر سس سش سص سط سع سف
سق سک سگ سم سن سو سہ سی سے

ش کی مثال

شا شب شج شد شر شس شش شص شط شع شف شق
شک شگ شل شم شن شو شہ شی شے

= ان حرفوں کو لکھیے اور قاعدوں سے ناپ کر دیکھیے، ٹھیک ہوئے یا نہیں۔ نہ ہوئے ہوں تو پھر ایسے ہی مشق کیجیے اور ٹھیک ہونے کے دیکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس باریک کاغذ پر الگ رکھ کر حروف لکھیے، پھر اس کاغذ کو کتاب کے حرفوں کے اوپر رکھ کر اپنے حرفوں سے ملایئے، اگر ان میں فرق پڑے تو سمجھیے کہ ابھی ٹھیک نہیں ہوئے اور برابر آ جائیں تو ٹھیک ہو گئے۔ اب آگے لکھیے۔ روزانہ دو گھنٹے مشق کرنے سے کچھ دنوں میں نہایت اعلیٰ خط ہو جائے گا، اگر کتاب ''نظم پروین'' یا ''اعجاز رقم'' منگا کر اس طرح مشق کر لیں تو اچھا ہے، گھر بیٹھے عمدہ خط بن جائے گا۔

حروف کے قاعدے:

ا: الف تین قط لمبا اور آدھ قط موٹا ہوتا ہے، قلم کو کاغذ پر اتنا ترچھا رکھ کر کہ جس سے آدھ قط موٹا بن سکے نیچے کو کھینچیے اور اس طرح کھینچیے کہ بہ نسبت اوپر کی جانب کے نیچے کی جانب ذرا پتلی ہوتی چلی جائے اور شروع سے اخیر باریک ہو جائے اور اوپر کی نوک ذرا سی داہنے کو اور نیچے کی نوک ذرا سی بائیں طرف جھکتی ہوئی، اور باقی بالکل سیدھا رہے۔

ب: بے کو ترچھے قلم سے شروع کرتے ہیں اور تھوڑا تھوڑا بڑھا کر پورے قلم سے ختم کرتے ہیں، شروع کی نوک ایک قط ہوتی ہے اور لمبائی سات نو گیارہ قط تک ہوتی ہے اور بیچ میں کچھ گہراؤ دیں اور آخر گول کریں، اگر ایک قط لگا کر اس کے پیچھے گول لکیر دیں تو گولائی آ جائیگی جیسے =

ص ض کی مثالیں

صا صب صج صد صر صس صش صش صص صط صع صف

ضق ضک ضگ ضل ضم ضـــم ضن ضو ضہ ضی ضے

ط ظ کی مثالیں

طا طب طج طد طـــد طر طس طش طش طص طط طع طف

ظق ظک ظل ظم ظـــم ظن ظو ظہ ظھـــہ ظلا ظی ظے

ع غ کی مثالیں

عا عب عج عد عـــد عر عس عش عش عص عط عع عف

عق غک غل غم غـــم غن غو غہ غھـــہ غلا غی غے

= گہرائی، اور آخر اس قدر ہو کہ اگر نوک سے ایک سیدھی لکیر کھینچیں تو یہ لکیر تو آخر سے ایک قط اور بیچ سے ڈیڑھ قط اونچی رہے۔ اور بے پانچ نقطوں سے دو نقطوں تک چھوٹی بھی ہوتی ہے، اسے ناخنی بے کہتے ہیں، اس میں اول و آخر میں آدھ آدھ قط نوک لگائیں اور بیچ میں ایک قط گہرائی رہے۔ ب، ت، ٹ، ث سب کا یہی قاعدہ ہے۔

ج: جیم کی نوک (ـ) ترچھی آدھے قط کی ہوتی ہے اور اس میں ملا ہوا ایک نقطہ پڑا ہوا آدھے قط موٹا (ـ) یہ تو سرا ہے، اور پھر ایک لکیر خمدار تین قط لمبی جسے گردن کہتے ہیں، پھر گردن میں لٹکاؤ ملتا ہے، یعنی اوپر سے نیچے کو ترچھے قلم سے شروع کر کے تھوڑا تھوڑا موٹا اور گول کرتے لاؤ، یہاں تک کہ ڈھائی قط نیچا ہو جائے، پھر اس طرح نیچے سے اوپر کو دوسری طرف گول چڑھاؤ، یہاں تک کہ دونوں طرف برابر ہو جائے اور ادھر آدھ قط نوک ملا دو، یہ دائرہ ہو گیا جیم اور اس جیسے حروف کا اور عین کا دائرہ ایک ہی ہے اور سرے اور گردن میں ایک قط کا فاصلہ ہونا چاہیے اور یہ دائرہ اندر سے ساڑھے تین قط چوڑا ہوتا ہے، نوک گردن کے ختم تک ایک لکیر تین قط نکلنی چاہیے اور اس خط سے نیچے کی گہرائی بھی تین قط ہوتی ہے اور اس پر گول لکیر بنائیں تو بیضہ کی شکل بن جائے اور سرے کی نوک سے اگر نیچے کو سیدھی لکیر کھینچیں تو لکیر دائرہ سے باہر ملی ہوئی جانی چاہیے، یہی قاعدہ چ، ح، خ کا بھی ہے۔ =

ف ق کی مثالیں

فا فب فج فد فـــد فر فس فش فـش فص فط فع ففـ
فق فک فل فم فـــم فن فو فہ فـهـــہ فلا فی فے

ک گ کی مثالیں

کا کب کج کد کـــد کر کس کش کـش کص کط کع
کف کق گک گل گم گن گو گہ گھـــہ گلا گی گے

ل کی مثال

لا لب لج لد لـــد لر لس لش لـش لص لط لع
لف لق لک لل لم لن لو لہ لھـــہ لی لے

د: ایک خمدار نقطہ کو اوپر سے آہستہ آہستہ ڈیڑھ قط نیچے لائیے، اس کے بعد رے لگا دیجیے اور بیچ میں دو قط فاصلہ ہونا چاہیے۔

ذ: ذرا زیادہ خم دیا ہوا نقطہ اوپر سے ایک قط نیچے لائیے اور اس میں زے لگا دیجیے اور بیچ میں ایک قط جگہ رہے۔

ر: آدھ قط موٹی اوپر سے نیچے کو اترتی ہوئی پڑی اور دو قط لمبی ہوتی ہے۔ ڑے کا بھی یہی قاعدہ ہے۔

ز: دو قط کھڑے ترچھے رخ سے ملا کر کھینچیے، یہاں تک کہ اس رخ ڈیڑھ قط ہو جائے اور ژے کا بھی یہی قاعدہ ہے۔

س: دندانہ پہلا آدھ قط لمبا اور دوسرا ایک قط لمبا، پہلا چوتھائی قط موٹا اور دوسرا آدھ قط۔ پہلا اونچا دوسرا نیچا اور پھر ایک کھڑی لکیر ڈیڑھ قط یعنی گردن، پھر ڈھائی قط کا لٹکاؤ ترچھے قلم سے تھوڑا تھوڑا موٹا کرتے ہوئے ڈھائی قط نیچے تک اتاریں اور قلم پورا کردیں۔ پھر اسی طرح گول کر کے دوسری طرف اوپر چڑھائیں، آخر میں نوک ایک قط لگائیں اور دائرہ میں بیضہ بن جائے، چوڑائی تین قط رہے، سرے سے نوک تک سیدھی لکیر کھینچ دیں تو نوک آدھ قط نیچی رہے اور لمبائی تین قط ہو۔ شین، صاد، ضاد، لام، نون وغیرہ کا دائرہ بھی ایسا ہی ہے۔

ش: ترچھے قلم سے شروع کر کے تھوڑا تھوڑا بڑھا کے چھ قط تک نیچے کو اتارتے جائیے، پھر پانچ قط کی بے ملا دیجیے۔ کل گیارہ قط ہوتا ہے آخر پر تین قط کھڑے کر کے سیدھی لکیر کھینچنے سے سرے سے مل جائے، دائرہ سین کا سا۔ =

م کی مثالیں

ما مب مج مد مسـ مس مش مشـ مص مط مع مف

مق مک مگ مل مم من مو مہ مھـ ملا می مے

ہ کی مثالیں

ہا ہب ہج ہد ھـ ہر ھر ہس ہش ہشـ ہص ہط ہع

ہف ہق ہک ہل ہم ھـم ہن ہو ہہ ہھـ ہلا ہی ہے

دو حرفوں کے الفاظ

اَب۔ جَب۔ دِن۔ خَط۔ ضِد۔ ڈَر۔ اِس۔ اُس۔ تُم۔ دِل۔ دَس۔ غُل۔ بَس۔ بِل۔ بَٹ۔ پَٹ۔ چِت۔ پَت۔ چَل۔ ہَٹ۔ بَچ۔ پَچ۔

تین حرفوں کے الفاظ

ایک۔ بات۔ جال۔ دام۔ سال۔ ساگ۔ راگ۔ شام۔ صاف۔ ٹاٹ۔ ڈاک۔ خوب۔ لات۔ مرد۔ زور۔ روز۔ کام۔ نام۔ غور۔

ض: ایک قط پڑی لکیروں سے کھینچ کے داہنی جانب ایک قط گول نقطہ آدھا قط موٹا ملایئے، نیچے ناخنی بے دو قط اور دائرہ س کا سا، اور ایسے ہی ضاد۔

ط: الف تین قط اور ایک قط گول نقطہ (۰) نیچے پڑی ہوئی رے سے ملایئے، ظوے بھی ایسے ہی ہے۔

ع: عین کا سر آدھ قط پڑا اور آدھا قط ترچھا، نیچے سے خالی، اوپر سے کچھ گول، پھر ایک نقطہ نیچے سے گول (۰) اوپر سے خالی، درمیان ایک قط جگہ اور نیچے کی نوک آدھ قط جو گول نقطہ سے ملی ہوئی ہے، پھر دو قط گردن، اور دائرہ جیم کا سا ہے، غین بھی ایسے ہی ہے۔ =

چار حرفوں کے الفاظ

انڈا۔ مرغی۔ چراغ۔ حالت۔ خراب۔ فرصت۔ میرا۔ تیرا۔ غوطہ۔ طوطا۔ بکری۔ پلنگ۔ گیدڑ۔ بندر۔ لڑکا۔ لڑکی۔ شامل۔ کامل۔ مرشد۔ روٹی۔ بوٹی۔ سالن۔ کتاب۔ کاغذ۔ تختی۔

پانچ حرفوں کے الفاظ

بندوق۔ صندوق۔ مسہری۔ نہایت۔ مضبوط۔ سروتا۔ قینچی۔ کٹورا۔ رومال۔ تعویذ۔ چیونٹی۔ انگلی۔ رضائی۔ دوپٹہ۔ چپاتی۔ پتیلی۔ پیچک۔

چھ حرفوں کے الفاظ

جولاہا۔ تنبولی۔ چیونٹی۔ نالائق۔ پچھیرا۔ بھیڑیا۔ جھینگرا۔ دھتورا۔ بکھیڑا۔ جھینگا۔ چمگادڑ۔

ف: ف کا سرا ایک نقطہ ہے، نیچے سے گول اوپر سے خالی، پھر اوپر کو قلم گھمائیں کہ گولائی پوری ہوجائے، سوا قط اونچا اور ایک قط چوڑا، پھر اس میں بے ملائیں۔

ف: نقطہ کا رخ ترچھا اور بے سے ایک قط فاصلہ ہوتا ہے۔

ق: کا سرا فے کے سرے کی طرح ہے، مگر نقطہ کا رخ سیدھا رہے، اس میں گردن نہیں، بس دائرہ ہے جو ساڑھے تین قط چوڑا سرے سے نیچے ڈھائی قط گہرا ہے۔

ک: کاف کا سرا الف ہے، اس میں بے ملادیں اور مرکز آدھے قط موٹا پانچ قط لمبا اور اتنا ترچھا ہو کہ اس کے اوپر چوکور لکیر بنائیں تو ہر طرف سے تین تین قط ہو اور مرکز چار یا تین قط کا بھی ہوتا ہے، ایسے ہی گاف۔

ل: آدھ قط موٹا، الف پانچ قط کا ذرا سا بائیں کو خم لیے ہوئے، دائرہ سین کا سا، مگر نوک ڈیڑھ قط زیادہ ہوگی۔

م: ایک نقطہ بنا کر دوبارہ قلم کو اس طرح کھینچیں کہ نقطہ آدھا ڈھک جائے آدھا کھلا، اس میں اس طرح آدھا دائرہ ملائیں کہ الٹا لام بن جائے، دنبالہ گاؤدم رہے۔

سات حرفوں کے الفاظ

جُھنجھنا۔ نیلکنٹھ۔ گھڑونچی۔ گھنگھور۔ گھونگھٹ۔ بھٹیارا۔ چھپرکھٹ۔ پھلجھڑی۔ پھلواری۔

آٹھ اور نو حرفوں کے الفاظ

پَھپھُوندی۔ چھچھوندر۔ بیر بہوٹی۔ گھونگھرو۔ بندیلکھنڈ۔ بھٹنڈا۔ بھونچال۔

دنوں کے نام

شنبہ	یک شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	چہارشنبہ	پنج شنبہ	جمعہ
سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ

مہینوں کے نام

محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الآخر	جمادی الاوّل	جمادی الثانی
رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذی القعدۃ	ذی الحجہ

ن: الف دو قط لمبا آدھ قط موٹا اندر کو ذرا سا خم لیے ہوئے، پھر دائرہ سین والا، آخر کی نوک ایک قط، مگر الف سے ایک قط نیچے تک رہے۔

و: قاف کی مانند سر بناؤ اور نیچے ڈیڑھ قط لمبی رے لگادو۔

ہ: اوپر ذال کا سر نیچے صاد کا الٹا سر۔ بیچ کی سفیدی لمبائی چوڑائی میں ایک قط۔

لا: ایک الف اور نیچے ے کا الٹا سرا ایک قط، پھر دوسرا الف۔ بیچ میں آدھ قط فاصلہ۔ پہلا الف ذرا اونچا، دوسرا ذرا نیچا۔

ی: سرا ترچھے قلم سے شروع کر کے گھٹاتے گھٹاتے گولائی سے ترچھے خط سے ملائیں، پھر دائرہ لگادیں، گردن نہیں ہے، نوک دو قط کی ہوگی، دائرہ تین قط چوڑا، سرے اور نقطہ کے بیچ میں ایک قط جگہ اور سرے سے الٹی دوسری یا بن سکے۔

ے: رے پڑی ہوئی دو قط، پھر الٹی بے گیارہ قط، بیچ میں ایک قط جگہ رہے، آخر شروع سے ایک قط اونچا ہونا چاہیے جیسے با سیدھی۔

جملے

خدا سے ڈر۔ گناہ مت کر۔ وضو کر کے نماز پڑھ۔ نمازی آدمی خدا کا پیارا ہے۔ بے نمازی رحمت سے دور ہے۔ کسی پر ظلم مت کر۔ مظلوم کی بد دعا بڑی جلدی قبول ہوتی ہے۔ ناحق کسی جانور یا چڑیا کو ستانا، کتے بلی کو مارنا بہت برا ہے۔ ماں باپ کا کہا مانو۔ ان کی مار کو فخر جانو۔ دل سے ان کی خدمت کرو۔ جنّت ماں باپ کے قدموں تلے ہے۔ الٹ کر ان کو جواب مت دو۔ جو کچھ غصّہ میں کہیں چپ چاپ سن لو۔ کسی بھی بات میں ان کو مت ستاؤ۔ بڑوں کے سامنے ادب تعظیم سے رہو۔ چھوٹوں کو محبّت پیار سے رکھو۔ کسی کو حقیر نہ جانو۔ اپنے کو سب سے کم جانو۔ اپنے کو بڑا سمجھنا بری بات ہے۔ کسی کو مٹکانا، چمکانا، عیب نکالنا بڑا گناہ ہے۔ کھانا داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ پانی داہنے ہاتھ سے پیو۔ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔ پانی تین سانس میں پیو۔ کھانا ٹھنڈا کر کے کھاؤ۔ گرم گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ جو بات کہو سچ کہو۔ جھوٹ بولنا بڑا گناہ ہے۔ صبح اٹھ کر بڑوں کو سلام کیا کرو۔ نماز کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کیا کرو۔ سبق خوب یاد کرو۔ کھیل کود میں دل نہ لگاؤ۔ ہر بات پر قسم نہ کھایا کرو۔ بار بار قسم کھانا بُری بات ہے۔ اپنی کتاب کو احتیاط سے رکھو۔ کسی کی صورت بری ہو تو اس کو انگلیوں پر نہ نچاؤ۔ خدا کے نزدیک بھلی بری صورت سب ایک ہے۔ شرارت نہ کیا کرو تو تم پر کبھی مار نہ پڑے۔ ناک بائیں ہاتھ سے صاف کیا کرو۔ استنجا بائیں ہاتھ سے کیا کرو۔ پاخانہ جاتے وقت پہلے بایاں پیر اندر رکھو اور نکلتے وقت پہلے داہنا پیر نکالو۔ جوتی پہلے داہنے پیر میں پہنا کرو، پھر بائیں پاؤں میں۔

قواعد مخصوصہ استعمال حروف ذیل

ن، و، ھ، ی، ے، ا، ل

ن

یہ حرف کبھی غنہ یعنی ناک میں بولا جاتا ہے جیسے ٹانگ۔ مانگ۔ ہینگ۔ سینگ۔ چونچ۔ بھوں۔ کنواں۔ پھونک۔ پھانک۔ بانٹ۔ اونٹ۔ بانکا۔ سانس۔ پھانس۔ نیند۔ سانپ۔ کانپ۔ لونگ۔ سونف۔ گوند۔ مینڈک۔ کنول۔ منہ۔ ہانڈی۔ چرونجی۔ بھانڈ۔
اس حرف کے بعد اگر ''ب'' یا ''پ'' ہوتو ''م'' کی آواز نکلتی ہے، ''ن'' کی آواز نہیں نکلتی جیسے انبیاء۔ دنبہ۔ شنبہ۔ عنبر۔ کھنبہ۔ منبع۔ منبر۔ چنپا۔ چنپت۔

و

اس حرف کے اول اگر پیش ہو اور خوب ظاہر کر کے نہ پڑھا جاوے تو اس کو مجہول کہتے ہیں جیسے شور۔ گور۔ چور۔ زور۔ مور۔ نوک۔ بول۔ ہوش۔ جوش۔ پورا۔ تورا۔ کٹورا۔ کورا۔
اور اگر اس حرف کے اول پیش ہو اور خوب ظاہر کر کے پڑھا جائے تو معروف کہلاتا ہے جیسے دور۔ حور۔ نور۔ چور۔ چول۔ جھول۔ دھول۔ پھول۔ پھوٹ۔ جھوٹ۔
اور اگر یہ حرف لکھا جائے اور پڑھا نہ جائے تو معدولہ کہلاتا ہے جیسے خواجہ۔ خواب۔ خویش۔ خواہش۔ خوان۔ خوش۔ خود۔ خواہ وغیرہ۔

ھ

یہ حرف ہمیشہ دوسرے حرف کے ساتھ ملا کر پڑھا جاتا ہے اور مخلوط التلفظ کہلاتا ہے جیسے بھانڈ۔ کھانڈ۔ جھوٹ۔

چھینٹ۔ چھینک۔ جھانجھ۔ کھیل۔ بھوت۔ پھوٹ۔ تھوک۔ ٹھوکر۔ ڈھول۔ بڑھیا۔ باگھ۔ ملّھو۔

ی

اس حرف کے اول ہمیشہ زیر ہوتا ہے اور خوب ظاہر کر کے پڑھا جاتا ہے اور معروف کہلاتا ہے جیسے: وہی۔ بری۔ بھلی۔ پھلی۔ سڑی۔ گلی۔ ہنسی۔ خوشی۔ نبی۔ ولی۔ ڈلی۔ چھپکلی۔ چوڑی۔ بالی۔ بجلی۔
کبھی یہ حرف کسی لفظ کے آخر میں "آ" کی آواز دیتا ہے اور مقصورہ کہلاتا ہے جیسے: عیسیٰ۔ موسیٰ۔ مجتبیٰ۔ مصطفیٰ۔ مرتضیٰ۔ حتیٰ۔ الیٰ۔ علیٰ۔ یحییٰ۔ کبریٰ۔ صغریٰ۔

ے

اس حرف کے اول میں اگر زیر ہو اور خوب ظاہر کر کے نہ پڑھا جائے تو کبھی اس کو (ے) لکھتے ہیں اور کبھی اس طرح (ی) لکھتے ہیں اور اس کو مجہول کہتے ہیں جیسے: کے۔ سے۔ نے۔ تھے۔ دیے۔ لیے۔ آئے۔ گئے۔ کی۔ سی۔ نی۔ تھی۔ دیئی۔ لئی۔ آئی۔ گئی۔

ال

یہ دونوں حرف اگر (ا ب ج ح خ ع غ ف ق ک م و ہ ی) کے اول میں ملائے جاویں تو صرف "ل" پڑھا جائے گا اور الف کو نہ پڑھیں گے جیسے: حتی الامکان۔ عبد الباری۔ جواب الجواب۔ عبد الحق۔ عبد الخالق۔ نور العین۔ عبد الغنی۔ بالفعل۔ عبد القادر۔ عبد الکریم۔ بالکل۔ حتی المقدور۔ عبد الوہاب۔ بوالہوس۔ طویل الید اور اگر (ت ث د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن) کے اول میں ملائے جاویں تو دونوں نہ پڑھے جاویں گے، بلکہ "ال" کے بعد والے حرف پر تشدید پڑھی جاوے گی جیسے: عند التاکید۔ نجم الثاقب۔ علیم الدین۔ غبی الذہن۔ عبد الرزاق۔ عدیم الزوال۔ عند السوال۔ عبد الشکور۔ بالصواب۔ بالضرور۔ میزان الطب۔ وسیلۃ الظفر۔ قائم اللّیل۔ نصف النّہار وغیرہ۔

حرکات وسکنات ذیل کا استعمال

نام	صورت	آواز	نام	صورت	آواز
مد	ـٓ	ا	تنوین دوزیر	ـٍ	ن
تنوین دوزبر	ـً	ن	تنوین دوپیش	ـٌ	ن
تشدید	ـّ	دوہرا حرف	سکون	ـْ	اس پر پچھلا حرف ٹھہرتا ہے
وقف	ـ	سکون کے بعد سکون			

مد (ــٓـ ٓ)

یہ حرکت الف کے اوپر آتی ہے جیسے: آج۔ آگ۔ آڑ۔ آرہ۔ آس۔ آل۔ آم۔ آن۔ آنت۔ آری۔ آدھی۔ آنچ۔ آندھی۔ آیا۔ آٹا۔ آدم۔ آفت۔ آہٹ۔ آلو۔ آسمان۔

تنوین دوزبر (ـً) یہ حرکت ہمیشہ الف کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی ت کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے: معاً۔ فوراً۔ مثلاً۔ اتفاقاً۔ عمداً۔ سہواً۔ خصوصاً۔ عموماً۔ طوعاً۔ کرہاً۔ جبراً۔ قہراً۔ بغتۃً۔ عداوۃً۔

تنوین دوزیر (ـٍ) جیسے یومئذٍ۔ حینئذٍ۔

تنوین دوپیش (ـٌ) جیسے: نورٌ. حورٌ۔

تشدید (ـّ)

یہ حرکت جس حرف پر ہوتی ہے وہ دومرتبہ پڑھا جاتا ہے جیسے: الّو۔ چلّو۔ کلّو۔ منّو۔ بلّی۔ کتّا۔ دلّی۔ بدّھو۔ چکّی۔ ککّڑ۔ مکّڑ۔ لڈّو۔ سچّا۔ کچّا۔ پکّا۔ ہتّا۔ پتّا۔ پتّہ۔ پلّا۔ پلّا۔ چھلّا۔

سکون (ْ)

اس کے معنی ٹھہرنے کے ہیں۔ اس سے پہلے حرف کو اس کے ساتھ ملا کر ٹھہر جاتے ہیں۔ جس حرف پر یہ ہوتا ہے وہ ساکن کہلاتا ہے جیسے: اب۔ جب۔ کب۔ دل۔ دم۔ دس۔ رس۔ رس۔ اِس۔ اُس۔ گل۔ کُل۔ دن۔

وقف

یہ سکون کے بعد ہوتا ہے۔ جس حرف پر یہ ہوتا ہے وہ موقوف کہلاتا ہے جیسے: ابر۔ جبر۔ صبر۔ قبر۔ علم۔ حلم۔ گوشت۔ پوست۔ دوست۔ قہر۔ مہر۔ شہر۔ بند۔ نرم۔ سخت۔ تخت وغیرہ۔

خط لکھنے کا بیان

جب کسی کو خط لکھنا منظور ہو تو پہلے یہ خیال کرلو کہ وہ تم سے بڑا ہے یا چھوٹا یا برابر۔ جس درجے کا آدمی ہو اس کے موافق خط میں الفاظ لکھو:

بڑوں کے خط کو ''والا نامہ، سرفراز نامہ، افتخار نامہ، کرامت نامہ، اعزاز نامہ، صحیفۂ عالی، صحیفۂ گرامی'' لکھتے ہیں۔

خط کی ضروری باتیں

۱: اگر کسی خط کا جواب خط سے ہو تو اس کا خط سامنے رکھ لیا جائے، تاکہ جس جس بات کا جواب ضروری ہے وہ چھوٹ نہ جائے۔

۲: جس کو خط لکھا جاتا ہے پہلے اس کو ذہن میں لے لو کہ ہمارا اس سے کیا تعلق ہے، جتنا تعلق ہو اسی قدر ادب تہذیب کے لفظوں میں اسے لکھنا چاہیے، بلکہ یہی سمجھ لینا چاہیے کہ گویا ہم خود اس کے سامنے بیٹھے ہوئے زبانی بات کر رہے ہیں، پھر جو بات کہنا ادب کے خلاف نہ ہو وہ لکھی جائے اور جو بے تمیزی کی بات ہو، ایسے آدمی سے نہ کہی جاتی ہو، وہ نہ لکھو۔

۳: اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے کہ خط کے کسی نقطہ سے بھی کسی کو رنج اور تکلیف نہ پہنچے، اس کی پہچان کی اچھی صورت کہ کس لفظ سے رنج پہنچتا ہے کس سے نہیں یہ ہے کہ خود یہ غور کرنا چاہیے کہ اگر کوئی ہم کو ایسا خط لکھتا جیسا ہم لکھ رہے ہیں اور مجھ کو اس سے وہی مرتبہ حاصل ہوتا جو خط والے کو ہم سے ہے تو یہ بات ہم کو ناگوار ہوتی یا نہیں۔ بس جو بات ناگوار معلوم ہونے کی ہو اسے ہرگز خط میں نہ لکھا جائے۔ =

اور جو شخص بہت بڑا ہو اس کو آپ کی جگہ ''آں جناب، جنابِ عالی، جنابِ والا، حضرتِ والا، حضرتِ عالی'' لکھتے ہیں جیسے: یہ لکھنا منظور ہو کہ ''آپ کا خط آیا'' تو یوں لکھیں گے:

''جنابِ والا کا سرفراز نامہ آیا'' اور ''آیا'' کی جگہ یوں لکھتے ہیں: سرفراز نامہ ''صادر ہوا''، سرفراز نامہ نے ''مشرف فرمایا''۔

اور چھوٹے کے خط کو ''مسرت نامہ، راحت نامہ'' لکھتے ہیں۔

اور برابر والے کے خط کو ''عنایت نامہ، کرم نامہ'' لکھتے ہیں۔

اور خط لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً اگر باپ کو خط لکھو تو اس طرح لکھو:

جناب والد صاحب مخدوم و معظّم فرزندان دام ظلکم العالی۔

السلام علیکم۔

بعد تسلیم بصد آداب و تعظیم کے عرض ہے کہ آپ کا والا نامہ آیا، خیریت مزاج مبارک کے دریافت ہونے سے اطمینان ہوا۔

اس کے بعد اور جو کچھ مضمون لکھنا منظور ہو لکھ دو۔ اس میں سے ''دام ظلکم العالی'' تک جو کچھ لکھا جاتا ہے اس کو القاب کہتے ہیں اور اس کے بعد سلام و دعا جو کچھ لکھا جاتا ہے اس کو ''آداب'' کہتے ہیں۔ اس کے بعد جو حال چال چاہو لکھو اس کو خط کا ''مضمون'' کہتے ہیں۔

۴: ہنسی مذاق میں ایسی باتیں جس سے دوسرے کی ذلت ہوتی ہو ہرگز ہرگز نہ لکھنی چاہئیں، چاہے اس سے کتنی ہی بے تکلفی کیوں نہ ہو، کیونکہ نہ معلوم خط کس کے ہاتھ پڑ جائے۔ دوسرے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پڑھنے والا اسے مذاق نہیں سمجھتا، بلکہ سچ مچ کا لکھا سمجھ جاتا ہے تو اس کے دل میں تمہاری طرف سے برائی بیٹھ جاتی ہے۔

۵: خط کے پانچ جز ہوتے ہیں: پہلا جز القاب و آداب، دوسرا جز سلام و دعا، تیسرا خیریت پوچھنا اور اپنے یہاں کی خیریت لکھنا، چوتھا اصل مضمون جو اس وقت لکھنا ہو، چاہے کچھ پوچھنا ہو یا کسی بات کا جواب دینا ہو، پانچواں جز دعا اپنے واسطے بھی اور جس کو خط لکھا گیا ہو اس کے لیے بھی۔ اس کے بعد جسے جسے سلام کہلانا ہو اسے بھی لکھ دیجیے۔

۶: خط میں جتنی باتیں پوچھنی ہوں یا جتنی باتوں کا جواب لکھنا ہو ان پر اگر نمبر ڈال کر لکھ دیا جائے تو اچھا ہے، تاکہ ایک دوسرے سے الگ ہو جائے تو سمجھنے میں آسانی ہو۔

بڑوں کے القاب اور آداب

والد کے نام: جناب والد صاحب معظم ومحترم فرزندان، مخدوم ومطاع کمترینان دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد تسلیم بصد آداب وتکریم کے عرض ہے کہ:

ایضاً: جناب والد صاحب معظم ومحترم فرزندان دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد تسلیم بصد تعظیم وتکریم عرض ہے کہ:

ایضاً: جناب والد صاحب معظم ومحترم فرزندان دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد تسلیم بصد تعظیم کے التماس ہے کہ:

ایضاً: جناب والد صاحب معظمی ومحترمی مدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد آداب وتسلیم کے عرض ہے کہ:

ایضاً: معظمی ومحترمی دام ظلہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد تسلیم کے عرض ہے کہ:

چچا کے نام: معظم ومحترم فرزندان، مخدوم ومطاع خوردان دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد تسلیم بصد تعظیم کے عرض ہے:

خالو کے نام: جناب خالو صاحب معظم ومحترم خوردان دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

۷: جواب میں اگر کسی بات کا انکار کرنا ہو تو بہت ہی نرم نرم لفظوں میں اپنا عذر بیان کر دینا چاہیے کہ جس سے مجبوری ظاہر ہوتی ہو اور سوال کرنے والے کا اس سے دل نہ ٹوٹے، بلکہ کوئی بہت ہی بڑی بات ہو تو پہلی دفعہ لکھ دیا جائے کہ غور کر کے جواب لکھا جائے گا۔ پھر دوسرے خط میں عذر ہو جائے تو ایک دم دل نہ ٹوٹے گا۔

۸: خط کی عبارت بہت بنا سنوار کر لکھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ایسی لکھیے جس سے یہ معلوم ہو کہ گویا ویسے ہی آمنے سامنے بیٹھے باتیں ہو رہی ہیں۔

۹: بعض آدمی خط ایسا گھسیٹ گھسیٹ کر لکھتے ہیں کہ دو چار دن کے بعد پڑھوایا جائے تو شاید ان سے بھی نہ پڑھا جائے۔ بھلا یہ سوچنا چاہیے کہ اگر خط نہ پڑھا گیا تو خط بھیجنے سے فائدہ کیا ہوا۔ اس لیے خط بہت کھلے کھلے لفظوں میں الگ الگ ایک ایک حرف کر کے لکھنا چاہیے۔ ہاں اگر جس کے پاس خط بھیجا جاتا ہے اسے تمہارے خط پڑھنے کی عادت ہو گئی ہے تو چلتا ہوا لکھنے میں مضائقہ نہیں، مگر پھر بھی ایسا ہو کہ ہر حرف پڑھا جا سکے۔

=

ایضاً: جناب خالو صاحب مخدوم ومکرم کمترینان دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

والدہ کے نام: جناب والدہ صاحبہ مخدومہ ومعظّمہ دام ظلہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ایضاً: جناب والدہ صاحبہ معظّمہ ومکرمہ دام ظلہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ایضاً: جناب والدہ صاحبہ معظّمہ ومحترمہ دام ظلہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

بڑی بہن کو: ہمشیرہ صاحبہ معظّمہ ومحترمہ مخدومہ ومکرمہ دام ظلہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

بڑے بھائی کو: جناب بھائی صاحب معظّم ومحترم مخدوم ومکرم دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جو القاب والد کے ہیں دادا اور نانا اور چچا اور ماموں اور خسر کے بھی وہی القاب ہیں، اور جو القاب والدہ کے ہیں خالہ اور ممانی اور نانی اور چچی وغیرہ بڑے رشتوں کے بھی وہی القاب ہیں۔ والدہ صاحبہ کی جگہ خالہ صاحبہ، ممانی صاحبہ لکھ دیا کرو۔ دیور اور جیٹھ سے جہاں تک ہو سکے خط وکتابت نہ رکھو، زیادہ میل جول مت بڑھاؤ۔ اگر کبھی ایسی ضرورت ہی آپڑے تو خیر لکھ دو اور ان کو ''جناب بھائی صاحب'' کر کے لکھ دو۔ آداب سب رشتوں کے ایک ہی طرح کے ہیں۔

چھوٹوں کے القاب اور آداب

بیٹا، پوتا، بھتیجا، نواسا وغیرہ: برخوردار نورِ چشم راحتِ جان، سعادت واقبال نشان، سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دعائے زیادتی عمر وترقیٔ درجات کے واضح ہو۔

ایضاً: نورِ بصر لختِ جگر، طوّل عمرہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد دعائے درازیٔ عمر وحصولِ سعادتِ دارین کے واضح رائے سعید ہو۔

۱۰: بعض آدمیوں کو شوق ہوتا ہے کہ خط میں انگریزی عربی فارسی کے الفاظ ٹھونس دیتے ہیں چاہے مکتوب الیہ یعنی وہ شخص جسے خط لکھا جا رہا ہے کچھ بھی نہ جانتا ہو یہ بھی اچھا نہیں، بلکہ خط مکتوب الیہ کی لیاقت کے موافق لکھنا چاہیے جسے وہ خوب سمجھ سکے۔

۱۱: خط آدھی ملاقات گنا جاتا ہے اور ملاقات میں محبت وتعلق کی اور دل خوش کرنے والی باتیں ہوں تو ملنے کو جی بھی چاہتا ہے، ورنہ نہیں، بس ایسے ہی خط میں سمجھ لیجیے کہ اگر ہر ہر لفظ سے تعلق محبت اور مسرت وخوشی ٹپکتی ہو تو خط خط ہے، نہیں تو کچھ نہیں۔ =

ایضاً: فرزند دلبند جگر پیوند طال عمرہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دعا ہائے فراواں کے واضح ہو۔

چھوٹا بھائی: برادر عزیز از جان، سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دُعا کے واضح ہو:

برابر کا بھائی: برادر بجان برابر، سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دعائے سعادتمندی ونیک اطواری کے واضح ہو۔

چھوٹی بہن کو: ہمشیرہ عزیزہ نور چشمی صالحہ، سلمہا اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

ایضاً: خواہر نیک اختر، طول عمرہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آداب سب کے ایک ہی طرح کے ہیں، جس طرح جی چاہے لکھ دو۔

شوہر کے القاب وآداب

شوہر کے نام: سردارِ من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد سلام اور شوقِ ملاقات کے عرض ہے کہ۔

ایضاً: اسرار انیس غمگسارِ من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد سلام نیاز کے التماس ہے۔

ایضاً: واقف راز ہمدم وہمرازِ من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اشتیاق ملاقات کے بعد عرض ہے۔

۱۲: خط لکھنے کے بعد پھر ایک دفعہ غور سے پڑھ لیا جائے کہ جو لفظ چھوٹ گیا ہو وہ بھی لکھ دیا جائے، جو بات دل خراش، ناگوار یا بے تمیزی کی قلم سے نکل گئی ہو وہ کاٹ دی جائے یا کچھ پوچھنا یا جواب دینا رہ گیا ہو تو وہ بھی لکھ دیا جائے۔

۱۳: شروع شروع میں خط لکھ کر اپنے استاد یا بڑوں کو دکھا لیا جائے، جو بات اصلاح کی ہوگی وہ اس کی اصلاح کر دیں گے۔ اور پھر آگے کو اس کا خیال رکھا جائے کہ ایسی بات کبھی نہ لکھی جائے اور جو بات بڑھائیں اس کا خیال بھی رکھنا چاہیے کہ ایسی بات پہلے ہی لکھی جایا کرے۔ اور اس اصلاح پر خوب غور کرنا چاہیے کہ جو بات گھٹائی یا بڑھائی ہے وہ کیوں گھٹائی یا بڑھائی ہے تا کہ اس جیسی باتوں سے احتیاط ہو سکے۔

۱۴: خط کے شروع میں یا اخیر میں اپنا نام اور پورا پتہ ضرور لکھ دینا چاہیے، کبھی کبھی پہلا خط گم ہو جاتا ہے تو جواب دینے والے کو دقت ہوتی ہے اور تم کو خط کا انتظار رہتا ہے اور جواب نہ آنے پر طرح طرح کے خیالات دل میں آتے ہیں اور فکر ہوتا ہے بلکہ بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۵: ہر خط کے اخیر یا شروع میں تاریخ، مہینہ اور سن بھی لکھنا ضروری ہے۔ بہت دفعہ اس کی ضرورت پڑتی ہے اور تاریخ نہ ہونے سے بہت دقت ہوتی ہے۔ مثلاً کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیماری یا سفر یا کسی اور وجہ سے کئی خط جمع ہو گئے تو اب یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کون پہلا ہے اور کون بعد کا ہے تا کہ ان کے موافق جواب لکھا جائے یا بعض باتیں وقتی ہوتی ہیں کہ ان کو جلد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جیسے کسی خط میں بلایا اور لکھا ہو کہ=

بیوی کے القاب وآداب

بیوی کے نام: محرمِ راز ہمدم و ہمرازِ من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد اشتیاق وتمنائے ملاقات کے واضح ہو کہ۔

ایضاً: رونقِ خانہ وزیب کاشانۂ من سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد شوق ملاقات کے واضح ہو۔

ایضاً: انیسِ خاطرِ غمگین، تسکین بخش دلِ اندوہگین سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد اشتیاقِ ملاقات کے واضح ہو۔

باپ کے نام خط

معظم ومحترمِ فرزندان دام ظلہم العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

بعد تسلیم بصد تعظیم کے عرض ہے کہ عرصہ سے جناب والا کا سرفراز نامہ صادر نہیں ہوا۔ اس لیے یہاں سب کو بہت تردد و پریشانی ہے۔ امید ہے کہ اپنے مزاج مبارک کی خیریت سے جلدی مطلع فرما کر سرفراز فرماویں گے۔ ہمشیرۂ عزیزہ مسماۃ زبیدہ خاتون خدا کے فضل وکرم سے اچھی ہے۔ کل اس کا کلام مجید ختم ہوگیا۔

= اگر ایک ہفتہ کے اندر اندر تم آگئے تو میں یہاں ملوں گا، اب اگر اس خط میں تاریخ نہیں ہے اور ہمارے پاس کئی خط جمع ہوگئے تو اب معلوم نہیں ہوگا کہ ہم کو اس وقت جانے سے وہ ملیں گے یا نہیں۔ اور بعض دفعہ کسی مقدمہ میں یا ویسے ہی گفتگو میں تاریخ کے ساتھ خط پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، تاریخ نہ ہونے سے دقت ہوتی ہے۔ اور ڈاکخانہ کی مہر میں جو تاریخ پڑتی ہے تو اس میں اول تو یہ بات ہے کہ وہ تاریخ اس دن کی ہوتی ہے جس دن خط ڈاکخانہ سے چلا ہے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم نے مثلاً آج خط ڈالا مگر ڈاک نکل چکی تھی تو یہ کل نکلے گا اور اس پر کل کی تاریخ پڑے گی، اب اگر ہم نے آج خط میں لکھا تھا کہ ہم آج روانہ ہو کر پرسوں پہنچیں گے، اسٹیشن پر انتظام کر دیجیے تو وہاں سب باتیں ایک دن بعد سمجھی جائیں گی اور دقت ہوگی، غرض بہت سے دقتیں ہوتی ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ بہت دفعہ مہر صاف نہیں پڑتی تو تاریخ نہیں پڑھی جاتی۔ تیسرے جو لوگ انگریزی جانتے ہیں مہر کی تاریخ وہی پڑھ سکتے ہیں اور سب نہیں پڑھ سکتے۔ =

اب آپ اس کے واسطے اردو کی کوئی کتاب روانہ فرمایئے کہ شروع کرادی جاوے۔ جو کتاب ''تعلیم الدین'' آپ نے میرے واسطے بھیجی تھی وہ بڑی اچھی کتاب ہے۔ سب بیبیوں نے اس کو پسند کیا، اور اس کی طلب گار ہیں۔ اس لیے اس کی چار پانچ جلدیں اور بھیج دیجیے۔

باقی یہاں سب خیریت ہے۔ آپ اپنی خیریت سے جلدی مطلع فرمایئے تا کہ رفع تردد اور اطمینان ہو۔

والتسلیم فقط

عریضۂ ادب حمیدہ خاتون از الٰہ آباد

۱۳؍محرم، روز شنبہ۔

بیٹی کے نام خط

لختِ جگر نیک اختر نورِ چشم راحتِ جان بی بی خدیجہ، سلمہا اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

بعد دعائے درازیٔ عمر وترقیٔ علم و ہنر کے واضح ہو کہ بہت عرصہ سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا جس سے دل کو تردّد تھا، لیکن پرسوں تمہارے بڑے بھائی کا مسرت نامہ آیا، خیریت دریافت ہونے سے اطمینان ہوا۔

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تم کو لکھنے پڑھنے کا کچھ شوق نہیں ہے، اور اس میں بہت کم دل لگاتی ہو۔ یہ بھی سنا کہ بعضی عورتیں تمہارے لکھنے پڑھنے پر یوں کہتی ہیں کہ لڑکیوں کو لکھانے پڑھانے سے کیا فائدہ؟ ان کو تو سینا پرونا، کھانا پکانا، چکن وغیرہ کاڑھنا سکھانا چاہیے۔ ان کو پڑھا لکھا کر کیا مردوں کی طرح مولوی بنانا ہے۔

۱۶: خط کے اخیر میں کبھی کبھی دوسروں کو سلام دعا لکھا جاتا ہے اور خیریت پوچھی جاتی ہے، یہ بات بہت اچھی ہے، اس سے ان سب کے دل میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ دیکھو اتنے دور بیٹھے بھی ان کو ہمارا خیال ہے تو اس سے ان سب کو محبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ خوش اخلاقی کی بات ہے، ضرور کرنا چاہیے۔

۱۷: اگر خط بڑوں کو لکھا جائے تو ان کے خط میں یہ لکھنا کہ فلاں فلاں سے سلام کہہ دیجیے اور یوں کہہ دیجیے، یوں کہہ دیجیے، یہ بے ادبی اور گستاخی ہے، ان پر حکم چلانا ہے۔ اچھا طریقہ یہ ہے کہ یوں لکھے کہ اگر فلاں صاحب خط دیکھیں تو سلام قبول کریں، ہاں اگر ان سے بہت بے تکلفی ہو تو بہت ادب کے لفظوں میں لکھ دینے کا مضائقہ نہیں ہے، چھوٹوں یا برابر والے بے تکلف لوگوں کو لکھنے میں حرج نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی لوگوں کے بہکانے سے تمہارا دل اچاٹ ہوگیا اور تم نے محنت کم کردی۔

اے میری بیٹی! تم ان بیوقوف عورتوں کے کہنے پر ہرگز نہ جانا اور یہ سمجھو کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی دوسرا تمہارا خیرخواہ نہیں ہوسکتا، اس لیے میری یہ نصیحت یاد رکھو کہ ان عورتوں کا یہ کہنا بالکل بیوقوفی ہے۔ کم سے کم اتنا ہر عورت کے لیے ضروری ہے کہ اردو لکھ پڑھ لیا کرے۔ اس میں بڑے بڑے فائدے ہیں اور لکھنا پڑھنا نہ جاننے میں بڑے بڑے نقصان ہیں۔

اول تو بڑا فائدہ یہ ہے کہ زبان صاف ہوجاتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بے پڑھی عورتیں ثواب کو سباب، اور شور بے کو سُروا، کبوتر کو قبوتر، جہیز کو دہیز، زکام کا جکھام اور بعض زخام بولتی ہیں۔ اور جو عورتیں پڑھی لکھی ہوتی ہیں وہ ان پر ہنستی ہیں، اور ان کی نقلیں کرتی ہیں۔ سو پڑھنے لکھنے سے یہ عیب بالکل جاتا رہتا ہے۔

دوسرے نماز، روزہ درست ہوجاتا ہے، دین و ایمان سنبھل جاتا ہے، بے پڑھی عورتیں اپنی جہالت سے بہت سے کام ایسے کرتی ہیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اگر خدانخواستہ اس وقت موت آجاوے تو کافروں کی طرح ہمیشہ دوزخ میں جلنا پڑے گا، کبھی نجات نہیں ہوسکتی۔ پڑھنے لکھنے سے یہ کھٹکا جاتا رہتا ہے، اور ایمان مضبوط ہوجاتا ہے۔

تیسرے گھر کا بندوبست جو خاص عورتوں ہی کے ذمہ ہوتا ہے، وہ بخوبی انجام پاتا ہے۔ سارے گھر کا حساب کتاب ہر وقت اپنی نگاہ میں ہوتا ہے۔

چوتھے اولاد کی پرورش عورت سے خوب ہوتی ہے، کیونکہ چھوٹے بچے ماں کے پاس زیادہ رہتے ہیں، خاص کر لڑکیاں تو ماں ہی کے پاس رہتی ہیں۔ تو اگر ماں پڑھی لکھی ہوگی تو ماں کی عادتیں اور بات چیت بھی اچھی ہوگی تو اولاد بھی وہی سیکھے گی اور کمسنی ہی سے خوش اخلاق اور نیک بخت ہوگی، کیونکہ ماں ان کو ہر وقت تعلیم کرتی اور ٹوکتی رہے گی۔ دیکھو تو یہ کتنا بڑا فائدہ ہے۔

پانچویں یہ کہ جب عورت کو علم ہوگا تو ہر وقت اپنے ماں، باپ، خاوند، عزیز و اقربا کا رتبہ پہچان کر ان کے حقوق ادا کرتی رہے گی۔ اس کی دنیا اور عقبیٰ دونوں بن جاویں گی۔

ان سب کے علاوہ پڑھنا لکھنا نہ جاننے میں ایک بڑی قباحت یہ ہے کہ گھر کی بات غیروں پر ظاہر کرنی پڑتی ہے، یا اس کے چھپانے سے نقصان ہوتا ہے۔ عورتوں کی باتیں اکثر حیاوشرم کی ہوتی ہیں، لیکن اپنی ماں بہن سے کبھی ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اتفاق سے ماں بہن وقت پر پاس نہیں ہوتیں۔ ایسی صورت میں یا تو بے شرمی کرنی پڑتی ہے اور دوسروں سے خط لکھانا پڑتا ہے۔ یا نہ کہنے سے بہت نقصان اُٹھانا ہوتا ہے، اس کے علاوہ اور ہزاروں فائدے ہیں اور پڑھنا نہ جاننے میں قباحتیں ہیں کہاں تک بیان کروں، دیکھو! اب تم میری نصیحت یاد رکھنا اور پڑھنے لکھنے سے ہرگز جی نہ چُرانا۔ زیادہ دعا۔ فقط۔

راقم: عبداللہ از بنارس۔

۲۵/ رمضان، روز جمعہ۔

بیٹی کی طرف سے خط کا جواب

معظم ومحترمِ فرزندان دام ظلکم العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد آداب وتسلیم کے عرض ہے کہ صحیفۂ عالی نے صادر ہوکر مشرف فرمایا۔ آپ کے مزاج کی خیریت دریافت ہونے سے اطمینان ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو ہمارے سروں پر دائم وقائم رکھے۔

جناب والا نے بندی کے لکھنے پڑھنے کی نسبت جو لکھا اس سے مجھ کو بہت فائدہ ہوا۔ بیشک لوگوں کے کہنے سننے کی وجہ سے میرا دل اچاٹ ہوگیا تھا۔ اب جس دن سے والا نامہ آیا ہے میں بہت دل لگا کر کے پڑھتی اور کچھ بُرا بھلا لکھنے بھی لگی ہوں۔ بے شک آپ کا فرمانا بہت بجا ہے کہ اس میں بے انتہا فائدے ہیں، اور جو عورتیں پڑھنا لکھنا نہیں جانتیں وہ بہت پچھتاتی ہیں کہ ہم نے کیوں نہ سیکھ لیا۔ پرسوں کی بات ہے کہ پیشکار صاحب کی بی بی جو ہمارے پڑوس میں رہتی ہیں ان کے ماموں کا خط آیا اور گھر میں کوئی مرد آج کل ہے نہیں، بیچاری ایک ایک کی خوشامد کرتی پھریں کہ کوئی خط پڑھ دیوے یا کہیں سے پڑھوا کر لادے کہ اب مومانی کی

طبیعت کیسی ہے، سنا گیا تھا کہ ان کا برا حال ہے، اس وجہ سے بے چاری بڑی گھبرا رہی تھیں۔ دوپہر کا آیا ہوا خط دن بھر پڑا رہا، اور کوئی پڑھنے والا نہ ملا۔ مغرب کے بعد بیچاری میرے پاس آئیں تو میں نے حال سنایا، تب ان کا جی ٹھکانے ہوا۔ تب سے میرے جی کو یہ بات لگ گئی کہ بے شک پڑھنے لکھنے کا ہنر بھی بڑی دولت ہے۔ اور اسکے نہ جاننے سے بعضے وقت بڑی مصیبت پڑتی ہے اور یہ بھی میں دیکھتی ہوں کہ ہماری برادری میں پانچ بیبیاں خوب پڑھی لکھی ہیں، وہ جہاں جاتی ہیں ان کی بڑی عزت ہوتی ہے، جو بات خلاف شرع کسی سے ہوجاتی ہے یا بیاہ شادی میں کوئی بُری رسم ہوتی ہے تو اسکو ٹوکتی ہیں، منع کرتی ہیں۔ خوب سمجھا کر نصیحت کرتی ہیں، اور سب بیبیاں چپکی ہوکر کان لگا کر سنتی ہیں۔ جو کوئی بات پوچھنی ہوتی ہے ان ہی سے پوچھتی ہیں۔ بیبیوں میں سب سے پہلے وہی پوچھی جاتی ہیں۔ ساری بیبیاں ان کی تعریفیں کرتی رہتی ہیں، اس لیے میں ضرور جی لگا کر لکھنا پڑھنا سیکھوں گی۔ مجھ کو خود بڑا شوق ہوگیا۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھ کو یہ دولت نصیب فرماوے۔

باقی یہاں سب خیریت ہے۔ زیادہ حد ادب۔ فقط۔

آپ کی لونڈی

خدیجہ عفی عنہا

از سہارنپور۔

۲۸/ رمضان، روز دوشنبہ۔

بھانجی کے نام خط

نورِ چشم، راحتِ جان، بی بی صدیقہ سلمہا اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

بعد دعا کے واضح ہو کہ تمہارا مسرت نامہ آیا۔ حال معلوم ہونے سے تسلّی ہوئی۔ تمہارے پڑھنے کا حال سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور تمہاری محنت کا پھل تم کو جلدی نصیب

کرے۔ جس دن تم اپنے ہاتھ سے مجھے خط لکھو گی اس دن میں پانچ روپیہ مٹھائی کھانے کے لیے تم کو روانہ کروں گا۔ اور ایک نصیحت میں تم کو اور کرتا ہوں، میں نے سنا ہے کہ تم شوخی بہت کیا کرتی ہو، اور کسی کا ادب لحاظ نہیں کرتی ہو۔ اس بات سے مجھ کو بڑا افسوس ہوا، کیونکہ آدمی کی عزت فقط پڑھنے لکھنے سے نہیں ہوتی۔ جب تک ادب لحاظ نہ سیکھو گی لوگ تم سے محبّت اور پیار نہ کریں گے۔ پڑھنے لکھنے کے ساتھ سب سے اول لڑکوں اور لڑکیوں کو لازم ہے کہ ادب سیکھیں، کیونکہ ادب سے آدمی ہر دل عزیز ہو جاتا ہے اور سب آدمی اس کی خاطر کرتے ہیں۔ ادب کرنے والا ہمیشہ خوش نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی کا قول ہے: باادب با نصیب، بے ادب بےنصیب۔ اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ ادب کیا چیز ہے اور اس کا برتاؤ کیوں کر چاہیے؟ جو کوئی تم سے عمر اور رشتہ میں بڑا ہو اس کو بہت تعظیم سے سلام کرو اور اس کے سامنے کوئی فحش بات زبان سے مت نکالو۔ نہ اپنے برابر والوں سے اس کے سامنے خوش طبعی اور دل لگی مذاق کرو۔ جب وہ تمہیں پکارے تو بہت نرم آواز سے جواب دو۔ اور جب تم کو کچھ دیوے تو سلام کرو۔ اور جو نصیحت کی بات کہے خوب غور سے سنو۔ جب وہ بول رہا ہو تو بیچ سے اس کی بات مت کاٹو۔ جہاں وہ بیٹھا ہو اس سے اونچی جگہ مت بیٹھو اور اس کا نام لے کر مت پکارو، بلکہ اس سے رشتہ لگا کر بولو، نام بڑھا کر لیا کرو جیسے خالو جان، پھوپی اماں، نانا جی، آپا جان۔ اگر غصّہ میں آ کر وہ تم کو کچھ بُرا بھلا کہیں تو ہرگز اس کا جواب مت دو۔ اُلٹ کر ان کو کچھ نہ کہو، اِس کا نام ادب ہے۔ اور یہ آدمی کے واسطے بہت ضروری ہے۔ فقط

محمد واجد حسین

از فیض آباد

اگر کسی برابر والے کو خط لکھنا ہو تو اس کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کے مرتبہ کے موافق اس طرح القاب لکھو۔

برابر والے کے القاب

عنایت فرمائے من سلامت، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مشفقہ شفیقۂ من سلامت، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مہربانِ من سلامت، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ (پھر اس طرح آداب لکھو)

بعد سلام مسنون کے عرض ہے، یا یوں لکھو: بعد سلام مسنون وشوق ملاقات کے عرض ہے۔ پھر خط کا مضمون لکھ دو اور یہ خیال رکھو کہ نہ تو اتنا بڑھا کر لکھو جس طرح کہ بڑوں کو لکھتے ہیں اور نہ اتنا گھٹا کر لکھو جیسے کہ چھوٹوں کو لکھتے ہیں بلکہ ہر بات میں برابری کا خیال رکھو۔

خط کا پتہ[1] لکھنے کا طریقہ یہ ہے

نمونہ کے لیے دو پتے لکھے جاتے ہیں:

۱۔ بخدمت والا درجت معظّم ومحترمِ من جناب داروغہ وحید الزماں صاحب، دام ظلکم العالی۔
محلّہ امین آباد۔ قریب مکان حکیم عبد الغنی صاحب نائب تحصیل دار۔ شہر لکھنؤ۔

۲۔ بمطالعہ برخوردار سعادت اطوار منشی محمد سعید الدین سلمہ اللہ تعالیٰ در آید۔
چوک بر دوکان لیاقت حسین صاحب سادہ کار۔ مقام فیض آباد شہر۔

---

[1] ڈاک خانہ کے لوگ خط پر انگریزی میں پہنچنے کی جگہ کا نام لکھتے ہیں۔ اس واسطے جس جگہ خط بھیجنا ہو اگر وہاں ڈاک خانہ ہو تو اس کے اور ضلع کے نام کے نیچے لکیر کھینچ دو۔ اگر وہاں ڈاک خانہ نہ ہو تو جہاں اس کا ڈاک خانہ ہے اس جگہ کے نام اور ضلع کے نام کے نیچے لکیر کھینچ دو۔ اور پتہ لکھنے کا بہت اچھا طریقہ یہ ہے کہ اول تو چھوٹے سے القاب کے ساتھ ان کا نام لکھ دو جس کے پاس خط جاتا ہے۔ پھر ان کا عہدہ۔ پھر دوسری سطر میں محلّہ کا نام اور تیسری سطر میں ڈاک خانہ وضلع کا نام، اور اگر وہاں ڈاک خانہ نہیں ہے تو دوسری سطر میں اس جگہ کا بھی نام لکھا جائے اور تیسری سطر میں ڈاک خانہ وضلع کا نام ہو۔ پھر اگر خط کسی دوسرے صوبہ میں لکھنا ہے تو ضلع کے بعد صوبہ کا نام بھی ہونا چاہیے اور کسی دوسرے ملک میں خط لکھنا ہو تو سب سے اوپر ٹکٹ کی برابر میں ملک کا نام لکھ دیا جائے اور کارڈ اور لفافہ پر پتہ ایک ہی طرح لکھا جاتا ہے۔

گنتی①

نام	صورت	نام	صورت	نام	صورت	نام	صورت
ایک	۱	چودہ	۱۴	ستائیس	۲۷	چالیس	۴۰
دو	۲	پندرہ	۱۵	اٹھائیس	۲۸	اکتالیس	۴۱
تین	۳	سولہ	۱۶	انتیس	۲۹	بیالیس	۴۲
چار	۴	سترہ	۱۷	تیس	۳۰	تینتالیس	۴۳
پانچ	۵	اٹھارہ	۱۸	اکتیس	۳۱	چوالیس	۴۴
چھ	۶	انیس	۱۹	بتیس	۳۲	پینتالیس	۴۵
سات	۷	بیس	۲۰	تینتیس	۳۳	چھیالیس	۴۶
آٹھ	۸	اکیس	۲۱	چونتیس	۳۴	سینتالیس	۴۷
نو	۹	بائیس	۲۲	پینتیس	۳۵	اڑتالیس	۴۸
دس	۱۰	تئیس	۲۳	چھتیس	۳۶	انچاس	۴۹
گیارہ	۱۱	چوبیس	۲۴	سینتیس	۳۷	پچاس	۵۰
بارہ	۱۲	پچیس	۲۵	اڑتیس	۳۸	اکاون	۵۱
تیرہ	۱۳	چھبیس	۲۶	انتالیس	۳۹	باون	۵۲

① بچوں کو یہ باتیں سمجھا دی جائیں کہ اردو میں اس علامت (٠) کو صفر کہتے ہیں۔ صفر کے معنی خالی کے ہیں۔ گنتی اس طرح یاد کراؤ۔ صفر ایک دو...... اخیر تک۔ ایک سے نو تک اکائیاں کہلاتی ہیں۔ اکائی کے معنی اکیلی چیز کے ہیں۔ اکائی نو ہی ہوتی ہیں۔ دس اکائیوں کی ایک دہائی ہوتی ہے، دہائیاں بھی نو ہی ہوتی ہیں، دو دہائیوں کا ایک سیکڑہ ہوتا ہے۔ اکائی کے دائیں طرف ایک صفر دینے سے دہائی ہو جاتی ہے جیسے: (۱۰، ۲۰، ۳۰، ۴۰) اور دو صفر دینے سے سیکڑہ ہو جاتا ہے جیسے: (۱۰۰، ۲۰۰، ۳۰۰) جس ہندسے کی دائیں جانب جتنے صفر رکھ دیئے جائیں اُتنی ہی =

نام	صورت	نام	صورت	نام	صورت	نام	صورت
ترپن	۵۳	پینسٹھ	۶۵	ستتّر	۷۷	نواسی	۸۹
چوّن	۵۴	چھیاسٹھ	۶۶	اٹھتّر	۷۸	نوّے	۹۰
پچپن	۵۵	سڑسٹھ	۶۷	اُناسی	۷۹	اکیانوے	۹۱
چھپن	۵۶	اڑسٹھ	۶۸	اسّی	۸۰	بانوے	۹۲
ستاون	۵۷	انہتر	۶۹	اکیاسی	۸۱	ترانوے	۹۳
اٹھاون	۵۸	ستر	۷۰	بیاسی	۸۲	چورانوے	۹۴
انسٹھ	۵۹	اکہتر	۷۱	تراسی	۸۳	پچانوے	۹۵
ساٹھ	۶۰	بہتر	۷۲	چوراسی	۸۴	چھیانوے	۹۶
اکسٹھ	۶۱	تہتّر	۷۳	پچاسی	۸۵	ستانوے	۹۷
باسٹھ	۶۲	چوہتّر	۷۴	چھیاسی	۸۶	اٹھانوے	۹۸
تریسٹھ	۶۳	پچھتّر	۷۵	ستاسی	۸۷	ننانوے	۹۹
چونسٹھ	۶۴	چھہتّر	۷۶	اٹھاسی	۸۸	سو	۱۰۰

= دہائیاں بن جائیں گی۔ ایک صفر پر دہائی (۸۰)، دو پر سیکڑہ (۱۰۰)، تین پر ہزار (۱۰۰۰) ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دس ہزار، لاکھ، دس لاکھ، کروڑ، دس کروڑ، سب کو سمجھ لو۔

سچّی کہانیاں

پہلی کہانی

جناب[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل میں تھا، یکا یک اس نے ایک بَدلی میں یہ آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے۔ اس آواز کے ساتھ وہ بدلی چلی اور ایک سنگستان میں خوب پانی برسا اور تمام پانی ایک نالہ میں جمع ہو کر چلا۔ یہ شخص اس پانی کے پیچھے ہولیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا بیلچہ سے پانی پھیر رہا ہے۔ اس نے اس باغ والے سے پوچھا کہ اے بندۂ خدا! تیرا کیا نام ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بدلی میں سنا تھا۔ پھر باغ والے نے اس سے پوچھا کہ اے بندۂ خدا! تو میرا نام کیوں دریافت کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس بدلی میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی کہ تیرا نام لے کر کہا کہ اس کے باغ کو پانی دے۔ تو اس میں کیا عمل کرتا ہے کہ اس قدر مقبول ہے؟ اس نے کہا: جب تو نے پوچھا تو مجھ کو کہنا ہی پڑا، میں اس کی کُل پیداوار کو دیکھتا ہوں، اس میں سے ایک تہائی خیرات کر دیتا ہوں، ایک تہائی اپنے لیے اور بال بچوں کے لیے رکھ لیتا ہوں، اور ایک تہائی پھر اسی باغ میں لگا دیتا ہوں۔

فائدہ: سبحان اللہ! کیا خدا کی رحمت ہے کہ جو اس کی اطاعت کرتا ہے اس کے کام غیب سے اس طرح سرانجام ہو جاتے ہیں کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بے شک سچ ہے: جو اللہ کا ہو گیا، اس کا اللہ ہو گیا۔

---

[1] عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: بينا رجل بفلاة من الارض، فسمع صوتا فی سحابة: اسق حديقة فلان فتنحّی ذلك السحاب، فافرغ ماءه فی حرة، فاذا شرجة من تلك الشراج قد استوعبت ذلك الماء كله، فتتبع الماء، فاذا رجل قائم فی حديقته يحول الماء بمسحاته، فقال له: يا عبد الله! ما اسمك؟ قال: فلان، الاسم الذی سمع فی السحابة. فقال له: يا عبد الله! لم تسألنی عن اسمی؟ فقال: انی سمعت صوتا فی السحاب الذی هذا ماؤه ويقول: اسق حديقة فلان لاسمك، فما تصنع فيها؟ قال: اما اذا قلت هذا، فانی انظر الی ما يخرج منها، فأتصدق بثلثه وآكل انا وعيالی ثلثا وارد فيها ثلثه.

رواه مسلم [المشكوة ١/١٦٥]

دوسری کہانی

رسول اللہ ﷺ[1] نے ایک مرتبہ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے: ایک کوڑھی، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا۔ خداوندتعالیٰ نے ان کو آزمانا چاہا اور ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ پہلے وہ کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا تجھ کو کیا چیز پیاری ہے؟ اس نے کہا: مجھے اچھی رنگت اور خوبصورت کھال مل جاوے اور یہ بَلا جاتی رہے جس سے لوگ مجھ کو اپنے پاس بیٹھنے نہیں دیتے اور گھِن کرتے ہیں، اس فرشتہ نے اپنا ہاتھ اس کے بدن پر پھیر دیا۔ اسی وقت چنگا (تندرست) ہوگیا اور اچھی کھال اور خوبصورت رنگت نکل آئی۔ پھر پوچھا: تجھ کو کون سے مال سے زیادہ رغبت ہے؟ اس نے کہا: اونٹ سے۔ پس ایک گابھن اونٹنی بھی اس کو دے دی اور کہا: اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ پھر گنجے کے پاس آیا اور پوچھا: تجھ کو کون سی چیز پیاری ہے؟ کہا: میرے بال اچھے

[1] عن ابی هریرة انه سمع النبی ﷺ یقول: ان ثلاثة من بنی اسرائیل: ابرص، واقرع، واعمی. فاراد اللّٰه ان یبتلیهم، فبعث الیهم ملکا، فاتی الابرص فقال: ای شیء احب الیك؟ قال: لون حسن، وجلد حسن، ویذهب عنی الذی قد قذرنی الناس. قال: فمسحه فذهب عنه قذره، واعطی لوناحسناً وجلداً حسنا، قال: فایّ المال احب الیك؟ قال: الابل، اوقال: البقر. شك اسحاق الا ان الابرص والاقرع قال احدهما: الابل، وقال: الآخر: البقر. قال: فاعطی ناقة عشراء، فقال: بارك اللّٰه لك فیها. قال: فاتی الاقرع، فقال: ایّ شیء احب الیك؟ قال: شعر حسن، ویذهب عنی هذا القذر الذی قذرنی الناس، قال: فمسحه فذهب عنه، قال: واعطی شعراً حسنا. قال: فای المال احب الیك؟ قال: البقر، فأعطی بقرة حاملا، قال: بارك اللّٰه لك فیها.

قال: فاتی الاعمی، فقال ایّ شيء احبّ الیك؟ قال: ان یرد اللّٰه الیّ بصری فأبصربه الناس ، قال: فمسحه فرد اللّٰه الیه بصره، قال: فأی المال احبّ الیك؟ قال: الغنم، فاعطی شاة والدا، فانتج هذان وولد هذا، فكان لهذا وادٍ من الابل، ولهذا واد من البقرة، ولهذا واد من الغنم، قال: ثم انه اتی الابرص فی صورته وهیئته، فقال: رجل مسكین قد انقطعت بی الحبال فی سفری، فلا بلاغ لی الیوم الا باللّٰه ثم بك، اسئلك بالذی اعطاك اللون الحسن والجلد الحسن والمال بعیراً أتبلغ به فی سفری، فقال: الحقوق كثیرة، فقال: انه كانی اعرفك، ألم تكن أبرص یقذرك الناس فقیرا، فاعطاك اللّٰه مالا، فقال: انما ورثت هذا المال كابراً عن كابر، فقال: ان كنت كاذباً فصیّرك اللّٰه الی ما كنت، قال: وأتی الأقرع فی صورته وهیئته، فقال له مثل ما قال لهذا، وردّ علیه مثل ما ردّ علی هذا، فقال: ان كنت كاذباً فصیّرك اللّٰه الی ما كنت. قال: وأتی الأعمی فی صورته وهیئته، فقال: رجل مسكین وابن سبیل، انقطعت بی الحبال فی سفری، فلا بلاغ لی الیوم الا باللّٰه ثم بك، اسألك بالذی رد علیك بصرك شاة اتبلغ بها فی سفری، فقال: قد كنتُ اعمی فرد اللّٰه الی بصری، فخذ ماشئت ودع ماشئت، فواللّٰه لا اجهدك الیوم بشیء اخذته للّٰه، فقال: امسك مالك فانما ابتلیتم، فقد رضی عنك وسخط علی صاحبیك. متفق علیه. [المشكوٰة ص ١٦٥، ١٦٦]

نکل آئیں اور یہ بلا مجھ سے جاتی رہے کہ لوگ جس سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیر دیا، فوراً اچھا ہوگیا اور اچھے بال نکل آئے۔ پھر پوچھا: تجھ کو کون سا مال پسند ہے؟ اس نے کہا: گائے۔ پس اس کو ایک گابھن گائے دے دی اور کہا: اللہ تعالیٰ اس میں برکت بخشے۔ پھر اندھے کے پاس آیا اور پوچھا: تجھ کو کیا چیز چاہیے؟ کہا: اللہ تعالیٰ میری نگاہ درست کردے کہ سب آدمیوں کو دیکھوں۔ اس فرشتے نے آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نگاہ درست کردی۔ پھر پوچھا: تجھ کو کیا مال پیارا ہے؟ کہا: بکری۔ پس اس کو ایک گابھن بکری دے دی۔ تینوں کے جانوروں نے بچے دیئے۔ تھوڑے دنوں میں اس کے اونٹوں سے جنگل بھر گیا اور اس کی گایوں سے اور اس کی بکریوں سے۔ پھر وہ فرشتہ خدا کے حکم سے اسی پہلی صورت میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، میرے سفر کا سب سامان چک (ختم ہو) گیا۔ آج میرے پہنچنے کا کوئی وسیلہ نہیں سوائے خدا کے اور پھر تیرا۔ میں اس اللہ کے نام پر جس نے تجھ کو اچھی رنگت اور عمدہ کھال عنایت فرمائی، تجھ سے ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ اس پر سوار ہوکر اپنے گھر پہنچ جاؤں۔ وہ بولا: یہاں سے چل دور ہو، مجھے اور بہت سے حقوق ادا کرنے ہیں، تیرے دینے کی اس میں گنجائش نہیں۔ فرشتہ نے کہا: شاید[1] تجھ کو تو میں پہچانتا ہوں۔ کیا تو کوڑھی نہیں تھا کہ لوگ تجھ سے گھن کرتے تھے، اور کیا تو مفلس نہ تھا، پھر تجھ کو خدا نے اس قدر مال عنایت فرمایا؟ اس نے کہا واہ!! کیا خوب۔ یہ مال تو میری کئی پشتوں سے باپ دادا کے وقت سے چلا آتا ہے۔ فرشتہ نے کہا: اگر تو جھوٹا ہو تو خدا تجھ کو ویسا ہی کردے جیسا پہلے تھا۔ پھر گنجے کے پاس اسی پہلی صورت میں آیا اور اسی طرح اس سے بھی سوال کیا اور اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ فرشتہ نے کہا: اگر تو جھوٹا ہو تو خدا تجھ کو ویسا ہی کردے جیسا پہلے تھا۔ پھر اندھے کے پاس اسی پہلی صورت میں آیا اور کہا: میں مسافر ہوں، بے سامان ہوگیا ہوں، آج بجز خدا کے اور پھر تیرے، کوئی میرا وسیلہ نہیں ہے۔ میں اس کے نام پر جس نے دوبارہ تجھ کو نگاہ بخشی، تجھ سے ایک بکری مانگتا ہوں کہ اس سے اپنی کارروائی کرکے سفر پورا کروں۔ اس نے کہا: بے شک میں اندھا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے مجھ کو نگاہ بخشی، جتنا تیرا جی چاہے لے جا اور جتنا چاہے چھوڑ جا۔

[1] فرشتہ کو اس کا حال یقیناً معلوم تھا، مگر پھر بھی شاید کہا تاکہ وہ شخص فوراً انکار نہ کر بیٹھے، سمجھ کر جواب دے۔ (محشی)

خدا کی قسم کسی چیز سے میں تجھ کو منع نہیں کرتا۔ فرشتے نے کہا کہ تو اپنا مال اپنے پاس رکھ، مجھ کو کچھ نہیں چاہیے۔ فقط تم تینوں کی آزمائش منظور تھی، سو ہو چکی۔ خدا تجھ سے راضی ہوا، اور ان دونوں سے ناراض۔

فائدہ: خیال کرنا چاہیے کہ ان دونوں کو ناشکری کا کیا نتیجہ ملا کہ تمام نعمت چھن گئی اور جیسے تھے ویسے ہی رہ گئے اور خدا ان سے ناراض ہوا، دنیا اور آخرت دونوں میں نامراد رہے۔ اور اس شخص کو شکر کی وجہ سے کیا عوض ملا کہ نعمت بحال رہی اور خدا اس سے خوش ہوا اور وہ دنیا اور آخرت دونوں میں شاد و بامراد ہوا۔

تیسری کہانی

ایک بار[۱] حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا[۲] کے پاس کہیں سے کچھ گوشت آیا، اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت اچھا لگتا تھا، اس لیے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ سے فرمایا کہ یہ گوشت طاق میں رکھ دے، شاید حضرت نوش فرماویں، اس نے طاق میں رکھ دیا۔ اتنے میں ایک سائل آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی: بھیجو اللہ کے نام پر، خدا برکت کرے۔ گھر میں سے جواب دیا: خدا تجھ کو بھی برکت دے۔ اس[۳] لفظ سے یہ اشارہ ہے کہ کوئی چیز دینے کی موجود نہیں ہے۔ وہ سائل چلا گیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے امّ سلمہ! تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہے۔ اور خادمہ سے کہا: جا! وہ گوشت آپ کے واسطے لے آ۔ وہ گوشت لینے گئی، دیکھتی کیا ہے کہ وہاں گوشت کا تو نام بھی نہیں ہے، فقط ایک (سفید) پتھر کا ٹکڑا رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: چونکہ تم نے سائل کو نہ دیا تھا اس لیے وہ گوشت پتھر بن گیا۔

---

① عن مولی لعثمان قال: اهدی لام سلمة بضعة من لحم، و كان النبی ﷺ يعجبه اللحم، فقالت للخادم: ضعيه فی البيت، لعل النبیّ ﷺ يأكله، فوضعته فی كوة البيت، و جاء سائل، فقام علی الباب فقال: تصدقوا! بارك الله فيكم، فقالوا: بارك الله فيك، فذهب السائل فدخل النبی ﷺ فقال: يا ام سلمة! هل عندكم شيء اطعمه؟ فقالت: نعم، قالت للخادم: اذهبی فأتي رسولَ الله ﷺ بذلك اللحم، فذهبت فلم تجد فی الكوة الا قطعة مروة، فقال النبی ﷺ: فان ذلك اللحم عاد مروة لما لم تعطوه السائل. رواه البيهقی فی دلائل النبوة. [المشكوٰة ص ١٦٦]

② یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے ایک بیوی ہیں۔ ان کا سن ۵۹ھ میں چوراسی سال کی عمر میں انتقال ہوا اور بقیع میں دفن کی گئیں۔

③ صاف منع کرنا اچھا نہیں معلوم ہوا اس لیے اشارہ سے منع کیا اور بجائے کچھ دینے کے دعا دی۔ یہ طریقہ منع کرنے کا بہت عمدہ ہے۔

فائدہ: غور کیجیے کہ خدا کے نام پر نہ دینے کی یہ نحوست ہوئی کہ اس گوشت کی صورت بگڑ گئی، اور پتھر بن گیا۔ اسی طرح جو شخص سائل سے بہانہ کرکے خود کھاتا ہے وہ پتھر کھارہا ہے، جس کا یہ اثر ہے کہ سنگ دلی اور دل کی سختی بڑھتی چلی جاتی ہے، چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے ساتھ خداوندِ کریم کی بڑی عنایت اور رحمت ہے اس لیے اس گوشت کی صورت کھلی نگاہوں میں بدلی تاکہ اس کے استعمال سے محفوظ رہیں۔

چوتھی کہانی

جناب[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریف تھی کہ فجر کی نماز پڑھ کر اپنے یار و اصحاب[2] کی طرف متوجہ

---

① عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ قال: كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلى اقبل علينا بوجهه، فقال: من رأى منكم الليلة رؤيا؟ قال: فان رأى احد قصّها فيقول ماشاء الله، فسألنا يوما، فقال: هل رأى منكم احد رؤيا؟ قلنا: لا، قال: لكني رأيت الليلة رجلين أتياني فأخذا بيدي فأخرجاني الى ارض مقدسة، فاذا رجل جالس ورجل قائم بيده كلّوب من حديد يدخله في شدقه فيشقه حتى يبلغ قفاه، ثم يفعل بشدقه الآخر مثل ذلك ويلتئم شدقه هذا، فيعود، فيصنع مثله، قلت: ما هذا؟ قالا: انطلق، فانطلقنا حتى اتينا على رجل مضطجع على قفاه ورجل قائم على رأسه بفهر او صخرة يشدخ به رأسه، فاذا ضربه تدهده الحجر، فانطلق اليه ليأخذه، فلا يرجع الى هذا حتى يلتئم رأسه وعاد رأسه كما كان، فعاد اليه فضربه، فقلت: ما هذا؟ قالا: انطلق، فانطلقنا حتى اتينا الى ثقب مثل التنور، اعلاه ضيق واسفله واسع تتوقد تحته نار، فاذا ارتقت ارتفعوا حتى كاد ان يخرجوا منها، واذا خمدت رجعوا فيها، وفيها رجال ونساء عراة، فقلت: ما هذا؟ قالا: انطلق، فانطلقنا حتى اتينا على نهر من دم فيه رجل قائم على وسط النهر، وعلى شط النهر رجل بين يديه حجارة، فأقبل الرجل الذي في النهر، فاذا اراد ان يخرج رمى الرجل بحجر في فيه، فرده حيث كان، فجعل كلما جاء ليخرج رمى في فيه بحجر، فيرجع كما كان، فقلت: ما هذا؟ قالا انطلق فانطلقنا حتى انتهينا الى روضة خضراء، فيها شجرة عظيمة، وفي اصلها شيخ وصبيان، واذا رجل قريب من الشجرة بين يديه نار يوقدها، فصعدا بي الشجرة، فأدخلاني دارا وسط الشجرة لم أر قط احسن منها، فيها رجال شيوخ وشباب ونساء وصبيان، ثم اخرجاني منها فصعدا بي الشجرة فادخلاني دارا هي احسن وافضل منها، فيها شيوخ وشباب، فقلت لهما: انكما قد طوفتما بي الليلة، فاخبراني عما رأيت، قالا: نعم، اما الرجل الذي رأيته يشق شدقه فكذاب يحدث بالكذبة، فتحمل عنه حتى تبلغ الآفاق، فيصنع به ما ترى الى يوم القيمة، والذي رأيته يشدخ رأسه فرجل علّمه الله القرآن فنام عنه بالليل ولم يعمل بما فيه بالنهار، يفعل به مارأيت الى يوم القيمة، والذي رأيته في الثقب فهم الزناة، والذي رأيته في النهر آكل الربوا، والشيخ الذي رأيته في اصل الشجرة ابراهيم، والصبيان حوله فاولاد الناس، والذي يوقد النار مالك خازن النار، والدار الاولى التي دخلت دار عامة المؤمنين، واما هذه الدار فدار الشهداء، وانا جبرئيل وهذا ميكائيل، فارفع رأسك، فرفعت رأسي، فاذا فوقي مثل السحاب، وفي رواية: مثل الربابة البيضاء، قالا: ذاك منزلك، قلت: دعاني ادخل منزلي، قالا: انه بقي لك عمر لم تستكمله، فلو استكملته اتيت منزلك. رواه البخاري [المشكوٰة ص ٣٩٥]

② اصحابِ رسول وہ لوگ ہیں جنہوں نے حالتِ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور مسلمان ہی مرے۔

ہوکر فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے رات کو کسی نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا، اگر کوئی دیکھتا تو عرض کر دیا کرتا تھا۔ آپ کچھ تعبیر ارشاد فرمادیا کرتے تھے۔ عادت کے موافق ایک بار سب سے پوچھا کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ سب نے عرض کیا کہ کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو ایک زمینِ مقدس کی طرف لے چلے۔

دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور[1] ہے۔ اس بیٹھے ہوئے کے کلّے کو اس سے چیر رہا ہے یہاں تک کہ گدی تک جا پہنچتا ہے۔ پھر دوسرے کلّے کے ساتھ بھی یہی معاملہ کر رہا ہے اور پھر وہ کلا اس کا درست ہوجاتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ وہ دونوں شخص بولے: آگے چلو۔ ہم آگے چلے، یہاں تک کہ ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو لیٹا ہوا ہے اور اس کے سر پر ایک شخص ہاتھ میں بڑا بھاری پتھر لیے کھڑا ہے۔ اس سے اس کا سر نہایت زور سے پھوڑتا ہے۔ جب وہ پتھر اس کے سر پر دے مارتا ہے پتھر لڑھک کر دور جا گرتا ہے۔ جب وہ اس کے اٹھانے کے لیے جاتا ہے تو اب تک لوٹ کر اس کے پاس نہیں آنے پاتا کہ اس کا سر پھر اچھا خاصا جیسا تھا ویسی ہی ہوجاتا ہے، اور وہ پھر اس کو اسی طرح پھوڑتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے: آگے چلو۔ ہم آگے چلے، یہاں تک کہ ہم ایک غار پر پہنچے جو مثل تنور کے تھا، نیچے سے فراخ تھا اور اوپر سے تنگ۔ اس میں آگ جل رہی ہے اور اس میں بہت سے ننگے مرد اور عورت بھرے ہوئے ہیں، جس وقت وہ آگ اوپر کو اٹھتی ہے اس کے ساتھ وہ سب اٹھ آتے ہیں یہاں تک کہ قریب نکلنے کے ہوجاتے ہیں۔ پھر جس وقت بیٹھتی ہے وہ بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کیا؟ وہ دونوں بولے: آگے چلو۔ ہم آگے چلے، یہاں تک کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے۔ اس کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ وہ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارہ کی طرف آتا ہے، جس وقت نکلنا چاہتا ہے کنارہ والا اس شخص کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ پھر اپنی پہلی جگہ جا پہنچتا ہے۔ پھر جب کبھی وہ

[1] زنبور وہ چمٹا جس کے اگلے سرے مڑے ہوئے ہوں۔ (منہ)

نکلنا چاہتا ہے اسی طرح پتھر مار کر اس کو ہٹا دیتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے: آگے چلو۔ ہم آگے چلے، یہاں تک کہ ایک ہرے بھرے باغ میں پہنچے، اس میں ایک بڑا درخت ہے اور اس کے نیچے ایک بوڑھا آدمی اور بہت سے بچے بیٹھے ہیں اور درخت کے قریب ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے، اس کے سامنے آگ جل رہی ہے، وہ اس کو دھونک رہا ہے۔ پھر وہ دونوں مجھ کو چڑھا کر درخت کے اوپر لے گئے، اور ایک گھر درخت کے بیچ میں نہایت عمدہ بن رہا تھا، اس میں لے گئے، میں نے ایسا گھر کبھی نہیں دیکھا۔ اس میں مرد بوڑھے جوان عورتیں اور بچے بہت سے تھے۔ پھر اس سے باہر لاکر اور اوپر لے گئے، وہاں ایک گھر پہلے گھر سے بھی عمدہ تھا اس میں لے گئے، اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم نے مجھ کو تمام رات پھرایا، اب بتاؤ کہ یہ سب کیا اسرار تھے؟

انہوں نے کہا کہ وہ شخص جو تم نے دیکھا تھا کہ اس کے کلّے چیرے جاتے تھے وہ شخص جھوٹا ہے کہ جھوٹی باتیں کہا کرتا تھا اور وہ باتیں تمام جہاں میں مشہور ہو جاتی تھیں، اس کے ساتھ قیامت تک یوں ہی کرتے رہیں گے۔ اور جس کا سر پھوڑتے ہوئے دیکھا وہ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم قرآن دیا۔ رات کو اس سے غافل ہو کر سو رہا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا۔ قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا۔ اور جن کو تم نے آگ کے غار میں دیکھا وہ زنا کرنے والے لوگ ہیں۔ اور جس کو خون کی نہر میں دیکھا وہ سود کھانے والا ہے اور درخت کے نیچے جو بوڑھے شخص تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، اور ان کے گرداگرد جو بچے دیکھے وہ لوگوں کی نابالغ اولاد ہے۔ اور جو آگ دھونک رہا تھا وہ مالک[1] داروغہ دوزخ کا ہے۔ اور پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے وہ عام مسلمانوں کا ہے اور یہ دوسرا گھر شہیدوں کا ہے۔ اور میں[2] جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ پھر بولے: سر اوپر اٹھاؤ، میں نے سر اٹھایا تو میرے اوپر ایک سفید بادل نظر آیا۔ بولے کہ یہ تمہارا گھر ہے، میں نے کہا: مجھ کو چھوڑو، میں اپنے گھر میں داخل ہوں۔ بولے: ابھی تمہاری عمر باقی ہے، پوری نہیں ہوئی۔ اگر پوری

---

[1] ''مالک'' داروغۂ دوزخ کا نام ہے۔

[2] ''جبرائیل'' اس فرشتہ کا نام ہے جو انبیاء پر وحی لاتا تھا اور ''میکائیل'' وہ فرشتہ ہے جس کے متعلق روزی کا کام ہے۔

ہو چکتی تو ابھی چلے جاتے۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ خواب انبیاء کا وحی ہوتا ہے۔ یہ تمام واقعے سچے ہیں۔ اس حدیث سے کئی چیزوں کا حال معلوم ہوا: (۱) اول جھوٹ کا کہ کیسی سخت سزا ہے۔ (۲) دوسرے عالم بے عمل کا۔ (۳) تیسرے زنا کا۔ (۴) چوتھے سود کا۔ خدا سب مسلمانوں کو ان کاموں سے محفوظ رکھے۔

عقیدوں کا بیان[۱]

عقیدہ (۱) تمام[۲] عالم[۳] پہلے بالکل ناپید تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوا۔

عقیدہ (۲)[۴] اللہ ایک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ کسی سے جنا گیا، نہ اس کی کوئی بی بی ہے۔ کوئی اس کے مقابل کا نہیں۔

عقیدہ (۳)[۵] وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

عقیدہ (۴)[۶] کوئی چیز اس کے مثل نہیں۔ وہ سب سے نرالا ہے۔

عقیدہ (۵)[۷] وہ زندہ ہے، ہر چیز پر اس کو قدرت ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ وہ سب کچھ دیکھتا ہے،

---

① کسی چیز کو حق سمجھ کر دل سے یچ جانا۔

② ذلكم الله ربّكم خالق كل شيء. [المؤمن:٦٢] وخلق كل شيء. [الانعام:١٠١] وفى اليواقيت والجواهر عن الشيخ محى الدين: والحق الذى نقول به ان العالم كلّه حادث وان تعلق به العلم القديم. [٤٩/١]

③ عالم یعنی جہان۔

④ قل هو اللّٰه احد. اللّٰه الصمد. لم يلد ولم يولد. ولم يكن له كفواً احد (الاخلاص) عن الشيخ لا يجوز ان يقال: ان الحق تعالىٰ مفتقر فى ظهور اسمائه وصفاته الى وجود العالم؛ لانه له الغناء على الاطلاق. [٧٥/١]

⑤ هو الاول والآخر. [الحديد:٣] كل من عليها فان. ويبقى وجه ربك ذوالجلال والاكرام. [الرحمن :٢٦، ٢٧]

⑥ ليس كمثله شيء. [الشورى :١١] فى اليواقيت ص ٨٠ عن الشيخ: اعلم ان اللّٰه تعالىٰ ليس بجوهر فيقدر له المكان، ولا بعرض فيستحيل عليه البقاء، ولا بجسم فيكون له الجهة والتلقاء، فهو منزه عن الجهات والاقطار. وفيه ايضا عنه: فالحق تعالىٰ مباين لخلقه فى سائر المراتب وهو من وراء معلومات جميع الخلق. [ص ٧٤]

⑦ هو الحى. [البقرة: ٢٥٥] ان اللّٰه على كل شيء قدير. [البقرة: ٢٠] وهو بكل شيء عليم. [البقرة:٢٩] ان اللّٰه بكل =

سنتا ہے، کلام فرماتا ہے، لیکن اس کا کلام ہم لوگوں کے کلام کی طرح نہیں۔ جو چاہے کرتا ہے، کوئی اس کی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ وہی[1] پوجنے کے قابل ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ بادشاہ ہے۔ سب عیبوں سے پاک ہے۔ وہی اپنے بندوں کو سب آفتوں سے بچاتا ہے۔ وہی عزت والا ہے۔ بڑائی والا ہے۔ ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے، اس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ زبردست ہے۔ بہت دینے والا ہے۔ روزی پہنچانے والا ہے، جس کی روزی چاہے تنگ کردے اور جس کی چاہے زیادہ کردے۔ جس کو چاہے پست کردے، جس کو چاہے بلند کردے۔ جس کو چاہے عزت دے، جس کو چاہے ذلت دے۔ انصاف والا ہے۔ بڑے تحمّل اور برداشت والا ہے۔ خدمت اور عبادت کی قدر[2] کرنے والا ہے، دعا کا قبول کرنے والا ہے۔ سمائی والا ہے۔ وہ سب پر حاکم ہے، اس پر کوئی حاکم نہیں۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ وہ سب کام بنانے والا ہے۔ اسی نے سب کو پیدا کیا ہے۔ وہی قیامت میں پھر پیدا کرے گا۔ وہی جلاتا ہے، وہی مارتا ہے۔ اس کو نشانیوں اور صفتوں سے سب جانتے ہیں۔ اس کی ذات کی باریکی کو کوئی نہیں جان سکتا۔ گنہگاروں کی[3] توبہ[4] قبول کرتا ہے۔ جو سزا کے قابل ہیں ان کو سزا دیتا ہے۔ وہی ہدایت کرتا ہے، جہاں میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ بے (بغیر) اسکے حکم کے ذرہ نہیں ہل سکتا۔

= شيء عليم. [العنكبوت:٦٢] وهو السميع البصير. [الشورى:١١] يريدون ان يبدلوا كلام الله. [الفتح:١٥] ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين. [الصافات:١٧١] [وفي شرح العقائد ص ٥٥] وهو اى الله تعالى متكلم بكلام هو صفة له ضرورة امتناع اثبات المشتق للشيء من غير قيام مأخذ الاشتقاق به. وفيه [ص ٥٤]: والدليل على ثبوت صفة الكلام اجماع الامة وتواتر النقل عن الانبياء انه تعالى متكلم مع القطع باستحالة التكلم من غير ثبوت صفة الكلام. وفيه [ص ٥٥]: ليس من جنس الحروف والاصوات ضرورة انها اعراض حادثة مشروط حدوث بعضها بانقضاء البعض؛ لأن امتناع التكلم بالحرف الثاني بدون انقضاء الحرف الاول بديهي. ان ربك فعال لما يريد. [هود:١٠٧] وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء. الخ [البينة:٥] الله لااله الاهو الرحمن الرحيم...... الى اخر الاسماء التسعة والتسعين كما رواه "الترمذى" [٤/ ٣٧٠ رقم الحديث: ٣٥٠٧]

① یعنی عبادت کیے جانے کے قابل ہے۔ ② یعنی اس کا ثواب دینے والا ہے۔ ③ هو الذى يقبل التوبة عن عباده. [الشورى:٢٥]
④ توبہ سے یہ مراد ہے کہ گناہ ہو جانے پر اللہ میاں کے آگے شرمندہ ہو اور آئندہ کو پکا ارادہ کرلے کہ اب گناہ نہ کروں گی۔

نہ وہ سوتا ہے[1] نہ اونگھتا ہے۔ وہ تمام عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں۔ وہی سب چیزوں کو تھامے ہوئے ہے۔ اسی طرح تمام اچھی اور کمال کی صفتیں اس کو حاصل ہیں، اور بری اور نقصان کی کوئی صفت اس میں نہیں، نہ اس میں کوئی عیب ہے۔

عقیدہ (۶)[2] اس کی سب صفتیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اور اس کی کوئی صفت کبھی جا نہیں سکتی۔

عقیدہ (۷)[3] مخلوق کی صفتوں سے وہ پاک ہے۔ اور قرآن وحدیث میں بعض جگہ جو ایسی باتوں کی خبر دی گئی ہے تو ان کے معنی اللہ کے حوالہ کریں کہ وہی اس کی حقیقت جانتا ہے۔ اور ہم بے کھود کرید کیے اسی طرح ایمان لاتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ اس کا مطلب ہے وہ ٹھیک ہے اور حق ہے اور یہی بات بہتر[4] ہے، یا اس کے کچھ مناسب معنی[5] لگالیں جس سے وہ سمجھ میں آجاوے۔

عقیدہ (۸)[6] عالم دنیا میں جو کچھ بھلا برا ہوتا ہے سب کو خدا تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے

---

① لاتأخذه سنة ولانوم. [البقرة:۲۵۵] الحمد لله رب العلمين. [الفاتحة:۱]

② وله صفات ازلية قائمة بذاته. [شرح العقائد ص ٤٥]

③ سبحان ربك رب العزة عما يصفون. [الصافات:۱۸۰] فلا تضربوا لله الامثال. [النحل:٧٤] ليس كمثله شيء. [الشورىٰ: ۱۱] والراسخون في العلم يقولون آمنا به. [آل عمران:۷] في اليواقيت عن الشيخ: اعلم ان من الادب عدم تأويل آيات الصفات ووجوب الايمان بها مع عدم الكيف كما جائت الى ان قال: وانا نؤمن بماجاء من عند رسول الله، ونكل علم الكيف في ذلك كله الى الله والى رسوله. [١٣٤/١]

④ جیسے کہ مثلاً قرآن میں آیا ہے کہ خدا کا ہاتھ۔ تو بہتر یہ ہے کہ اس کے معنی خدا ہی کے سپرد کرے۔ خود کچھ نہ کہے اور اگر کہے تو اس کے مناسب معنی کہہ لے جیسے قوت، لیکن پھر بھی یہ نہ سمجھے کہ یقیناً یہی مراد ہے اس لیے کہ یہ اٹکل ہے، پس یہ سمجھے کہ یا تو یہی مراد ہوگی یا اور کچھ۔ اور یہ کام بڑے مولوی کا ہے، ہر شخص کو معنی مقرر کرنا جائز نہیں۔

⑤ في النبراس شرح شرح العقائد النسفية [۱۲۰]: وعلماء السنة بعد اجماعهم على ان معانيها الظاهرة غير مرادة ذهبوا مذهبين: احدهما مذهبُ السلف، وهو الايمان بما اراد الله تعالى وتفويض علمها اليه تعالى مع تنزيهه عن التجسم والتشبه، وثانيهما مذهب الخلف تفسيرها بما يليق به تعالى؛ لاشتهار المذاهب الفاسدة في زمانهم وتضليل المشبهة عوام المسلمين، ففعلوا ذلك حفظا للدين. قلت: كذا في التفسير المظهرى والجمل وغيرهما من كتب التفسير.

⑥ انا كل شيء خلقناه بقدر. [القمر:٤٩] ان الله يعلم وانتم لا تعلمون. [النحل:٧٤]

اور اپنے جاننے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے۔ تقدیر اسی کا نام ہے۔ اور بری چیزوں کے پیدا کرنے میں بہت بھید ہیں جن کو ہر ایک نہیں جانتا۔

عقیدہ (۹)[1] بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں۔ مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ گناہ کے کام سے اللہ میاں ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

عقیدہ (۱۰)[2] اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو بندوں سے نہ ہو سکے۔

عقیدہ (۱۱)[3] کوئی چیز خدا کے ذمہ ضروری نہیں، وہ جو کچھ مہربانی کرے اس کا فضل ہے۔

عقیدہ (۱۲)[4] بہت سے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندوں کو سیدھی راہ بتانے آئے اور وہ سب گناہوں سے پاک ہیں، گنتی ان کی پوری طرح اللہ ہی کو معلوم ہے، ان کی سچائی بتانے کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ایسی نئی نئی اور مشکل مشکل[5] باتیں ظاہر کیں جو اور لوگ نہیں کر سکتے۔ ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔

---

① فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر. [الكهف:۲۹] والله خلقكم وما تعملون. [الصافات:۹۶] ولا يرضى لعباده الكفر. وان تشكروا يرضه لكم. [الزمر:۷]

② لا يكلف الله نفسا الا وسعها. [البقرة:۲۸۶] ③ لا يسئل عما يفعل. [الانبياء:۲۳] فعال لما يريد. [البروج:۱۶]

④ ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك، منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك. [المؤمن:۷۸] كل من الصالحين. [الانعام:۸۵] فالقى عصاه فاذا هى ثعبان مبين ونزع يده فاذا هى بيضاء للنظرين. [الاعراف:۱۰۷، ۱۰۸] انى اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله. [البقرة: ۴۹] وغيرها من آيات المعجزات. وذكر هولاء الانبياء باسمائهم في سورة الانعام وسورة هود و سورة البقرة وسورة الاعراف وسورة ص وسورة الشعراء وغيرها في القرآن في مواضع متعددة. وفي العقائد للنسفي: وقد ارسل الله تعالى رسلا من البشر الى البشر مبشرين ومنذرين ومبينين للناس فيما يحتاجون اليه من امور الدنيا والدين، وايدهم بالمعجزات الناقضات للعادات. واول الانبياء آدم وآخرهم محمد عليهم السلام. وقد روى بيان عددهم في بعض الاحاديث، والاولى ان لايقتصر على عدد في التسمية، فقد قال الله تعالى: منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك. [المؤمن: ۷۸]

⑤ مثلاً جناب رسول اللہ ﷺ نے انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے تھے، یا موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن جاتی تھی اور ایسے بہت سے معجزے پیغمبروں سے صادر ہوئے۔

ان میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام تھے اور سب کے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور باقی درمیان میں ہوئے۔ ان میں بعضے بہت مشہور ہیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، یونس علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام، صالح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، شعیب علیہ السلام۔

عقیدہ (۱۳)[1] سب پیغمبروں کی گنتی اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائی، اس لیے یوں عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جتنے پیغمبر ہیں، ہم ان سب پر ایمان لاتے[2] ہیں، جو ہم کو معلوم ہیں ان پر بھی، جو نہیں معلوم ان پر بھی۔

عقیدہ (۱۴)[3] پیغمبروں میں بعضوں کا مرتبہ بعضوں سے بڑا ہے۔ سب سے زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے اور آپ کے بعد کوئی[4] نیا پیغمبر نہیں آسکتا۔ قیامت[5] تک جتنے آدمی اور جنّ ہوں گے آپ سب کے پیغمبر ہیں۔

---

① دیکھو حاشیہ عقیدہ ۱۲ باب ہذا۔

② ایمان کے معنی یقین کرنا۔ پس مطلب یہ ہے کہ ہم ان سب کو پیغمبر یقین کرتے ہیں اور خدا کا بھیجا ہوا مانتے ہیں۔

③ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض. [البقرة: ٢٥٣] وفي شرح العقائد: وافضل الانبياء محمد ﷺ؛ لقوله تعالى: كنتم خيرامة اخرجت .... الى آخر الاية [آل عمران: ١١٠] ولا شك ان خيرية الامة بحسب كمالهم في الدين، وذلك تابع لكمال نبيهم الذى يتبعونه [ص: ١٤٠] ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين. [الاحزاب: ٤٠]

④ نہ حقیقی نہ بروزی، جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ جیسے اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، سو عالموں نے اس کو اور اس کے ماننے والوں کو کافر کہا ہے اور قادیانیوں سے نکاح بیاہ حرام ہے۔

⑤ قال اللّٰه تعالى: تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا. [الفرقان: ١] واخرج السيوطى في الخصائص [٢/ ٣٢٠] برواية البخارى في تاريخه والبزار والبيهقى وابى نعيم عن ابن عباس ؓ مرفوعا: اوتيت خمسا. الحديث. وفيه: بعثت انا الى الجن والانس. وبرواية ابن سعد عن الحسن مرفوعا: انا رسول من ادركت حياً ومن يولد بعدى. وحكى السيوطى الاجماع على انه ﷺ مبعوث الى جميع الجن والانس. وقال البغوى في تفسير سورة الاحقاف: وفيه (اى في قوله تعالى: واذ صرفنا اليك نفرا من الجن يستمعون القرآن) دليل على انه ﷺ كان مبعوثا الى الانس والجن جميعا.

عقیدہ (۱۵)[1] ہمارے پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جاگتے میں جسم کے ساتھ مکّہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر اور وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا پہنچایا اور پھر مکّہ میں پہنچا دیا۔ اس کو معراج کہتے ہیں۔

عقیدہ (۱۶)[2] اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات نور سے پیدا کر کے ان کو ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے، ان کو فرشتہ کہتے ہیں۔ بہت سے کام ان کے حوالے ہیں۔ وہ کبھی اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ جس کام میں لگا دیا ہے اس میں لگے ہیں۔ ان میں چار فرشتے بہت مشہور ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام[3]۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوق[4] آگ سے بنائی ہے، وہ بھی ہم کو دکھائی نہیں دیتی، ان کو ''جن'' کہتے ہیں۔ ان میں[5] نیک و بد سب طرح کے ہوتے ہیں۔ ان کے اولاد بھی ہوتی ہے۔ ان سب میں زیادہ مشہور شریر ''ابلیس'' یعنی شیطان ہے۔

عقیدہ (۱۷)[6] مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور دنیا سے محبّت نہیں رکھتا اور پیغمبر

---

① سبحٰن الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی. [بنی اسرائیل:۱] ولقد رآه نزلة اخری. عند سدرة المنتهی. [النجم:۱۳، ۱۴] وفی شرح العقائد للنسفی: والمعراج لرسول الله علیه الصلوٰة والسلام في الیقظة بشخصه الی السماء، ثم الی ما شاء الله تعالیٰ من العلی حق. [ص۱۴۳]

② عن عائشة رضی الله عنها عن رسول الله ﷺ قال: خلقت الملائكة من نور، وخلق الجان من مارج من نار، وخلق آدم مما وصف لکم. رواه مسلم. [المشکوة: ۲/۵۰۶] فالمدبرات. [النازعات:۵] لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون. [التحریم:۶]

③ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو روح قبض کرنے کا کام سپرد ہے، ان کو ملک الموت بھی کہتے ہیں۔

④ خلق الجان من مارج من نار. [الرحمٰن:۱۵] انه یراکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم. [الاعراف:۲۷]

⑤ وانا منا الصلحون ومنا دون ذلك. [الجن:۱۱] واذ قلنا للملئكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس. كان من الجن ففسق عن امر ربه. افتتخذونه وذریته اولیاء من دونی وهم لکم عدو. [الکهف:۵۰]

⑥ الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون. الذین آمنوا وکانوا یتقون. [یونس:۶۲] كلّما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقا. قال یا مریم انی لك هذا. قالت هو من عند الله [آل عمران: ۳۷] وکرامات الاولیاء حق، والولی هو العارف بالله تعالیٰ وصفاته حسب ما یمکن، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن المعاصی، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات. [شرح العقائد ص:۱۴۴]

صاحب کی ہر طرح خوب تابعداری کرتا ہے تو وہ اللہ کا دوست اور پیارا ہو جاتا ہے، ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں۔ اس شخص سے کبھی ایسی باتیں ہونے لگتی ہیں جو اور لوگوں سے نہیں ہو سکتیں، ان باتوں کو کرامت کہتے ہیں۔

عقیدہ (۱۸)[۱] ولی کتنے ہی بڑے درجہ کو پہنچ جاوے مگر نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

عقیدہ (۱۹)[۲] ولی خدا کا کیسا ہی پیارا ہو جاوے مگر جب تک ہوش و حواس باقی ہوں شرع کا پابند رہنا فرض ہے۔ نماز روزہ اور کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی۔ جو گناہ کی باتیں ہیں وہ اس کے لیے درست نہیں ہو جاتیں۔

عقیدہ (۲۰)[۳] جو شخص شریعت کے خلاف ہو وہ خدا کا دوست نہیں ہو سکتا، اگر اس کے ہاتھ سے کوئی اچنبھے کی بات دکھائی دیوے، یا تو وہ جادو ہے یا نفسانی[۴] اور شیطانی دھندا ہے۔ اس سے عقیدہ نہ رکھنا چاہیے۔

عقیدہ (۲۱)[۵] ولی لوگوں کو بعض بھید کی باتیں سوتے یا جاگتے میں معلوم ہو جاتی ہیں، اس کو "کشف اور الہام"

---

① وكلا فضلنا على العلمين. [الانعام:۸۶] في اليواقيت عن الشيخ: اعلم ان مقام النبي ممنوع لنا دخوله، وغاية معرفتنا به من طريق الارث النظر اليه كما ينظر من هو في اسفل الجنة الى من هو في اعلى عليين.

② ايحسب الانسان ان يترك سدى. [القيامة:۳۶] في اليواقيت: وقد سئل ابو القاسم جنيد رحمه الله عن قوم يقولون باسقاط التكاليف ويزعمون ان التكاليف انما كانت وسيلة الى الوصول وقد وصلنا، فقال رحمه الله: صدقوا في الوصول ولكن الى سقر، والذى يسرق ويزنى خير ممن يعتقد ذلك، ولو انى بقيت الف عام ما نقصت من اورادى شيئا الا بعذر شرعى. [۱۹۲/۱]

③ ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفرلكم ذنوبكم، والله غفور رحيم. قل اطيعوا الله والرسول. فان تولوا فان الله لا يحب الكفرين. [آل عمران:۳۱، ۳۲] في اليواقيت عن الشيخ: ان من الخوارق ما يكون عن قوى نفسية، وقد يكون ايضاً عن حيل طبعية، وقد يكون عن نظم حروف بطوالع، وقد تكون باسماء يتلفظ بها ذاكرها، ولا يكون خرق العادة على وجه الكرامة، إلا لمن خرق العادة من نفسها باخراجها عن مألوفها الطبعي الى الانقياد للشرع في كل حركة وسكون [ص۲۰۲] مختصراً. وفيها: عن الشيخ قد وضع الله ميزان الشرع بيد العلماء اهل التقوى، فهم ارباب التعديل والتجريح، فما وقع على يد من ظهرت امارات اتباعه للشرع سموه كرامة، وما وقع على غيره سموه سحرا وشعبدة وغير ذلك. [ص ۱۱۷]

④ نفسانی سے یہ مطلب ہے کہ نفس نے کوئی تصرف کیا ہے اور شیطانی سے یہ مراد ہے کہ جن وغیرہ تابع ہوں، اس نے یہ تعجب کی باتیں دکھائی ہیں۔

⑤ لهم البشرى في الحيوة الدنيا وفي الآخرة. [يونس:٦٤] ثم جعلنك على شريعة من الامر فاتبعها ولا تتبع اهواء الذين لا يعلمون [الجاثية:۱۸] فى اليواقيت عن الشيخ عبد القادر الجيلاني: وقد تراءى لى مرة نور عظيم ملاء الافق، ثم بدت لى فيه صورة تناديني: يا عبد القادر! انا ربك وقد اسقطت عنك التكاليف، فان شئت فاعبد لى وان شئت فاترك، فقلت: اخسأ يا لعين! الخ. [۱۹۲/۱]

کہتے ہیں، اگر وہ شرع[1] کے موافق ہے تو قبول ہے اور اگر شرع کے خلاف ہے تو رد ہے۔

عقیدہ (۲۲)[2] اللہ ورسول ﷺ نے دین کی سب باتیں قرآن وحدیث میں بندوں کو بتادیں۔ اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو "بدعت" کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔

عقیدہ (۲۳)[3] اللہ تعالیٰ نے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں آسمان سے جبرائیل علیہ السلام کی معرفت بہت سے پیغمبروں پر اتاریں تاکہ وہ اپنی اپنی امتوں کو دین کی باتیں سنائیں۔ ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں:
(۱) توریت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی۔ (۲) زبور، حضرت داؤد علیہ السلام کو۔ (۳) انجیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ (۴) قرآن مجید، ہمارے پیغمبر محمد ﷺ کو۔ اور قرآن مجید آخری کتاب ہے، اب کوئی کتاب آسمان سے نہ آوے گی۔ قیامت تک قرآن ہی کا حکم چلتا رہے گا۔ دوسری کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا۔ مگر قرآن مجید کی نگہبانی کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

عقیدہ (۲۴)[4] ہمارے پیغمبر ﷺ کو جن جن مسلمانوں نے دیکھا ہے ان کو صحابی[5] کہتے ہیں۔ ان کی بڑی بڑی

---

① اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کے انکار کی ضرورت نہیں ہے، اور یہ مطلب نہیں کہ اس کا ماننا ضروری ہے۔ ہاں! ایسے الہام کو صحیح سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور نفسانیت سے انکار کرنا بہت برا ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

② الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا. [المائدۃ:۳] ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین ما لم یأذن بہ اللّٰہ. [الشوری:۲۱] یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم. فان تنازعتم في شيء فردوہ الی اللہ والرسول. [النساء:۵۹] عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من احدث في امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد. متفق علیہ. [المشکوۃ:۲۷] ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاھا اللّٰہ ورسولہ، کان علیہ من الاثم مثل آثام من عمل بھا، لا ینقص ذلک من اوزارھم شیئا. رواہ الترمذي. [المشکوۃ ص:۳۰]

③ قولوا آمنا باللّٰہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحق. [البقرۃ:۱۳۶] والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک. [البقرۃ:٤] وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء. [الاعراف:١٤٥] واتینا داود زبورا. [النساء:١٦٣] واتیناہ الانجیل فیہ ھدی ونور. [المائدۃ:٤٦] وانزلنا الیک الکتاب بالحق. [المائدۃ:٤٨] فبای حدیث بعدہ یؤمنون. [المرسلات:٥٠] یحرفون الکلم عن مواضعہ. [المائدۃ:١٣] انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون. [الحجر:٩]

④ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار. [التوبۃ:١٠٠] والذین معہ اشداء علی الکفار. إلی آخر السورۃ [الفتح:٢٩] قال النبی ﷺ: لا تسبوا اصحابی...... الحدیث متفق علیہ. وقال النبی ﷺ: اللّٰہ اللّٰہ في اصحابی، لا تتخذوھم غرضاً من بعدی، =

بزرگیاں آئی ہیں۔ ان سب سے محبّت اور اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ اگر ان کے آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا سننے میں آئے تو اس کو بھول چوک سمجھے۔ ان کی کوئی بُرائی نہ کرے، ان سب میں سب سے بڑھ کر چار صحابی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، یہ پیغمبر صاحب کے بعد ان کی جگہ بیٹھے اور دین کا بندوبست کیا، اس لیے یہ اول خلیفہ کہلاتے ہیں۔ تمام امت میں یہ سب سے بہتر ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، یہ دوسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، یہ تیسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ، یہ چوتھے خلیفہ ہیں۔

عقیدہ (۲۵)[1] صحابی کا اتنا بڑا رتبہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی ادنیٰ درجہ کے صحابی کے برابر مرتبے میں نہیں پہنچ سکتا۔

عقیدہ (۲۶)[2] پیغمبر صاحب کی اولاد اور بیبیاں سب تعظیم کے لائق ہیں، اور اولاد میں سب سے بڑا رتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہے، اور بیبیوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا۔

عقیدہ (۲۷)[3] ایمان جب درست ہوتا ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب باتوں میں سچّا سمجھے اور ان سب کو مان

= فمن احبهم فبحبي احبهم، ومن ابغضهم فببغضي ابغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله فيوشك ان يأخذه. رواه الترمذي. [المشكوة: ٥٥٣، ٥٥٤] عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: كنا في زمن النبي ﷺ لا نعدل بأبي بكر احدا ثم عمر ثم عثمان. [المشكوة ص٥٥٥] وافضل البشر بعد نبينا أبوبكر الصديق، ثم عمر الفاروق، ثم عثمان ذوالنورين، ثم علي المرتضى. [شرح العقائد ص١٤٨]

= ⑤ بشرطیکہ وہ دیکھنے والا مسلمان ہی مرا ہو اور جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں صحابی کو دیکھا اور مسلمان ہی مرا وہ "تابعی" ہے اور جس نے تابعی کو اسی طور سے دیکھا وہ "تبعِ تابعی" ہے۔ ان سب کی بزرگی حدیث میں خصوصیت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔

① لا تسبوا اصحابي، فان احدكم لو انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه. للشيخين وابي داود والترمذي. جمعُ الفوائد [٢٠١/٢ والمشكوة ص٥٥٣]

② انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا [الاحزاب:٣٣] عن انس ان النبي ﷺ قال: حسبك من نساء العٰلمين مريم بنت عمران، وخديجة بنت خويلد، وفاطمة بنتُ محمد، و آسية امرأة فرعون. رواه الترمذي. [المشكوٰة ص٥٧٣] وقال ﷺ: فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام. [الترمذي ص ٥٤٥/٤ رقم الحديث: ٣٨٨٧]

③ انما المؤمنون الذين امنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا. [الحجرات:١٥] ان الذين كذبوا بايتنا واستكبروا عنها لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة [الاعراف:١٤١] قل ابالله وآياته ورسوله كنتم تستهزئون. [التوبة:٦٥]

لے۔ اللہ ورسول ﷺ کی کسی بات میں شک کرنا یا اس کو جھٹلانا یا اس میں عیب نکالنا یا اس کے ساتھ مذاق اڑانا ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

عقیدہ (۲۸)[۱] قرآن اور حدیث کے کھلے کھلے مطلب کو نہ ماننا اور اینچ پینچ کر کے اپنے مطلب بنانے کو معنی گھڑنا بددینی کی بات ہے۔

عقیدہ (۲۹)[۲] گناہ کو حلال سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

عقیدہ (۳۰)[۳] گناہ چاہے جتنا بڑا ہو جب تک اس کو بُرا سمجھتا رہے ایمان نہیں جاتا، البتہ کمزور ہو جاتا ہے۔

عقیدہ (۳۱)[۴] اللہ تعالیٰ سے نڈر ہو جانا یا نا امید[۵] ہو جانا کفر ہے۔

عقیدہ (۳۲)[۶] کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اس کا یقین کر لینا کفر ہے۔

عقیدہ (۳۳)[۷] غیب کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ البتہ نبیوں کو وحی سے اور ولیوں کو کشف اور الہام سے اور عام لوگوں کو نشانیوں سے بعضی باتیں معلوم بھی ہو جاتی ہیں۔

عقیدہ (۳۴)[۸] کسی کا نام لے کر کافر کہنا یا لعنت[۹] کرنا بڑا گناہ ہے۔ ہاں! یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر

---

① ان الذين يلحدون في آيتنا لا يخفون علينا. [حم السجدة: ٤٠] ② ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله. [التوبة:٢٩]

③ يا ايها الذين آمنوا توبوا الى الله توبة نصوحا. [التحريم:٨] في شرح العقائد: والكبيرة لا تخرج العبد المؤمن من الايمان لبقاء التصديق الذى هو حقيقة الايمان. [ص ١٠٧]

④ فلا يأمن مكر الله الا القوم الخاسرون. [الاعراف:٩٩] لاتيئسوا من روح الله. انه لاييئس من روح الله الا القوم الكفرون. [يوسف:٨٧]

⑤ مطلب یہ ہے کہ سمجھ لیوے کہ آخرت میں میری ہرگز کسی طرح بخشش نہ ہوگی۔

⑥ ابو هريرة ﷺ مرفوعا: من اتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد برئ مما انزل على محمد. (مختصراً) [المشكوة: ٣٩٣/٢]

⑦ قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله. [النمل:٦٥] فلايظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول. [الجن:٢٦، ٢٧] اذ اوحينا الى امك ما يوحى، الآية [القصص:٧] ولا يحيطون بشيء من علمه الا بما شائط [البقرة:٢٥٥]

⑧ حقيقة اللعن المشهورة هى الطرد عن الرحمة، وهي لا تكون الا لكافر، ولذا لم تجز على معين لم يعلم موته على الكفر بدليل وان كان فاسقا مشهوراً كيزيد على المعتمد، بخلاف نحو ابليس وابى لهب وابى جهل فيجوز، وبخلاف غير المعين كالظالمين والكاذبين فيجوز ايضا. [رد المحتار ٥٣/٥] الا لعنة الله على الظالمين. [هود:١٨]

⑨ لعنت کے معنی خدا کی رحمت سے دور کرنا، یعنی یوں دعا کرنا کہ فلانی پر خدا کی لعنت ہو۔

لعنت، جھوٹوں پر لعنت۔ مگر جن کا نام لے کر اللہ و رسول ﷺ نے لعنت کی ہے یا ان کے کافر ہونے کی خبر دی ہے ان کو کافر، ملعون کہنا گناہ نہیں۔

عقیدہ (۳۵)[1] جب آدمی مر جاتا ہے اگر گاڑا جائے تو گاڑنے کے بعد اور اگر نہ گاڑا جائے تو جس حال میں ہو اس کے پاس دو فرشتے جن میں سے ایک کو "منکر" دوسرے کو "نکیر" کہتے ہیں آ کر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پوچھتے ہیں کہ یہ کون[2] ہیں؟ اگر مردہ ایماندار ہوا تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے۔ پھر اس کے لیے سب طرح کی چین ہے، جنّت کی طرف کھڑکی کھول دیتے ہیں جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور وہ مزے میں پڑ کر سو رہتا ہے۔ اور اگر مردہ ایماندار نہ ہوا تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں۔[3] پھر اس پر بڑی سختی اور عذاب قیامت تک ہوتا رہتا ہے۔ اور بعضوں[4] کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے معاف کر دیتا ہے، مگر یہ سب باتیں مردہ کو معلوم ہوتی ہیں، ہم لوگ نہیں دیکھتے۔ جیسے سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔

① عن انس قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان العبد اذا وضع في قبره وتولى عنه اصحابه انه ليسمع قرع نعالهم، اتاه ملكان فيقعدانه، فيقولان: ما كنت تقول في هذا الرجل لمحمد؟ فاما المؤمن فيقول: اشهد انه عبد الله ورسوله، فيقال له: انظر الى مقعدك من النار قد ابدلك الله به مقعدا من الجنة، فيراهما جميعا. واما المنافق والكافر فيقال له: ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول: لا ادري، كنت اقول ما يقول الناس، فيقال له: لا دريت لا تليت، ويضرب بمطارق من حديد ضربة فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين. متفق عليه، ولفظه للبخاري. [المشكوٰة ص:۲٤]

② یا تو رسول مقبول ﷺ کی صورت دکھا کر دریافت ہوتا ہے یا آپ کے حالات بتا کر دریافت ہوتا ہے، علماء کے دونوں قول ہیں اور سب سے قوی قول یہ ہے کہ بوجہ شہرت کے مردہ کا ذہن خود بخود آپ ہی کی طرف پہنچ جاتا ہے۔

③ علماء نے حدیث کے اشارہ سے فرمایا ہے کہ جو شخص نہ مؤمن صالح ہو نہ کافر، بلکہ فاسق ہو تو اس کا عذاب کافر سے کم ہوتا ہے اور فاسق وہ ہے جو گناہِ کبیرہ کرے۔ اور صغیرہ پر بھی عذاب کرنے کا اللہ کو اختیار ہے۔

④ وعذاب القبر للكافرين ولبعض عصاة المؤمنين، خص البعض لان منهم من لا يريد الله تعالىٰ تعذيبه فلا يعذب. وتنعيم اهل الطاعة في القبر بما يعلمه الله تعالىٰ ويريده، وسوال منكر ونكير ثابت بالدلائل السمعية. [شرح العقائد مختصراً ص ۹۸] وروى الترمذي: ما من مسلم يموت يوم الجمعة او ليلة الجمعة الّا وقاه الله فتنة القبر. [ترمذی باب ما جاء في عذاب القبر ص ١٦٧]

عقیدہ (۳۶)[1] مرنے کے بعد ہر دن صبح اور شام کے وقت مردے کا جو ٹھکانا ہے دکھلایا جاتا ہے۔ جنتی کو جنت دکھلا کر خوشخبری دیتے ہیں اور دوزخی کو دوزخ دکھلا کر اور حسرت بڑھاتے ہیں۔

عقیدہ (۳۷)[2] مردے کے لیے[3] دعا کرنے سے، کچھ خیر خیرات دے کر بخشنے سے اس کو ثواب پہنچتا ہے اور اس سے اس کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

عقیدہ (۳۸)[4] اللہ و رسول نے جتنی نشانیاں قیامت کی بتائی ہیں سب ضرور ہونے والی ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور خوب انصاف سے بادشاہی کریں گے۔ کانا دجّال[5] نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچاوے گا۔ اس کے مار ڈالنے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر سے اتریں گے اور اس کو مار ڈالیں گے۔ یاجوج ماجوج بڑے زبردست لوگ ہیں۔ وہ تمام زمین پر پھیل پڑیں گے اور بڑا اودھم مچاویں گے، پھر خدا کے قہر سے

---

① عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: إن احدكم اذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشي، ان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة، وان كان من اهل النار فمن اهل النار، فيقال: هذا مقعدك حتى يبعثك الله اليه يوم القيمة. متفق عليه. [المشكوٰة ص ۲۵]

② ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان. [الحشر: ۱۰] الاصل ان كل من اتى بعبادة مّا، له جعل ثوابها لغيره، وان نواها عند الفعل لنفسه لظاهر الأدلة. [الدر المختار ۱۲/۴]

③ ایسے ہی قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر بخشنے سے۔

④ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: المهدی منی، اجلى الجبهة، اقنى الانف، يملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلماً وجورا ويملك سبع سنين. رواه ابوداود [المشكوٰة ص ۴۷۰] عن حذيفة بن اسيد الغفاری رضی اللہ عنہ قال: اطلع النبی ﷺ علينا ونحن نتذاكر، فقال: ما تذكرون؟ قالوا: نذكر الساعة، قال: انها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر آيات، فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى ابن مريم ويأجوج ومأجوج. الحديث. [المشكوٰة: ۴۷۲/۲] عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: والذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا، فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله احد. الحديث [مشكوٰة ص ۴۷۹/۲] حتى اذا فتحت ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون. [الانبياء:۹۶] واذا وقع القول عليهم اخرجنا لهم دابة من الارض تكلمهم ان الناس كانوا باياتنا لا يوقنون. [النمل:۸۲] يوم ياتی بعض ايات ربك لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن آمنت من قبل. [الانعام:۱۵۸] وتفصيل خروج الدجال وحالاته ونزول عيسى وقتله الدجال وخروج ياجوج وماجوج وغير ذلك مذكور في حديث طويل لنواس بن سمعان رواه الترمذی، من شاء الاطلاع عليه فليرجع عليه.

⑤ دجال یہود کی قوم سے ایک شخص ہوگا

ہلاک ہوں گے۔ ایک عجیب طرح کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کرے گا۔ مغرب کی طرف سے آفتاب نکلے گا۔ قرآن مجید اٹھ جائے گا اور تھوڑے دنوں میں سارے مسلمان مرجائیں گے اور تمام دنیا کافروں سے بھر جائے گی اور اس کے سوا اور بہت سی باتیں ہوں گی۔

عقیدہ (۳۹)[۱] جب ساری نشانیاں پوری ہوجائیں گی تو قیامت کا سامان شروع ہوگا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام خدا کے حکم سے صور پھونکیں گے، یہ صور ایک بہت بڑی چیز سینگ کی شکل پر ہے۔ اس صور کے پھونکنے سے تمام زمین وآسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاویں گے، تمام مخلوقات مرجاوے گی اور جو مرچکے ہیں ان کی روحیں بے ہوش ہوجاویں گی مگر اللہ تعالیٰ کو جن کا بچانا منظور ہے وہ اپنے حال پر رہیں گے۔ ایک مدت اسی کیفیت پر گذر جاوے گی۔

عقیدہ (۴۰)[۲] پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام عالم پھر پیدا ہوجاوے تو دوسری بار پھر صور پھونکا جائے گا

---

① عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال: ذکر رسولُ اللّٰہ ﷺ صاحب الصور، وقال: عن یمینه جبرائیل وعن یساره میکائیل. [المشکوٰة ص۴۸۲] عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: الصور قرن ینفخ فیه، رواه الترمذی وابوداود والدارمی. [مشکوٰة ص ۴۸۲] فاذا نفخ في الصور نفخة واحدة. وحملت الارض والجبال فدکتا دکة واحدة. فیومئذ وقعت الواقعة وانشقت السماء فهی یومئذ واهیة. [الحاقة:۱۳-۱۶] ونفخ في الصور فصعق من في السمٰوات ومن في الارض الا من شاء اللّٰہ، ثم نفخ فیه اخری فاذا هم قیام ینظرون. [الزمر:۶۸]

② ونفخ في الصور فاذا هم من الاجداث الی ربهم ینسلون. [یٰس:۵۱] عن ابی هریرة قال: اتی النبی ﷺ بلحم فرفع الیه الذراع وکانت تعجبه فنهس منها نهسة، ثم قال: انا سید الناس یوم القیٰمة، یوم یقوم الناس لرب العلمین، وتدنو الشمس فیبلغ الناس من الغم والکرب ما لا یطیقون، فیقول الناس: ألا تنظرون من یشفع لکم الی ربکم؟ فیأتون آدم. وذکر حدیث الشفاعة- الی أن- قال: فیقال: یا محمد! أدخل من امتك من لا حساب علیهم من الباب الأیمن من ابواب الجنة. الحدیث. متفق علیه. [مشکوٰة ص ۴۸۹] فأما من اوتی کتابه بیمینه. فسوف یحاسب حساباً یسیرا. وینقلب الی اهله مسرورا. [الانشقاق:۹] واما من اوتی کتابه بشماله فیقول یلیتنی لم اوت کتابیه. [الحاقة:۲۵] عن ثوبان عن النبی ﷺ قال: حوضی من عدن الی عمان البلقاء، ماؤه اشد بیاضاً من اللبن واحلی من العسل. الحدیث. [المشکوٰة ص ۴۹۳] وعن سمرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: ان لکل نبی حوضا وانهم لیتباهون ایهم اکثر واردة، وانی لأرجو ان اکون اکثرهم واردة. رواه الترمذی[المشکوٰة ص۴۹۳] وعن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: انی فرطکم علی الحوض، من مرعلي شرب، ومن شرب لم یظمأ ابدا. =

اس سے پھر سارا عالم پیدا ہو جاوے گا۔ مردے زندہ ہو جاویں گے اور قیامت کے میدان میں سب اکٹھے ہوں گے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جاویں گے۔ آخر میں ہمارے پیغمبر صاحب سفارش کریں گے۔ ترازو کھڑی کی جاوے گی۔ بھلے برے عمل تولے جاویں گے، ان کا حساب ہوگا۔ بعضے بے حساب جنّت میں جاویں گے۔ نیکوں کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جاوے گا۔ پیغمبر ﷺ اپنی امت کو حوضِ کوثر[1] کا پانی پلائیں گے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ پل صراط پر چلنا ہوگا، جو نیک لوگ ہیں وہ اس سے پار ہو کر بہشت میں پہنچ جاویں گے، جو بد ہیں وہ اس پر سے دوزخ میں گر پڑیں گے۔

عقیدہ (۴۱)[2] دوزخ پیدا ہو چکی ہے، اس میں سانپ اور بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے، دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور بزرگوں کی سفارش سے نکل کر بہشت میں داخل ہوں گے، خواہ کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں۔ اور جو کافر اور مشرک ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو موت بھی نہ آئے گی۔

=الحديث. [المشكوٰة ص٤٨٧] وفي حديث طويل لابى سعيد الخدرى: ثم يضرب الجسر على جهنم، وتحل الشفاعة، ويقولون: اللهم سلم سلم، فيمرالمؤمن كطرف العين و كالبرق و كالريح و كالطير و كأجاويد الخيل والركاب فناج مسلّم ومخدوش مرسل ومكدوش في نار جهنم. الحديث. [المشكوٰة ص ٤٩٠]

① جنّت میں ایک حوض ہے، اس کا نام حوضِ کوثر ہے۔

② فاتقوا النار التى وقودها الناس والحجارة. اعدت للكفرين. [البقرة:٢٤] وفي حديث الشفاعة: ثم أشفع فيحد لى حدا فاخرج، فأخرجهم من النار وأدخلهم الجنة حتى ما يبقى فى النار الا من قد حبسه القرآن، اى وجب عليه الخلود. الحديث. [المشكوٰة ص٤٨٨] وفى حديث آخر: فيقال: انطلق فأخرج من كان فى قلبه ادنى ادنى ادنى مثقال حبة خردلة من ايمان فاخرجه من النار. [المشكوٰة ص ٤٨٩] عن عبد الله بن حارث بن جزءٍ قال: قال رسول الله ﷺ: ان في النار حيات كأمثال البخت تلسع احداهن اللسعة، فيجد حموتها أربعين خريفا، وان في النار عقارب كأمثال البغال المؤكفة تلسع احداهن اللسعة، فيجد حموتها اربعين خريفا. رواه احمد [المشكوٰة ص٥٠٤] لا يموت فيها ولا يحيى. [الاعلى:١٣]

عقیدہ (۴۲)[1] بہشت بھی پیدا ہو چکی ہے اور اس میں طرح طرح کے چین اور نعمتیں ہیں۔ بہشتیوں کو کسی طرح کا ڈر اور غم نہ ہوگا، اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ اس سے نکلیں گے اور نہ وہاں مریں گے۔

عقیدہ (۴۳)[2] اللہ کو اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر سزا دے دے یا بڑے گناہ کو اپنی مہربانی سے معاف کر دے اور اس پر بالکل سزا نہ دے۔

عقیدہ (۴۴)[3] شرک اور کفر کا گناہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا، اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے گا اپنی مہربانی سے معاف کر دیوے گا۔

عقیدہ (۴۵)[4] جن لوگوں کا نام لے کر اللہ اور رسول ﷺ نے ان کا بہشتی ہونا بتلا دیا ہے ان کے سوا کسی اور کے بہشتی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے، البتہ اچھی نشانیاں دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اس کی رحمت سے امید رکھنا ضروری ہے۔

عقیدہ (۴۶)[5] بہشت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو بہشتیوں کو نصیب ہوگا اس کی لذّت میں

---

① سارعوا الی مغفرة من ربكم وجنة عرضها كعرض السماء والارضط اعدت للمتقين. [آل عمران:۱۳۳] مثل الجنة التی وعد المتقونط فيها انهر من ماء غير آسن. [محمد:۱۵] ولكم فيها ما تشتهى انفسكم ولكم فيها ما تدعون. [فصلت:۳۱] وهما ای الجنة والنار مخلوقتان الآن موجودتان. [شرح العقائد ص۱۰٤] فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون. [البقرة:۳۸] في اليواقيت: قد رأيت في عقائد الشيخ الواسطى مانصه: ونعتقد اهل الجنة واهل النار مخلدون في داريهما، لا يخرج احد منهم من داره ابد الآبدين ودهر الداهرين. [ص ۳۰۵]

② ويجوز العقاب على الصغيرة والعفو عن الكبيرة. [شرح العقائد ص۱۱۳]

③ ان اللّٰه لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء. [النساء:۱۱٦]

④ قالت ام العلاء: فقلت: رحمك اللّٰه ابا السائب! شهادتي ان قد اكرمك اللّٰه الخ [المستدرك للحاكم: ٤/۱۳۸٥ رقم الحديث: ۳٦۹٦] وعن عمر قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ايما مسلم شهد له اربعة بخير أدخله اللّٰه الجنة، قلنا وثلاثة؟ قال: وثلاثة، قلنا: واثنان؟ قال: واثنان، ثم لم نسئله عن الواحد. رواه البخارى. [المشكوٰة ص١٤٥]

⑤ عن صهيب عن النبی ﷺ قال: اذا دخل اهل الجنة الجنة، يقول اللّٰه تعالیٰ: تريدون شيئاً ازيدكم؟ فيقولون: ألم تبيض وجوهنا؟ ألم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار؟ قال: فيرفع الحجاب، فينظرون الى وجه اللّٰه، فما أعطوا شيئاً احب اليهم من النظر الى ربهم. [المشكوٰة ص ٥٠٠] وفي حديث آخر عن جابر ﷺ قال: فنظر اليهم وينظرون اليه، فلا يلتفتون الى شيء من النعيم ما داموا ينظرون اليه حتى يحتجب عنهم ويبقى نوره. [المشكوٰة ص ٥٠٢] (مختصراً)

تمام نعمتیں ہیچ معلوم ہوں گی۔

عقیدہ (٤٧)[١] دنیا میں جاگتے ہوئے اللہ کو ان آنکھوں سے کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔

عقیدہ (٤٨)[٢] عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا بُرا ہو، مگر جس حالت میں خاتمہ ہوتا ہے اسی کی موافق اس کو اچھا بُرا بدلہ ملتا ہے۔

عقیدہ (٤٩)[٣] آدمی عمر بھر میں جب کبھی توبہ کرے، یا مسلمان ہو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے۔ البتہ مرتے وقت جب دم ٹوٹنے لگے اور عذاب کے فرشتے دکھائی دینے لگیں اس وقت نہ توبہ[٤] قبول ہوتی ہے اور نہ ایمان۔

فصل

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعضے بُرے عقیدے اور بری رسمیں اور بعضے بڑے بڑے گناہ جو اکثر ہوتے رہتے ہیں جن سے ایمان میں نقصان آجاتا ہے بیان کر دیے جائیں تاکہ لوگ ان سے بچتے رہیں۔ ان میں بعضے بالکل کفر اور شرک ہیں، بعضے قریب کفر اور شرک کے، اور بعضے بدعت اور گمراہی، اور بعضے فقط گناہ، غرض کہ سب سے بچنا ضروری ہے۔ پھر جب ان چیزوں کا بیان ہو چکے گا تو اس کے بعد گناہوں سے جو دنیا کا نقصان اور طاعت سے جو دنیا کا نفع ہوتا ہے کچھ تھوڑا سا اس کو بیان کریں گے، کیونکہ دنیا کے نفع نقصان کا لوگ زیادہ خیال کرتے ہیں، شاید اسی خیال سے کچھ نیک کام کی توفیق اور گناہ سے پرہیز ہو۔

---

① قال لن ترانی۔ [الاعراف:١٤٣] قال رسول اللّٰه ﷺ: حجابه النور، لو كشفه لاحرقت سبحات وجهه ما انتهىٰ اليه بصره من خلقه. [صحيح مسلم: ٩٩/١] (اثبات رؤية المؤمنين) قال رسول اللّٰه ﷺ: لن يرى احد منكم ربه عزوجل حتى يموت. [صحيح مسلم: ٣٩٩/٢] (ذكر ابن صياد)

② عن سهل بن سعد قال: قال رسولُ اللّٰه ﷺ: ان العبد ليعمل عمل اهل النار وانه من اهل الجنة، ويعمل عمل اهل الجنة وانه من اهل النار، وانما الاعمال بالخواتيم. متفق عليه. [المشكوٰة ص ٢٠]

③ عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ان اللّٰه يقبل توبة العبد ما لم يغرغر. رواه الترمذى وابن ماجه [المشكوٰة ص ٢٠٤]

④ توبہ سے مراد کفر اور شرک کے سوا اور گناہوں سے توبہ کرنا، اور ایمان سے مراد کفر سے توبہ کرنا اور مسلمان ہو جانا ہے۔

کفر اور شرک کی باتوں[1] کا بیان

کفر کو[2] پسند کرنا۔ کفر کی باتوں کو اچھا جاننا۔ کسی دوسرے سے کفر کی کوئی بات کرانا۔ کسی وجہ سے اپنے ایمان پر پشیمان ہونا کہ اگر[3] مسلمان نہ ہوتے تو فلانی بات حاصل ہو جاتی۔ اولاد[4] وغیرہ کسی کے مرجانے پر رنج میں اس قسم کی باتیں کہنا: خدا کو بس اسی کا مارنا تھا، دنیا بھر میں مارنے کے لیے بس یہی تھا، خدا کو ایسا نہ چاہیے تھا، ایسا ظلم کوئی نہیں کرتا جیسا تو نے کیا۔ خدا اور رسول کے کسی[5] حکم کو برا سمجھنا، اس میں عیب نکالنا۔ کسی[6] نبی یا فرشتے[7] کی حقارت کرنا، ان کو عیب لگانا۔ کسی[8] بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت ضرور خبر رہتی ہے۔ نجومی[9] پنڈت[10] یا جس پر جن چڑھا ہو اس سے غیب کی خبریں پوچھنا یا فال کھلوانا، پھر اس کو سچ جاننا۔ کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھ کر اس کو یقینی سمجھنا۔ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو

---

① یعنی ان باتوں کا بیان جن کو کفر و شرک کے ساتھ ایک قسم کا خاص تعلّق ہے، خواہ اس وجہ سے کہ موجب کفر و شرک ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ رسوم واوضاع کفار و مشرکین سے ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ مُوہم شرک ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ مفضی الی الشرک ہیں۔ (تصحیح الاغلاط)

② ومن يرضى بكفر نفسه فقد كفر، ومن يرضى بكفر غيره فقد اختلف المشايخ، في كتاب التخيير في كلمات الكفر: ان رضى بكفر غيره ليعذب على الخلود لا يكفر، وان رضى بكفره ليقول في الله ما لا يليق بصفاته يكفر، وعليه الفتوى. [الهندية ۲/۲۵۷] اذا لقن الرجل رجلاً كلمة الكفر فانه يصير كافراً وان كان على وجه اللعب. [الهندية ۲/۲۷۵]

③ نصراني اسلم، فمات ابوه، فقال: ليت اني لم اسلم الى هذا الوقت حتى اخذت مال الاب يكفر. [الهندية ۲/۲۵۷]

④ ولو مات انسان فقال الآخر "خدا را او مى بايست" كفر. [الهندية ۲/۲۵۸] من نسب الله تعالىٰ الى الجور فقد كفر. [الهندية ۲/۲۵۹]

⑤ يكفر اذا وصف الله تعالىٰ بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائه او بأمر من أوامره. [الهندية ۲/۲۵۸]

⑥ سئل عمن ينسب الى الأنبياء الفواحش كعزمهم على الزنا ونحوه الذى يقوله الحشوية في يوسف عليه السلام، قال: يكفر؛ لانه شتم لهم واستخفاف بهم. [الهندية ۲/۲۶۳]

⑦ رجل عاب ملكا من الملئكة كفر. [الهندية ۲/۲۶۶]

⑧ لا يعلم من في السمٰوٰت والارض الغيب الا الله. [النمل:۶۵] وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو. [الانعام:۵۹]

⑨ من اتى عرافا فسأله عن شيء، لم يقبل له صلوٰة اربعين ليلة. رواه مسلم [المشكوٰة ص۳۹۳]

⑩ نجومی جو ستاروں کی حالت کا علم رکھتا ہو۔

خبر ہوگی۔ کسی[1] کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا۔ کسی سے مرادیں مانگنا۔ روزی، اولاد مانگنا۔ کسی[2] کے نام کا روزہ رکھنا۔ کسی کو سجدہ کرنا۔ کسی[3] کے نام کا جانور چھوڑنا یا چڑھاوا چڑھانا۔ کسی کے نام کی منت ماننا۔ کسی کی قبر یا مکان کا طواف[4] کرنا۔ خدا[5] کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسری بات یا رسم کو مقدم رکھنا۔ کسی کے سامنے جھکنا[6] یا تصویر کی طرح کھڑا[7] رہنا۔ توپ[8] پر بکرا چڑھانا۔ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا۔ جن بھوت پریت وغیرہ کے چھوڑ دینے کے لیے ان کی بھینٹ دینا۔ بکرا وغیرہ ذبح کرنا۔ بچے کے جینے کے لیے اس کے[9] نار کا پوجنا۔ کسی کی دہائی دینا۔ کسی جگہ کا کعبہ کے برابر ادب و تعظیم کرنا۔ کسی کے نام پر بچہ کے کان ناک چھیدنا۔ بالی اور بلاق پہنانا۔ کسی کے نام کا بازو پر پیسہ باندھنا یا گلے میں ناڑا ڈالنا۔ سہرا باندھنا۔ چوٹی رکھنا۔ بدھی پہنانا۔ فقیر بنانا۔ علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی[10] وغیرہ نام رکھنا۔ کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگا کر اس کا ادب کرنا۔ عالَم کے

---

[1] قل من بیدہ ملکوت کل شيء وھو یجیر ولا یجار علیه ان کنتم تعلمون. سیقولون للّٰه. قل فانی تسحرون. [المومنون: ۸۸]

[2] وقضیٰ ربك الا تعبدوا الا ایاہ. [بنی اسرائیل:۲۳]

[3] وجعلوا للّٰه مما ذرأ من الحرث والانعام...... الی قوله: ان اللّٰه لا یھدی القوم الظلمین. [الانعام:۱۳۶] واما الطواف حول قبر ومکان فلا یجوز؛ لانه من مختصات الکعبة کما قال القاری في شرح اللباب: ولا یطوف حول البقعة الشریفة؛ فان الطواف من مختصات الکعبة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء. في نور الایمان وما في مجمع البرکات: ویمکنه ان یطوف حوله وفعل ذلك ثلاث مرات فلا یعبأ کذا في مجموعة الفتاوی. [ص ۱۷۵]

[4] طواف کسی چیز کے چاروں طرف چکر لگانے کو کہتے ہیں۔ اور بیت اللہ کے سوا اور کسی چیز کا طواف جائز نہیں۔

[5] واعبدوا اللّٰه ولا تشرکوا به شیئاً. [النساء:۳۶]

[6] جس طرح سلام کرتے وقت اکثر لوگ جھک جاتے ہیں۔

[7] یعنی اس طرح کہ بڑے ادب سے خاموش کھڑا رہے، نہ ہلے نہ جلے، نہ ادھر ادھر دیکھے، ایسا ادب منع ہے۔ ہاں معمولی طور پر بزرگوں کی تعظیم کو کھڑا ہونا اور ان کے بیٹھنے کے وقت بیٹھ جانا درست ہے۔

[8] انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل به لغیر اللّٰه. [البقرة:۱۷۳]

[9] بعض جگہ نار کو نال کہتے ہیں۔

[10] اما ما اشتھر من التسمیة بعبد النبی فظاھرہ کفر، الا ان اراد بالعبد المملوك. [شرح الفقه الاکبر ص۳۵]

کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا۔ اچھی[1] بُری تاریخ اور دن کا پوچھنا۔ شگون لینا۔ کسی مہینے یا تاریخ کو منحوس سمجھنا۔ کسی بزرگ کا نام بطور وظیفہ کے جپنا،[2] یوں کہنا کہ خدا اور رسول اگر چاہے گا تو فلانا کام ہو جاوے گا۔ کسی کے نام یا سر کی قسم کھانا۔[3] (جاندار کی بڑی) تصویر[4] رکھنا۔ خصوصاً[5] کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لیے رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا۔[6]

بدعتوں[7] اور بُری رسموں اور بُری باتوں کا بیان

قبروں پر دھوم دھام سے میلہ کرنا۔ چراغ جلانا۔ عورتوں کا وہاں جانا۔ چادریں ڈالنا۔ پختہ قبریں بنانا۔ بزرگوں کے راضی کرنے کو قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا۔ تعزیہ یا قبر کو چومنا، چاٹنا۔ خاک ملنا۔ طواف اور سجدہ کرنا، قبروں کی طرف نماز پڑھنا۔ مٹھائی، چاول، گلگلے وغیرہ چڑھانا۔ تعزیہ، علم[8] وغیرہ رکھنا۔ اس پر حلوہ یا مالیدہ چڑھانا، یا اس کو سلام کرنا۔ کسی چیز کو اچھوتی سمجھنا۔ محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا۔ مہندی، مسی نہ لگانا۔ مرد کے پاس نہ رہنا، لال کپڑا نہ پہننا۔ بی بی کی صحنک[9] مردوں کو نہ کھانے دینا۔ تیجا[10] چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر

---

① لا عدوی ولا هامة، ولا نوء ولا صفر. رواه مسلم. [المشكوٰة ص۳۹۲] الطيرة شرك. رواه ابوداود والترمذی. [المشكوٰة ص۳۹۲]

② یعنی ورد کرنا۔

③ لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا تصاوير. متفق عليه. [المشكوٰة ص۳۸۵]

④ تصویر سے مراد جاندار کی بڑی تصویر ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

⑤ اذا مات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجداً، ثم صوّروا فيه تلك الصور، اولئك شرار خلق الله. [المشكوٰة ص۳۸۶]

⑥ اس قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں، یہ بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں۔

⑦ ہر ایسی نئی بات کو کہ جس کی شریعت میں کچھ اصل نہ ہو اور اس کو دین کی بات اور موجب ثواب سمجھ کر کیا جاوے بدعت کہتے ہیں، ایسی بات کا کرنا بڑا گناہ ہے۔

⑧ یعنی نشان جو بانس پر کپڑا لپیٹ کر تعزیوں کے ساتھ لیے پھرتے ہیں، اس کو جھنڈا بھی کہتے ہیں۔

⑨ بلکہ یہ رسم صحنک ہی شرع میں منع ہے، عورتوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی۔

⑩ تیجا چالیسواں وغیرہ وغیرہ غیر ضروری سمجھ کر کرنا بھی جائز نہیں۔ چونکہ لوگ ضروری ہی سمجھ کر کرتے ہیں اس لیے ضروری کا لفظ لکھ دیا ہے۔

کرنا۔ باوجود ضرورت[1] کے عورت کے دوسرے نکاح کو معیوب سمجھنا۔ نکاح، ختنہ، بسم اللہ وغیرہ میں اگرچہ وسعت نہ ہو مگر ساری خاندانی رسمیں کرنا، خصوصاً قرض وغیرہ کر کے ناچ رنگ وغیرہ کرنا۔ ہولی دیوالی کی رسمیں کرنا۔ سلام[2] کی جگہ بندگی وغیرہ کرنا یا صرف سر پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا۔ دیور، جیٹھ، پھوپی زاد، خالہ زاد بھائی کے سامنے بے محابا آنا، یا اور کسی نامحرم کے سامنے آنا۔ گگرا (گھڑا) دریا سے گاتے بجاتے لانا۔ راگ باجا، گانا سننا۔[3] ڈومنیوں وغیرہ کو نچانا اور دیکھنا اس پر خوش ہو کر ان کو انعام دینا۔ نسب[4] پر فخر کرنا یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو نجات کے لیے کافی سمجھنا۔ کسی کے نسب میں کسر ہو اُس پر طعن کرنا۔[5] پیشہ کو ذلیل سمجھنا۔ حد سے زیادہ کسی کی تعریف کرنا۔ شادیوں میں فضول خرچی اور خرافات باتیں کرنا۔ ہندوؤں کی رسمیں کرنا۔ دولہا کو خلافِ شرع پوشاک پہنانا، کنگنا[6] سہرا باندھنا، مہندی لگانا۔ آتش بازی ٹٹیوں وغیرہ کا سامان کرنا۔ فضول آرائش کرنا۔ گھر کے اندر[7] عورتوں کے درمیان دولہا کو بلانا اور سامنے آجانا۔ تاک جھانک کر اس کو دیکھ لینا۔ سیانی سمجھ دار سالیوں وغیرہ کا سامنے آنا، اس سے ہنسی دل لگی کرنا۔ چوتھی کھیلنا۔ جس جگہ دولہا دولہن لیٹے ہوں اس کے گرد جمع

---

① اور بے ضرورت بھی بیوہ کے نکاح کو معیوب سمجھنا برا ہے۔

② چونکہ سلام کی جگہ بندگی کرنا ہندؤں کی رسم ہے، اس لیے ممنوع ہے اور آداب میں مشابہت نیا چرہ اور ترک سنت ہے، اس لیے بدعت ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

③ گانے سے مراد مطلق شعر پڑھنا نہیں ہے، بلکہ متعارف گانا مراد ہے جیسے بیاہ شادیوں میں ڈومنیوں کا گانا یا عرس میں قوالی وغیرہ جو کہ عورتوں میں رائج ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

④ عن عقبة بن عامر ﷛. قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: انسابكم هذه ليست بمسبّة على احد، كلكم بنو آدم طفّ الصاع بالصاع لم تملؤوه، ليس لاحد على احد فضل الا بدين وتقوىٰ، كفى بالرجل ان يكون بذيًا فاحشا بخيلا، رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان. [المشكوة ص٤١٨]

⑤ اس سے مراد جائز پیشہ ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

⑥ اس کے ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اول تو یہ رسوم ہنود سے ہے اور رسوم واوضاع کفار کی ممانعت منصوص ہے، پھر اس کو ضروریاتِ شادی سے سمجھ لیا گیا ہے اور یہ اضافہ ہے شریعت میں۔ (تصحیح الاغلاط)

⑦ عقبة بن عامر ﷛. رفعه، اياكم والدخول على النساء، فقال رجل من الانصار: افرأيت الحمو؟ قال: الحمو الموت، للشيخين والترمذي. [جمع الفوائد ص ١/٦٠٨]

ہوکر باتیں سننا، جھانکنا، تاکنا۔ اگر کوئی بات معلوم ہو جائے تو اس کو اوروں سے کہنا۔ مانجھے بٹھلانا اور ایسی شرم کرنا جس سے نمازیں قضا ہو جائیں۔ شیخی[1] سے مہر زیادہ مقرر کرنا۔ غمی میں[2] چلّا کر رونا۔ منہ اور سینہ پیٹنا۔ بَیْن کر کے رونا۔ استعمالی گھڑے توڑ ڈالنا۔ جو جو کپڑے اسکے بدن سے لگے ہوں سب کو دھلوانا۔ برس روز تک یا کچھ کم زیادہ اس گھر میں اچار نہ پڑنا۔ کوئی خوشی کی تقریب نہ کرنا۔ مخصوص تاریخوں میں پھر غم کا تازہ کرنا۔ حد سے زیادہ زیب و زینت میں مشغول ہونا۔ سادی وضع کو معیوب جاننا۔ مکان میں تصویریں[3] لگانا۔ خاصدان،[4] عطر دان، سرمہ دانی، سلائی وغیرہ چاندی سونے کی استعمال کرنا۔ بہت باریک[5] کپڑا پہننا یا بجتا زیور پہننا۔ لہنگا پہننا۔ مردوں کے مجمع میں جانا، خصوصاً تعزیہ دیکھنے اور میلوں میں جانا اور مردوں[6] کی وضع اختیار کرنا۔ بدن[7] گودنا، خدائی رات کرنا، ٹوٹکا کرنا۔ محض زیب و زینت کے لیے دیوار گیری چھت گیری لگانا۔ سفر کو جاتے یا لوٹتے وقت غیر محرم کے گلے لگنا یا گلے لگانا۔ جینے کے لیے لڑکے کا کان یا ناک چھیدنا۔ لڑکے کو بالا یا بلاق پہنانا۔ ریشمی یا کسم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا یا ہنسلی یا گھونگرو یا کوئی اور زیور پہنانا۔ کم رونے کے لیے افیون کھلانا۔ کسی بیماری میں شیر کا دودھ یا اس کا گوشت کھلانا۔ اس قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں، بطور نمونہ کے اتنی بیان کردی گئیں۔

---

① عمر ﷜ قال في خطبة: لا تغالوا في صدقات النساء؛ فان ذلك لو كان مكرمة في الدنيا وتقوىٰ عند الله كان اولاكم به رسول الله ﷺ، ما اصدق رسول الله ﷺ امرأة من نسائه ولا اصدق امرأة من بناته اكثر من اثنتي عشرة اوقية. [جمع الفوائد ص۲۱۹]

② عن عبد الله بن مسعود ﷜ قال: قال رسول الله ﷺ: ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعى بدعوى الجاهلية. متفق عليه. [المشكوة ص۱۵۰]

③ عن ابی طلحة ﷜ قال: قال النبی ﷺ: لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا تصاوير. متفق عليه. [المشكوة ص۳۸۵]

④ وكره الأكل والشرب والادهان والتطيب من اناء ذهب وفضة للرجل والمرأة لاطلاق الحديث، وكذا يكره الأكل بملعقة الفضة والذهب والاكتحال بميلهما وما اشبه ذلك من الاستعمال كمكحلة ومراة وقلم ودواة ونحوها. [الدّر المختار ۵٦٤/۹] والمراد بقوله "كره" التحريم. [زيلعی ۱۱/٦]

⑤ عن عائشة ﷞ ان اسماء بنت ابی بكر ﷞ دخلت على رسول الله ﷺ وعليها ثياب رقاق، فاعرض عنها الخ. [المشكوٰة ص۳۷۷]

⑥ قال النبی ﷺ: لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال. رواه البخاری. [المشكوٰة ص۳۸۰]

⑦ عن ابن عمر ﷜ ان النبی ﷺ قال: لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة. متفق عليه. [المشكوٰة ص۳۸۱]

بعضے بڑے بڑے گناہوں کا بیان جن پر بہت سختی آئی ہے

خدا[1] سے شرک کرنا۔ ناحق[2] خون کرنا۔ وہ عورتیں جن کی اولاد نہیں ہوتی کسی کی سنور[3] میں بعضے ایسے ٹوٹکے کرتی ہیں کہ یہ بچہ مرجائے اور ہمارے اولاد ہو، یہ بھی اس خون میں داخل ہے۔ ماں[4] باپ کو ستانا۔ زنا کرنا۔[5] یتیموں کا[6] مال کھانا جیسے اکثر عورتیں خاوند کے تمام مال وجائداد پر قبضہ کرکے چھوٹے بچوں کا حصہ اڑاتی ہیں۔ لڑکیوں[7] کو حصہ میراث کا نہ دینا۔ کسی[8] عورت کو ذرا سے شبہ[9] میں زنا کی تہمت لگانا۔ ظلم کرنا۔[10] کسی کو اس کے پیچھے بدی سے یاد کرنا۔[11] خدا[12] کی رحمت سے ناامید ہونا۔ وعدہ[13] کرکے پورا نہ کرنا۔ امانت[14] میں خیانت کرنا۔ خدا[15] کا کوئی فرض مثل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ چھوڑ دینا۔[16] قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینا۔ جھوٹ[17] بولنا۔

---

① قال الله تعالیٰ: ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ. [النساء:۱۱۶]

② ولا تقتلوا النفس التی الخ. [بنی اسرائیل:۳۳].

③ یعنی زچہ خانہ کی حالت میں۔

④ فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما. [بنی اسرائیل:۲۳]

⑤ ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ. [بنی اسرائیل:۳۲]

⑥ ان الذین یاکلون اموال الیتمی. [النساء:۱۰]

⑦ یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین. [النساء:۱۱]

⑧ ان الذین یرمون المحصنٰت الغفلت المؤمنت. [النور:۲۳]

⑨ جب تک دلیل شرعی زنا پر قائم نہ ہو اس وقت تک کسی کو زنا کار نہ سمجھے اور جب ایسی ضرورت پڑے تو دیندار عالموں سے مسئلہ دریافت کرلینا چاہیے۔

⑩ ومن یظلم منکم نذقہ عذابا کبیراً. [الفرقان:۱۹]

⑪ ولا یغتب بعضکم بعضا. [الحجرات:۱۲]

⑫ لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ. [الزمر:۵۳]

⑬ واوفوا بالعھد. ان العھد کان مسئولا. [بنی اسرائیل:۳۴] ⑭ ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامنٰت الی اھلھا. [النساء:۵۸]

⑮ فقد صرح اھل الاصول بانہ یکفر جاحدہ ویفسق تارکہ بلا عذر کما فی نور الانوار وغیرہ. جابر ؓ مرفوعاً: بین الرجل والشرک ترک الصلوٰۃ. مسلم والترمذی، جمع الفوائد. ابن عباس ؓ مرفوعاً، عرا الاسلام وقواعد الدین ثلاثۃ علیھن تبنی الاسلام، فمن ترک واحدۃ منھن فھو بھا کافر حلال الدم: شھادۃ أن لاإلہ ألا اللہ، والصلوٰۃ المکتوبۃ، وصوم رمضان. وفی روایۃ: من ترک منھن واحدۃ فھو باللّٰہ کافر، ولا یقبل منہ صرف ولا عدل وقد حل دمہ ومالہ. رواہ ابو یعلی باسناد حسن. [کتاب الزواجر ۲/۲۵۴] علی ؓ مرفوعاً ما من صاحب ذھب ولا فضۃ لا یؤدی منھا حقھا الخ، الحدیث للستۃ لا الترمذی. [جمع الفوائد ۱/۱۳۸]

⑯ عن سعد بن عبادۃ ؓ مرفوعا: ما من امریء یقرأ القرآن ثم ینساہ الا لقی اللّٰہ یوم القیٰمۃ اجذم. ابوداود والدارمی. [المشکوٰۃ ص ۱/۱۹۱]

⑰ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین. [آل عمران:۶۱]

خصوصاً ① جھوٹی قسم کھانا۔ خدا کے سوا اور کسی کی قسم کھانا یا اس ② طرح قسم کھانا کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو، ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔ خدا ③ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا۔ بلاعذر ④ نماز قضا کردینا۔ کسی مسلمان ⑤ کو کافر، یا بے ایمان، یا خدا کی مار، یا خدا کی پھٹکار، خدا کا دشمن وغیرہ کہنا۔ کسی ⑥ کا گلہ شکوہ سننا۔ چوری ⑦ کرنا۔ بیاج ⑧ لینا۔ اناج ⑨ کی گرانی سے خوش ہونا۔ مول ⑩ چکا کر پیچھے زبردستی سے کم دینا۔ غیر محرم ⑪ کے پاس تنہائی میں بیٹھنا۔ جوا کھیلنا۔ ⑫ بعضی عورتیں اور لڑکیاں بدبد کے گٹے یا اور کوئی کھیل کھیلتی ہیں، یہ بھی جوا ہے۔ کافروں ⑬ کی رسمیں پسند

---

① عن أبي هريرة ﷺ مرفوعا: لا تحلفوا بآبائكم ولا بأمها تكم ولا بالانداد ولا تحلفوا بالله الّا وانتم صادقون. رواه ابو داود والنسائي. [المشكوٰة ص ٢/٢٩٦]

② عن بريدة ﷺ مرفوعا: من قال: اني بريئ من الاسلام، فان كان كاذبا فهو كما قال، وان كان صادقا فلن يرجع الى الاسلام سالما. رواه ابوداود، والنسائي. [المشكوٰة ص ٢/٢٩٦]

③ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر. الآية [حم السجدة:٣٧]

④ ابو الدرداء ﷺ مرفوعا: أوصاني خليلي... الخ الحديث. وفيه: ولا تترك صلوٰة مكتوبة متعمداً، فمن تركها متعمداً فقد برئت منه الذمة. الحديث. رواه ابن ماجة. [المشكوٰة ص ١/ ٥٩]

⑤ عن أبي ذرّ ﷺ مرفوعا: لا يرمي رجل رجلا بالفسوق، ولا يرميه بالكفر الا ارتدت عليه، ان لم يكن صاحبه كذلك. رواه البخاري. وعنه مرفوعا: من دعا رجلا بالكفر او قال: عدو الله وليسكذلك الا عاد عليه. متفق عليه. عن أبي الدرداء ﷺ مرفوعا: ان اللعانين لا يكونون شهداء ولا شفعاء يوم القيمة. رواه مسلم. [كلها في المشكوٰة ص ٤١١]

⑥ عن ابن مسعود ﷺ مرفوعا: لا يبلّغني احد من اصحابي عن احد شيئاً، فاني احب ان اخرج اليكم وانا سليم الصدر. رواه ابوداود [المشكوٰة ص٤١٤]

⑦ والسارق والسارقة. [المائدة:٣٨]

⑧ وذروا ما بقي من الربوا ان كنتم مؤمنين. فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله. [البقرة:٢٧٨]

⑨ عن معاذ ﷺ مرفوعاً: بئس العبد المحتكر ان ارخص الله الاسعار حزن، وان اغلاها فرح. بيهقي ورزين. [المشكوٰة ص ٢٥١]

⑩ ابو حرة الرقاشي مرفوعا: الا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ الا بطيب نفس منه. البيهقي والدار قطني. [المشكوٰة ١/٢٥٥]

⑪ لا يخلون احدكم بامرأة الا مع ذى محرم. الحديث للشيخين. [جمع الفوائد ١/ ٢٣٠]

⑫ انما الخمر والميسر. [المائدة:٩٠]

⑬ ابن عباس ﷺ مرفوعا: ابغض الناس الى الله ثلاثة. الحديث. وفيه: ومبتغ في الاسلام سنة الجاهلية. بخاري[المشكوٰة: ١/٢٧]

کرنا۔ کھانے[1] کو بُرا کہنا۔ ناچ[2] دیکھنا۔ راگ[3] باجا سننا۔ قدرت[4] ہونے پر نصیحت نہ کرنا۔ کسی سے[5] مسخراپن کر کے بے حرمت[6] اور شرمندہ کرنا۔ کسی کا[7] عیب ڈھونڈنا۔

گناہوں سے بعضے دنیا کے نقصانوں کا بیان

علم سے محروم رہنا۔ روزی کم ہو جانا۔ خدا کی یاد سے وحشت ہونا۔ آدمیوں سے وحشت ہو جانا، خاص کر نیک آدمیوں سے۔ اکثر کاموں میں مشکل پڑ جانا۔ دل میں صفائی نہ رہنا۔ دل میں اور بعضی دفعہ تمام بدن میں کمزوری ہو جانا، طاعت سے محروم رہنا۔ عمر گھٹ جانا۔ توبہ کی توفیق نہ ہونا۔ کچھ دنوں میں گناہ کی برائی دل سے جاتی رہنا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہو جانا۔ دوسری مخلوق کو اس کا نقصان پہنچنا اور اس وجہ سے اس پر لعنت کرنا۔ عقل میں فتور ہو جانا۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس پر لعنت ہونا۔ فرشتوں کی دعا سے محروم رہنا۔ پیداوار میں کمی ہونا۔ شرم اور غیرت کا جاتا رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اس کے دل سے نکل جانا۔ نعمتوں کا چھن جانا۔ بلاؤں کا ہجوم ہونا۔ اس پر شیطانوں کا مقرر ہو جانا۔ دل کا پریشان رہنا۔ مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا۔ خدا کی رحمت سے مایوس ہونا اور اس وجہ سے بے توبہ مر جانا۔

عبادت سے بعضے دنیا کے فائدوں کا بیان

روزی بڑھنا۔ طرح طرح کی برکت ہونا۔ تکلیف اور پریشانی دور ہونا۔ مرادوں کے پورے ہونے میں آسانی ہونا۔ لطف کی زندگی ہونا۔ بارش ہونا۔ ہر قسم کی بلا کا ٹل جانا۔ اللہ تعالیٰ کا مہربان اور مددگار رہنا۔

---

① ابو ہریرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً: ما عاب النبی ﷺ طعاما قط. الحدیث. متفق علیه. [المشکوٰة ص۳٦٤]

②،③ انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً: صوتان ملعونان مزمار عند نغمة ورنة عند مصیبة. البزار [جمع الفوائد ص ۲٤۰] قد بسط العلامة ابن حجر المکی رحمہ اللہ فی الرد علیه فی کتابه کف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع وحکی عدم جوازه عن الائمة الاربعة مالك والشافعی وابی حنیفة واحمد وغیرهم. [ص ۵۰]

④ ابوبکر رضی اللہ عنہ مرفوعاً: ما من قوم یعمل فیهم بالمعاصی، ثم یقدرون علی ان یغیروا، ثم لا یغیرون الا یوشك ان یعمهم الله بعقاب. ابوداود [المشکوٰة ص ٤۳٦]

⑤ لا یسخر قوم من قوم الخ. [الحجرات:۱۱] ⑥ یعنی بے عزت۔ ⑦ ولا تجسسوا. [الحجرات:۱۲]

فرشتوں کو حکم ہونا کہ اس کا دل مضبوط رکھو۔ سچی عزت وآبرو ملنا۔ مرتبے بلند ہونا۔ سب کے دلوں میں اس کی محبت ہو جانا۔ قرآن کا اس کے حق میں شفا ہونا۔ مال کا نقصان ہو جائے تو اس سے اچھا بدلا مل جانا۔ دن بدن نعمت میں ترقی ہونا۔ مال بڑھنا۔ دل میں راحت اور تسلّی رہنا۔ آئندہ نسل میں یہ نفع پہنچنا۔ زندگی میں غیبی بشارتیں[1] نصیب ہونا۔ مرتے وقت فرشتوں کا خوشخبری سنانا، مبارک باد دینا۔ عمر بڑھنا۔ افلاس اور فاقہ سے بچا رہنا۔ تھوڑی چیز میں زیادہ برکت ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا غصّہ جاتا رہنا۔

وضو کا بیان

وضو[2] کرنے والی کو چاہیے کہ وضو کرتے[3] وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے کسی اونچی جگہ بیٹھے کہ چھینٹیں اڑ کر اوپر نہ پڑیں۔ اور وضو شروع کرتے وقت[4] ''بسم اللہ'' کہے۔ اور سب سے پہلے تین[5] دفعہ گٹوں تک ہاتھ دھووے۔ پھر تین[6] دفعہ کلی کرے اور مسواک[7] کرے۔ اگر مسواک نہ ہو تو کسی موٹے کپڑے یا صرف انگلی سے اپنے دانت صاف کر لے کہ سب میل کچیل جاتا رہے اور اگر[8] روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کر کے اچھی طرح سارے منہ میں پانی پہنچاوے اور اگر روزہ ہو تو غرغرہ نہ کرے کہ شاید کچھ پانی حلق میں چلا جائے۔ پھر تین[9] بار ناک میں پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ[10] سے ناک صاف کرے، لیکن جس کا روزہ ہو وہ جتنی دور تک نرم نرم گوشت ہے

---

① خواب میں یا اور کسی طرح۔

② فآداب الوضوء الجلوس فی مکان مرتفع تحرزاً عن الغسالة واستقبال القبلة. [المراقی ص۷۵]

③ وضو کرنے سے پہلے دل میں ارادہ کرے کہ وضو نماز کے لیے کرتی ہوں، بغیر نیت ثواب وضو کا نا ہوگا گو وضو ہو جاوے گا۔

④ والتسمية ابتداء. [المراقی ص٦٦]

⑤ غسل اليدين ثلاثاً الی رسغيه في ابتداء الوضوء سنة. [البحر ۱/٤٢]

⑥ والمضمضة ثلاثاً. [نورالايضاح مع المراقی ص٦٩]

⑦ والسواك في ابتدائه ولو بالاصبع او خرقة خشنة عند فقده. [المراقی ص٦٧]

⑧ ويسن المبالغة في المضمضة وهی ايصال الماء لراس الحلق، والمبالغة في الاستنشاق وهی ايصاله الی ما فوق المارن لغير الصائم، والصائم لا يبالغ فيهما خشية افساد الصوم. [المراقی ص٤١]

⑨ ثم يستنشق كذلك (ای ثلاثا) [الهداية ص۱/٢٦]

⑩ ويستنثر بيده اليسرى. [منية المصلي مع غنية المستملی: ٣٢]

اس سے اوپر پانی نہ لے جاوے۔ پھر تین دفعہ منہ[1] دھوئے۔ سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور اِس کان کی لو سے اُس کان کی لو تک سب جگہ پانی بہہ جائے۔ دونوں ابروؤں کے نیچے بھی پانی پہنچ جاوے، کہیں سوکھا نہ رہے۔ پھر تین بار داہنا ہاتھ کہنی سمیت دھوئے، پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین دفعہ دھوئے۔ اور ایک[2] ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر خلال کرے اور انگوٹھی، چھلّا، چوڑی جو کچھ ہاتھ میں پہنے ہو ہلالیوے[3] کہ کہیں سوکھا نہ رہ جاوے۔ پھر ایک مرتبہ سارے[4] سر کا مسح کرے، پھر کان کا مسح کرے، اندر کی طرف کا کلمہ کی انگلی سے اور کان کے اوپر کی طرف کا انگوٹھوں سے مسح کرے۔ پھر انگلیوں کی پشت کی طرف سے[5] گردن کا مسح کرے، لیکن گلے کا مسح نہ کرے کہ یہ برا[6] اور منع ہے،[7] کان کے مسح کے لیے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے، سر کے مسح سے جو بچا ہوا پانی ہاتھ میں لگا ہے وہی کافی ہے۔ اور تین[8] بار داہنا پاؤں ٹخنے سمیت دھووے، پھر بایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین دفعہ دھوئے اور بائیں[9] ہاتھ کی چھنگلیا سے پیر کی انگلیوں کا خلال کرے۔ پیر کی داہنی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں چھنگلیا پر ختم کرے۔ یہ وضو کرنے کا طریقہ ہے،

---

[1] غسل الوجه وحده طولا من مبدأ سطح الجبهة الى اسفل الذقن وحده عرضاً ما بين شحمتي الاذنين. [نورالايضاح مع المراقي ص۵۸] وتكرار الغسل الى الثلاث سنة. [غنية المستملى ص۲۶] وايصال الماء الى ما تحت الشارب والحاجبين. ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليسرى، ومعلوم ان لكل من اليدين ثلاث غرفات. [حلبي كبير ص۲۳ غسل يديه مع مرفقيه. نورالايضاح مع المراقى ص۵۸]

[2] وتخليل اصابع اليدين بالتشبيك. [الدّر المختار ۱/۲۵۶]

[3] وان يحرك خاتمه ان كان واسعا، وان كان ضيقا ففي ظاهر الرواية لا بد من تحريكه او نزعه ليحصل الاستيعاب. [حلبي كبير ص ۳٤ ملخصا]

[4] ومسح كل راسه مرة واذنيه بمائه يمسحهما بالسبابتين داخلهما.

[5] ويمسح الرقبة بظهور الاصابع. [منية المصلي: ۲۵]

[6] ولا يسن مسح الحلقوم بل هو بدعة. [نورالايضاح ص۷٤]

[7] ومن السنة مسحهما بماء الرأس ولا يأخذ لهما ماء جديدا. [الشامية ۱/۲٦۳]

[8] غسل رجليه مع كعبيه. [نورالايضاح مع المراقى: ص۵۹] ويسن البداءة بالميامن. [المراقى ص۷٤]

[9] يخلل بخنصر يده اليسرى، يبتدئ من خنصر رجله اليمنى من اسفل، ويختم بخنصر رجله اليسرى. [طحطاوى على المراقى: ۷۱]

لیکن اس میں بعضی چیزیں ایسی ہیں کہ اگر اس میں سے ایک بھی چھوٹ جائے یا کچھ کمی رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا، جیسے پہلے بے وضو تھی اب بھی بے وضو رہے گی، ایسی[۱] چیزوں کو فرض کہتے ہیں۔ اور بعضی باتیں ایسی ہیں کہ ان کے چھوٹ جانے سے وضو تو ہو جاتا ہے، لیکن ان کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور شریعت میں ان کے کرنے کی تاکید بھی آئی ہے۔ اگر کوئی اکثر چھوڑ دیا کرے تو گناہ ہوتا ہے، ایسی[۲] چیزوں کو سنت کہتے ہیں۔ اور بعضی چیزیں ایسی ہیں کہ کرنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ کرنے سے کچھ گناہ نہیں ہوتا اور شرع میں ان کے کرنے کی تاکید بھی نہیں ہے، ایسی باتوں[۳] کو مستحب کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱:[۴] وضو میں فرض فقط چار چیزیں ہیں: ایک مرتبہ سارا منہ دھونا، ایک ایک دفعہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا، ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا، ایک ایک مرتبہ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔ بس فرض اتنا ہی ہے اس میں سے اگر ایک چیز بھی چھوٹ جائے گی یا کوئی جگہ بال برابر بھی سوکھی رہ جاوے گی تو وضو نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲:[۵] پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھونا اور ''بسم اللہ'' کہنا اور کلی کرنا۔ اور ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، سارے سر کا مسح کرنا، ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا، کانوں کا مسح کرنا، ہاتھ اور پیروں کی انگلیوں کا خلال کرنا یہ سب باتیں سنت ہیں اور اس کے سوا جو اور باتیں ہیں وہ سب مستحب ہیں۔

مسئلہ ۳:[۶] جب یہ چار عضو جن کا دھونا فرض ہے دُھل جاویں گے تو وضو ہو جاوے گا، چاہے وضو کا قصد ہو یا نہ

---

① المراد بالفرض ههنا ما لا بد منه في الوضوء من حيث كونه ركنا. [عمدة الرعاية ص ٥٤]

② والمراد بالسنة: السنة المؤكدة، وهي التي حكمها انه يثاب فاعلها ويلام تاركها، ويستحق اثما ان اعتاد تركها. [عمدة الرعاية ص ٦٢]

③ وحكمه الثواب على الفعل وعدم اللوم على الترك. [الشامية ١/٢٦٦]

④ فرض الوضوء غسل الوجه مرة وهو ما بين منبت الشعر غالبا واسفل الذقن والاذنين، واليدين مرة بالمرفقين، والرجلين مرة بالكعبين، ومسح ربع الرأس مرة. [غرر ملخصا ص ١٠]

⑤ يسن في الوضوء غسل اليدين الى الرسغين والتسمية والسواك والمضمضة والاستنشاق وتخليل الاصابع وتثليث الغسل واستيعاب الراس بالمسح ومسح الاذنين. [نور الايضاح مع المراقي: ص٦٥ - ٧٢]

⑥ الوضوء بدون النية ليس عبادة، وذلك كأن دخل الماء مدفوعا او مختارا لقصد التبرد اولمجرد ازالة الوسخ. [الشامية ١/٢٣٨]

ہو، جیسے کوئی نہاتے وقت سارے بدن پر پانی بہالیوے اور وضو نہ کرے یا حوض میں گر پڑے یا پانی برستے میں باہر کھڑی ہو جاوے اور وضو کرے، یہ اعضاء دُھل جاویں تو وضو ہو جاوے گا لیکن ثواب وضو کا نہ ملے گا۔

مسئلہ ۴: [1] سنت یہی ہے کہ اسی طرح سے وضو کرے جس طرح ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ اور اگر کوئی الٹا وضو کر لے کہ پہلے پاؤں دھو ڈالے، پھر مسح کرے پھر دونوں ہاتھ دھووے، پھر منہ دھو ڈالے یا اور کسی طرح الٹ پلٹ کر وضو کرے تو بھی وضو ہو جاتا ہے، لیکن سنت کے موافق وضو نہیں ہوتا اور [2] گناہ کا خوف ہے۔

مسئلہ ۵: [3] اسی طرح اگر بایاں ہاتھ بایاں پاؤں پہلے دھویا تب بھی وضو ہو گیا، لیکن مستحب کے خلاف ہے۔

مسئلہ ۶: [4] ایک عضو کو دھو کر دوسرے عضو کے دھونے میں اتنی دیر نہ لگائے کہ پہلا عضو سوکھ جاوے بلکہ اس کے سوکھنے سے پہلے پہلے دوسرا عضو دھو ڈالے۔ اگر پہلا عضو سوکھ گیا، تب دوسرا عضو دھویا تو وضو ہو جائے گا، لیکن یہ بات سنت کے خلاف ہے۔[5]

مسئلہ ۷: [6] ہر عضو کے دھوتے وقت یہ بھی سنت ہے کہ اس پر ہاتھ بھی پھیر لیوے تا کہ [7] کوئی جگہ سوکھی نہ رہے سب جگہ پانی پہنچ جاوے۔

مسئلہ ۸: [8] وقت آنے سے پہلے ہی وضو نماز کا سامان اور تیاری کرنا بہتر اور مستحب ہے۔

---

① ویسن الترتیب سنة مؤکدة في الصحیح وهو کما نص الله تعالیٰ في کتابه. [المراقی ص۷۳]

② یعنی اگر ایسی عادت ڈالے تو گناہ ہوگا۔

③ والبداءة بالمیامن فضیلة لقوله ﷺ: ان الله تعالیٰ یحب التیامن في کل شيء حتی التنعل والترجل. [الهدایة ص۳۳]

④ والولاء بکسر الواو غسل المتأخر أو مسحه قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤه فمضی لطلبه لا بأس به. [الدّر المختار ۱/۲٦٤]

⑤ یعنی قصداً دوسرے عضو کو اتنی دیر میں دھونا خلاف سنت ہے کہ پہلا عضو خشک ہو جاوے۔ اگر ہوا کی تیزی یا گرمی کی شدت سے جلدی خشک ہو جاوے تو اس کا مضائقہ نہیں۔

⑥ ینبغي للمتوضئ في الشتاء ان یبل اعضائه بالماء شبه الدهن، ثم یسیل الماء علیها؛ لأن الماء یتجافی عن الأعضاء في الشتاء. [ردّ المحتار ۱/۲۷۹]

⑦ خصوصاً جاڑوں میں اس کا زیادہ خیال رکھے کہ جاڑے کے موسم میں خشکی زیادہ ہوتی ہے۔

⑧ وتقدیمه علی الوقت لغیر المعذور؛ لأن فیه انتظار الصلوٰة، ومنتظر الصلوٰة کمن هو فیها بالحدیث الصحیح. [الدّر المختار مع الشامیة ۱/۲٦۹]

مسئلہ ۹:[1] جب تک کوئی مجبوری نہ ہو خود اپنے ہاتھ سے وضو کرے، کسی اور سے پانی نہ ڈلوائے اور وضو کرنے میں دنیا کی کوئی[2] بات چیت نہ کرے بلکہ ہر عضو کے دھوتے وقت بسم اللہ اور کلمہ پڑھا کرے۔ اور پانی کتنا ہی فراغت کا کیوں نہ ہو، چاہے دریا کے کنارے پر ہو لیکن تب بھی پانی ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کرے اور نہ پانی میں بہت کمی کرے کہ اچھی طرح دھونے میں دقت ہو، نہ کسی عضو کو تین مرتبہ سے زیادہ دھووے۔ اور منہ[3] دھوتے وقت پانی کا چھینٹا زور سے منہ پر نہ مارے، نہ پھنکار مار کر چھینٹیں اڑاوے اور اپنے منہ اور آنکھوں کو بہت زور سے نہ بند کرے کہ یہ سب باتیں مکروہ اور منع ہیں، اگر آنکھ یا منہ زور سے بند کیا اور پلک یا ہونٹ پر کچھ سوکھا رہ گیا یا آنکھ کے کوئے میں پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا۔

مسئلہ ۱۰:[4] انگوٹھی چھلے چوڑی کنگن وغیرہ اگر ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی ان کے نیچے پانی پہنچ جائے تب بھی ان کا ہلا لینا مستحب ہے۔ اور اگر ایسے تنگ ہوں کہ بغیر ہلائے پانی نہ پہنچنے کا گمان ہو تو ان کو ہلا کر اچھی طرح پانی پہنچا دینا ضروری اور واجب ہے۔ نتھ کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سوراخ ڈھیلا ہے اس وقت تو ہلانا مستحب ہے اور جب تنگ ہو کہ بے پھرائے اور ہلائے پانی نہ پہنچے گا تو منہ دھوتے وقت گھما کر اور ہلا کر پانی اندر پہنچانا واجب ہے۔

---

① وعدم الاستعانة بغيره الا لعذر، وعدم التكلم بكلام الناس، والتسمية عند غسل كل عضو، وكذا الممسوح.[الدّر المختار ۱/۲۷۱] ومكروهه:... والاسراف بان يستعمل الماء فوق حاجة، ومن الاسراف الزيادة على الثلاث. [الدّر مع الشامية ۱/۲۸۱] وفي المنية: وان لا يسرف في الماء وان كان على شط نهر جار. [ص ۳٤]

② یعنی فضول اور بلاضرورت باتیں نہ کرے۔ ضرورت کی بات کا کوئی مضائقہ نہیں۔ (تصحیح الاغلاط)

③ ومكروهه لطم الوجه او غيره بالماء تنزيها. [الدّر المختار ۱/۲۸۰] فيجب غسل المياقي وما يظهر من الشفة عند انضمامها، وكذا لو اغمض عينيه شديداً لا يجوز، لكن نقل العلامة المقدسي في شرحه على نظم الكنز ان ظاهر الرواية الجواز، وأقره في الشرنبلالية تأمل. [الدّر المختار مع الشامية ۱/۲۱۹] وفي المنية: وان لا يضرب وجهه بماء عند الغسل، وان لا ينفخ في الماء وان لا يغمض فاه ولا عينيه تغميضا شديدا، حتى لو بقيت على شفتيه او على جفنيه لمعة لا يجوز وضوؤه [٤٠]

④ وان يحرك خاتمه ان كان واسعا، وان كان ضيقا ففي ظاهر الرواية عن اصحابنا: لا بد من تحريكه او نزعه. هكذا ذكره في المحيط. [المنية ص ۳٤]

مسئلہ ۱۱: [1] اگر کسی کے ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا۔ جب یاد آوے اور آٹا دیکھے تو چھڑا کر پانی ڈال لے اور اگر پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس کو لوٹاوے اور پھر سے پڑھے۔

مسئلہ ۱۲: کسی کے ماتھے پر افشاں [2] چنی ہو اور اوپر اوپر سے پانی بہالیوے کہ افشاں نہ چھوٹنے پاوے تو وضو نہیں ہوتا۔ ماتھے کا سب گوند چھڑا کر منہ دھونا چاہیے۔

مسئلہ ۱۳: [3] جب وضو کر چکے تو سورۃ انا انزلنا [4] اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.

(اے اللہ کر دے مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے اور کر دے مجھ کو (گناہوں سے) پاک ہونے والے لوگوں میں سے اور کر دے مجھ کو اپنے نیک بندوں میں سے اور کر دے مجھ کو ان لوگوں میں سے کہ جن کو (دونوں جہاں میں) کچھ خوف نہیں اور نہ وہ (آخرت میں) غمگین ہوں گے)۔[5]

مسئلہ ۱۴: [6] جب وضو کر چکے تو بہتر ہے کہ دو رکعت [7] نماز پڑھے۔ اس نماز کو جو وضو کے بعد پڑھی جاتی ہے ''تحیۃ الوضوء'' کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کا بڑا ثواب آیا ہے۔

---

① امرأة اغتسلت وقد كان بقي في اظفارها عجين قد جف لم يجز غسلها. [المنية ص ٤٨] وكذا الوضوء ولا فرق بين المرأة والرجل. [حلبي كبير ص٤٨] ② ٹیکے کے تاروں کو باریک کتر کر دولہن وغیرہ کی پیشانی پر لگاتے ہیں، اس کو افشاں کہتے ہیں۔

③ وان يقول عند تمامه او في خلاله: اللهم اجعلني الخ. وان يقول بعد فراغه: "سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت وحدك لا شريك لك استغفرك واتوب اليك واشهد ان محمداً عبدك ورسولك" ناظرا الى السماء وان يقرأ بعد الفراغ سورة "انا انزلنا" مرة او مرتين او ثلاثا. [المنية ص ٣٥ والدر المختار والشامية ١/٢٧٥]

④ حدیث میں ہے کہ جو ایک بار بعد وضو کے سورۂ انا انزلنا پڑھے تو وہ صدیقین سے ہوگا (کنز العمال)، یعنی اس کو بڑا ثواب ملے گا۔

⑤ ترجمہ اصل کتاب میں نہیں تھا، اس مرتبہ عام فائدے کے واسطے لکھوا دیا گیا ہے اور اسی وجہ سے قوس میں دیا گیا ہے۔

⑥ وان يصله بسبحة اى نافلة الا ان يكون في وقت مكروه. [المنية ص ٣٧]

⑦ اس میں یہ ضرور شرط ہے کہ اوقاتِ مکروہہ میں سے کوئی وقت نہ ہو۔ (تصحیح الاغلاط)

مسئلہ ۱۵:[1] اگر ایک وقت وضو کیا تھا، پھر دوسرا وقت آ گیا اور ابھی وضو ٹوٹا نہیں ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور اگر دوبارہ وضو کر لے تو بہت ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ ۱۶:[2] جب ایک دفعہ وضو کر لیا اور ابھی وہ ٹوٹا نہیں تو جب تک اس وضو سے کوئی عبادت نہ کر لے اس وقت تک دوسرا وضو کرنا مکروہ اور منع ہے۔ تو اگر نہاتے وقت کسی نے وضو کیا ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنا چاہیے بغیر اس کے ٹوٹے دوسرا وضو نہ کرے، ہاں اگر کم سے کم دو ہی رکعت نماز اس وضو سے پڑھ چکی ہو تو دوسرا وضو کرنے میں کچھ حرج نہیں بلکہ ثواب ہے۔

مسئلہ ۱۷:[3] کسی کے ہاتھ یا پاؤں پھٹ گئے اور اس میں موم روغن یا اور کوئی دوا بھر لی (اور اس کے نکالنے سے ضرر[4] ہوگا) تو اگر بے اس کے نکالے اوپر ہی اوپر پانی بہا دیا تو وضو درست ہے۔

مسئلہ ۱۸: وضو کرتے وقت ایڑی پر یا کسی اور جگہ پانی نہیں پہنچا اور جب پورا وضو ہو چکا تب معلوم ہوا کہ فلانی جگہ سوکھی ہے تو وہاں پر فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے، بلکہ پانی بہانا چاہیے۔

مسئلہ ۱۹:[5] اگر ہاتھ یا پاؤں وغیرہ میں کوئی پھوڑا ہے یا کوئی اور ایسی بیماری ہے کہ اس پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو پانی نہ ڈالے، وضو کرتے وقت صرف بھیگا ہاتھ پھیر لیوے اس کو ''مسح'' کہتے ہیں۔ اور اگر یہ بھی نقصان کرے تو ہاتھ بھی نہ پھیرے، اتنی جگہ چھوڑ دے۔

مسئلہ ۲۰:[6] اگر زخم پر پٹی بندھی ہو اور پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہو یا پٹی کھولنے باندھنے میں بڑی

---

[1] وان يتوضأ على الوضوء. [المنية ص۳۷]

[2] ومقتضیٰ هذا كراهة، وان تبدل المجلس ما لم يؤد به صلوٰة او نحوها. [الشامية ص۲۵۹] قلت: وههنا كلام طويل من شاء الاطلاع عليه فليرجع الى رد المحتار.

[3] واذا كان برجله شقاق فجعل فيه الشحم: ان كان لا يضره ايصال الماء (الى ما تحته) لا يجوز غسله ووضوؤه، وان كان يضره يجوز. [المنية ص۴۹]

[4] ''اور اس کے نکالنے سے ضرر ہوگا'' کی قید اس مرتبہ اضافہ ہوئی۔ (شبیر علی)

[5] وان كان (الجراحة) على اقله واكثرهُ صحيح، فانه يغسل الصحيح ويمسح على المجروح ان لم يضره المسح. [المنية ص۶۶]

[6] ويجوز مسحها ولو شدت بلا وضوء وغسل دفعا للحرج ويترك المسح كالغسل ان ضر والا لا يترك. [الدّر المختار ۵۱۷/۱]

وقت اور تکلیف ہو تو پٹی کے اوپر مسح کر لینا درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پٹی پر مسح کرنا درست نہیں، پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۲۱: [1] اگر پوری پٹی کے نیچے زخم نہیں ہے تو اگر پٹی کھول کر زخم کو چھوڑ کر اور سب جگہ دھو سکے تو دھونا چاہیے۔ اور اگر پٹی نہ کھول سکے تو ساری پٹی پر مسح کر لیوے، جہاں زخم ہے وہاں بھی اور جہاں زخم نہیں ہے وہاں بھی۔

مسئلہ ۲۲: [2] ہڈی کے ٹوٹ جانے کے وقت بانس کی کھپچیاں رکھ کے ٹکٹھی بنا کر باندھتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹکٹھی نہ کھول سکے ٹکٹھی کے اوپر ہاتھ پھیر لیا کرے۔ اور فصد کی پٹی کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر زخم کے اوپر مسح نہ کر سکے تو پٹی کھول کر کپڑے کی گدی پر مسح کرے اور اگر کوئی کھولنے باندھنے والا نہ ملے تو پٹی ہی پر مسح کر لے

مسئلہ ۲۳: [3] ٹکٹھی اور پٹی وغیرہ میں بہتر تو یہ ہے کہ ساری ٹکٹھی پر مسح کرے اور اگر ساری پر نہ کرے بلکہ آدھی سے زائد پر کرے تو بھی جائز ہے، اگر فقط آدھی یا آدھی سے کم پر کرے تو جائز نہیں۔

مسئلہ ۲۴: [4] اگر ٹکٹھی یا پٹی کھل کر گر پڑے اور زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تو پھر باندھ لیوے اور وہی پہلا مسح باقی ہے، پھر مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر زخم اچھا ہو گیا کہ اب باندھنے کی ضرورت نہیں ہے تو مسح ٹوٹ گیا، اب اتنی جگہ دھو کر نماز پڑھے سارا وضو دہرانا ضروری نہیں ہے۔

---

[1] ويمسح نحو مفتصد وجريح على كل عصابة مع فرجتها في الاصح ان ضره الماء او حلها. ومنه (اى من الضرر) ان لا يمكنه ربطها بنفسه ولا يجد من يربطها. [الدّر المختار ۱/۵۱۸]

[2] وحكم مسح جبيرة وهي عيدان يجبر بها الكسر وخرقة قرحة وموضع فصد وكيّ ونحو ذلك كعصابة جراحة ولو برأسه كغسل لما تحتها الى ان قال: فلا يتوقت ويترك المسح كالغسل ان ضر والا لا يترك، وهو اى مسحها مشروط بالعجز عن نفس الموضع، فان قدر عليه فلا مسح عليها. [الدّر المختار ۱/۵۱۴]

[3] ولا يشترط في مسحها استيعاب وتكرار في الاصح، فيكفي مسح اكثرها مرة، به يفتى. [الدّر المختار ۱/۵۱۹]

[4] والمسح يبطله سقوطها عن برء والا لا، فان سقطت في الصلوٰة استأنفها. [الدّرالمختار ۱/۵۱۹] وان سقطت الجبيرة عن غير برء لا يبطل المسح؛ لأن العذر قائم، والمسح عليها كالغسل لما تحتها ما دام العذر باقيا، وان سقطت عن برء بطل لزوال العذر، وان كان في الصلوٰة استقبل؛ لأنه قدر على الاصل قبل حصول المقصود بالبدل. [الهداية ۱/۱۰۹]

وضو کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

مسئلہ ۱:[1] پاخانہ پیشاب اور ہوا جو پیچھے سے نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر آگے کی راہ سے ہوا نکلے جیسا کہ کبھی بیماری سے ایسا ہو جاتا ہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر آگے یا پیچھے سے کوئی کیڑا جیسے کینچوا یا کنکری وغیرہ نکلے تو بھی وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ ۲:[2] اگر کسی کے کوئی زخم ہوا اس میں سے کیڑا نکلے، یا کان سے نکلا، یا زخم میں سے کچھ گوشت کٹ کے گر پڑا اور خون نہیں نکلا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۳:[3] اگر کسی نے فصد لی یا نکسیر پھوٹی یا چوٹ لگی اور خون نکل آیا یا پھوڑے پھنسی یا بدن بھر میں اور کہیں سے خون نکلا یا پیپ نکلی تو وضو جاتا رہا۔ البتہ اگر زخم کے منہ ہی پر رہے، زخم کے منہ سے آگے نہ بڑھے تو وضو نہیں گیا۔ تو اگر کسی کے سوئی چبھ گئی اور خون نکل آیا لیکن بہا نہیں ہے تو وضو نہیں ٹوٹا اور جو ذرا بھی بہہ پڑا ہو تو وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ ۴:[4] اگر کسی نے ناک سنکی اور اس میں جمے ہوئے خون کی پھٹکیاں نکلیں تو وضو نہیں گیا۔ وضو جب ٹوٹتا ہے کہ پتلا خون نکلے اور بہہ پڑے۔ سو اگر کسی نے اپنی ناک میں انگلی ڈالی، پھر جب اسکو نکالا تو انگلی میں خون کا دھبہ

---

① المعاني الناقضة للوضوء كل ما خرج من السبيلين، وان خرج من قبل الرجل والمرأة ريح منتنة، الصحيح انه لا ينقض وان خرج من المفضاة يجب عليها الوضوء، وذكر في جامع قاضي خان: انه يستحب لها أن تتوضأ، وكذا الدودة والحصاة اذا خرج من احد هذين الموضعين ففيهما الوضوء. [المنية ص١٢٥]

② وان خرج الدودة من الفم او الأذن او من الجراحة لا ينتقض. [المنية ص١٢٦] ولا خروج دودة من جرح او أذن او أنف او فم، وكذا لحم سقط منه. [الدّر المختار ١/٢٨٨]

③ واما الدم ونحوه اذا خرج من البدن: ان سال بنفسه نقض والا فلا. وعلى هذا مسائل: منها نفطة قشرت فسال منها ماء او دم او صديد، ان سال عن رأس الجرح ينقض وان لم يسل لا ينقضه. [المنية ص١٣٠]

④ رجل انتثر فسقطت من انفه كتلة دم لم ينتقض وضوؤه، وان قطرت انتقض. [المنية ص١٣٦] ثم المراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور، وفي غيرهما عين السيلان ولو بالقوة لما قالوا: لو مسح الدم كلما خرج، ولو تركه لسال نقض، والا لا، كما لو سال في باطن عين او جرح او ذكر ولم يخرج. [الدّر المختار ١/٢٨٦]

معلوم ہوا لیکن وہ خون بس اتنا ہی ہے کہ انگلی میں تو ذرا سا لگ جاتا ہے لیکن بہتا نہیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ ۵:① کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا وہ ٹوٹ گیا یا خود اس نے توڑ دیا اور اس کا پانی بہہ کر آنکھ میں تو پھیل گیا لیکن آنکھ کے باہر نہیں نکلا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا اور اگر آنکھ کے باہر پانی نکل پڑا تو وضو ٹوٹ گیا۔ اسی طرح اگر کان کے اندر دانہ ہو اور وہ ٹوٹ جائے تو جب تک خون پیپ سوراخ کے اندر اس جگہ تک رہے جہاں پانی پہنچانا غسل کرتے وقت فرض نہیں ہے تب تک وضو نہیں جاتا۔ اور جب ایسی جگہ پر آجاوے جہاں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جاوے گا۔

مسئلہ ۶:② کسی نے اپنے پھوڑے یا چھالے کے اوپر کا چھلکا نوچ ڈالا اور اس کے نیچے خون یا پیپ دکھلائی دینے لگا لیکن وہ خون پیپ اپنی جگہ پر ٹھہرا ہے، کسی طرف نکل کے بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا اور جو بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ ۷:③ کسی کے پھوڑے میں بڑا گہرا گھاؤ ہو گیا تو جب تک خون پیپ اس گھاؤ کے سوراخ کے اندر ہی اندر ہے باہر نکل کر بدن پر نہ آوے اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ ۸:④ اگر پھوڑے پھنسی کا خون آپ سے نہیں نکلا بلکہ اس نے دبا کے نکالا ہے، تب بھی وضو ٹوٹ جاوے گا جب کہ وہ خون بہہ جائے۔

مسئلہ ۹:⑤ کسی کے زخم سے ذرا ذرا خون نکلنے لگا، اس نے اس پر مٹی ڈال دی یا کپڑے سے پونچھ لیا۔ پھر ذرا سا نکلا، پھر اس نے پونچھ ڈالا۔ اس طرح کئی دفعہ کیا کہ خون بہنے نہ پایا تو دل میں سوچے، اگر ایسا معلوم ہو کہ اگر پونچھا نہ جاتا تو بہہ پڑتا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر ایسا ہو کہ پونچھا نہ جاتا تب بھی نہ بہتا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

---

① مسئلہ نمبر ۳ باب ہذا دیکھو۔

②، ③ مسئلہ نمبر ۳ باب ہذا کے ضمن میں گذر گیا۔

④ والمخرج بعصر والخارج بنفسه سيآن في حكم النقض على المختار. [الدّر المختار ۱/۲۸۸]

⑤ وان مسح الدم عن راس الجرح بقطنة ثم خرج فمسح ثم وثم أو القى التراب عليه ينظر، ان كان بحال لو تركه لسال ينتقض والا فلا. [المنية ص۱۳۲]

مسئلہ ۱۰: کسی کے تھوک میں خون معلوم ہوا تو اگر تھوک میں خون بہت کم ہے اور تھوک کا رنگ سپیدی یا زردی مائل ہے تو وضو نہیں گیا اور اگر خون زیادہ یا برابر ہے اور رنگ سرخی مائل ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔[۱]

مسئلہ ۱۱: اگر دانت سے کوئی چیز کاٹی اور اس چیز پر خون کا دھبہ معلوم ہوا یا دانت میں خلال کیا اور خلال میں خون کی سرخی دکھائی دی لیکن تھوک میں بالکل خون کا رنگ معلوم نہیں ہوتا تو وضو نہیں ٹوٹا۔[۲]

مسئلہ ۱۲: کسی نے جونک لگوائی اور جونک میں اتنا خون بھر گیا کہ اگر بیچ سے کاٹ دو تو خون بہہ پڑے تو وضو جاتا رہا، اور جو اتنا نہ پیا ہو بلکہ بہت کم پیا ہو تو وضو نہیں ٹوٹا۔ اور اگر مچھر، مکھی یا کھٹمل نے خون پیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔[۳]

مسئلہ ۱۳: کسی کے کان میں درد ہوتا ہے اور پانی نکلا کرتا ہے تو یہ پانی جو کان سے بہتا ہے نجس ہے اگرچہ کچھ پھوڑا یا پھنسی نہ معلوم ہوتی ہو۔ پس اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے گا جب کان کے سوراخ سے نکل کر اس جگہ تک آ جاوے جس کا دھونا غسل کرتے وقت فرض ہے۔ اسی طرح اگر ناف سے پانی نکلے اور درد بھی ہوتا ہو تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جاوے گا۔ ایسے ہی اگر آنکھیں دکھتی ہوں اور کھٹکتی ہوں تو پانی بہنے اور آنسو نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر آنکھیں نہ دکھتی ہوں نہ اس میں کچھ کھٹک ہو تو[۵] آنسو نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔[۴]

---

① ولو بزق وفي بزاقه دم، ان كان البزاق غالباً فلا وضوء عليه، وان كان الدم غالباً فعليه الوضوء، وان استويا يتوضأ احتياطاً. [المنية ص ۱۳۲] وينقضه دم غلب على البزاق أو ساواه ويعلم باللون، فالاصفر مغلوب، وقليل الحمرة مساو، وشديدها غالب. [نور الايضاح والمراقی ملخصاً ص ۹۰]

② ولو عض شيئا فرأى اثر الدم عليه فلا وضوء عليه، وقال بعض المشايخ: ينبغي ان يضع كمه او اصبعه في ذلك الموضع فينظر ان وجد الدم فيه نقض والا فلا. [المنية ص۱۳۲]

③ و كذا ينقضه علقة مصّت عضوا وامتلأت من الدم، ومثلها القراد ان كان كبيرا؛ لأنه حينئذ يخرج منه دم مسفوح سائل وإلا تكن العلقة والقراد كذلك لا ينقض كبعوض وذباب. وقال الشامی تحت قوله: "وامتلأت" كذا في الخانية، وقال: لأنها لو شقت يخرج منها دم سائل. والظاهر ان الامتلاء غير قيد؛ لان العبرة للسيلان. [ردّ المحتار ۲۹۲/۱]

④ كما لا ينقض لو خرج من اذنه ونحوها كعينه وثديه قيح ونحوه كصديد وماء سرة وعين لا بوجع وان خرج به اى بوجع نقض؛ لأنه دليل الجرح فدمعٌ من بعينيه رمد او عمش ناقض، فان استمر صار ذا عذر، والناس عنه غافلون. [الدّر المختار ۳۰۵/۱]

⑤ مطلب یہ ہے کہ جب پانی آنکھ کے مرض کی وجہ سے نکلے تب وضو ٹوٹے گا اور اگر آنکھ نہ دکھتی ہو اور نزلہ کی وجہ سے آنکھ سے پانی بہے تو =

مسئلہ ۱۴:[1] اگر چھاتی سے پانی نکلتا ہے اور درد بھی ہوتا ہے تو وہ بھی نجس ہے، اس سے وضو جاتا رہے گا اور اگر درد نہیں ہے تو نجس نہیں ہے اور اس سے وضو بھی نہ ٹوٹے گا۔

مسئلہ ۱۵:[2] اگر قے ہوئی اور اس میں کھانا یا پانی یا پت گرے تو اگر منہ بھر قے ہوئی ہو تو وضو ٹوٹ گیا اور بھر منہ قے نہیں ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا، اور بھر منہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مشکل سے منہ میں رکے۔ اور اگر قے میں نرا بلغم گرا تو وضو نہیں گیا چاہے جتنا ہو، بھر منہ ہو چاہے نہ ہو، سب کا ایک حکم ہے۔ اور اگر قے میں خون گرے تو اگر پتلا اور بہتا ہوا ہو تو وضو ٹوٹ جاوے گا، چاہے کم ہو چاہے زیادہ، بھر منہ ہو یا نہ ہو۔ اور اگر جما ہوا ٹکڑے ٹکڑے گرے اور بھر منہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر کم ہو تو وضو نہ جاوے گا۔

مسئلہ ۱۶:[3] اگر تھوڑی تھوڑی کر کے کئی دفعہ قے ہوئی، لیکن سب ملا کر اتنی ہے کہ اگر ایک دفعہ میں گرتی تو بھر منہ ہو جاتی، تو اگر ایک ہی متلی برابر باقی رہی اور تھوڑی تھوڑی قے ہوتی رہی تو وضو ٹوٹ گیا۔ اور اگر ایک ہی متلی برابر نہیں رہی بلکہ پہلی دفعہ کی متلی جاتی رہی تھی اور جی اچھا ہو گیا تھا، پھر دہرا کر متلی شروع ہوئی اور تھوڑی قے ہو گئی، پھر جب یہ متلی جاتی رہی تو تیسری دفعہ پھر متلی شروع ہو کر قے ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۱۷:[4] لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے سو گئی اور ایسی غفلت ہو گئی کہ اگر وہ ٹیک نہ

= وضو نہ ٹوٹے گا اور مشہور قول یہی ہے، مگر تحقیق یہ ہے کہ اگر آنکھ سے پانی کسی زخم کی وجہ سے نکلے خواہ وہ زخم ظاہر میں معلوم ہوتا ہو یا کسی مسلمان دیندار طبیب کی تشخیص سے معلوم ہوا ہو تب تو اس پانی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاوے گا، ورنہ نہیں۔

(۱) مسئلہ نمبر ۱۲ میں دیکھو باب ہذا کے۔

(۲) واما القيء إذا كان ملأ الفم ينقض الوضوء، سواء كان ذلك طعاما او ماء او مرة، فان كان بلغما لا ينقض الوضوء عند ابي حنيفة ومحمد، سواء نزل من الرأس او صعد من الجوف، وان قاء دما: ان كان سائلا نزل من الرأس ينقض اتفاقاً، وان كان علقاً لا ينقض. وان صعد من الجوف ان كان علقاً لا ينتقض الا أن يملأ الفم، وان كان سائلا فعلى قول ابي حنيفة ينقض وان لم يكن ملأ الفم، وعند محمد: لا ينتقض ما لم يكن ملأ الفم. [منية المصلّى مع حلبى ص ۱۳۰]

(۳) وان قاء طعاما قليلا: ان اتحد المجلس يجمع عند ابي يوسف، وقال محمد: ان اتحد السبب يجمع والا فلا، وتفسير اتحاد السبب أنه اذا قاء ثانيا قبل سكون النفس عن الغثيان والهيجان. [المنية ص ۱۳۰]

(۴) وينقضه حكما نوم يزيل مسكته بحيث تزول مقعدته من الأرض، وهو النوم على احد جنبيه او وركيه اوقفاه او وجهه، =

ہوتی تو گر پڑتی تو وضو جاتا رہا۔ اور اگر نماز میں بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے سوجاوے تو وضو نہیں گیا۔ اور اگر سجدے[1] میں سوجائے[2] تو وضو ٹوٹ جاوے گا۔

مسئلہ ۱۸:[3] اگر نماز سے باہر بیٹھے بیٹھے سووے اور اپنا چوتڑ ایڑی سے دبالیوے اور دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک بھی نہ لگاوے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ ۱۹:[4] بیٹھے ہوئے نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ گر پڑی تو اگر گر کے فوراً ہی آنکھ کھل گئی ہو تو وضو نہیں گیا۔ اور جو گرنے کے ذرا بعد آنکھ کھلی ہو تو وضو جاتا رہا۔ اور اگر بیٹھی جھومتی رہی گری نہیں تب بھی وضو نہیں گیا۔

مسئلہ ۲۰:[5] اگر بے ہوشی ہوگئی یا جنون سے عقل جاتی رہی تو وضو جاتا رہا، چاہے بے ہوشی اور جنون تھوڑی ہی دیر رہا ہو۔ ایسے ہی اگر تمباکو وغیرہ کوئی نشہ کی چیز کھالی اور اتنا نشہ ہوگیا کہ اچھی طرح چلا نہیں جاتا اور قدم ادھر ادھر بہکتا اور ڈگمگاتا ہے تو بھی وضو جاتا رہا۔

مسئلہ ۲۱:[6] اگر نماز میں اتنے زور سے ہنسی نکل گئی کہ اس نے آپ بھی اپنی آواز سن لی اور اس کے پاس والیوں[7]

=وان لا یزل مسکنہ لا ینقض، وان تعمدہ في الصلوٰۃ او غیرھا علی المختار کالنوم قاعدا ولو مستندا الی ما لو ازیل لسقط علی المذھب، وساجداً علی الھیئۃ المسنونۃ علی المعتمد، قال العلامۃ الشامی تحت قولہ: "ساجدا": وکذا قائماً وراکعاً بالاولی، والھیئۃ المسنونۃ بأن یکون رافعاً بطنہ عن فخذیہ مجافیا عضدیہ عن جنبیہ، وظاھرہ ان المراد الھیئۃ المسنونۃ في حق الرجل لا المرأۃ. [الشامیۃ ۱/۱٤٦]

① یہ حکم عورتوں کا ہے، اور اگر مرد سجدہ میں سووے تو وضو نہیں ٹوٹتا جب کہ اسی طرح سجدہ کرے جس طرح مردوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہے۔

② مطلب یہ ہے کہ جس طرح عورتوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہے اگر وہ اس طرح سجدہ کریں اور اس میں سوجاویں تو وضو ٹوٹ جاوے گا۔

③ وان نام قاعدا او واضعا الیتیہ علی عقبیہ او واضعا بطنہ علی فخذیہ لا ینتقض وضوؤہ. [منیۃ المصلی ۱۳۹]

④ ولو نام قاعدا یتمایل فسقط ان انتبہ حین سقط فلانقض، بہ یفتی. کذا في الخلاصۃ، وقیل: ان ارتفعت مقعدتہ قبل انتباھہ نقض وان لم یسقط، وفي الخانیۃ عن شمس الأئمۃ الحلوانی: أنہ ظاھر المذھب، وعلیہ مشی في نور الایضاح، قال في شرح المنیۃ: والأول أولی (رد المحتار) وفیہ: اما لو استقرثم انتبہ نقض؛ لأنہ وجد النوم مضطجعا. [الدّر المختار مع الشامیۃ ۱/۲۹۸]

⑤ وینقضہ اغماء ومنہ الغشي وجنون وسکر بان یدخل في مشیہ تمایل وبأکل الحشیشۃ. [الدّر المختار ۱/۳۰۰]

⑥ وکذا القھقھۃ فی کل صلوٰۃ ذات رکوع وسجود ینقض الوضوء والصلوٰۃ جمیعا، سواء کان عامدا او ناسیا. وان قھقہ في صلوٰۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ وسجدۃ السھو لا ینتقض وضوؤہ، وان قھقہ الصبی في صلوتہ لا ینتقض وضوؤہ. [منیۃ المصلّی ص ۱٤۱]

⑦ عبارت "والیوں نے بھی" سے "والیاں سن لیتی ہیں" تک پہلے حاشیہ میں تھی، اب داخلِ متن کی گئی۔ (شبیر علی)

نے بھی سب نے سن لی، جیسے کھل کھلا کر ہنسنے میں سب پاس والیاں سن لیتی ہیں اس سے بھی وضو ٹوٹ گیا اور نماز بھی ٹوٹ گئی۔ اور اگر ایسا[1] ہو کہ اپنے کو تو آواز سنائی دیوے، مگر سب پاس والیاں نہ سن سکیں اگر چہ[2] بہت ہی پاس والی سن لے اس سے نماز ٹوٹ جاوے گی وضو نہ ٹوٹے گا۔ اور اگر ہنسی میں فقط دانت کھل گئے اور آواز بالکل نہیں نکلی تو نہ وضو ٹوٹا نہ نماز گئی۔ البتہ اگر چھوٹی لڑکی جو ابھی جوان نہ ہوئی ہو زور سے نماز میں ہنسے یا سجدۂ تلاوت میں بڑی عورت کو ہنسی آوے تو وضو نہیں جاتا۔ ہاں وہ سجدہ اور نماز جاتی رہے گی جس میں ہنسی آئی۔

نوٹ: مسئلہ نمبر ۲۲ تا ۲۵، ص ۱۲۴ پر درج کیا گیا۔

مسئلہ ۲۶:[3] وضو کے بعد ناخن کٹاوے یا زخم کے اوپر کی مردار کھال نوچ ڈالی تو وضو میں کوئی نقصان نہیں آیا، نہ تو وضو کے دہرانے کی ضرورت ہے اور نہ اتنی جگہ کے پھر تر کرنے کا حکم ہے۔

مسئلہ ۲۷:[4] وضو کے بعد کسی کا ستر دیکھ لیا یا اپنا ستر کھل گیا یا ننگی ہو کر نہائی اور ننگے ہی وضو کیا تو اسکا وضو درست ہے، پھر وضو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ بدون لاچاری کے کسی کا ستر دیکھنا یا اپنا دکھلانا گناہ کی بات ہے۔

مسئلہ ۲۸:[5] جس چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ چیز نجس ہوتی ہے اور جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں، تو اگر ذرا سا خون نکلا کہ زخم کے منہ سے بہا نہیں یا ذرا سی قے ہوئی بھر منہ نہیں ہوئی[6] اور اس میں کھانا یا

---

① والضحك يبطل الصلوٰة ولا يبطل الطهارة، والتبسم لا يبطل الصلوٰة ولا الطهارة. [الهندية ١/٣٠١] وقهقهة بالغ ولو امرأة سهواً يقظان، فلا يبطل وضوء صبي ونائم بل صلوتهما، به يفتى. [الدّر المختار مختصراً ١/٣٠١]

② لفظ "اگر چہ" سے "سن لے" تک پہلے حاشیہ میں تھا، اب داخلِ متن کیا گیا۔ (شبیر علی)

③ ولو حلق الشعر أو قلم الاظفار بعد ما توضأ لا يجب عليه اعادة الوضوء ولا امرار الماء عليه. [منية المصلّى ص ١٤٥] وفي الدر المختار: ولا يعاد الوضوء بل ولا بلّ المحل بحلق رأسه ولحيته كما لا يعاد الغسل للمحلّ ولا الوضوء بحلق شاربه وحاجبه وقلم ظفره وكشط جلده. [١/١٥٠]

④ قال النبي ﷺ: ان الله حيي ستير يحب الحياء والتستر، فاذا اغتسل احدكم فليستتر. [كبيرى ص ٥١]

⑤ وكل ما ليس بحدث أصلاً كقيء قليل ودم لو ترك لم يسل ليس بنجس عند الثاني، وهو الصحيح رفقا بأصحاب القروح خلافا لمحمد، وفي الجوهرة: يفتى بقول محمد لو المصاب مائعاً اي كالماء ونحوه. امافي الثياب والأبدان فيفتى بقول ابى يوسف. [الدّر المختار والشامية ١/٣٠٩]

⑥ لفظ "اور اس میں" سے "خون نکلا" تک پہلے حاشیہ میں تھا، اب اس کو داخلِ متن کیا گیا۔ (شبیر علی)

پانی یا پت یا جما ہوا خون نکلا تو یہ خون اور یہ قے نجس نہیں ہے۔ اگر کپڑے یا بدن میں لگ جاوے اس کا دھونا واجب نہیں۔ اور اگر بھر منہ قے ہوئی اور خون زخم سے بہہ گیا تو وہ نجس ہے اس کا دھونا واجب ہے، اور اگر اتنی قے کر کے کٹورے یا لوٹے کو منہ لگا کر کے کلی کے واسطے پانی لیا تو وہ برتن ناپاک ہو جاوے گا، اس لیے چلّو سے پانی لینا چاہیے۔

مسئلہ ۲۹: ① چھوٹا لڑکا جو دودھ ڈالتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بھر منہ نہ ہو تو نجس نہیں ہے اور جب بھر منہ ہو تو نجس ہے۔ اگر بے اس کے دھوئے نماز پڑھے گی تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ ۳۰: ② اگر وضو کرنا تو یاد ہے اور اس کے بعد وضو ٹوٹنا اچھی طرح یاد نہیں کہ ٹوٹا ہے یا نہیں ٹوٹا تو اس کا وضو باقی سمجھا جاوے گا۔ اسی سے نماز درست ہے، لیکن وضو پھر کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۳۱: ③ جس کو وضو کرنے میں شک ہوا کہ فلانا عضو دھویا یا نہیں تو وہ عضو پھر دھو لینا چاہیے اور اگر وضو کر چکنے کے بعد شک ہوا تو کچھ پرواہ نہ کرے، وضو ہو گیا۔ البتہ اگر یقین ہو جاوے کہ فلانی بات رہ گئی ہے تو اس کو کر لیوے۔

مسئلہ ۳۲: ④ بے وضو قرآن مجید کا چھونا درست نہیں ہے، ہاں! ⑤ اگر ایسے کپڑے سے چھولے جو بدن سے جدا ہو تو درست ہے۔ دوپٹہ یا کُرتے کے دامن سے جب کہ اس کو پہنے اوڑھے ہوئے ہو چھونا درست نہیں۔ ہاں! اگر

---

① وينقضه قيء ملأ فاه من مرة اوطعام اوماء اذا وصل الى معدته وان لم يستقر، وهو نجس مغلظ ولو من صبي ساعة ارتضاعه، هو الصحيح. [الدّر المختار بحذف ١/٢٩٠]

② ولو ايقن بالطهارة وشك بالحدث أو بالعكس اخذ باليقين. [الدّر المختار ١/٣١٠]

③ شك في بعض (اعضاء) وضوئه اعاد ما شك فيه لوفي خلاله ولم يكن الشك عادة له، وان لم يكن في خلاله بل كان بعد الفراغ منه، وان كان اول ما عرض له الشك او كان الشك عادة له، وان كان في خلاله فلا يعيد شيئا قطعا للوسوسة عنه. [الدّر المختار والشامية ١/٣٠٩]

④ ويحرم به اى بالاكبر وبالاصغر مس مصحف، اى ما فيه آية كدرهم وجدار الابغلاف متجاف، ولا يكره النظر الى القرآن لجنب وحائض ونفساء. [الدّر المختار بحذف ١/٣٤٧-٣٤٩]

⑤ لفظ ''ہاں اگر'' سے لفظ ''چھونا درست ہے'' تک عبارت اس مرتبہ اضافہ ہوئی۔ (شبیر علی)

اترا ہوا ہو تو اس سے چھونا درست ہے۔ اور زبانی پڑھنا درست ہے۔ اور اگر کلامِ مجید کھلا ہوا رکھا ہے اور اس کو دیکھ دیکھ کے پڑھا لیکن ہاتھ نہیں لگایا یہ بھی درست ہے۔ اسی طرح بے وضو ایسے تعویذ اور ایسی تشتری کا چھونا بھی درست نہیں ہے جس میں قرآن کی آیت لکھی ہو، خوب یاد رکھو۔

معذور[1] کے احکام

مسئلہ:[2] جس کو ایسی نکسیر پھوٹی ہو کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، یا کوئی ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے کوئی ساعت بہنا بند نہیں ہوتا، یا پیشاب کی بیماری ہے کہ ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہے اتنا وقت نہیں ملتا کہ طہارت سے نماز پڑھ سکے[3] تو ایسے شخص کو معذور کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے، جب تک وہ وقت رہے گا تب تک اس کا وضو باقی رہے گا۔ البتہ جس بیماری میں مبتلا ہے اس کے سوا اگر کوئی اور بات ایسی پائی جاوے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو جاتا رہے گا اور پھر سے کرنا پڑے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ایسی نکسیر پھوٹی کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، اس نے ظہر کے وقت وضو کرلیا تو جب تک ظہر کا وقت رہے گا نکسیر کے خون کی وجہ سے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا۔ البتہ اگر پاخانہ پیشاب گئی یا سوئی چبھ گئی اس سے خون نکل پڑا تو وضو جاتا رہا، پھر وضو کرے۔ جب یہ وقت چلا گیا، دوسری نماز کا وقت آگیا تو اب دوسرے وقت دوسرا وضو کرنا

---

[1] نوٹ: پہلے یہ احکام استحاضہ کے بیان میں حصہ دوم بہشتی زیور میں تھے۔ اس مرتبہ چونکہ استحاضہ کے احکام الگ کیے گئے، لہٰذا ان کو بمناسبت وضو یہاں لایا گیا۔ (شبیر علی)

[2] وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه امساكه او استطلاق بطن او انفلات ريح او استحاضة اوبعينه رمد اوعمش اوغرب، و كذا كل ما يخرج بوجع ولو من أذن وثدى وسرة ان استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة بأن لا يجد في جميع وقتها زمنا يتوضأ ويصلي فيه خاليا عن الحدث (ولو حكما)؛ لأن الانقطاع اليسير ملحق بالعدم. وهذا شرط العذر في حق الابتداء، وفي حق البقاء كفىٰ وجوده في جزء من الوقت ولو مرة، وفي حق الزوال يشترط استيعاب الانقطاع تمام الوقت حقيقة؛ لأنه الانقطاع الكامل، وحكمه الوضوء لا غسل ثوبه ونحوه لكل فرض، اللام للوقت كما في "لدلوك الشمس" ثم يصلّي به فرضا ونفلا، فدخل الواجب بالاولى، فاذا خرج الوقت بطل. [الدّر المختار ۱/۵۵۳]

[3] یعنی نماز فرض اور نماز واجب جو بہت لمبی نہ ہو ایسے وضو سے نہیں ادا کر سکتی جس میں فقط فرض اعضاء دھوئے جاویں۔

چاہیے۔ اسی طرح ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے اور اس وضو سے فرض نفل جو نماز چاہے پڑھے۔

مسئلہ ۲:[1] اگر فجر کے وقت وضو کیا تو آفتاب نکلنے کے بعد اس وضو سے نماز نہیں پڑھ سکتی دوسرا وضو کرنا چاہیے، اور جب آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے۔ ظہر کے وقت نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جب عصر کا وقت آوے گا تب نیا وضو کرنا پڑے گا۔ ہاں اگر کسی اور وجہ سے ٹوٹ جاوے تو یہ اور بات ہے۔

مسئلہ ۳:[2] کسی کے ایسا زخم تھا کہ ہر دم بہا کرتا تھا اس نے وضو کیا، پھر دوسرا زخم پیدا ہوگیا اور بہنے لگا تو وضو ٹوٹ گیا، پھر سے وضو کرے۔

مسئلہ ۴:[3] آدمی معذور جب بنتا ہے اور یہ حکم اس وقت لگاتے ہیں کہ پورا ایک وقت اسی طرح گذر جاوے کہ خون برابر بہا کرے اور اتنا بھی وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز طہارت سے پڑھ سکے۔ اگر اتنا وقت مل گیا کہ اس میں طہارت سے نماز پڑھ سکتی ہے تو اس کو معذور نہ کہیں گے اور جو حکم ابھی بیان ہوا ہے اس پر نہ لگاویں گے۔ البتہ جب پورا ایک وقت اسی طرح گذر گیا کہ اس کو طہارت سے نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا، یہ معذور ہوگئی، اب اس کا وہی حکم ہے کہ ہر وقت نیا وضو کرلیا کرے۔ پھر جب دوسرا وقت آوے تو اس میں ہر وقت خون کا بہنا شرط نہیں ہے بلکہ وقت بھر میں اگر ایک دفعہ بھی خون آجایا کرے، اور سارے وقت بند رہے تو بھی معذور باقی رہے گی۔ ہاں اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گذر جاوے جس میں خون بالکل نہ آوے تو اب معذور نہیں رہی، اب اس کا حکم یہ ہے کہ جے دفعہ خون نکلے گا وضو ٹوٹ جاوے گا۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو۔

---

① فاذا خرج الوقت بطل. [الدّر المختار ۱/۵۵۳] فان (توضؤوا حین تطلع الشمس أجزأهم حتی یذهب وقت الظهر) هذا عند ابی حنیفة ومحمد، وقال ابو یوسف وزفر: أجزأهم حتی یدخل وقت الظهر. [الهدایة ۱/۱۲۱]

② والمعذور انما تبقی طهارته فی الوقت بشرطین: اذا توضأ لعذره ولم یطرأ علیه حدث آخر، أما اذا توضأ لحدث آخر وعذره منقطع ثم سال، او توضأ لعذره ثم طرأ علیه حدث آخر بأن سال احد منخریه او جرحیه او قرحتیه ولو من جدری، ثم سال الآخر، فلا تبقی طهارته. [الدرّ المختار ۱/۵۵۸]

③ مسئلہ نمبر ا باب ہذا میں گذر چکا ہے۔

مسئلہ ۵:[1] ظہر کا وقت کچھ ہولیا تھا تب زخم وغیرہ کا خون بہنا شروع ہوا تو اخیر وقت[2] تک انتظار کرے، اگر بند ہو جاوے تو خیر، نہیں تو وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ پھر اگر عصر کے پورے وقت میں اسی طرح بہا کہ نماز پڑھنے کی مہلت نہیں ملی تو اب عصر کا وقت گذرنے کے بعد معذور ہونے کا حکم لگادیں گے۔ اور اگر عصر[3] کے وقت کے اندر ہی اندر بند ہو گیا تو وہ معذور نہیں ہے، جو نمازیں اتنے وقت میں پڑھی ہیں وہ درست نہیں ہوئیں پھر[4] سے پڑھے۔

مسئلہ ۶:[5] ایسی معذور نے پیشاب پاخانہ کی وجہ سے وضو کیا اور جس وقت وضو کیا تھا اس وقت خون بند تھا، جب وضو کر چکی تب خون آیا تو اس خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاوے گا۔ البتہ جو وضو نکسیر وغیرہ کے سبب کیا ہے خاص وہ وضو نکسیر کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ ۷:[6] اگر یہ خون کپڑے وغیرہ میں لگ جاوے تو دیکھو! اگر ایسا ہو کہ نماز ختم کرنے سے پہلے ہی پھر لگ جاوے گا تو اس کا دھونا واجب نہیں ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اتنی جلدی نہ بھرے گا بلکہ نماز طہارت سے ادا ہو جاوے گی تو دھوڈالنا واجب ہے۔ اگر ایک[7] روپے سے بڑھ جاوے تو بے دھوئے ہوئے نماز نہ ہوگی۔

---

① ولو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر الى آخره، فان لم ينقطع يتوضأ ويصلي، ثم ان انقطع في اثناء الوقت الثاني يعيد تلك الصلوة، وان استوعب الوقت الثاني لا يعيد؛ لثبوت العذر حينئذ من وقت العروض. [ردّ المحتار ۱/۵۵۵]

② یعنی جب تک کہ اتنا وقت باقی رہے جس میں وضو کے فرائض ادا کر کے چار فرض پڑھ سکے انتظار کرے۔

③ عصر کے وقت بھی غیر مکروہ وقت تک انتظار کرے۔ اگر جب بھی بہنا بند نہ ہو تو وضو کر کے نماز پڑھ لے، پھر اگر وقت ہی کے اندر بہنا بند ہو گیا گو وہ وقت مکروہ ہو تو یہ شخص معذور نہ ہوگا اور وقت کی نماز جو پڑھ لی ہے قضا کرنی ہوگی اگر اتنا وقت اب نہیں رہا کہ فرائض وضو ادا کر کے نماز ادا کر سکے۔

④ اگر نفل یا سنت پڑھی ہوں تو ان کی قضا واجب نہیں۔

⑤ مسئلہ نمبر ۳ باب ہذا میں دیکھو۔

⑥ وان سال على ثوبه فوق الدرهم جاز له ان لا يغسله ان كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها اى الصلوة، والّا يتنجس قبل فراغه فلا يجوز ترك غسله، هو المختار للفتوى. [الدّر المختار ۱/۵۵٦]

⑦ پہلے ایک روپیہ کی برابر غلطی سے لکھا گیا تھا اور روپیہ سے بڑھ جانے کے یہ معنی ہیں کہ روپیہ کے برابر جگہ سے زیادہ جگہ گھیرے۔

غسل کا بیان

مسئلہ:[1] غسل کرنے والی کو چاہیے[2] کہ پہلے گٹے تک دونوں ہاتھ دھووے، پھر استنجے کی جگہ دھووے۔ ہاتھ اور استنجے کی جگہ پر نجاست ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی، ہر حال میں ان دونوں کو پہلے دھونا چاہیے۔ پھر جہاں بدن پر نجاست لگی ہو پاک کرے، پھر وضو کرے اور اگر کسی چوکی[3] یا پتھر پر غسل کرتی ہو تو وضو کرتے وقت پیر بھی دھولیوے اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پیر بھر جاویں گے اور غسل کے بعد پھر دھونے پڑیں گے تو سارا وضو کرے، مگر پیر نہ دھووے۔ پھر وضو کے بعد تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالے، پھر تین مرتبہ داہنے کندھے پر، پھر تین بار بائیں کندھے پر پانی ڈالے ایسی طرح کہ سارے بدن پر پانی بہہ جاوے، پھر اس جگہ سے ہٹ کر پاک جگہ میں آوے اور پھر پیر دھوئے اور اگر وضو کے وقت پیر دھو لیے ہوں تو اب دھونے کی حاجت نہیں۔

مسئلہ ۲:[4] پہلے سارے بدن پر اچھی طرح ہاتھ پھیر لیوے، تب پانی بہاوے تاکہ سب کہیں اچھی طرح پانی پہنچ جاوے، کہیں سوکھا نہ رہے۔

مسئلہ ۳: غسل کا طریقہ جو ہم نے ابھی بیان کیا سنت کے موافق ہے۔ اس میں سے بعضی چیزیں فرض ہیں کہ بے ان کے غسل درست نہیں ہوتا، آدمی ناپاک رہتا ہے۔ اور بعضی چیزیں سنت ہیں، ان کے کرنے سے ثواب

---

① وسننه...... البداءة بغسل يديه وفرجه وان لم يكن به خبث اتباعا للحديث، وخبث بدنه ان كان عليه خبث لئلا يشيع، ثم يتوضأ، ثم يفيض الماء على كل بدنه ثلاثا بادئا بمنكبه الأيمن ثم الأيسر ثم برأسه ثم على بقية بدنه مع دلكه. [الدّر المختار ۱/۳۱۹-۳۲٤]

② قبل غسل کے دل میں ارادہ غسل کا بھی کرے کہ میں پاک ہونے کے لیے غسل کرتی ہوں، بغیر اس ارادہ کے ثواب نہ ہوگا غسل ہو جاوے گا۔

③ يؤخر غسل الرجلين ان كان يقف حال الاغتسال في محل يجتمع فيه الماء؛ لاحتياجه لغسلهما ثانيا من الغسالة. [مراقي الفلاح ص۱۰٤] وفي منية المصلّي: ثم يتنحّى عن ذلك المكان (الذى اغتسل فيه) فيغسل رجليه (الا ان يكون على حجر او خشب او غير ذلك). [ص ٥١]

④ وان يدلك كل اعضائه في المرة الاولى. [منية المصلّي ص ٥١]

ملتا ہے اور اگر نہ کرے تو بھی غسل ہو جاتا ہے۔ فرض[1] فقط تین چیزیں ہیں: (۱) اس طرح کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جاوے، (۲) ناک میں پانی ڈالنا جہاں تک ناک نرم ہے، (۳) سارے بدن پر پانی پہنچانا۔

مسئلہ ۴:[2] غسل کرتے وقت قبلہ کی طرف کو منہ نہ کرے اور پانی بہت زیادہ نہ پھینکے اور نہ بہت کم لیوے کہ اچھی طرح غسل نہ کر سکے اور ایسی جگہ غسل کرے کہ اس کو کوئی نہ دیکھے اور غسل کرتے وقت باتیں نہ کرے۔ اور غسل کے بعد کسی کپڑے سے اپنا بدن پونچھ ڈالے اور بدن ڈھکنے میں بہت جلدی کرے، یہاں تک کہ اگر وضو کرتے وقت پیر نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن ڈھکے، پھر دونوں پیر دھوئے۔

مسئلہ ۵:[3] اگر تنہائی کی جگہ ہو جہاں کوئی نہ دیکھ پاوے تو ننگے ہو کر نہانا بھی درست ہے، چاہے کھڑی ہو کر نہاوے یا بیٹھ کر۔ اور چاہے غسل خانہ کی چھت پٹی ہو یا نہ پٹی ہو، لیکن بیٹھ کر نہانا بہتر ہے، کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ اور ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک دوسری عورت کے سامنے بھی بدن کھولنا گناہ ہے۔ اگر عورتیں دوسری کے سامنے بالکل ننگی ہو کر نہاتی ہیں، یہ بڑی بری[4] اور بے غیرتی کی بات ہے۔

مسئلہ ۶:[5] جب سارے بدن پر پانی پڑ جاوے اور کلی کر لے اور ناک میں پانی ڈال لے تو غسل ہو جاوے گا، چاہے غسل کرنے کا ارادہ ہو چاہے نہ ہو، تو اگر پانی برستے میں ٹھنڈی ہونے کی غرض سے کھڑی ہو گئی یا حوض وغیرہ میں گر پڑی اور سب بدن بھیگ گیا اور کلی بھی کر لی اور ناک میں بھی پانی ڈال لیا تو غسل ہو گیا۔ اسی طرح

---

① وفرض الغسل: المضمضة، والاستنشاق، وغسل سائر البدن. [الهداية ١/٤٣]

② وان لا يسرف في الماء وان لا يقتر، وان لا يستقبل القبلة وقت الغسل، وان يغتسل في موضع لا يراه احد، وان لا يتكلم بكلام قط، ويستحب ان يمسح بدنه بمنديل بعد الغسل، وان يغسل رجليه بعد اللبس. [منية المصلّى ص ٥١، ٥٢]

③ ويستحب ان يغتسل بمكان لا يراه فيه احد لا يحل له النظر لعورته لاحتمال ظهورها في حال الغسل او لبس الثياب؛ لقوله ﷺ: "ان الله حيي ستير يحب الحيي والستير"، فاذا اغتسل احدكم فليستتر. [مراقی الفلاح ١/١٠٦]

④ نظر الجنس الى الجنس مباح في الضرورة، لا في حالة الاختيار. [ردّ المحتار ١/٣١٨]

⑤ واما النية فليست بشرط في الوضوء والاغتسال حتى ان الجنب اذا انغمس في الماء الجاری او في الحوض الكبير لتبرد او قام في المطر الشديد وتمضمض واستنشق يخرج من الجنابة. [منية المصلّى ص ٥٢]

غسل کرتے وقت کلمہ[1] پڑھنا یا پڑھ کر پانی پر دم کرنا بھی ضروری نہیں، چاہے کلمہ پڑھے یا نہ پڑھے، ہر حال میں آدمی پاک ہو جاتا ہے بلکہ نہاتے وقت کلمہ یا اور کوئی دعا نہ پڑھنا بہتر ہے، اس وقت کچھ نہ پڑھے۔

مسئلہ ۷:[2] اگر بدن بھر میں بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جاوے گی تو غسل نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر غسل کرتے وقت کلی کرنا بھول گئی یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تو بھی غسل نہیں ہوا۔

مسئلہ ۸:[3] اگر غسل کے بعد یاد آوے کہ فلانی جگہ سوکھی رہ گئی تو پھر سے نہانا واجب نہیں، بلکہ جہاں سوکھا رہ گیا تھا اسی کو دھولیوے لیکن فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے بلکہ تھوڑا پانی لے کر اس جگہ بہانا چاہیے۔ اور اگر کلی کرنا بھول گئی ہو تو اب کلی کرے۔ اگر ناک میں پانی نہ ڈالا ہو تو اب ڈال لے۔ غرض کہ جو چیز رہ گئی ہو اب اس کو کرلے، نئے سرے سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ ۹:[4] اگر کسی بیماری کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا نقصان کرے اور سر چھوڑ کر سارا بدن دھولیوے تب بھی غسل درست ہوگیا۔ لیکن جب اچھی ہو جاوے تو اب سر دھو ڈالے، پھر سے نہانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نوٹ: مسئلہ نمبر ۱۰ ص ۱۲۵ پر درج کیا گیا۔

مسئلہ ۱۱:[5] اگر سر کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو سب بال بھگونا اور ساری جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ ایک بال بھی سوکھا رہ گیا یا ایک بال کی جڑ میں پانی نہیں پہنچا تو غسل نہ ہوگا۔ اور اگر بال گندھے ہوئے ہوں تو بالوں کا بھگونا معاف[6] ہے، البتہ سب جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے ایک جڑ بھی سوکھی نہ رہنے پاوے۔ اور اگر

---

① بلکہ ایسے وقت کلمہ پڑھنا یا کلمہ پڑھ کر پانی پر دم کرنا اور اس خاص وقت میں اس کو ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

② ولو بقي شيء من بدنه لم يصبه الماء، لم يخرج من الجنابة وان قل. [منية المصلّي ص ٥٠]

③ ولو تركها (اى المضمضة او الاستنشاق او لمعة من اى موضع كان من البدن) ناسيا فصلّى ثم تذكر ذلك يتمضمض ويعيد ما صلى. [المنية مع حلبي ص ٥٠]

④ ولو ضرها غسل رأسها تركته، وقيل: تمسحه. [الدرّ المختار ١/٣١٥]

⑤ والمرأة في الاغتسال كالرجل، ولكن الشعر المسترسل من ذوائبها غسله موضوع في الغسل اذا بلغ الماء أصول شعرها بخلاف الرجل. [منية المصلّي ص ٤٧]

⑥ یہ حکم فقط عورتوں کا ہے اور اگر مرد کے بڑے بڑے بال ہوں اور چوٹی گندھی ہو تو مرد کو معاف نہیں، بلکہ کھول کر سارے بال بھگونا فرض ہے۔

بے کھولے سب جڑوں میں پانی نہ پہنچ سکے تو کھول ڈالے اور بالوں کو بھی بھگووے۔

مسئلہ ۱۲: ① نتھ اور بالیوں اور انگوٹھی چھلوں کو خوب ہلالیوے کہ پانی سوراخوں میں پہنچ جاوے اور اگر بالیاں نہ پہنے ہو تب بھی قصد کر کے سوراخوں میں پانی ڈال لے ایسا نہ ہو کہ پانی نہ پہنچے اور غسل صحیح نہ ہو۔ البتہ اگر انگوٹھی چھلے ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی پانی پہنچ جاوے تو ہلانا واجب نہیں، لیکن ہلالینا اب بھی مستحب ہے۔

مسئلہ ۱۳: ② اگر ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو غسل نہیں ہوا، جب یاد آوے اور آٹا دیکھے تو آٹا چھڑا کر پانی ڈال لے۔ اور اگر پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس کو لوٹاوے۔

مسئلہ ۱۴: ③ ہاتھ پیر پھٹ گئے اور اس میں موم روغن یا اور کوئی دوا بھر لی تو اسکے اوپر سے پانی بہالینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۵: ④ کان اور ناف میں بھی خیال کر کے پانی پہنچانا چاہیے، پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۶: ⑤ اگر نہاتے وقت کلی نہیں کی، لیکن خوب منہ بھر کے پانی پی لیا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ گیا تو بھی غسل ہو گیا، کیونکہ مطلب تو سارے منہ میں پانی پہنچ جانے سے ہے، کلی کرے یا نہ کرے۔ البتہ اگر ایسی طرح پانی پیوے کہ سارے منہ بھر میں پانی نہ پہنچے تو یہ پینا کافی نہیں ہے، کلی کر لینا چاہیے۔

مسئلہ ۱۷: ⑥ اگر بالوں میں یا ہاتھ پیروں میں تیل لگا ہوا ہے کہ بدن پر پانی اچھی طرح ٹھہرتا نہیں ہے، بلکہ پڑتے ہی ڈھلک جاتا ہے تو اس کا کچھ حرج نہیں جب سارے بدن اور سارے سر پر پانی ڈال لیا غسل ہو گیا۔

---

① امرأة اغتسلت هل تتكلف في ايصال الماء الى ثقب القرط ام لا؟ قال: تتكلف فيه كما تتكلف في تحريك الخاتم ان كان ضيقاً. [منية المصلّى ص٤٨]

② امرأة اغتسلت وقد كان بقي في اظفارها عجين قد جف لم يجز غسلها. [منية المصلّى ص ٤٨]

③ وذا كان برجله شقاق فجعل فيه الشحم ان كان لا يضره ايصال الماء (الى ما تحته) لا يجوز غسله ووضوؤه، وان كان يضره يجوز. [منية المصلّى ص ٤٩]

④ ويجب اى يفرض غسل ما يمكن من البدن بلا حرج كأذن وسرة وشارب وحاجب وأثناء لحية. [الدّر المختار ١/٣١٣]

⑤ وشرب الماء يقوم مقام المضمضة اذا بلغ الماء الفم كلّه والا فلا. [منية المصلّى ص ٥٠]

⑥ دهن رجليه ولم يقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلين. [ردّ المحتار ١/٣١٧]

مسئلہ ۱۸:[1] اگر دانتوں کے بیچ میں ڈلی کا دھرا[2] پھنس گیا تو اس کو خلال سے نکال ڈالے۔ اگر اس کی وجہ سے دانتوں کے بیچ میں پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۹:[3] ماتھے پر افشاں چنی ہے یا بالوں میں اتنا گوند لگا ہے کہ بال اچھی طرح نہ بھیگیں گے تو گوند خوب چھڑا ڈالے اور افشاں دھو ڈالے، اگر گوند کے نیچے پانی نہ پہنچے گا اوپر ہی اوپر سے بہہ جاوے گا تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۰:[4] اگر مسی کی دھڑی (تہہ) جمائی ہے تو اس کو چھڑا کر کلی کرے، نہیں تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۱:[5] کسی کی آنکھیں دکھتی ہیں اس لیے اس کی آنکھوں سے کیچڑ بہت نکلا اور ایسا سوکھ گیا کہ اگر اس کو نہ چھڑاوے گی تو اس کے نیچے آنکھ کے کوئے پر پانی نہ پہنچے گا تو اس کا چھڑا ڈالنا واجب ہے، بے اس کے چھڑائے نہ وضو درست ہے نہ غسل۔

نوٹ: جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان کا بیان ص ۱۲۶ پر درج کیا گیا۔

کس پانی سے وضو کرنا اور نہانا درست ہے اور کس پانی سے درست نہیں

مسئلہ ۱:[6] آسمان سے برسے ہوئے پانی اور ندی نالے چشمے اور کنویں اور تالاب اور دریاؤں کے پانی سے وضو اور غسل کرنا درست ہے، چاہے میٹھا پانی ہو یا کھاری ہو۔

---

① رجل اغتسل وبقی بین اسنانه طعام، قال بعضهم: ان کان زائدا علی قدر الحمصة لا یجوز غسله. [منیة المصلّی ص۴۹]

② یعنی چھالی کا ٹکڑا۔

③ اذا کان علی ظاهر البدن جلد سمك او خبز ممضوغ قد جف واغتسل او توضأ ولم یصل الماء الی ما تحته لم یجز. [منیة المصلّی ص۴۹]

④ لأن المضمضة فرض في الغسل، ولأنها في حکم المسئلة الاولیٰ.

⑤ رجل رمدت عینه فرمصت فاجتمع رمصها في الماق یجب ان یتکلف في ایصال الماء ان لم یضره کما یجب ان یتکلف في ایصال الماء الی الماق. [منیة المصلّی ص۱۷۵]

⑥ یرفع الحدث مطلقاً بماء مطلق، هو ما یتبادر عند الاطلاق کماء سماء واودیة وعیون وآبار وبحار وثلج مذاب. [الدّر المختار ۱/۳۵۷]

مسئلہ ۲: [۱] کسی پھل یا درخت یا پتوں سے نچوڑے ہوئے عرق سے وضو کرنا درست نہیں۔ اسی طرح جو پانی تربوز سے نکلتا ہے اس سے اور گنے وغیرہ کے رس سے وضو اور غسل درست نہیں ہے۔

مسئلہ ۳: [۲] جس پانی میں کوئی اور چیز مل گئی یا پانی میں کوئی چیز پکالی گئی اور ایسا ہوگیا کہ اب بول چال میں اس کو پانی نہیں کہتے، بلکہ اس کا کچھ اور نام ہوگیا تو اس سے وضو اور غسل جائز نہیں جیسے شربت، شیرہ اور شوربا اور سرکہ اور گلاب اور عرق گاؤزبان وغیرہ کہ ان سے وضو درست نہیں ہے۔

مسئلہ ۴: [۳] جس پانی میں کوئی پاک چیز پڑ گئی اور پانی کے رنگ یا مزے یا بو میں کچھ فرق آگیا، لیکن وہ چیز پانی میں پکائی نہیں گئی، نہ پانی کے پتلے ہونے میں کچھ فرق آیا جیسے کہ بہتے ہوئے پانی میں کچھ ریت ملی ہوتی ہے یا پانی میں زعفران پڑ گیا اور اس کا بہت خفیف سا رنگ آگیا یا صابون پڑ گیا یا اسی طرح کی کوئی اور چیز پڑ گئی تو ان سب صورتوں میں وضو اور غسل درست ہے۔

مسئلہ ۵: [۴] اور اگر کوئی چیز پانی میں ڈال کر پکائی گئی، اس سے رنگ یا مزہ وغیرہ بدلا تو اس پانی سے وضو درست نہیں۔ البتہ اگر ایسی چیز پکائی گئی جس سے میل کچیل خوب صاف ہوجاتا ہے اور اس کے پکانے سے پانی گاڑھا نہ ہوا ہو تو اس سے وضو درست ہے جیسے مردہ نہلانے کے لیے بیری کی پتیاں پکاتے ہیں تو اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ اگر اتنی زیادہ ڈال دیں کہ پانی گاڑھا ہوگیا تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

---

[۱] و کذا یجوز بماء خالطه طاهر جامد مطلقا، ای سواء کان المخالط من جنس الارض کالتراب او یقصد بخلطه التنظیف کالأشنان والصابون او یکون شیئاً آخر کالزعفران، لکن في البحر: ان امکن الصبغ به لم یجز. [الدّر المختار وردّ المحتار ۱/۳٦۹]

[۲] ولا بعصیر نبات، ای معتصر من شجر او ثمر؛ لأنه مقید. [الدّر المختار ۱/۳۵۹]

[۳] ویجوز الطهارة بماء خالطه شيء طاهر فغیر احد او صافه کماء المدّ والماء الذی اختلط به اللبن أو الزعفران او الصابون او الأشنان، فإن تغیر بالطبخ بعد ما خلط به غیره لا یجوز التوضيء به. [الهدایة ۱/۵۱]

[۴] ولو طبخ فیه الحمص او الباقلاء وریح الباقلاء یوجد فیه لا یجوز به التوضؤ. کذا في فتاویٰ قاضي خان. وان طبخ بالماء ما یقصد به المبالغة في النظافة کالأشنان والصابون جاز الوضوء به بالاجماع الا اذا صار ثخینا. [الهندیة ۱/۲۱]

مسئلہ ٦: [1] کپڑا رنگنے کے لیے زعفران گھولا یا پڑیا گھولی تو اس سے وضو درست نہیں۔

مسئلہ ٧: [2] اگر پانی میں دودھ مل گیا تو اگر دودھ کا رنگ اچھی طرح پانی میں آ گیا تو وضو درست نہیں اور اگر دودھ بہت کم تھا کہ رنگ نہیں آیا تو وضو درست ہے۔

مسئلہ ٨: [3] جنگل میں کہیں تھوڑا پانی ملا تو جب تک اس کی نجاست کا یقین نہ ہو جاوے تب تک اس سے وضو کرے۔ فقط اس وہم پر وضو نہ چھوڑے کہ شاید یہ نجس ہو، اگر اس کے ہوتے ہوئے تیمم کرے گی تو تیمم نہ ہوگا۔

مسئلہ ٩: [4] کسی کنویں وغیرہ میں درخت کے پتے گر پڑے اور پانی میں بدبو آنے لگی اور رنگ اور مزہ بھی بدل گیا تو بھی اس سے وضو درست ہے جب تک کہ پانی اسی طرح پتلا باقی رہے۔

مسئلہ ١٠: [5] جس پانی میں نجاست پڑ جاوے اس سے وضو غسل کچھ درست نہیں، چاہے وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت ہو۔ البتہ اگر بہتا ہوا پانی ہو تو وہ نجاست کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے رنگ یا مزے یا بو میں فرق نہ آوے۔ اور جب نجاست کی وجہ سے رنگ یا مزہ بدل گیا یا بو آنے لگی تو بہتا ہوا پانی بھی نجس ہو جائے گا، اس سے وضو درست نہیں، اور جو پانی گھاس، تنکے، پتے وغیرہ کو بہا لے جائے وہ بہتا پانی ہے چاہے کتنا ہی آہستہ آہستہ بہتا ہو۔

مسئلہ ١١: [6] بڑا بھاری حوض جو دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلو سے پانی اٹھاویں تو زمین

---

① التوضؤ بماء الزعفران والورد والعصفر يجوز ان كان رقيقا والماء غالب، وان غلبت الحمرة وصار متماسكا لا يجوز به التوضؤ. [الهندية ۱/۲۱]

② ان كان الذى يخالطه مما يخالف لونه لون الماء كاللبن وماء العصفر والزعفران ونحو ذلك تعتبر الغلبة فى اللون. [الهندية ۱/۲۱]

③ لو وجد ماء قليلا ولم يتقين بوقوع النجاسة يتوضأ به ويغتسل ولا يتيمم. [منية المصلّى ص۹۲]

④ وكذا يجوز بماء خالطه طاهر جامد كأشنان وزعفران وفاكهة وورق شجر. [الدّر المختار ۱/۳٦۹] فان تغيرت اوصافه الثلاثة بوقوع اوراق الاشجار فيه وقت الخريف فانه يجوز به التوضؤ عند عامة اصحابنا رحمهم اللّٰه تعالىٰ. [الهندية ۱/۲۱]

⑤ وكل ماء وقعت النجاسة فيه لم يجز الوضوء به قليلا كانت النجاسة او كثيرا، والماء الجارى اذا وقعت فيه نجاسة جاز الوضوء منه اذا لم ير لها اثر، والجارى ما لا يتكرر استعماله، وقيل: ما يذهب بتبنة. [الهداية ۱/۵۳]

⑥ اما الحوض اذا كان عشراً في عشرفهو كبير، لا يتنجس بوقوع النجاسة اذا لم ير لها اثر اذا كانت النجاسة غير مرئية، =

نہ کھلے، یہ بھی بہتے ہوئے پانی کے مثل ہے، ایسے حوض کو ''دہ دردہ'' کہتے ہیں، اگر اس میں ایسی نجاست پڑ جاوے جو پڑ جانے کے بعد دکھلائی نہیں دیتی جیسے پیشاب[1] خون، شراب وغیرہ تو چاروں طرف وضو کرنا درست ہے، جدھر چاہے وضو کرے۔ اور اگر ایسی نجاست پڑ جاوے جو دکھلائی دیتی ہے جیسے مردہ کتا، تو جدھر پڑا ہو اس طرف وضو نہ کرے۔ اس کے سوا اور جس طرف چاہے کرے، البتہ اگر اتنے بڑے حوض میں اتنی نجاست پڑ جاوے کہ رنگ یا مزہ بدل جاوے یا بدبو آنے لگے تو نجس ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۱۲:[2] اگر بیس ہاتھ لمبا اور پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لمبا اور چار ہاتھ چوڑا ہو، وہ حوض بھی ''دہ دردہ'' کے مثل ہے۔

مسئلہ ۱۳:[3] چھت پر نجاست پڑی ہے اور پانی برسا اور پرنالا چلا تو اگر آدھی یا آدھی سے زیادہ چھت ناپاک ہے تو وہ پانی نجس ہے اور اگر چھت آدھی سے کم ناپاک ہے تو وہ پانی پاک ہے، اور اگر نجاست پرنالے کے پاس ہی ہو اور اتنی ہو کہ سب پانی اس سے مل کر آتا ہے تو وہ پانی نجس ہے۔

مسئلہ ۱۴:[4] اگر پانی آہستہ آہستہ بہتا ہو تو بہت جلدی جلدی وضو نہ کرے تا کہ جو دھوون گرتا ہے وہی ہاتھ میں نہ آ جاوے۔

مسئلہ ۱۵:[5] ''دہ دردہ'' حوض میں جہاں پر دھوون گرا ہے اگر وہیں سے پھر پانی اٹھا لیوے تو بھی جائز ہے۔

= ولیس للرجل ان یتوضأ او یغتسل في الحوض الکبیر بناحیة الجیفة، والأصل فیه انها ان کانت مرئیة لا یجوز ان یتوضأ الا بعیداً عنها، واذا لم تکن مرئیة یجوز مطلقا. [منیة المصلّی ص۹۷]

① کیونکہ یہ چیزیں پانی میں پھیلنے کے بعد نظر نہیں آتیں۔

② ولو له طول لا عرض، لکنه یبلغ عشرا في عشر جاز تیسیرا. [الدّر المختار ۱/۳۷۹]

③ ماء المطر اذا جری فی میزاب السطح وکان علی السطح عذرات، فالماء طاهر، اما اذا کانت العذرة عند المیزاب او کان الماء کله او نصفه او اکثره یلاقی العذرة، فهو نجس والا فهو طاهر، وان سال المطر من السقف أو من الثقب ان کان المطر دائما لم ینقطع بعد فهو طاهر، وان انقطع المطر وسال من الثقب: ان کان علی جمیع السطح او علی اکثره نجاسة فهو نجس. [منیة المصلّی ص۹۳]

④ وان کان الماء یجری ضعیفا ینبغی ان یتوضأ علی الوقار حتیٰ یمر عنه الماء المستعمل. [منیة المصلّی ص۹۳]

⑤ اذا غسل وجهه في حوض کبیر، فسقط من غسالته في الماء، فرفع من موضع الوقوع قبل التحریك، هل یجوز ام لا؟ قالوا: علی قول ابی یوسف لا یجوز؛ لأن عنده التحریك شرط، ومشایخ بخاری قالوا: یجوز لعموم البلوی. [منیة المصلّی ص۹۸]

مسئلہ ۱۶: [1] اگر کوئی کافر یا لڑکا بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا، البتہ اگر معلوم ہو جاوے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جاوے گا، لیکن چھوٹے بچوں کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے جب تک کوئی اور پانی ملے اس کے ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۷: [2] جس پانی میں ایسی جاندار چیز مر جاوے جس کے بہتا ہوا خون نہیں ہوتا یا باہر مر کر پانی میں گر پڑے تو پانی نجس نہیں ہوتا جیسے مچھر، مکھی، بھڑ، تتیا، بچھو، شہد کی مکھی یا اسی قسم کی اور جو چیز ہو۔

مسئلہ ۱۸: [3] جس کی پیدائش پانی کی ہو اور ہر دم پانی ہی میں رہا کرتی ہو اس کے مر جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا، پاک رہتا ہے جیسے مچھلی، مینڈک، کچھوا، کیکڑا، وغیرہ۔ اور اگر پانی کے سوا اور کسی چیز میں مر جاوے جیسے سرکہ، شیرہ، دودھ وغیرہ تو وہ بھی ناپاک نہیں ہوتا اور خشکی کا مینڈک اور پانی کا مینڈک دونوں کا ایک حکم ہے، یعنی نہ اِس کے مرنے سے پانی نجس ہوتا ہے نہ اُس کے مرنے سے۔ لیکن اگر خشکی کے کسی مینڈک میں خون ہوتا ہو تو اس کے مرنے سے پانی وغیرہ جو چیز ہو ناپاک ہو جاوے گی۔

فائدہ: دریائی مینڈک کی پہچان یہ ہے کہ اس کی انگلیوں کے بیچ میں جھلّی لگی ہوتی ہے۔ اور خشکی کے مینڈک کی انگلیاں الگ الگ ہوتی ہیں۔

مسئلہ ۱۹: [4] جو چیز پانی میں رہتی ہو، لیکن اس کی پیدائش پانی کی نہ ہو اس کے مر جانے سے پانی خراب و نجس ہو جاتا ہے جیسے بطخ اور مرغابی۔ اسی طرح اگر مر کر پانی میں گر پڑے تو بھی نجس ہو جاتا ہے۔

---

[1] ولو ادخل الكفار او الصبيان ايديهم لا يتنجس اذا لم يكن على ايديهم نجاسة حقيقية، ولو ادخل الصبي يده في الاناء لا يتوضأ به استحسانا، ولو توضأ به جاز. [منية المصلّى ص۱۰۳]

[2] وموت ما ليس له نفس سائلة في الماء لا ينجسه كالبق والذباب والزنابير والعقرب ونحوها. [الهداية ۱/۵۷]

[3] ويجوز رفع الحدث بما ذكر، وان مات فيه اى الماء ولو قليلا غير دموى كزنبور وعقرب وبق ومائى مولد ولو كلب الماء وخنزيره كسمك وسرطان وضفدع الا برّياً له دم سائل، وهو ما لا سترة له بين اصابعه. فيفسد في الأصح كحية برية ان لها دم والا لا، وكذا الحكم لو مات ما ذكر خارجه وألقى فيه في الاصح. فلو تفتت فيه نحو ضفدع جاز الوضوء به لا شربه لحرمة لحمه. [الدّرالمختاربحذف ۱/۳۶۴]

[4] وينجس الماء القليل بموت مائى معاش برى مولد في الاصح كبط وأوز. [الدّر المختار ۱/۳۶۷]

مسئلہ ۲۰:[1] مینڈک کچھوا وغیرہ اگر پانی میں مرکر بالکل گل جاوے اور ریزہ ریزہ ہوکر پانی میں مل جاوے تو بھی پانی پاک ہے، لیکن اس کا پینا اور اس سے کھانا پکانا درست نہیں، البتہ وضو اور غسل اس سے کر سکتے ہیں۔

مسئلہ ۲۱:[2] دھوپ[3] کے جلے ہوئے پانی سے سفید داغ ہوجانے کا ڈر ہے، اسلیے اس سے وضو غسل نہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۲۲:[4] مردار کی کھال کو جب دھوپ میں سکھا ڈالیں یا کچھ دوا وغیرہ لگا کر درست کرلیں کہ پانی مرجاوے اور رکھنے سے خراب نہ ہو تو پاک ہوجاتی ہے، اس پر نماز پڑھنا درست ہے اور مَشک وغیرہ بنا کر اس میں پانی رکھنا بھی درست ہے، لیکن سور[5] کی کھال پاک نہیں ہوتی اور سب کھالیں پاک ہوجاتی ہیں، مگر آدمی کی کھال سے کوئی کام لینا اور برتنا بہت گناہ ہے۔

مسئلہ ۲۳:[6] کتا، بندر، بلی، شیر وغیرہ جن کی کھال[7] بنانے سے پاک ہوجاتی ہے، ''بسم اللہ'' کہہ کر ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہوجاتی ہے، چاہے بنائی ہو یا بے بنائی ہو۔ البتہ ذبح کرنے سے ان کا گوشت پاک نہیں ہوتا اور ان کا کھانا درست نہیں۔

---

① مسئلہ نمبر ۱۸ باب ہذا کے حاشیہ میں گذر گیا۔

② قدّمنا في مندوبات الوضوء ان لا يكون بماء مشمس، وبه صرح في "الحلية" مستدلا بما صح عن عمر من النهي عنه، ولذا صرح في الفتح بكراهته. [ردّ المحتار ۱/۳۵۹]

③ یعنی باعتبار طب کے بہتر نہیں، یہ حکم باعتبار شرع کے نہیں ہے، یعنی اس میں گناہ ثواب کچھ نہیں۔

④ وكل اهاب دبغ فقد طهر، إلاجلد الخنزير والآدمي. [الهداية ۱/٦۲] وفي الدر: كل اهاب دبغ ولو بشمس وهو يحتملها طهر، فيصلّى به ويتوضأ منه، وما لا يحتملها فلا. [۱/۳۹۳]

⑤ سانپ اور چوہے کا نام یہاں سے بعد تحقیق کاٹ دیا گیا۔ لأن علة عدم الطهارة عدم احتمال الدباغة وهو مرتفع آنفا.

⑥ ما يطهر جلده بالدباغ يطهر بالذكاة؛ لأنها تعمل عمل الدباغ في ازالة الرطوبات النجسة، وكذلك يطهر لحمه هو الصحيح وان لم يكن مأكولا. [الهداية ۱/٦٥] وفي الدر المختار: وما اى اهاب طهر بدباغ طهر بذكاة على المذهب، لا يطهر لحمه على قول الأكثر ان كان غير مأكول، هذا اصح ما يفتى به، وان قال في الفيض: الفتوىٰ على طهارته، [۱/۳۹٦] وبقية الكلام في ردّ المحتار فليرجع اليه من شاء.

⑦ یعنی درست کرلینے سے۔

مسئلہ ۲۴: مردار[۱] کے[۲] بال اور سینگ اور ہڈی اور دانت یہ سب چیزیں پاک ہیں، اگر پانی میں پڑ جاویں تو نجس نہ ہوگا۔ البتہ اگر ہڈی اور دانت وغیرہ پر اس مردار جانور کی کچھ چکنائی وغیرہ لگی ہو تو وہ نجس ہے اور پانی بھی نجس ہوجاوے گا۔

مسئلہ ۲۵: آدمی[۳] کی بھی ہڈی اور بال پاک ہیں، لیکن ان کو برتنا اور کام میں لانا جائز نہیں بلکہ عزت سے کسی جگہ گاڑ دینا چاہیے۔

کنویں کا بیان

مسئلہ ۱: جب کنویں[۴] میں کچھ نجاست گر پڑے تو کنواں ناپاک ہوجاتا ہے اور پانی کھینچ ڈالنے سے پاک ہوجاتا ہے، چاہے تھوڑی نجاست گرے یا بہت سارا پانی نکالنا چاہیے۔ جب[۵] سارا پانی نکل جاوے گا تو پاک ہوجاوے گا، کنویں کے اندر کے کنکر، دیوار وغیرہ کے دھونے کی ضرورت نہیں۔ وہ سب آپ ہی آپ پاک ہوجاویں گے۔ اسی طرح رسی ڈول جس سے پانی نکالا ہے کنویں کے پاک ہونے سے آپ ہی آپ پاک ہوجاوے گا۔ ان دونوں کے بھی دھونے کی ضرورت نہیں۔

فائدہ: سب[۶] پانی نکالنے کا یہ مطلب ہے کہ اتنا نکالیں کہ پانی[۷] ٹوٹ جاوے اور آدھا ڈول بھی نہ بھرے۔

مسئلہ ۲: کنویں[۸] میں کبوتر یا گوریا یعنی چڑیا کی بیٹ گر پڑی تو نجس نہیں ہوا۔ اور مرغی اور بطخ کی بیٹ سے نجس

---

① وشعر الميتة وعظمها طاهران، وكذا العصب والحافر والخف والظلف والقرن والصوف والوبر والريش والسن والمنقار والمخلب..... الى ان قال: ولو وقع في البئر عظم ميتة وعليه لحم أو دسم يتنجس والا لا. [الهندية ۱/۲٤]

② مردار سے مراد غیر خنزیر ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

③ وشعر الانسان وعظمه طاهر. [الهداية ۱/٦٥] لكن لا يجوز الانتفاع به. [ردّ المحتار ۱/۳۹٥]

④ اذا وقعت في البئر نجاسة نزحت، وكان نزح ما فيها من الماء طهارة لها باجماع السلف. [الهداية ۱/٦٥]

⑤ ثم بطهارة البئر يطهر الدلو والرشاء والبكرة ونواحي البئر واليد. [الهندية ۱/۲۰]

⑥ فينزح الماء الى حد لا يملأ نصف الدلو يطهر الكل تبعاً. [الدرّ المختار ۱/٤۰۹]　⑦ یعنی ختم ہوجاوے۔

⑧ وان وقع خرء الحمام أو العصفور فى البئر لم يفسد ماؤها، وهذا مذهبنا، وان وقع خرء الدجاجة افسده، وكذا =

ہو جاتا ہے اور سارا پانی نکالنا واجب ہے۔

مسئلہ ۳:[۱] کتا، بلی، گائے، بکری پیشاب کر دے یا کوئی اور نجاست گرے تو سب پانی نکالا جاوے۔

مسئلہ ۴:[۲] اگر آدمی یا کتا یا بکری یا اسی کے برابر کوئی اور جانور گر کے مر جاوے تو سارا پانی نکالا جاوے اور اگر باہر مرے، پھر کنویں میں گرے تب بھی یہی حکم ہے کہ سب پانی نکالا جاوے۔

مسئلہ ۵:[۳] اگر کوئی جاندار چیز کنویں میں مر جاوے اور پھول جاوے یا پھٹ جاوے تب بھی سب پانی نکالا جاوے چاہے چھوٹا جانور ہو چاہے بڑا۔ تو اگر چوہا یا چڑیا مر کر پھول جاوے یا پھٹ جاوے تو سب پانی نکالنا چاہیے۔

مسئلہ ۶:[۴] اگر چوہا، گوریا یا اسی کے برابر کوئی چیز گر کر مر گئی، لیکن پھولی پھٹی نہیں تو بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور تیس ڈول نکال ڈالیں تو بہتر ہے۔ لیکن پہلے چوہا نکال لیں، تب پانی نکالنا شروع کریں۔ اگر چوہا نہ نکالا تو اس پانی نکالنے کا کچھ اعتبار نہیں، چوہا نکالنے کے بعد پھر اتنا ہی پانی نکالنا پڑے گا۔

مسئلہ ۷:[۵] بڑی چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ اگر مر جاوے اور پھولے پھٹے نہیں تو بیس ۲۰ ڈول نکالنا چاہیے اور تیس ڈول نکالنا بہتر ہے۔ اور جس میں[۶] بہتا ہوا خون نہ ہوتا ہو اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۸:[۷] اگر کبوتر یا مرغی یا بلی یا اسی کے برابر کوئی چیز گر کر مر جاوے اور پھولی نہیں تو چالیس ڈول نکالنا واجب

= خرء البط والاوز. [منية المصلّى ص ۱/۱٦۲]

[۱] وان بالت فيها شاة او بقرة يتنجس الا عند محمد. [منية المصلّى ص ۱/۱٦۲]

[۲] وان ماتت فيها شاة او آدمي او كلب، نزح جميع ما فيها من الماء. [الهداية ۱/۷۱] وفي الدر: اذا وقعت نجاسة في بئر دون القدر الكثير او مات فيها او خارجها والقى فيها حيوان دموى، ينزح كل مائها. [ملخصاً ۱/٤۰۷]

[۳] فان انتفخ الحيوان فيها او تفسخ نزح جميع ما فيها صغر الحيوان او كبر. [الهداية ۱/۷۱]

[۴] وان ماتت فيها فارة او عصفورة او سودانية او صعوة او سام ابرص: نزح منها عشرون دلوا الى ثلاثين بحسب كبر الدلو وصغرها، يعنى بعد اخراج الفارة. [الهداية ۱/٦۹]

[۵] حاشیہ مسئلہ نمبر ٦ میں آ گیا۔

[۶] وموت ما ليس له نفس سائلة في الماء لا ينجسه. [الهندية ۱/۲٤]

[۷] فان ماتت فيها حمامة او نحوها كالدجاجة والسنور: نزح منها ما بين اربعين دلوا الى ستين. [الهداية ۱/۷۰]

ہے اور ساٹھ ڈول نکال دینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۹:① جس کنویں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے اسی کے حساب سے نکالنا چاہیے اور اگر اتنے بڑے ڈول سے نکالا جس میں بہت پانی سماتا ہے تو اسکا حساب لگالینا چاہیے، اگر اس میں دو ڈول پانی سماتا ہے تو ۲ دو ڈول سمجھیں، اور اگر چار ڈول سماتا ہو تو چار ڈول سمجھنا چاہیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جے ڈول پانی آتا ہوگا اسی کے حساب سے کھینچا جاویگا۔

مسئلہ ۱۰:② اگر کنویں میں اتنا بڑا سوت ہے کہ سب پانی نہیں نکل سکتا، جیسے جیسے پانی نکالتے ہیں ویسے ویسے اس میں سے اور نکلتا آتا ہے تو جتنا پانی اس میں اس وقت موجود ہے اندازہ کر کے اس قدر نکال ڈالیں۔

فائدہ: پانی کے اندازہ کرنے کی کئی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مثلاً پانچ ہاتھ پانی ہے تو ایک دم لگا تار ۱۰۰ سَو ڈول پانی نکال کر دیکھو کہ کتنا پانی کم ہوا۔ اگر ایک ہاتھ کم ہوا ہو تو بس اسی سے حساب لگالو کہ ۱۰۰ سَو ڈول میں ایک ہاتھ پانی ٹوٹا تو پانچ ہاتھ پانی پانسو ڈول میں نکل جاوے گا، دوسرے یہ کہ جن لوگوں کو پانی کی پہچان ہو اور اس کا اندازہ آتا ہو ایسے ۲ دو دیندار مسلمانوں سے اندازہ کرالو، جتنا وہ کہیں نکلوادو۔ اور جہاں یہ دونوں باتیں مشکل معلوم ہوں تو تین سو ڈول نکلوادیں۔

مسئلہ ۱۱:③ کنویں میں مرا ہوا چوہا یا اور کوئی جانور نکلا اور یہ معلوم نہیں کہ کب سے گرا ہے اور وہ ابھی پھولا پھٹا

---

① ثم المعتبر فی کل بئر دلوها الذی یستقی به منها، وقیل: دلو یسع فیها صاع، ولو نزح منها بدلو عظیم مرة مقدار عشرین دلوا جاز لحصول المقصود. [الهدایة ۱/۷۱]

② وان کانت البئر معینة بحیث لا یمکن نزحها، اخرجوا مقدار ما کان فیها من الماء، وطریق معرفته ان تحفر حفرة مثل موضع الماء من البئر، ویصب فیه ما ینزح منها الی ان تمتلئ، او ترسل فیها قصبة، وتجعل لمبلغ الماء علامة، ثم ینزح منها عشر دلاء مثلاً، ثم تعاد القصبة فینظر کم انتقص، فینزح لکل قدر منها عشر دلاء، وهذان عن ابی یوسف، وعن محمد نزح مائتا دلو الی ثلاث مائة، وقیل: یؤخذ بقول رجلین لهما بصارة فی امر الماء، وهذا اشبه بالفقه. [الهدایة بحذف ۱/۷۲ منیة المصلّی ص ۱٦۳]

③ وان وجدوا فی البئر فارة او غیرها ولا یدری متی وقعت ولم تنتفخ، اعادوا صلٰوة یوم ولیلة اذا کانوا توضؤوا منها وغسلوا کل شیء اصابه ماؤها، وان کانت قد انتفخت او تفسخت، اعادوا صلٰوة ثلاثة ایام ولیالیها، وهذا عند ابی حنیفة، وقالا: لیس علیهم اعادة شیء حتی یتحققوا انها متی وقعت؛ لأن الیقین لا یزول بالشك. [الهدایة ۱/۷۲ ومنیة المصلّی ص ۱٦۰ والدّر المختار ۱/٤۱۷]

بھی نہیں ہے تو جن لوگوں نے اس کنویں سے وضو کیا ہے ایک دن رات کی نمازیں دہراویں اور اس پانی سے جو کپڑے دھوئے ہیں، پھر ان کو دھونا چاہیے۔ اور اگر پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے تو تین دن تین رات کی نمازیں دہرانا چاہیے۔ البتہ جن لوگوں نے اس پانی سے وضو نہیں کیا ہے وہ نہ دہراویں، یہ بات تو احتیاط کی ہے۔ اور بعضے عالموں نے یہ کہا ہے کہ جس وقت کنویں کا ناپاک ہونا معلوم ہوا ہے اسی وقت سے ناپاک سمجھیں گے اس سے پہلے کی نماز وضو سب درست ہے، اور اگر کوئی اس پر عمل کرے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۲: ① جس کو نہانے کی ضرورت ہے وہ ڈول ڈھونڈنے کے واسطے کنویں میں اترا اور اس کے بدن اور کپڑے پر آلودگی نجاست نہیں ہے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر کافر اترے اور اس کے کپڑے اور بدن پر نجاست نہ ہو تب بھی کنواں پاک ہے، البتہ اگر نجاست لگی ہو تو ناپاک ہو جاوے گا اور سب پانی نکالنا پڑے گا اور اگر شک ہو کہ معلوم نہیں کپڑا پاک ہے یا ناپاک ہے تب بھی کنواں پاک سمجھا جائے گا، لیکن اگر دل کی تسلی کے لیے بیس یا تیس ڈول نکلوادیں تب بھی کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ ۱۳: ② کنویں میں بکری یا چوہا گر گیا اور زندہ نکل آیا تو پانی پاک ہے، کچھ نہ نکالا جائے۔

مسئلہ ۱۴: ③ چوہے کو بلی نے پکڑا اور اس کے دانت لگنے سے زخمی ہوگیا۔ پھر اس سے چھوٹ کر اسی طرح خون

---

① اذا انغمس في البئر لطلب الدلو فعند ابی یوسف الرجل بحاله؛ لعدم الصب وهو شرط عنده لاسقاط الفرض، والماء بحاله لعدم الامرین، وعند محمد کلاهما طاهران: الرجل لعدم اشتراط الصب، والماء لعدم نية القربة، وعند ابی حنیفة کلاهما نجسان: الماء؛ لاسقاط الفرض عن البعض بأول الملاقاة، والرجل لبقاء الحدث في بقية الاعضاء، وقيل: عنده نجاسة الرجل بنجاسة الماء المستعمل، وعنه ان الرجل طاهر؛ لأن الماء لا یعطی له حکم الاستعمال قبل الانفصال، وهو اوفق الروایات عنه. [الهداية ۶۲/۱ ومنية المصلّی ص۱۶۳] وفی الشامی: نقل في الذخيرة عن كتاب الصلوٰة للحسن: ان الكافر اذا وقع في البئر وهو حيّ نزح الماء، وفي البدائع: انه رواية عن الامام؛ لانه لا يخلو عن نجاسة حقيقية او حكمية، حتى لو اغتسل فوقع فيها من ساعته لا ينزح منها شيء، أقول: ولعل نزحها للاحتياط. [ردّ المحتار ۴۱۲/۱]

② لو اخرج (ای الحیوان) حيا وليس بنجس العين ولا به حدث او خبث، لم ينزح شيء الا ان يدخل فمه الماء فيعتبر بسؤره. [الدّر المختار ۴۱۰/۱]

③ وبخلاف ما اذا كان على الحيوان خبث ای نجاسة وعُلم بها فانه ينجس مطلقا. [ردّ المحتار ۴۱۰/۱ والهندية ۱۹/۱]

میں بھرا ہوا کنویں میں گر پڑا تو سارا پانی نکالا جاوے۔[1]

مسئلہ ۱۵: چوہا نابدان[2] میں سے نکل کر بھاگا اور اس کے بدن میں نجاست بھر گئی، پھر کنویں میں گر پڑا تو سب پانی نکالا جاوے، چاہے چوہا کنویں میں مرجاوے یا زندہ نکلے۔

مسئلہ ۱۶:[3] چوہے کی دُم کٹ کر گر پڑی تو سارا پانی نکالا جاوے،[4] اسی طرح وہ چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہو اس کی دُم گرنے سے بھی سب پانی نکالا جاوے۔

مسئلہ ۱۷:[5] جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے اگر وہ چیز باوجود کوشش کے نہ نکل سکے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ چیز کیسی ہے۔ اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود تو پاک ہوتی ہے لیکن ناپاکی لگنے سے ناپاک ہوگئی ہے جیسے ناپاک کپڑا، ناپاک گیند، ناپاک جوتا، تب تو اس کا نکالنا معاف ہے، ویسے ہی پانی نکال ڈالیں۔ اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود ناپاک ہے جیسے مردہ جانور چوہا وغیرہ تو جب تک یہ یقین نہ ہوجاوے کہ یہ گل سڑ کر مٹی ہوگیا ہے اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہوسکتا۔ اور جب یہ یقین ہوجاوے اس وقت سارا پانی نکال دیں، کنواں پاک ہوجاوے گا۔

مسئلہ ۱۸:[6] جتنا پانی کنویں میں سے نکالنا ضرور ہو، چاہے ایک دم سے نکالیں چاہے تھوڑا تھوڑا کر کے کئی دفعہ نکالیں، ہر طرح پاک ہوجاوے گا۔

---

① مسئلہ نمبر ۱۳، ۱۴ باب ہٰذا کے حاشیہ میں دیکھو۔

② موری یا نالی۔

③ لو قطع ذنب الفارة والقى في البئر نزح جميع الماء. [ردّ المحتار ۱/۴۰۹ و الهندية ۱/۲۰]

④ و كذا (اى ينجس) الوزغة اذا كانت كبيرة لها دم سائل. [منية المصلّى ص۱۶۶]

⑤ ولو وقعت في البئر خشبة نجسة او قطعة ثوب نجس وتعذر اخراجها وتغيبت فيها طهرت الخشبة والثوب تبعا لطهارة البئر. [الهندية ۱/۲۰] وفي الشامية: لو وقع عصفور فيها فعجزوا عن اخراجه، فما دام فيها فنجسة، فتترك مدة يعلم انه استحال وصار حمأة، وقيل: مدة ستة اشهر. [۱/۴۰۹]

⑥ اذا نزح البعض ثم وجده في الغد اكثر مما ترك، فقيل: ينزح الكل، وقيل: مقدار ما بقى عند الترك، هو الصحيح. [ردّ المحتار ۱/۴۱۳]

جانوروں کے جھوٹے کا بیان

مسئلہ ۱:[1] آدمی کا جھوٹا پاک ہے چاہے بددین ہو، یا حیض سے ہو یا ناپاک ہو یا نفاس میں ہو، ہر حال میں پاک ہے۔ اسی طرح پسینہ بھی ان سب کا پاک ہے، البتہ اگر اس کے ہاتھ یا منہ[2] میں کوئی ناپاکی لگی ہو تو اس سے وہ جھوٹا ناپاک ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۲:[3] کتے کا جھوٹا نجس ہے۔ اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاوے گا، چاہے مٹی کا برتن ہو چاہے تانبے وغیرہ کا۔ دھونے سے سب پاک ہو جاتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھووے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی ڈالے کہ خوب صاف ہو جاوے۔

مسئلہ ۳:[4] سور کا جھوٹا بھی نجس ہے۔ اسی طرح شیر، بھیڑیا، بندر، گیدڑ وغیرہ جتنے پھاڑ چیر کر کے کھانیوالے جانور ہیں سب کا جھوٹا نجس ہے۔

مسئلہ ۴:[5] بلی کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن مکروہ ہے۔ اور پانی ہوتے وقت اس سے وضو نہ کرے البتہ اگر کوئی اور پانی نہ ملے تو اس سے وضو کر لے۔

مسئلہ ۵:[6] دودھ سالن وغیرہ میں بلی نے منہ ڈال دیا تو اگر اللہ نے سب کچھ دیا ہو تو اسے نہ کھاوے، اور اگر

---

① وفي العالمگيرية: سور الآدمي طاهر، وكذا سؤر ما يوكل لحمه طاهر، (لأن المختلط به اللعاب وقد تولد من لحم طاهر)، ويدخل في هذا الجواب الجنب والحائض والنفساء والكافر الّا سؤر شارب الخمر ومن دمي فوه اذا شربا على فور ذلك فانه نجس، وان ابتلع ريقه مراراً طهر فمه على الصحيح. [۲۳/۱]

② جیسے کسی کے منہ کو خون لگا ہوا تھا یا کسی نے شراب پیتے ہی فوراً پانی پی لیا تو وہ پانی ناپاک ہوگیا۔ اور اگر چند مرتبہ تھوک نگل چکا تھا اس کے بعد پانی پیا تو ناپاک نہیں ہوگا۔ (شبیر علی)

③ وسؤر الكلب نجس، ويغسل الاناء من ولوغه ثلاثا. [الهداية ۷۵/۱]

④ وسؤر الخنزير وسؤر سباع البهائم نجس. [الهداية ۷۵/۱] ⑤ وسور الهرة طاهر مكروه. [الهداية ۷۵/۱]

⑥ وسؤر هرة ودجاجة مخلاة وسباع طير وسواكن بيوت طاهر للضرورة مكروه تنزيها في الاصح ان وجد غيره، والا لم يكره اصلا كأكله لفقير. [الدّر المختار ۴۲۵/۱ والهداية ۷۶/۱]

غریب آدمی ہو تو کھالیوے اس میں کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے، بلکہ ایسے شخص کے واسطے مکروہ بھی نہیں ہے۔

مسئلہ ۶: (۱) بلی نے چوہا کھایا اور فوراً آ کر برتن میں منہ ڈال دیا تو وہ نجس ہو جاوے گا۔ اور جو تھوڑی دیر ٹھہر کر منہ ڈالے کہ اپنا منہ زبان سے چاٹ چکی ہو تو نجس نہ ہوگا بلکہ مکروہ ہی رہے گا۔

مسئلہ ۷: (۲) کھلی ہوئی مرغی جو ادھر ادھر گندی پلید چیزیں کھاتی پھرتی ہے اس کا جھوٹا مکروہ ہے۔ اور جو مرغی بند رہتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں بلکہ پاک ہے۔

مسئلہ ۸: (۳) شکار کرنے والے پرندے جیسے شکرہ، باز وغیرہ ان کا جھوٹا بھی مکروہ ہے، لیکن جو پالتو ہو اور مُردار نہ کھانے پاوے، نہ اس کی چونچ میں کسی نجاست کے لگے ہونے کا شبہ ہو اس کا جھوٹا پاک ہے۔

مسئلہ ۹: (۴) حلال جانور جیسے مینڈھا، بکری، بھیڑ، گائے، بھینس، ہرنی وغیرہ اور حلال چڑیاں جیسے مینا، طوطا، فاختہ، گوریا، ان سب کا جھوٹا پاک ہے۔ اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

مسئلہ ۱۰: (۵) جو چیزیں گھروں میں رہا کرتی ہیں جیسے سانپ، بچھو، چوہا، چھپکلی وغیرہ ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۱: (۶) اگر چوہا روٹی کتر کر کھاوے تو بہتر تو یہ ہے کہ اس جگہ سے ذرا سی توڑ ڈالے تب کھاوے۔

مسئلہ ۱۲: (۷) گدھے اور خچر کا جھوٹا پاک تو ہے، لیکن وضو ہونے میں شک ہے۔ سو اگر کہیں فقط گدھے خچر کا جھوٹا

---

(۱) ولو اکلت الفارة ثم شربت علی فوره الماء یتنجس، الا اذا مکثت ساعة. [الهداية ١/٧٧]

(۲) وسور الدجاجة المخلاة مکروه؛ لانها تخالط النجاسة، ولو کانت محبوسة بحیث لا یصل منقارها الی ما تحت قدمیها لا یکره؛ لوقوع الأمن عن المخالطة. [الهداية ١/٧٨]

(۳) مسئلہ ۵ باب ہذا کے حاشیہ میں دیکھو۔

(۴) سؤر ما یوکل لحمه من الدواب والطیور طاهر ما خلا الدجاجة المخلاة والابل والبقر الجلالة، فسؤرها یکره. [الهندية ١/٢٣]

(۵) وسور ما یسکن البیوت کالحیة والفارة مکروه. [الهداية ١/٧٨]

(۶) وسور سواکن البیوت یکره تنزیها في الاصح ان وجد غیره والا لم یکره اصلا کأکله لفقیر، ای اکل سؤرها، ای موضع فمها، وما سقط منه من الخبز ونحوه من الجامدات؛ لانه لا یخلو من لعابها، ولیس المراد أکل ما بقی ای مما لم یخالطه لعابها. [ردّ المحتار ١/٤٢٦-٤٢٧]

(۷) وسؤر الحمار والبغل مشکوك فیه، فان لم یجد غیرهما یتوضأ بهما ویتیمم ویجوز ایهما قدّم. [الهداية ١/٧٨]

پانی ملے اور اس کے سوا اور پانی نہ ملے تو وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے اور چاہے پہلے وضو کرے چاہے پہلے تیمم کرے، دونوں اختیار ہیں۔

مسئلہ ۱۳:[1] جن جانوروں کا جھوٹا نجس ہے ان کا پسینہ بھی نجس ہے اور جن کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے۔ اور جن کا جھوٹا مکروہ ہے ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے اور گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے، کپڑے اور بدن پر لگ جاوے تو دھونا واجب نہیں، لیکن دھوڈالنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۴:[2] کسی نے بلی پالی وہ پاس آ کر بیٹھتی ہے اور ہاتھ وغیرہ چاٹتی ہے تو جہاں چاٹے یا اس کا لعاب لگے تو اس کو دھوڈالنا چاہیے۔ اگر نہ دھویا اور یوں ہی رہنے دیا تو مکروہ اور بُرا کیا۔

مسئلہ ۱۵:[3] غیر مرد کا جھوٹا کھانا اور پانی عورت[4] کے لیے مکروہ ہے جب کہ جانتی ہو کہ یہ اس کا جھوٹا ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

تیمّم کا بیان

مسئلہ ۱:[5] اگر کوئی جنگل میں ہے اور بالکل معلوم نہیں کہ پانی کہاں ہے، نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے دریافت کرے تو ایسے وقت تیمّم کرلیوے اور اگر کوئی آدمی مل گیا اور اس نے ایک میل شرعی کے اندر اندر پانی

① وحكم عرق كسؤر. [الدّر المختار ١/٤٣٢]

② واذا لحست الهرة كف رجل يكره له ان يدعها تفعل ذلك. [منية المصلّي ص ١٩١] ويكره ان تلحس الهرة في كف انسان ثم يصلي قبل غسلها. [الهندية ١/٢٤]

③ يكره سؤرها للرجل كعكسه للاستلذاذ [الدّر المختار ١/٤٢٤] وفي ردّ المحتار نقلا عن الرملي: ويجب تقييده بغير الزوجة والمحارم. [١/٤٢٤] ④ اور اسی طرح سے غیر عورت کے سامنے کا مرد کے لیے بھی مکروہ ہے۔

⑤ واما شرطه فالنية فلا يجوز بدونها، وكذا طلب الماء اذا غلب على ظنه ان هناك ماء او كان في العمرانات او اخبر به وجب الطلب بالاجماع، وانما الخلاف فيما اذا لم يغلب على ظنه أو لم يخبر به او كان في الفلوات لا يجب الطلب عندنا خلافا للشافعي، ولو اخبره انسان جاز بلا خلاف. [منية المصلّي ص ٦٤] وفي الدر: ويجب طلبه ولو برسوله قدر غلوة ثلاث مائة ذراع من كل جانب، وفي البدائع: الأصح طلبه قدر ما لا يضر بنفسه ورفقته بالانتظار. [بحذف ١/٤٦٣]

کا پتہ بتایا اور گمان غالب ہوا کہ یہ سچا ہے، یا آدمی تو نہیں ملا لیکن کسی نشانی سے خود اس کا جی کہتا ہے کہ یہاں ایک میل شرعی کے اندر اندر کہیں پانی ضرور ہے تو پانی کا اس قدر تلاش کرنا کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور حرج نہ ہو ضروری ہے۔ بے ڈھونڈے تیمم کرنا درست نہیں ہے[1] اور اگر خوب یقین ہے کہ پانی ایک میل شرعی کے اندر ہے تو پانی لانا واجب ہے۔[2]

فائدہ: میلِ شرعی میلِ انگریزی سے ذرا زیادہ ہوتا ہے، یعنی انگریزی ایک میل پورا اور اس کا آٹھواں[3] حصہ، یہ سب مل کر ایک میل شرعی ہوتا ہے۔

مسئلہ ۲:[4] اگر پانی کا پتہ چل گیا لیکن پانی ایک میل سے دور ہے تو اتنی دور جا کر پانی لانا واجب نہیں ہے بلکہ تیمم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ ۳:[5] اگر کوئی آبادی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہو اور ایک میل سے قریب کہیں پانی نہ ملے تو بھی تیمم کر لینا درست ہے، چاہے مسافر ہو یا مسافر نہ ہو، تھوڑی دور جانے کے لیے نکلی ہو۔

مسئلہ ۴:[6] اگر راہ میں کنواں تو مل گیا مگر لوٹا ڈور پاس نہیں ہے اس لیے کنویں سے پانی نکال نہیں سکتی، نہ کسی اور سے مانگے مل سکتا ہے تو بھی تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۵:[7] اگر کہیں پانی مل گیا لیکن بہت تھوڑا ہے تو اگر اتنا ہو کہ ایک ایک دفعہ منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر دھو سکے تو تیمم کرنا درست نہیں ہے، بلکہ ایک ایک دفعہ ان چیزوں کو دھووے اور سر کا مسح کر لیوے اور کلی وغیرہ کرنا، یعنی وضو کی سنتیں چھوڑ دے اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو تیمم کر لے۔

---

① اگر ڈھونڈنے میں کچھ حرج یا تکلیف ہو تو اس صورت میں تلاش کرنا ضروری نہیں۔ ② اگرچہ تکلیف یا حرج اس کا یا ساتھیوں کا ہو۔

③ یہ مقدار تخمینی ہے، صحیح مقدار یہ ہے کہ: ایک میل اور ایک فرلانگ، اور دس گز انگریزی کا ایک میل شرعی ہوتا ہے۔

④ من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا او لمرض او برد او خوف عدو أو عطش او عدم آلة تيمم. [الدّر المختار ١/٤٤٠-٤٤٦]

⑤ وان خرج مسافرا او محتطباً او خرج من قرية الى قرية يجوز له التيمم ان كان بينه وبين الماء نحو الميل او أكثر. [منية المصلّى ص٦٧]

⑥ مسئلہ نمبر۲ باب ہذا کے حاشیہ میں دیکھو۔

⑦ وناقضه ناقض الاصل وقدرة ماء كاف لطهوره ولو مرة مرة فضل عن حاجته كعطش وعجن وغسل نجس مانع. [الدّر المختار ١/٤٧٥]

مسئلہ ۶:[1] اگر بیماری کی وجہ سے پانی نقصان کرتا ہو کہ اگر وضو یا غسل کرے گی تو بیماری بڑھ جاوے گی یا دیر میں اچھی ہوگی تب بھی تیمّم درست ہے، لیکن اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہو اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے غسل کرنا واجب ہے، البتہ اگر ایسی جگہ ہے کہ گرم پانی نہیں مل سکتا تو تیمّم کرنا درست ہے۔

مسئلہ ۷:[2] اگر پانی قریب ہے، یعنی یقیناً ایک میل سے کم دور ہے تو تیمّم کرنا درست نہیں، جا کر پانی لانا[3] اور وضو کرنا واجب ہے۔ مردوں سے شرم کی وجہ سے یا پردہ کی وجہ سے پانی لینے کو نہ جانا اور تیمّم کر لینا درست نہیں۔ ایسا پردہ جس میں شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جاوے ناجائز اور حرام ہے۔ برقع اوڑھ کر یا سارے بدن سے چادر لپیٹ کر جانا واجب ہے، البتہ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کرے اور ان کے سامنے ہاتھ منہ نہ کھولے۔

مسئلہ ۸:[4] جب تک پانی سے وضو نہ کر سکے برابر تیمّم کرتی رہے چاہے جتنے دن گذر جاویں، کچھ خیال و وسوسہ نہ لاوے۔ جتنی پاکی وضو اور غسل کرنے سے ہوتی ہے اتنی ہی پاکی تیمّم سے بھی ہو جاتی ہے، یہ نہ سمجھے کہ تیمّم سے اچھی طرح پاک نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۹:[5] اگر پانی مول بکتا ہے تو اگر اس کے پاس دام نہ ہوں تو تیمّم کر لینا درست ہے اور اگر دام پاس ہوں

---

① ولو كان يجد الماء الا انه مريض فخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه يتيمم، ولو خاف الجنب ان اغتسل ان يقتله البرد أو يمرضه يتيمم بالصعيد. [الهداية ١/٨٥] وفي العالمگيرية: ويجوز التيمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل بالماء ان يقتله البرد او يمرضه، هذا اذا كان خارج المصر اجماعا، فان كان في المصر فكذا عند ابي حنيفة خلافا لهما، والخلاف فيما اذا لم يجد ما يدخل به الحمام، فان وجد لم يجز اجماعا، وفيما اذا لم يقدر على تسخين الماء، فان قدر لم يجز. [١/٢٨]

② وان غلب على ظنه ان هناك ماء لم يجز له ان يتيمم حتى يطلبه؛ لأنه واجد للماء نظراً الى الدليل، ثم يطلب مقدار الغلوة ولا يبلغ ميلا كيلا ينقطع عن رفقته. [الهداية ١/٩٨]

③ بشرطیکہ اس جگہ جانے میں اپنی جان ومال یا عزت وعصمت کا خوف نہ ہو اور اگر خوف ہو تو پھر تیمّم کرنا جائز ہے۔ وكذا اذا خافت المرأة على نفسها بأن كان الماء عند فاسق. [الهندية ١/٢٨ وردّ المحتار ١/٤٤٤ والبحر ١/٣١٠]

④ روى ان قوما جاؤوا الى رسول اللهﷺ وقالوا: انا قوم نسكن هذه الرمال، ولا نجد الماء شهرا او شهرين، وفينا الجنب والحائض والنفساء، فقال: "عليكم بأرضكم". [الهداية ١/٨٧]

⑤ وان كان لا يعطيه الا بالثمن: فان لم يكن له ثمن تيمم بالاجماع، وان كان معه مال زائد على ما يحتاج اليه في الزاد ان باعه بمثل القيمة او بغبن يسير لا يجوز له التيمم، وان باعه بغبن فاحش يتيمم. [منية المصلّى ص ١/٦٩]

اور رستہ میں کرایہ بھاڑے کی جتنی ضرورت پڑے گی اس سے زیادہ بھی ہے تو خریدنا واجب ہے۔ البتہ اگر اتنا گراں بیچے کہ اتنے دام کوئی لگا ہی نہیں سکتا تو خریدنا واجب نہیں، تیمّم کر لینا درست ہے۔ اور اگر کرایہ وغیرہ رستہ کے خرچ سے زیادہ دام نہیں ہیں تو بھی خریدنا واجب نہیں، تیمّم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۰: ⓵ اگر کہیں اتنی سردی پڑتی ہو اور برف کٹتی ہو کہ نہانے سے مرجانے یا بیمار ہوجانے کا خوف ہو اور رضائی لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ نہا کر کے اس میں گرم ہوجاوے تو ایسی مجبوری کے وقت تیمّم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۱: ⓶ اگر کسی کے آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہوں یا چیچک نکلی ہو تو نہانا واجب نہیں، بلکہ تیمّم کر لیوے۔

مسئلہ ۱۲: ⓷ اگر کسی میدان میں تیمّم کر کے نماز پڑھ لی اور وہاں سے پانی قریب ہی تھا لیکن اس کو خبر نہ تھی تو تیمّم اور نماز دونوں درست ہیں، جب معلوم ہو تو دہرانا ضروری نہیں۔

مسئلہ ۱۳: ⓸ اگر سفر میں کسی اور کے پاس پانی ہو تو اپنے جی کو دیکھے: اگر اندر سے دل کہتا ہو کہ اگر میں مانگوں گی تو پانی مل جاوے گا تو بے مانگے ہوئے تیمّم کر لینا درست نہیں۔ اور اگر اندر سے دل یہ کہتا ہو کہ مانگنے سے وہ شخص پانی نہ دے گا تو بے مانگے بھی تیمّم کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے۔ لیکن اگر نماز کے بعد اس سے پانی مانگا اور اس نے دے دیا تو نماز کو دہرانا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۴: ⓹ اگر زمزم کا پانی زمزمی میں بھرا ہوا ہے تو تیمّم کرنا درست نہیں، زمزمیوں کو کھول کر اس پانی سے نہانا اور وضو کرنا واجب ہے۔

⓵ لو خاف الجنب ان اغتسل ان يقتله البرد او يمرضه يتيمم بالصعيد. [الهداية ١/٨٦]

⓶ جنب على جميع جسده جراحة او على اكثره او به جدرى فانه يتيمم. [منية المصلّى ص ٦٥]

⓷ اذا تيمم وصلى والماء قريب منه وهو لا يعلم اجزأه. [منية المصلّى ص١/٦٨]

⓸ وان كان مع رفيقه ماء لا يجوز له التيمم قبل ان يسأل اذا كان غالب ظنه انه يعطيه، وان تيمم قبل ان يسأل فصلى ثم سأل فأعطى يلزمه الاعادة. [منية المصلّى ص٦٨]

⓹ رجل معه ماء زمزم فى قمقمة وقد رصص رأس الاناء وهو يحمله للعطية او للاستشفاء لا يجوز له التيمم. [منية المصلّى ص ٧٠]

مسئلہ ۱۵: ⁽¹⁾ کسی کے پاس پانی تو ہے لیکن راستہ ایسا خراب ہے کہ کہیں پانی نہیں مل سکتا اس لیے راہ میں پیاس کے مارے تکلیف اور ہلاکت کا خوف ہے تو وضو نہ کرے، تیمم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۶: ⁽²⁾ اگر غسل ⁽³⁾ کرنا نقصان کرتا ہو اور وضو نقصان نہ کرے تو غسل کی جگہ تیمم کرے۔ پھر ⁽⁴⁾ اگر تیمم غسل کے بعد وضو ٹوٹ جاوے تو وضو کے لیے تیمم نہ کرے بلکہ وضو کی جگہ وضو کرنا چاہیے۔ اور اگر تیمم غسل سے پہلے کوئی بات وضو توڑنے والی بھی پائی گئی اور پھر غسل کا تیمم کیا ہو تو یہی تیمم غسل و وضو دونوں کے لیے کافی ہے۔

مسئلہ ۱۷: ⁽⁵⁾ تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اور سارے منہ کو مل لیوے، پھر دوسری مرتبہ زمین پر دونوں ہاتھ مارے اور دونوں ہاتھوں پر کہنی سمیت ملے۔ چوڑیوں کنگن وغیرہ کے درمیان اچھی طرح ملے، اگر اس کے گمان میں ناخن ⁽⁶⁾ برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ جاوے گی تو تیمم نہ ہوگا۔ انگوٹھی چھلے اتار ڈالے تاکہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جاوے۔ انگلیوں میں خلال کر لیوے۔ جب یہ دونوں چیزیں کر لیں تو تیمم ہو گیا۔

مسئلہ ۱۸: ⁽⁷⁾ مٹی پر ہاتھ مار کے ہاتھ جھاڑ ڈالے تاکہ ہاتھوں اور منہ پر بھبھوت نہ لگ جاوے اور صورت نہ بگڑے۔

---

(۱) ولو كان معه ماء ولكن يخاف على نفسه او دابته العطش يجوز له التيمم. [منية المصلّى ص ٧٤]

(۲) فلو تيمم للجنابة ثم احدث صار محدثا لا جنبا فيتوضأ. [الدّر المختار ١/٤٧٦] اذا وجد ماء يكفيه للوضوء فقط، انما يتوضأ به اذا أحدث بعد تيممه عن الجنابة، اما لو وجده وقت التيمم قبل الحدث لا يلزمه عندنا الوضوء به عن الحدث الذي مع الجنابة؛ لأنه عبث اذ لا بد له من التيمم. [ردّ المحتار ١/٤٧٧]

(۳) یہ مسئلہ پہلے اطلاق کیساتھ لکھا ہوا تھا جس سے ہر صورت میں تیمم غسل کیساتھ وضو کی ضرورت معلوم ہوتی تھی اور صدر شریعت کا قول اس اطلاق کا مؤید تھا، مگر شامی اور درمختار میں انکے قول کو مؤول کہا ہے، اسلیے اب قول محقق کے موافق مسئلہ لکھ دیا گیا۔ (۴) یعنی وضو کی ضرورت نہیں۔ (ف)

(۵) وصورته ان يضرب يديه على الأرض او على ما هو من جنس الارض ضربة مفرجا اصابعه، فينفضهما ويمسح بهما وجهه، ثم يضرب ضربة اخرى فينفضهما ثم يمسح اليمنى باليسرى واليسرى باليمنى من رؤوس الاصابع الى المرفقين، واستيعاب العضوين بالمسح واجب. [منية المصلّى ص٦٣] استيعاب العضوين في التيمم واجب في ظاهر الرواية، حتى لو لم يمسح تحت الحاجبين وفوق العينين لا يجزئه، ولا بد من نزع الخاتم والسوار. [الهندية ١/٢٦ بحذف] مستوعبا وجهه، حتى لو ترك شعرة او وترة منخره لم يجز، ويديه فينزع الخاتم والسوار او يحرك، به يفتى. [الدّر المختار ١/٤٤٨] ويجب تخليل الاصابع ان لم يدخل بينها غبار. [الهندية ١/٢٦]　(۶) بلکہ ایک بال کے برابر بھی اگر جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمم نہ ہوگا کما فی الدر۔

(۷) وينفض يديه بقدر ما يتناثر التراب كيلا يصير مثلة. [الهداية ١/٨٧]

مسئلہ ۱۹: [1] زمین کے سوا اور جو چیز مٹی کی قسم سے ہو اس پر بھی تیمم درست ہے جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونا، ہڑتال، سرمہ، گیرو وغیرہ اور جو چیز مٹی کی قسم سے نہ ہو اس سے تیمم درست نہیں جیسے سونا، چاندی، رانگا، گیہوں، لکڑی، کپڑا اور اناج وغیرہ، ہاں اگر ان چیزوں پر گرد اور مٹی لگی ہو اس وقت البتہ ان پر تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۲۰: [2] جو چیز نہ تو آگ میں جلے اور نہ گلے وہ چیز مٹی کی قسم سے ہے اس پر تیمم درست ہے، اور جو چیز جل کر راکھ ہو جائے یا گل[3] جائے اس پر تیمم درست نہیں۔ اسی[4] طرح راکھ پر بھی تیمم درست نہیں۔

مسئلہ ۲۱: [5] تانبے کے برتن، تکئے اور گدے وغیرہ کپڑے پر تیمم کرنا درست نہیں، البتہ اگر اس پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ مارنے سے خوب اڑتی ہے اور ہتھیلیوں میں خوب اچھی طرح لگ جاتی ہے تو تیمم درست ہے، اور اگر ہاتھ مارنے سے ذرا ذرا گرد اڑتی ہو تو بھی اس پر تیمم درست نہیں ہے، اور مٹی کے گھڑے بدھنے پر تیمم درست ہے چاہے اس پر پانی بھرا ہوا ہو یا پانی نہ ہو، لیکن اگر اس پر لُک[6] پھرا ہوا ہو تو تیمم درست نہیں۔

مسئلہ ۲۲: [7] اگر پتھر پر بالکل گرد نہ ہو تب بھی تیمم درست ہے بلکہ اگر پانی سے خوب دھلا ہوا ہو تب بھی درست ہے، ہاتھ پر گرد کا لگنا کچھ ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح پکی اینٹ پر بھی تیمم درست ہے، چاہے اس پر کچھ گرد ہو چاہے نہ ہو۔

---

① ویجوز التیمم عند ابی حنیفة ومحمد بکل ما کان من جنس الارض کالتراب والرمل والحجر والزرنیخ والکحل والمرد سنج والنورة والمغرة وما اشبهها، ولا یجوز عندنا بما لیس من جنس الارض کالذهب والفضة والحدید والرصاص والحنطة وسائر الحبوب والأطعمة، ولو کان علی هذه الاشیاء غبار یجوز التیمم بغبارها عند ابی حنیفة وفی احدی الروایتین عن محمد. [منیة المصلّی ص۷٦]

② الفارق بین جنس الأرض وغیره ان کل ما یحترق بالنار فیصیر رماداً کالشجر والحشیش او ینطبع ویلین کالحدید والصفر والذهب والزجاج ونحوها، فلیس من جنس الارض. [ردّ المحتار ۱/۴۵۱ و الهندیة ۱/۲٦]

③ یعنی پگھل جاوے۔ ④ اگرچہ راکھ جلتی اور پگھلتی نہیں مگر جب بھی اس پر تیمم درست نہیں اور چونا اگرچہ جل جاتا ہے جب بھی اس پر تیمم درست ہے اور یہ دونوں چیزیں اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔ واضح ہو کہ چونا چاہے پتھر کا ہو یا کنکر کا، دونوں کا ایک حکم ہے۔

⑤ فیجوز کحجر مدقوق او مغسول وحائط مطین او مجصص واوان من طین غیر مدهونة. [الدّرالمختار ۱/۴۵۳] اور حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۹ باب ھذا دیکھو۔ ⑥ روغن۔ ⑦ لو وضع یده علی صخرة لا غبار علیها او علی ارض ندیة ولم یتعلق بیده شيء جاز عند ابی حنیفة وفي احدی الروایتین عن محمد. [منیة المصلّی ص۷٦ و الدّر المختار ۱/۴۵۱] اور مسئلہ ۲۱ باب ھذا کا حاشیہ دیکھو۔

مسئلہ ۲۳:[۱] کیچڑ سے تیمّم کرنا گو درست ہے مگر مناسب نہیں۔ اگر کہیں کیچڑ کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے تو یہ ترکیب کرے کہ اپنے کپڑے میں کیچڑ بھر لیوے، جب وہ سوکھ جاوے تو اس سے تیمّم کر لے البتہ اگر نماز کا وقت ہی نکلا جاتا ہو، تو اس وقت جس طرح بن پڑے تر سے یا خشک سے تیمّم کر لے، نماز نہ قضا ہونے دے۔

مسئلہ ۲۴:[۲] اگر زمین پر پیشاب وغیرہ کوئی نجاست پڑ گئی اور دھوپ سے سوکھ گئی اور بد بو بھی جاتی رہی تو وہ زمین پاک ہوگئی اس پر نماز درست ہے، لیکن اس زمین پر تیمّم کرنا درست نہیں جب معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے۔

مسئلہ ۲۵:[۳] جس طرح وضو کی جگہ تیمّم درست ہے اسی طرح غسل کی جگہ بھی مجبوری کے وقت تیمّم درست ہے۔ ایسے ہی جو عورت حیض اور نفاس سے پاک ہوئی ہو مجبوری کے وقت اس کو بھی تیمّم درست ہے۔ وضو اور غسل کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں، دونوں کا ایک ہی طریقہ ہے۔

مسئلہ ۲۶:[۴] اگر کسی کو بتلانے کے لیے تیمّم کر کے دکھلایا، لیکن دل میں اپنے تیمّم کرنے کی نیّت نہیں بلکہ فقط اس کو دکھلانا مقصود ہے تو اس کا تیمّم نہ ہوگا، کیونکہ تیمّم درست ہونے میں تیمّم کرنے کا ارادہ ہونا ضروری ہے، تو جب تیمّم کرنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ فقط دوسرے کو بتلانا اور دکھلانا مقصود ہو تو تیمّم نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۷:[۵] تیمّم کرتے وقت اپنے دل میں بس اتنا ارادہ کر لے کہ میں پاک ہونے کے لیے تیمّم کرتی ہوں یا

---

① اذا لم يجد الا الطين لطخ ثوبه منه، فاذا جف تيمم به، وان ذهب الوقت قبل ان يجف لا يتيمم به عند ابى يوسف؛ لان عنده لا يجوز الا بالتراب او الرمل، وعند ابى حنيفة ان خاف ذهاب الوقت تيمم به؛ لان التيمم بالطين عنده جائز. [ردّ المحتار ۱/۴۵۳ ومنية المصلّى ص ۷۸]

② وان اصابت الأرض نجاسة فجفت بالشمس وذهب أثرها جازت الصلوٰة عليها، ولا يجوز التيمم فى ظاهر الرواية. [منية المصلّى ص۷۹]

③ والحدث والجنابة فيه سواء، وكذا الحيض والنفاس. [الهداية ۱/۸۷] والتيمم منها فى الجنابة والحدث سواء. [منية المصلّى ص ۸۰]

④ واما شرطه فالنية فلا يجوز بدونها. [منية المصلّى ص ٦٤ والدّر المختار ۱/۴۳۷] لو تيمم يريد به تعليم الغير ولا يريد به الصلوٰة لم يجزئه عند الثلاثة. [الهندية ص ۱/۲٦]

⑤ اذا نوى الطهارة او استباحة الصلوٰة اجزأه. [الهداية ص ۱/۹۰] ولا يجب التمييز بين الحدث والجنابة، فلو تيمم =

نماز پڑھنے کے لیے تیمّم کرتی ہوں تو تیمّم ہو جائے گا، اور یہ ارادہ کرنا کہ میں وضو کا تیمّم کرتی ہوں یا غسل کا کچھ ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۸: ① اگر قرآن مجید کے چھونے کے لیے تیمّم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے، اور اگر ایک نماز کے لیے تیمّم کیا دوسرے وقت کی نماز بھی اس سے پڑھنا درست ہے اور قرآن مجید کا چھونا بھی اس تیمّم سے درست ہے۔

مسئلہ ۲۹: ② کسی کو نہانے کی بھی ضرورت ہے اور وضو بھی نہیں ہے تو ایک ہی تیمّم کرے، دونوں کے لیے الگ الگ تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۰: ③ کسی نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی، پھر پانی مل گیا اور وقت ابھی باقی ہے تو نماز کا دہرانا واجب نہیں، وہی نماز تیمّم سے درست ہوگئی۔

مسئلہ ۳۱: ④ اگر پانی ایک میل شرعی سے دور نہیں، لیکن وقت بہت تنگ ہے کہ اگر پانی لینے کو جاوے گی تو وقت جاتا رہے گا تو بھی تیمّم درست نہیں ہے، پانی لاوے اور قضا پڑھے۔

مسئلہ ۳۲: ⑤ پانی موجود ہوتے وقت قرآن مجید کے چھونے کے لیے تیمّم کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۳۳: ⑥ اگر پانی آگے چل کر ملنے کی امید ہو تو بہتر ہے کہ اول وقت نماز نہ پڑھے بلکہ پانی کا انتظار کرلے، لیکن اتنی دیر نہ لگاوے کہ وقت مکروہ ہو جاوے اور اگر پانی کا انتظار نہ کیا اول ہی وقت نماز پڑھ لی تب بھی درست ہے۔

= الجنب يريد به الوضوء جاز. [الهندية ١/٢٦]

① ولو تيمم لمس المصحف او لقراءة القرآن عند عدم الماء لا تجوز الصلوة به. [منية المصلّى ص ٧٢] ويصلى بتيممه ما شاء من الفرائض والنوافل. [الهداية ١/٩٤]

② مسئلہ ۱۶ اباب ہذا کا حاشیہ دیکھو۔　③ ولو صلى بالتيمم ثم وجد الماء فى الوقت لا يعيد. [منية المصلّى ص ٨١]

④ اذا خاف فوت الوقت لو توضأ، لم يتيمم ويتوضأ ويقضى ما فاته. [الهداية ١/٩٦]

⑤ لو تيمم لمس المصحف او لدخول المسجد عند وجود الماء والقدرة عليه، فذلك التيمم ليس بشيء. [منية المصلّى ص ٨٣]

⑥ ويستحب ان يؤخر الصلوٰة الى آخر الوقت اذا كان يرجو وجود الماء فيه، ثم لا يفرط فى التأخير حتى لا تقع الصلوٰة في وقت مكروه. [منية المصلّى ص ٧٤]

مسئلہ ۳۴: ① اگر پانی پاس ہے لیکن یہ ڈر ہے کہ اگر ریل پر سے اترے گی تو ریل چل دیوے گی تب بھی تیمم درست ہے۔ یا سانپ وغیرہ کوئی جانور پانی کے پاس ہے جس سے پانی نہیں مل سکتا تو بھی تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۳۵: ② اسباب کے ساتھ پانی بندھا تھا لیکن یاد نہ رہا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی، پھر یاد آیا کہ میرے اسباب میں تو پانی بندھا ہوا ہے تو اب نماز کا دہرانا واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۶: ③ جتنی چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے، اور پانی مل جانے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تیمم کر کے آگے چلی اور پانی ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر رہ گیا تو بھی تیمم ٹوٹ گیا۔

مسئلہ ۳۷: ④ اگر وضو کا تیمم ہے تو وضو کے موافق پانی ملنے سے تیمم ٹوٹے گا۔ اور اگر غسل کا تیمم ہے تو جب غسل کے موافق⑤ پانی ملے گا تب تیمم ٹوٹے گا، اگر پانی کم ملا تو تیمم نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۳۸: ⑥ اگر رستہ میں پانی ملا لیکن اس کو پانی کی کچھ خبر نہ ہوئی اور معلوم نہ ہوا کہ یہاں پانی ہے تو بھی تیمم نہیں ٹوٹا۔ اس طرح اگر رستہ میں پانی ملا اور معلوم بھی ہوگیا لیکن ریل پر سے نہ اتر سکی تو بھی تیمم نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۳۹: ⑦ اگر بیماری کی وجہ سے تیمم کیا ہے تو جب بیماری جاتی رہے کہ وضو اور غسل نقصان نہ کرے تو تیمم ٹوٹ جاوے گا۔ اب وضو کرنا اور غسل کرنا واجب ہے۔

---

① وكذا لو علم بالماء ولم يقدر على النزول ولا على الوضوء لخوف عدو او سبع او مرض. [منية المصلّى ص۸۵]

② والمسافر اذا نسى الماء فى رحله فتيمم وصلى ثم ذكر الماء لم يعدها. [الهداية ۱/۹٦ والدّر المختار ۱/٤٦۷]

③ وينقض التيمم كل شيء ينقض الوضوء، وينقضه ايضا رؤية الماء اذا قدر على استعماله. [الهداية: ۱/۹۲] وفي الدر: فلو تيمم لبعد ميل فسار فانتقص، (اى البعد عن ميل بسبب السير) انتقض. [الدّر المختار وردّ المحتار ۱/٤۸۰]

④ وناقضه ناقض الاصل وقدرة ماء كاف لطهره، اى الوضوء لو محدثا، وللاغتسال لو جنبا ولو مرة مرة. [الدّر المختار وردّ المحتار ۱/٤۷۵]

⑤ وضو اور غسل کے موافق پانی ملنے سے یہ مطلب ہے کہ اتنا پانی مل جاوے جس سے غسل اور وضو کے فرائض ادا ہو سکیں، خواہ سنتیں ادا ہو سکیں یا نہ ہو سکیں۔ (تصحیح الاغلاط)

⑥ ولو ان المتيمم مر بالماء وهو لا يعلم به او كان نائما حال المرور لا ينتقض تيممه، وكذا لو علم ولم يقدر على النزول. [منية المصلّى ص۸۵]

⑦ فلو تيمم لمرض بطل برئه. [الدّرالمختارص ۱/٤۷۹]

مسئلہ ۴۰: [1] پانی نہیں ملا اس وجہ سے تیمّم کرلیا۔ پھر ایسی بیماری ہوگئی جس سے پانی نقصان کرتا ہے۔ پھر بیماری کے بعد پانی مل گیا تو اب وہ تیمّم باقی نہیں رہا جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا، پھر سے تیمّم کرے۔

مسئلہ ۴۱: [2] اگر نہانے کی ضرورت تھی اس لیے غسل کیا لیکن ذرا سا بدن سوکھا رہ گیا اور پانی ختم ہوگیا تو ابھی وہ پاک نہیں ہوئی، اس لیے اس کو تیمّم کرلینا چاہیے۔ جب کہیں پانی ملے تو اتنی سوکھی جگہ دھولیوے پھر سے نہانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۲: [3] اگر ایسے وقت پانی ملا کہ وضو بھی ٹوٹ گیا تو اس سوکھی جگہ کو پہلے دھولیوے اور وضو کے لیے تیمّم کرلے۔ اور اگر پانی اتنا کم ہے کہ وضو تو ہوسکتا ہے لیکن وہ سوکھی جگہ اتنے پانی میں نہیں دھل سکتی تو وضو کرلے اور اس سوکھی جگہ کے واسطے غسل کا تیمّم کرے، ہاں اگر اس غسل کا تیمّم پہلے کرچکی ہو تو اب پھر تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں وہی پہلا تیمّم باقی ہے۔

مسئلہ ۴۳: [4] کسی کا کپڑا یا بدن بھی نجس ہے اور وضو کی بھی ضرورت ہے اور پانی تھوڑا ہے تو بدن اور کپڑا دھولے اور وضو کے عوض تیمّم کرے۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

مسئلہ ۱: [5] اگر چمڑے کے موزے وضو کرکے پہن لیوے اور پھر وضو ٹوٹ جاوے تو پھر وضو کرتے وقت موزوں

---

① لو تيمم لعدم الماء ثم مرض مرضا يبيح التيمم لم يصل بذلك التيمم. [الدّر المختار ص ۱/۴۴۷]

② جنب اغتسل وبقيت على بدنه لمعة وليس معه ماء يتيمم للمعة، وان وجد ماء بعد ما تيمم واحدث يغسل اللمعة ويتيمم للحدث اذا كان الماء يكفي للمعة، ولا يكفي للوضوء، وان كان الماء يكفي للوضوء ولا يكفي للمعة يتوضأ به، وان كان يكفي لأحدهما على الانفراد فانه يغسل اللمعة ويتيمم للحدث، وعليه ان يبتدئ بغسل اللمعة، ولو كان معه ثوب نجس فانه يغسل الثوب ويتيمم للمعة. [منية المصلّى ص ۱/۸۵]

③، ④ مسئلہ نمبر ۴۱ باب ہذا کا حاشیہ دیکھو۔

⑤ المسح على الخفين جائز بالسنة، والأخبار فيه مستفيضة حتى قيل: ان من لم يره كان مبتدعا، لكن من رآه ثم لم يمسح آخذا بالعزيمة كان مأجورا. [الهداية ص ۱/۹۹]

پر مسح کر لینا درست ہے۔ اور اگر موزہ اتار کر پیر دھولیا کرے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

مسئلہ ۲: [1] اگر موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے موزے کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اس پر مسح درست نہیں۔ اسی طرح اگر بغیر [2] وضو کیے موزہ پہن لیا تو اس پر بھی مسح درست نہیں، اتار کر پیر دھونا چاہیے۔

مسئلہ ۳: [3] مسافرت میں تین دن تین رات تک موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور جو مسافرت میں نہ ہو اس کو ایک دن اور ایک رات، اور جس وقت وضو ٹوٹا ہے اس وقت سے ایک دن رات یا تین دن رات کا حساب کیا جاوے گا جس وقت موزہ پہنا ہے اس کا اعتبار نہ کریں گے جیسے کسی نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا پھر سورج ڈوبنے کے وقت وضو ٹوٹا تو اگلے دن کے سورج ڈوبنے تک مسح کرنا درست ہے۔ اور مسافرت میں تیسرے دن کے سورج ڈوبنے تک، جب سورج ڈوب گیا تو اب مسح کرنا درست نہیں رہا۔

مسئلہ ۴: [4] اگر کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے نہانا واجب ہو گیا تو موزہ اتار کر نہاوے، غسل کے ساتھ موزے پر مسح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۵: [5] موزہ کے اوپر کی طرف مسح کرے، تَلوے کی طرف مسح نہ کرے۔

مسئلہ ۶: [6] موزہ پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف رکھے، انگلیاں تو

---

① شرط مسحه كونه ساتر القدم مع الكعب. [الدّر المختار ص ۱/۴۸۸] وفي الهداية: يجوز من كل حدث موجب للوضوء اذا لبسهما على طهارة كاملة ثم احدث. [الهداية ص ۱/۱۰۰]

② اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کا پیشتر سے وضو نہ ہو اور وہ بالکل وضو نہ کرے اور موزہ پہن لے تو ان پر مسح جائز نہیں، لیکن اگر پورا وضو کر کے موزے پہنے ہیں تو مسح جائز ہے اور اگر صرف پاؤں دھو کر پہن لیے اور باقی وضو نہیں کیا تب مسح جائز نہیں اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہنے اور اس کے بعد وضو پورا کر لیا، اس کے بعد وضو ٹوٹا تو اب مسح جائز ہے اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے، اس کے بعد باقی وضو کرنا شروع کیا، مگر ابھی وضو نہ کرنے پائی تھی کہ وضو ٹوٹ گیا تو اب مسح جائز نہیں۔ (تصحیح الاغلاط)

③ ويجوز للمقيم يوما وليلة، وللمسافر ثلاثة أيام ولياليها، وابتداؤها عقيب الحدث. [الهداية ص ۱/۱۰۱]

④ ولا يجوز المسح لمن وجب عليه الغسل. [الهداية ۱/۱۰۳]

⑤ ثم المسح على الظاهر حتم لا يجوز على باطن الخف وعقبه وساقه. [الهداية ص ۱/۱۰۲]

⑥ وكيفية المسح ان يضع يديه على مقدم خفيه ويجافي بطن كفيه ويمدهما الى الساق ويضع كفيه مع الاصابع ويمدهما جملة. [منية المصلّى ص ۱۱۰]

سموچی[1] موزہ پر رکھ دے اور ہتھیلی موزے سے الگ رکھے، پھر ان کو کھینچ کر ٹخنے کی طرف لے جاوے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھ دیوے اور ہتھیلی سمیت انگلیوں کو کھینچ کر لے جاوے تو بھی درست ہے۔

مسئلہ ۷:[2] اگر کوئی الٹا مسح کرے یعنی ٹخنے کی طرف سے کھینچ کر انگلیوں کی طرف لاوے تو بھی جائز ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اگر لمباؤ میں مسح نہ کرے بلکہ موزے کے چوڑان میں مسح کرے تو بھی درست ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے۔

مسئلہ ۸:[3] اگر تلوے کی طرف یا ایڑی پر یا موزہ کے اغل بغل میں مسح کرے تو یہ مسح درست نہیں ہوا۔

مسئلہ ۹:[4] اگر پوری انگلیوں کو موزہ پر نہیں رکھا بلکہ فقط انگلیوں کا سرا موزہ پر رکھ دیا اور انگلیاں کھڑی رکھیں تو یہ مسح درست نہیں ہوا، البتہ اگر انگلیوں سے پانی برابر ٹپک رہا ہو جس سے بہہ کر تین انگلیوں کے برابر پانی موزہ کو لگ جاوے تو درست ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۱۰:[5] مسح میں مستحب تو یہی ہے کہ ہتھیلی کی طرف سے مسح کرے، اور اگر کوئی ہتھیلی کے اوپر کی طرف سے مسح کرے تو بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۱:[6] اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا لیکن پانی برستے وقت باہر نکلی یا بھیگی گھاس میں چلی جس سے موزہ بھیگ گیا تو مسح ہو گیا۔

مسئلہ ۱۲:[7] ہاتھ کی تین انگلیوں بھر ہر موزہ پر مسح کرنا فرض ہے، اس سے کم میں مسح درست نہ ہوگا۔

---

① یعنی پوری۔ ② ولو وضع يديه من قبل الساق ومدهما الى رؤوس الاصابع جاز، وكذا لو مسح عليهما عرضاً جاز. [منية المصلّى ص۱۰۹]

③ ولو مسح على باطن خفيه اومن قبل العقبين او من جوانبهما لا يجوز. [منية المصلّى ص۱۱۰]

④ ولو مسح برؤوس الاصابع وجافى اصول الاصابع والكف لا يجوز المسح، الا ان يكون الماء متقاطرا. [منية المصلّى ص۱۱۰]

⑤ والمستحب ان يمسح بباطن الكف، ولو مسح بظاهر كفيه يجوز. [منية المصلّى ص۱۱۰]

⑥ لو لم يمسح خفيه ولكن خاض في الماء لا بنية المسح او مشى في الحشيش المبتل بالماء او بالمطر يجزيه، وكذا اذا اصابه المطر ينوب عن المسح. [منية المصلّى ص۱۱۰]

⑦ وفرض ذلك مقدار ثلاث اصابع من اليد. [منية المصلّى ص۱۰۹]

مسئلہ ۱۳:[1] جو چیز وضو توڑ دیتی ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ[2] جاتا ہے اور موزوں کے اتار دینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ تو اگر کسی کا وضو تو نہیں ٹوٹا، لیکن اس نے موزے اتار ڈالے تو مسح جاتا رہا اب دونوں پیر دھو لیوے، پھر سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۴:[3] اگر ایک موزہ اتار ڈالا تو دوسرا موزہ بھی اتار کر دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۵:[4] اگر مسح کی مدت پوری ہوگئی تو بھی مسح جاتا رہا۔ اگر وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اتار کر دونوں پاؤں دھووے، پورے وضو کا دہرانا واجب نہیں۔ اور اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو موزے اتار کے پورا وضو کرے۔

مسئلہ ۱۶:[5] موزہ پر مسح کرنے کے بعد کہیں پانی میں پیر پڑ گیا اور موزہ ڈھیلا تھا اس لیے موزے کے اندر پانی چلا گیا اور سارا پاؤں یا آدھے سے زیادہ پاؤں بھیگ گیا تو بھی مسح جاتا رہا، دوسرا موزہ بھی اتار دیوے اور دونوں پیر اچھی طرح سے دھووے۔

مسئلہ ۱۷:[6] جو موزہ اتنا پھٹ[7] گیا ہو کہ چلنے میں پیر کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو اس پر مسح درست نہیں اور اگر اس سے کم کھلتا ہو تو مسح درست ہے۔

---

① وينقض المسح كل شيء ينقض الوضوء، وينقضه ايضا نزع الخف. [الهداية ١/١٠٤]

② سو جب وضو کرے اس وقت مسح بھی موزوں پر کرے مگر مدت کے اندر اندر۔

③ وكذا (اى ينقض المسح) نزع احدهما. [الهداية ١/١٠٤]

④ وكذا (اى ينقض المسح) مضى المدة، واذا تمت المدة نزع خفيه وغسل رجليه وصلى، وليس عليه اعادة بقية الوضوء. [الهداية ١/١٠٤]

⑤ وينتقض ايضا بغسل اكثر الرجل فيه لو دخل الماء خفه وصححه غير واحد، كصاحب الذخيرة والظهيرية. وقدمنا عن الزيلعي انه المنصوص عليه في عامة الكتب، وعليه مشى في "نور الايضاح، وشرح المنية"، وقيل: لا ينتقض وان بلغ الماء الركبة. [الدّر المختار وردّ المحتار ١/٥١٢]

⑥ ولا يجوز المسح على خف فيه خرق كثير يتبين منه قدر ثلاث اصابع من اصابع الرجل، وان كان اقل من ذلك جاز. [الهداية ١/١٠٢]

⑦ یعنی جب انگلیوں پر سے نہ پھٹا ہو بلکہ کسی اور جگہ سے پھٹا ہو، لیکن اگر انگلیوں پر سے پھٹا ہو تو اس وقت ان انگلیوں کا اعتبار ہوگا جن پر سے پھٹا ہے۔ مثلاً اگر انگوٹھے اور اسکے پاس والی انگلی پر سے پھٹا ہے اور یہ دونوں مل کر چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہو جاتے ہیں تو مسح جائز نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۸: [1] اگر موزہ کی سیون کھل گئی لیکن اس میں سے پیر نہیں دکھلائی دیتا تو مسح درست ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ چلتے وقت تو تین انگلیوں کے برابر پیر دکھلائی دیتا ہے اور یوں نہیں دکھلائی دیتا تو مسح درست نہیں۔

مسئلہ ۱۹: [2] اگر ایک موزہ میں دو انگلیوں کے برابر پیر کھل جاتا ہے اور دوسرے موزہ میں ایک انگلی کے برابر تو کچھ حرج نہیں، مسح جائز ہے اور اگر ایک ہی موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہے اور سب ملا کر تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو مسح جائز نہیں اور اگر اتنا کم ہو کہ سب ملا کر بھی پوری تین انگلیوں کے برابر نہیں ہوتا تو مسح درست ہے۔

مسئلہ ۲۰: [3] کسی نے موزہ پر مسح کرنا شروع کیا اور ابھی ایک دن رات گذرنے نہ پایا تھا کہ مسافر ہوگئی تو تین دن رات تک مسح کرتی رہے، اور اگر سفر سے پہلے ہی ایک دن رات گذر جاوے تو مدت ختم ہوچکی، پیر دھو کر پھر سے موزہ پہنے۔

مسئلہ ۲۱: [4] اور اگر مسافرت میں مسح کرتی تھی، پھر گھر پہنچ گئی تو اگر ایک دن رات پورا ہو چکا ہے تو اب موزہ اتار دے، اب اس پر مسح درست نہیں اور اگر ابھی ایک دن رات بھی نہیں ہوا تو ایک دن رات پورا کر لے، اس سے زیادہ تک مسح درست نہیں۔

مسئلہ ۲۲: [5] اگر جراب کے اوپر موزے پہنے ہیں تب بھی موزوں پر مسح درست ہے۔

---

① ولو انفتق خرزه الا انه لا يرى شيء من قدمه يجوز المسح، ولو كان يبدو حالة المشي ولا يبدو حالة الوضع يمنع، ولو كان الامر بالعكس لا يمنع. [منية المصلّى: ١١٤ والدّر المختار ١/٥٠٥ والهداية ١/١٠٢]

② وان كان الخرق في خف واحد قدر اصبعين في موضع منه او في موضعين وفي الخف الآخر قدر اصبع جاز المسح، وان كان في خف واحد يجمع فلا يجوز. [منية المصلّى ص ١١٣]

③ ومن ابتدأ المسح وهو مقيم فسافر قبل تمام يوم وليلة مسح تمام ثلاثة ايام ولياليها. [الهداية ١/١٠٥]

④ ومن ابتدأ المسح وهو مسافر ثم اقام ينظر: ان كان قد مسح يوما وليلة او اكثر لزمه نزعهما وغسل رجليه، وان كان قد مسح اقل من يوم وليلة اتم مسح يوم وليلة. [منية المصلّى ص ١١١]

⑤ ثم تعليل ائمتنا بأن الجرموق بدل عن الرجل الى آخره يعلم منه جواز المسح على خف لبس فوق مخيط من كرباس او جوخ او نحوهما مما لا يجوز عليه المسح. [حلبئ كبير ص ١١١]

مسئلہ ۲۳: [1] جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں ہے، البتہ اگر ان پر چمڑہ چڑھا دیا گیا ہو یا سارے موزہ پر چمڑہ نہ چڑھایا ہو بلکہ مردانہ [2] جوتہ کی شکل پر چمڑا لگا دیا گیا ہو یا بہت سنگین اور سخت ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے آپ ہی آپ ٹھہرے رہتے ہوں اور ان کو پہن کر تین چار میل رستہ بھی چل سکتی ہو تو ان سب صورتوں میں جراب پر بھی مسح درست ہے۔

مسئلہ ۲۴: [3] برقع اور دستانوں پر مسح درست نہیں۔

مسائل ذیل کے پڑھانے کا طریقہ

اگر پڑھانے والا مرد ہو تو ان مسائل کو خود نہ پڑھاوے یا تو اپنی بی بی کی معرفت سمجھاوے یا ہدایت کردے کہ بعد میں ان مسائل کو دیکھ لینا۔ اور اگر پڑھنے والا لڑکا کم عمر ہو اس کو بھی نہ پڑھاویں، بلکہ صرف ہدایت کردیں کہ بعد کو دیکھ لینا۔

مسائل

وضو کو توڑنے والی چیزوں کا بیان (بقیہ مسائل ص ۸۸)

مسئلہ ۲۲: [4] مرد کے ہاتھ لگانے سے یا یوں ہی خیال کرنے سے اگر آگے کی راہ سے پانی آجاوے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس پانی کو جو جوش کے وقت نکلتا ہے ''مذی'' کہتے ہیں۔

---

[1] (وهو جائز) على ظاهر خفيه او جرموقيه او جوربيه الثخينين والمنعلين والمجلدين. [الدّر المختار بحذف ۱/۴۹۷-۵۰۱]

[2] اس زمانہ کی جرابوں پر جوتے کی شکل پر چمڑا لگا لینے کے بعد بھی مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ جوتے کی شکل پر چمڑا لگے ہوئے موزوں پر بھی مسح نہ کرے۔

[3] ولا يجوز المسح على العمامة والقلنسوة والبرقع والقفازين. [الهداية ۱/۱۰۷]

[4] منها (اى من نواقض الوضوء) ما يخرج من السبيلين من الغائط والبول والريح الخارجة من الدبر والودى والمذى والمنى =

مسئلہ ۲۳:[1] بیماری کی وجہ سے رینٹ کی طرح لیس دار پانی آگے کی طرف سے آتا ہو تو احتیاط اس کہنے میں ہے کہ وہ پانی نجس ہے اور اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ ۲۴:[2] پیشاب یا مذی کا قطرہ سوراخ سے باہر نکل آیا، لیکن ابھی اس کھال کے اندر ہے جو اوپر ہوتی ہے تب بھی وضو ٹوٹ گیا۔ وضو ٹوٹنے کے لیے کھال سے باہر نکلنا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۵:[3] مرد کے پیشاب کے مقام سے جب عورت کا پیشاب کا مقام مل جاوے اور کچھ کپڑا وغیرہ بیچ میں آڑ نہ ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر دو عورتیں اپنی اپنی پیشاب گاہیں ملاویں تب بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن[4] خود یہ نہایت برا اور گناہ ہے۔ اور دونوں صورتوں میں چاہے کچھ نکلے، چاہے نہ نکلے ایک ہی حکم ہے۔

غسل کا بیان (بقیہ ص ۹۵)

مسئلہ ۱:[5] پیشاب کی جگہ آگے کی کھال کے اندر پانی پہنچانا غسل میں فرض ہے،[6] اگر پانی نہ پہنچے تو غسل نہ ہوگا۔

= والدودة والحصاة. [الهندية ص ۱/ ۹ والدّر المختار ۱/ ۲۸۴ و الهداية ص ۳۳] و (المذي) هو ماء ابيض رقيق يخرج عند شهوة لا بشهوة ولا دفق ولا يعقبه فتور، وربما لا يحس بخروجه، وهو اغلب في النساء من الرجال، ويسمى في جانب النساء قذى بفتح القاف والذال المعجمة. [مراقى الفلاح بحذف ص ۱۰۰]

① وهو (اى الودى) ماء ابيض كدر ثخين لا رائحة له يعقب البول وقد يسبقه. [مراقى الفلاح ص ۱۰۱]

② ثم المراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور، حتى لو نزل البول الى قصبة الذكر لا ينقض لعدم ظهوره، بخلاف القلفة فانه بنزوله اليها ينقض الوضوء. [الدّر المختار وردّ المحتار ۱/ ۲۸۵]

③ (ينقضه) مباشرة فاحشة بتماس الفرجين ولو بين المرأتين والرجلين مع الانتشار للجانبين المباشر والمباشر ولو بلا بلل على المعتمد. [الدّر المختار ۱/ ۳۰۳]

④ ''لیکن خود'' سے ''برا اور گناہ ہے'' تک پہلے حاشیہ میں تھا، اس مرتبہ داخلِ متن کیا گیا۔ (شبیر علی)

⑤ ويجب غسل سرة وشارب وحاجب ولحية وفرج خارج. [الدّر المختار ۱/ ۳۱۳]

⑥ اگر ختنہ نہ ہوئی ہو تو مرد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر کھال کے کھولنے میں وقت نہ ہو تو کھال کے اندر پانی ڈالنا فرض ہے اور اگر دقت ہو تو فرض نہیں۔

جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان کا بیان (بقیہ ص ۹۷)

مسئلہ ۱:(۱) سوتے یا جاگتے میں جب جوانی کے جوش کے ساتھ منی نکل آوے تو غسل واجب ہو جاتا ہے، چاہے مرد کے ہاتھ لگانے سے نکلے یا فقط خیال اور دھیان کرنے سے نکلے یا اور کسی طرح نکلے ہر حال میں غسل واجب ہے۔

مسئلہ ۲:(۲) اگر آنکھ کھلی اور کپڑے یا بدن پر منی لگی ہوئی دیکھی تو بھی غسل کرنا واجب ہے، چاہے سوتے میں کوئی خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

تنبیہ:(۳) جوانی کے جوش کے وقت اول اول جو پانی نکلتا ہے اس کے نکلنے سے جوش زیادہ ہو جاتا ہے کم نہیں ہوتا، اس کو "مذی" کہتے ہیں اور خوب(۴) مزہ آ کر جب جی بھر جاتا ہے اس وقت جو نکلتا ہے اس کو "منی" کہتے ہیں۔ اور پہچان ان دونوں کی یہی ہے کہ منی نکلنے کے بعد جی بھر جاتا ہے اور جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور مذی نکلنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے اور مذی پتلی ہوتی اور منی گاڑھی ہوتی ہے، سو فقط مذی نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ ۳:(۵) جب مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری(۶) اندر چلی جاوے اور چھپ جاوے تو بھی غسل واجب ہو جاتا ہے، چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ مرد کی سپاری آگے کی راہ میں گئی ہو تو بھی غسل واجب ہے، چاہے کچھ بھی نہ نکلا ہو۔ اور اگر پیچھے کی راہ میں گئی ہو تب بھی غسل واجب ہے، لیکن پیچھے کی راہ میں کرنا اور کرانا بڑا گناہ ہے۔

---

(۱) وسببه (اى الغسل) خروج المنى بشهوة بالإجماع. [منية المصلّى ص ٤٠]

(۲) ومن استيقظ فوجد على فراشه او ثوبه او فخذه بللاً، وهو يتذكر الاحتلام: فان تيقن انه منى او مذى او شك فيه فعليه الغسل، اما اذا لم يتذكر الاحتلام وتيقن انه منى او شك فكذلك (اى يجب عليه الغسل في الحالتين اجماعاً للاحتياط. [منية المصلّى ص ٤٢] (۳) دیکھو ص ۱۲۲ حاشیہ نمبر ۲۔

(۴) خروج المنى، وهوماء ابيض ثخين ينكسر الذكر بخروجه يشبه رائحة الطلع، ومنى المرأة رقيق اصفر. [مراقى الفلاح ٩٦]

(۵) وكذا الايلاج في احد السبيلين من الرجل والمرأة اذا توارت الحشفة انزل او لم ينزل وجب الغسل على الفاعل والمفعول به. [منية المصلّى ص ٤١] (۶) یعنی مرد کی پیشاب گاہ کا سر جہاں تک ختنہ ہوتی ہے۔

مسئلہ ۴: [1] جو خون ہر مہینے آگے کی راہ سے آیا کرتا ہے اس کو ''حیض'' کہتے ہیں جب یہ خون بند ہو جاوے تو غسل کرنا واجب ہے اور جو خون بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے اس کو ''نفاس'' کہتے ہیں، اس کے بند ہونے پر بھی غسل کرنا واجب ہے۔ خلاصہ یہ کہ چار چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے: (۱) جوش کے ساتھ منی نکلنا۔ (۲) مرد کی سپاری کا اندر چلا جانا۔ (۳) حیض (۴) اور نفاس کے خون کا بند ہو جانا۔

مسئلہ ۵: [2] چھوٹی لڑکی سے اگر کسی مرد نے صحبت کی جو ابھی جوان نہیں ہوئی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے، لیکن عادت ڈالنے کے لیے اس سے غسل کرانا چاہیے۔

مسئلہ ۶: [3] سوتے میں مرد کے پاس رہنے اور صحبت کرنے کا خواب دیکھا اور مزہ بھی آیا، لیکن آنکھ کھلی تو دیکھا کہ منی نہیں نکلی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے، البتہ اگر منی نکل آئی ہو تو غسل واجب ہے۔ اور اگر کپڑے یا بدن پر کچھ بھیگا بھیگا معلوم ہو، لیکن یہ خیال ہوا کہ یہ مذی ہے منی نہیں ہے تب بھی غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۷: [4] اگر تھوڑی سی منی نکلی اور غسل کر لیا، پھر نہانے کے بعد اور منی [5] نکل آئی تو پھر نہانا واجب ہے اور اگر نہانے کے بعد شوہر کی [6] منی نکلی جو عورت کے اندر تھی تو غسل درست ہو گیا، پھر نہانا واجب نہیں۔

مسئلہ ۸: [7] بیماری کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے آپ ہی آپ منی نکل آئی، مگر جوش اور خواہش بالکل نہیں تھی تو غسل واجب نہیں البتہ وضو ٹوٹ جاوے گا۔

---

[1] والاغتسال علی احد عشر وجھا، خمسة منھا فریضة، الاغتسال من الحیض والنفاس ومن التقاء الختانین مع غیبوبة الحشفة، ومن خروج المنی علی وجه الدفق والشھوة، ومن الاحتلام اذا خرج منه المنی او المذی. [منیة المصلّی ص ٥٤]

[2] وطئ صبیة یجامع مثلھا یستحب لھا ان تغتسل. [ردّ المحتار ١/ ٣٣٠]

[3] وان احتلم ولم یخرج منه شيء فلا غسل علیه، وکذا المرأة. [منیة المصلّی ص ٤٣] اور حاشیہ نمبر ۵ دیکھو۔

[4] ولو جامع او احتلم او اغتسل قبل ان یبول او ینام او یمشي، ثم خرج منه بقیة المنی وجب علیه الغسل ثانیاً. [منیة المصلّی: ٤٥] ولو اغتسلت ثم خرج منھا بقیة مني الزوج لا غسل علیھا. [منیة المصلّی متناً خالصاً ص ١٥ مطبوعة کتب خانه مجیدیه]

[5] یہ حکم جب ہے کہ جب وہ منی قبل سونے اور قبل پیشاب کرنے، اور چالیس قدم یا زیادہ چلنے کے قبل نکلے۔

[6] جب کہ کسی علامت سے شوہر کی منی معلوم ہو جاوے، ورنہ غسل واجب ہوگا۔

[7] لو سال (ای المنی) من ضرب او حمل ثقیل او سقوط من علو لا یجب الغسل عندنا. [حلبیؒ کبیر ص ٤٠]

مسئلہ ۹:[1] میاں بی بی دونوں ایک پلنگ پر سو رہے تھے، جب اٹھے تو چادر پر منی کا دھبہ دیکھا اور سوتے میں خواب کا دیکھنا نہ مرد کو یاد ہے نہ عورت کو، تو دونوں نہالیویں احتیاط[2] اسی میں ہے، کیونکہ معلوم نہیں یہ کس کی منی ہے۔

مسئلہ ۱۰:[3] جب کوئی کافر مسلمان ہو جاوے تو اس کو غسل کر لینا[4] مستحب ہے۔

مسئلہ ۱۱:[5] جب کوئی مردے کو نہلاوے تو نہلانے کے بعد غسل کر لینا مستحب ہے۔

مسئلہ ۱۲:[6] جس پر نہانا واجب ہے وہ اگر نہانے سے پہلے کچھ کھانا پینا چاہے تو پہلے اپنے ہاتھ اور منہ دھولیوے اور کلی کر لیوے تب کھائے پیے۔ اور اگر بے ہاتھ منہ دھوئے کھا پی لیوے تب بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۳:[7] جن کو نہانے کی ضرورت ہے ان کو کلام مجید کا چھونا اور اس کا پڑھنا اور مسجد میں جانا جائز نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا اور کلمہ پڑھنا، درود شریف پڑھنا جائز ہے اور اس قسم کے مسئلوں کو ہم ان شاء اللہ حیض کے باب میں اچھی طرح بیان کریں گے، وہاں دیکھ لینا چاہیے۔

مسئلہ ۱۴:[8] تفسیر کی کتابوں کو بے نہائے اور بے وضو چھونا مکروہ ہے اور ترجمہ دار قرآن کو چھونا بالکل حرام ہے۔

تمام شد اصلی بہشتی زیور حصہ اول

---

① وان استیقظ الرجل والمرأة فوجدا منیا علی الفراش، وکل واحد منهما ینکر الاحتلام وجب علیهما الغسل احتیاطاً. [منیة المصلّی ص ٤٥]

② یہ احتیاط واجب ہے، تو احتیاط کے لفظ سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید واجب نہ ہو۔ کتابوں میں اس کو واجب لکھا ہے۔

③ وواحدمنها(ای انواع الغسل) مستحب وهو غسل الکافر اذا اسلم. [منیة المصلّی ص ٥٦]

④ یعنی نفسِ اسلام لانے کے لیے غسل کر لینا مستحب ہے۔ لیکن اگر کوئی امر موجب غسل موجود ہو، مثلاً جنابت یا حیض نفاس سے پاکی اور قبل اسلام غسل ہی نہیں کیا تھا یا غسل تو کیا تھا مگر جس طرح شریعت میں معتبر ہے اس طرح نہیں کیا تو اس پر غسل واجب ہے۔

⑤ (وندب) لمن لبس ثوبا جدیداً او غسل میتاً. [الدّر المختار ١/٣٤٢]

⑥ واذا اراد الجنب الاکل والشرب ینبغی له ان یغسل یده وفمه ثم یأکل ویشرب. [منیة المصلّی ص ٦٠]

⑦ لا یجوز لهم مس المصحف، وکذا لا یجوز لهم دخول المسجد، سواء دخلوا للعبور او للجلوس. [المنیة: ٥٨-٦٠] وان قرأ ما دون الآیة او قرأ الفاتحة علی قصد الدعاء أو قرأ الآیات التی تشبه الدعاء علی نیة الدعاء یجوز. [منیة المصلّی ص ٥٧] وفي الهدایة: ولیس للحائض والجنب والنفساء قراءة القرآن.[١/١١٤]

⑧ ویکره للمحدث مس تفسیر القرآن وکتب الفقه. [منیة المصلّی ص ٥٩]

ضمیمہ اولیٰ اصلی بہشتی زیور مسماۃ بہ بہشتی جوہر حصہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد: حمد وصلوٰۃ کے بعد مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ رسالہ بہشتی زیور جیسا کچھ مقبول ومفیدِ عام وخاص ہوا ہے ظاہر ہے حاجتِ بیان نہیں، مگر اس میں ایسے مضامین کم ہیں جن سے جنّت کی رغبت اور دوزخ سے خوف اور نفرت پیدا ہو۔ اکثر حصّہ اس کا فقط مسائل سے آراستہ ہے اس لیے حضرت مرشدی ومولائی مولوی حافظ قاری حاجی شاہ اشرف علی صاحب کی رائے ہوئی کہ اس رسالہ کے ہر حصّہ میں ضمیمہ بڑھادیا جاوے جس میں مضامین ترغیب وترہیب[1] نیز دیگر امورِ ضروریہ مذکور ہوں اور جہاں کوئی عبارت اصل رسالہ یعنی بہشتی زیور کی دشوار ہو اس کی توضیح بھی حاشیہ بہشتی زیور پر کردی جائے اور دیگر مضامین جدا ضمیمہ کی صورت میں تحریر کیے جائیں، چنانچہ سنہ ۱۳۳۳ھ میں ہر حصّہ کے ساتھ ایسے مضامین بطور ضمیمہ کے لگادیے تھے، یہ سب سے پہلے سنہ ۱۳۳۵ھ میں طبع ہوئے تھے اور سنہ ۱۳۳۵ھ سے اب تک متعدد بار علیحدہ اور بہشتی زیور میں شامل ہوکر طبع ہوچکے ہیں جن کے متعلق حاشیہ پر نوٹ لکھ دیا ہے۔

ناظرین دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ اس کو دونوں جہاں میں نافع فرمادے۔ واضح ہو کہ مضامینِ ترغیب وترہیب اور اگر کوئی مسئلہ مستقلہ ضروری سمجھا جاوے گا تو وہ بھی داخلِ اوراقِ ضمیمہ ہوگا۔ اور توضیحِ عبارت بہشتی زیور کی ضمیمہ سے جدا رہے گی، وہ بہشتی زیور کے حاشیہ پر درج ہوگی اور سہولتِ عبارت کا جیسا اصل رسالہ میں اہتمام کیا گیا ہے ایسا ہی ان شاء اللہ تعالیٰ ضمیمہ میں بھی رکھا جاوے گا اور مضامین معتبر کتابوں سے لکھے جاویں گے اور ہر حصّہ کا ضمیمہ جدا ہوگا۔ ناظرین سے دعائے خیر کا خواہاں ہوں۔ محشّی۔

[1] ترہیب: ڈرانا۔ ترغیب: رغبت دلانا۔

علم کی بزرگی کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ[①] یعنی اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے ان لوگوں کے (رتبے) جو تم میں سے ایمان لاوے (یعنی ایمان کو کامل کیا نیک اعمال اور شرع کی پابندی کر کے، اور قرآن وحدیث میں جہاں کہیں ایمان لانے کی بڑی بزرگی بیان ہوئی ہے وہاں ایمانِ کامل ہی مراد ہے خوب سمجھ لو) اور ان کے جو علم دیے گئے ہیں درجے (ان پر جو ایمان لائے اور عالم نہیں ہیں)۔ یہاں سے کس قدر بزرگی اہلِ علم کی قرآنِ مجید سے ثابت ہوئی کہ پہلے ایمان والوں کی مدح فرمائی اور پھر اہلِ علم کو ان میں سے خاص کیا اور ان کو بڑے رتبے والا قرار دیا اور جس کو اللہ تعالیٰ بڑا فرمائیں اس کی بڑائی کا کیا ٹھکانا ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ [الزمر:۹] فرما دیجیے (اے رسول اللہ!) کیا برابر ہیں جو علم نہیں رکھتے اور وہ جو علم رکھتے ہیں؟ استفہامِ انکاری ہے، یعنی اہلِ علم کا رتبہ غیر اہلِ علم سے بڑا ہے۔

(۱) حدیثِ صحیح میں ہے جس کو جامع صغیر میں روایت کیا ہے: طلبُ العلم فريضة على كل مسلم. یعنی علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) اور فرض کا چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے، اور جاننا چاہیے کہ جس کام کا کرنا بندہ پر فرض ہے اس کام کے کرنے کا طریقہ بھی سیکھنا اس کے ذمہ فرض ہے اور جس کام کا کرنا مستحب ہے اس کا طریقہ سیکھنا بھی مستحب ہے۔ پس جب نماز فرض ہوگی اس کے مسئلے سیکھنا بھی فرض ہوں گے۔ اسی طرح روزہ وغیرہ کا حال ہے۔ اور جب نوکری تجارت وغیرہ کرے گا تو نوکری اور تجارت وغیرہ کے متعلق جو شریعت کے حکم ہیں ان کا سیکھنا اور ان پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

---

① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ علماء کی فضیلت عامہ مومنین سے سات سَو درجہ زیادہ ہے اور ہر دو درجہ کے درمیان اتنی مسافت ہے جو پانسو برس میں طے ہو۔ (احیاء) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن منذر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن شریف میں جتنی فضیلت علماء کی اس آیت میں ذکر فرمائی ہے اتنی کسی اور آیت میں نہیں۔ اس میں ان مومنین کو جو علم دیے گئے ہیں، ان مومنین پر جو علم نہیں دیے گئے ہیں بہت سے درجات بڑھائے ہیں۔ (الدر المنثور ص ۶/۱۸۵)

یہ تفصیل اس علم کی ہے جو ہر شخص پر فرض ہے اور بعضے علوم ایسے ہیں کہ اگر تھوڑے سے آدمی خواہ ایک یا دو جتنوں سے کام چل جاوے ان علوم کو حاصل کر لیں تو اور لوگوں کے ذمے ان علوم کا طلب کرنا ضروری نہیں رہتا۔ مثلاً ہر قصبہ وشہر میں ایک ایسا عالم ہونا ضروری ہے جو قرآن وحدیث وفقہ وغیرہ علوم اچھی طرح جانتا ہو کہ مخالفینِ اسلام کا رد بھی کر سکے اور جب کوئی مسئلہ اس سے پوچھا جاوے بے تکلف اس کا جواب دے سکے تو ایسے علوم ہر شخص پر فرض نہیں ہوتے۔ ہاں اگر کسی کو فرصت ہو اور شوق وموقع ہو اور بغیر فرض ہونے کے وہ ان علوم کو حاصل کر لے تو مستحب ہے اور بڑا ثواب ہے، یہ مختصر بیان تھا علم کے فرض ہونے کا۔

(۲) حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتا ہے اس کو دینی (۱) سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اور میں بانٹنے والا (علم کا) ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۳) حدیث میں ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس سے اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، مگر تین عمل (کا ثواب) نہیں منقطع ہوتا: اول صدقۂ جاریہ (مثل وقف، کنواں، مسجد وغیرہ جو اللہ کے واسطے تیار کرایا ہو)۔ دوسرے (۲) علم کہ اس سے لوگوں کو نفع پہنچے (مثلاً تعلیم تصنیف وغیرہ)۔ تیسرے نیک فرزند کہ میت کے لیے دعائے خیر کرے۔ (مسلم)۔

مطلب یہ ہے کہ تمام نیک کاموں کا ثواب مرنے سے ختم ہوجاتا ہے اس لیے کہ مردہ عمل نہیں کرتا، پس ثواب کیوں کر ملے۔ مگر یہ تین کام ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، کیونکہ یہ

---

(۱) یہ ایک نور ہے جس کو اللہ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ حضرت امام مالک سے منقول ہے کہ علم بہت پڑھ لینے کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قلوب میں رکھتے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ جن لوگوں کا عمل غیر اللہ کے واسطے ہوتا ہے ان پر یہ نور حرام کر دیا جاتا ہے۔ (بہجۃ الفلاسفہ ص ۲۶)

(۲) علم سے لوگوں کو نفع پہنچانے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ خود عالم ہو اور براہ راست علم سے دوسروں کو نفع پہنچاوے، لیکن جو لوگ اس نعمت سے محروم ہیں ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے بہت راستے کھول دیئے ہیں، مثلاً اپنی کمائی سے کسی کو عالم بنادے کہ اس کے علوم سے جس قدر نفع پہنچے گا اس میں اس عالم بنانے والے کا بھی حصہ ہوگا، اسی طرح کسی علمی دینی درس گاہ میں چندہ دینا یا کسی اور قسم کی جانی یا مالی امداد کرنا۔ اسی طرح دینی کتابیں ضرورت کے مواقع پر وقف کرنا جب تک وہ کتابیں یا ان سے نفع اٹھانے والے باقی ہیں اس وقت تک یہ صدقۂ جاریہ ہمیشہ ہمیشہ پھلتا اور پھولتا رہے۔

تینوں کام بعد مرنے کے جاری رہتے ہیں اس لیے کہ صدقۂ جاریہ میں مخلوق کا نفع جاری رہتا ہے اور اسی طرح علم کا نفع بھی جاری رہتا ہے۔ اور نیک اولاد دعائے خیر والدین کے لیے کرتی ہے، لہٰذا یہ عمل بھی بعد مرنے کے باقی رہا۔

(۴) کثیر بن قیس سے روایت ہے (یہ تابعی ہیں اور تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں کسی صحابی کو دیکھا اور وہ دیکھنے والا ایمان ہی کی حالت میں مر گیا، دیکھنے اور مرنے دونوں حالتوں میں تابعی کا مسلمان ہونا شرط ہے) کہ میں دمشق کی[۱] مسجد میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ (یہ ایک بڑے درجہ کے صحابی ہیں، یہ بڑے عالم تھے اور ان کو حکیم امت کہتے ہیں۔ یعنی امت محمدیہ میں دینی سمجھ ان کو اعلیٰ درجہ کی عطا ہوئی تھی اور ان کی بیوی حضرت امّ الدرداء بھی بڑی عالمہ تھیں (تذکرۃ الحفاظ جلد اول) کے پاس بیٹھا تھا، سو ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد آیا، پھر اس نے کہا: اے ابو درداء! میں بے شک تمہارے پاس مدینۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تم سے ایک حدیث سننے کے لیے آیا ہوں جس کی نسبت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم وہ حدیث رسولِ مقبول سے روایت کرتے ہو اور کسی حاجت کے لیے تمہارے پاس نہیں آیا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی راستہ چلے کہ اس میں کوئی علم دین[۲] کا طلب کرتا ہے تو چلاوے گا اس کو حق تعالیٰ کوئی راہ جنّت کی راہوں سے، اور بے شک فرشتے اپنے بازو رکھ دیتے ہیں طالب علم کی خوشنودی کے لیے (بازو رکھنے سے مراد بازوؤں کا بچھا دینا ہے طالبِ علم کے ساتھ تواضع کے لیے یا مراد شفقت و رحمت ہے فرشتوں کی طالبِ علم کے ساتھ، جس کا انجام دعائے خیر ہے طالب علم کی کامیابی کے لیے۔ اور یہ علامت ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونے کی، اس لیے کہ فرشتے معصوم اور بے گناہ اور اللہ کے خاص بندے ہیں، ان کے نزدیک مقبول ہونا گویا

---

① ''دمشق'' بکسر تین و بالکسر و فتح میم ایضاً۔ (اشعۃ اللمعات)

② ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے کہ علم کی طلب دونوں طریقوں سے ہوسکتی ہے: ایک یہ کہ خود اس کے حاصل کرنے میں مشغول رہے، دوسرے یہ کہ اوروں کے لیے اس کا اہتمام اور کوشش کرے۔ [بہجہ ص ۱۱۰]

خدا کے نزدیک مقبول ہونا ہے۔ اس لیے کہ دوست کا دوست اپنا دوست ہوتا ہے) اور بے شک عالم کے لیے تحقیق وہ جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین[1] میں ہیں استغفار کرتے ہیں (یعنی اس کے گناہ معاف ہونے کی دعا مانگتے ہیں) اور مچھلیاں پانی کے اندر (اس کے لیے استغفار کرتی ہیں اور بظاہر کفار و شیاطین استغفار کرنے والوں میں داخل نہیں، اس لیے کہ وہ اس نعمت کے اہل نہیں، جب اپنے خالق کے ساتھ سرکشی کرتے ہیں تو خالق کے دوستوں کے ساتھ کیسے ان کا برتاؤ اچھا ہوسکتا ہے؟ اور یہ بات ظاہر تھی اس لیے حدیث میں اس کو بیان نہیں کیا۔ اور علماء نے فرمایا ہے کہ مراد تمام حیوانات ہیں، مچھلیوں کی خصوصیت اس لیے کی گئی کہ پانی بہ برکت وجود علماء کے آتا ہے جس سے ان کی، نیز دیگر اہلِ دنیا کی زندگی ہے اور مچھلیوں کا تعلّق پانی سے ہے) اور تحقیق بزرگی[2] عالم کی عبادت کرنے والے پر مثل بزرگی چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر ہے، (یعنی گویا عالم چودھویں رات کا چاند ہے اور عبادت کرنے والا مثل ستاروں کے ہے، اور عالم کو تشبیہ دی پورے چاند کے ساتھ جو چودھویں رات کو ہوتا ہے اور روشنی اس کی تمام زمین کو گھیرے ہوتی ہے، اور چونکہ فائدہ علم کا اپنے سوا اوروں کو بھی پہنچتا ہے اور تمام عالم اس سے روشن ہوتا ہے پس یہ مناسبت ہے درمیان مشبہ یعنی عالم اور مشبہ[3] بہ یعنی چودھویں رات کے چاند کے۔ اور عبادت کرنے والے کا نفع فقط اسی کی ذات تک محدود ہے دوسرے لوگ اس سے منتفع نہیں ہوسکتے، اس لیے اس کو ستاروں سے تشبیہ دی گئی۔ اور اگر کوئی کہے کہ عابد کو دیکھ کر دوسرے لوگ حرص کرتے ہیں عبادت کی اور اس کی عبادت کی برکت سے اللہ پاک کی رحمت ہوتی ہے لوگوں پر اور اسی طرح

---

① اس سے بڑا منصب اور کیا ہوگا کہ وہ اپنے کاروبار میں مشغول رہے اور یہ سب چیزیں اس کے لیے دعا اور استغفار میں رہیں۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو امامہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ اور اس کے ملائکہ اور آسمان اور زمین کے رہنے والے حتی کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی سمندر میں خیر کی تعلیم دینے والوں کے لیے دعا کرتی رہتی ہیں۔

② اس قسم کی روایات کتبِ حدیث میں بکثرت ہیں اور سب سے بڑھ کر حضرت ابو امامہ کی وہ حدیث ہے جس کو ترمذی نے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت ادنیٰ صحابی پر۔ (احیاء)

③ ''مشبہ'' جس کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دیں اور ''مشبہ بہ'' جس کے ساتھ تشبیہ دیں جیسے ''زید کا منہ چاند جیسا ہے'' میں زید کا منہ مشبہ ہے اور چاند مشبہ بہ ہے۔

ستاروں سے بھی زمین روشن ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ تھوڑا سا نفع عابد اور ستاروں کا، چاند اور عالم کے نفع کے مقابل کالعدم[1] ہے قابلِ اعتبار نہیں۔

اور عالم سے وہ شخص مراد ہے جو ضروری علم مثل علم نماز روزہ وغیرہ سے زیادہ جانتا ہو۔ اور عابد سے مراد وہ عبادت گذار ہے جو بقدرِ ضرورتِ عبادت علم جانتا ہو اور کثرت سے عبادت کرتا ہو، مشغلۂ علمی نہ رکھتا ہو، اس لیے کہ جاہل کیا عبادت کر سکتا ہے اور اس کی عبادت صحیح نہیں ہوتی۔ پس عابد کا بقدر ضرورت علم جاننا ضرور ہے) اور علماء بے شبہ وارثانِ انبیاء ہیں اور تحقیق انبیاء نے درہم و دینار ترکہ میں نہیں چھوڑے (یعنی دنیاوی سامان کا کسی کو وارث نہیں بنایا) اور کچھ ترکہ نہیں چھوڑا مگر علم، تو جس شخص نے اس کو حاصل کیا اس نے بڑی دولت حاصل کر لی۔ اس حدیث کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، دارمی سے مشکوٰۃ میں نقل کیا ہے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (یہ بڑے درجہ کے صحابی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن کا علم عطا ہونے اور دینی سمجھ حاصل ہونے کی دعا دی تھی، چنانچہ قبول ہوئی اور یہ بڑے عالم ہوئے، ان کو "ترجمان القرآن"[2] کہتے ہیں) سے روایت ہے کہ علم پڑھنا پڑھانا، تصنیف و تالیف کرنا وغیرہ گھڑی بھر رات میں بہتر ہے تمام رات عبادت کرنے سے۔ (دارمی)

جاننا چاہیے کہ ان فضائل کے بیان کرنے سے یہ غرض نہیں ہے کہ نفل عبادت بالکل چھوڑ دے بلکہ کچھ شغل نفل عبادت کا بھی رکھے، لیکن علمی خدمت میں زیادہ وقت صرف کرے، یہ سب عبادتوں سے بڑھ کر عبادت ہے۔ اور علم سے مراد دینی علم ہے۔

(۶) حدیث میں ہے کہ ویل ہے بے علم کے لیے (ویل جہنم میں ایک آگ کا جنگل ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اور ویل کے معنی سخت خرابی کے ہیں۔ کنز العمال) خوب کہا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے:

سر انجامِ جاہل جہنم بود　　　　که جاہل نکو عاقبت کم بود

یعنی انجام جاہل کا جہنم ہے، اس لیے کہ جاہل کا خاتمہ بخیر کم ہوتا ہے۔

---

[1] کالعدم یعنی مثل نہ ہونے کے۔ [2] یعنی قرآن کی تفسیر جاننے والا اور اسکا معنی بیان کرنے والا۔

(۷) حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: خدا کی قسم !اللہ تعالیٰ اپنے پیارے[1] کو جہنم میں داخل نہ کرے گا۔ اس حدیث کو صحیح سند سے جامع صغیر میں روایت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ عالم باعمل ہی خدا کا محبوب اور پیارا ہوسکتا ہے اور جاہل تو مقبول ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے خدا کے عذاب دردناک سے بچنے کے لیے اور اس کی رضا حاصل کرنے کو علم وعمل سے آراستہ ہونا چاہیے۔ شاعر نے اس معنی میں کہا ہے:

حَسْبُ الْمُحِبِّيْنَ فِي الدُّنْيَا عَذَابُهُمْ تَاللّٰهِ لَا عَذَّبَتْهُمْ بَعْدَهَا سَقَرُ

یعنی خدا کے دوستوں کو دنیا میں جو مصیبتیں پہنچتی ہیں وہی ان کا عذاب ہے، اور معافی گناہوں کے لیے کافی ہے۔ خدا کی قسم !اس کے بعد ان کو دوزخ عذاب نہ کرے گی۔

مگر خوب سمجھ لو کہ خدا کا دوست جس کے لیے اتنی بڑی خوشخبری ہے وہی شخص ہوسکتا ہے جو ہر وقت اس کی رضا کا طالب[2] اور اس کے احکام کا پابند رہے، اگر اتفاقاً کوئی گناہ ہوجاوے فوراً توبہ کرلے۔

(۸) حدیث میں ہے کہ تم خدا کو لوگوں کا پیارا بنادو، اللہ میاں تم کو اپنا پیارا بنالیویں گے (کنز العمال) یعنی لوگوں کو وعظ سنا کر اور خدا کے احسانات اور نعمتیں یاد دلا کر خدا کی طرف رجوع کروادو اور ان کو اس طریق سے تعلیم دو کہ وہ خدا کو چاہنے لگیں، پس اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تم کو چاہنے لگے گا۔ یعنی تم پر اعلیٰ درجہ کی رحمت فرمائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ کام بجز عالم باعمل کے اور کوئی نہیں کرسکتا اور اس میں کس قدر خوشخبری ہے علماء ومشائخ کو، اس سے بڑھ کر دارین میں کون سی نعمت ہے کہ مالکِ حقیقی کا بندہ پیارا بن جائے۔ یا اللہ! مجھے بھی اپنا اعلیٰ درجہ کا غلام بنالے۔ (آمین)

---

① چنانچہ حضرت ثعلبہ ابن حکم نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ قیامت کے دن جب بندوں کے فیصلہ کے لیے جلوہ فرمائیں گے تو علماء سے یہ ارشاد فرمائیں گے: میں نے اپنا علم اور اپنا حلم تم میں اسی لیے رکھا تھا کہ تمہاری سیئات اور برائیوں کی مغفرت کروں اور کچھ پرواہ نہ کروں۔ [ماخوذ از جمع الفوائد ۲۲]

② اسی طرح جو علماء کے فضائل ذکر کیے جارہے ہیں اس سے وہ علم مراد ہے جو اللہ کی رضا کے واسطے ہو، ورنہ جو علم ریا اور تفاخر کے واسطے ہو اس کے بارے میں احادیث میں وعیدیں بھی بہت سخت سخت وارد ہوئی ہیں، چنانچہ اصل کتاب میں حدیث نمبر ۱۷، ۱۸ اص ۱۳۷، ۱۳۸ میں اس کا کچھ بیان آرہا ہے۔

(۹) حدیث میں ہے کہ جو عالم اپنے علم پر عمل کرے وارث کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ ایسے علم کا جس کو وہ نہیں جانتا ہے (حلیۃ الاولیاء) یعنی اَسرارِ علوم[۱] کے اس کو عطا ہوں گے اور علم میں ترقی ہوگی۔

(۱۰) حدیث میں ہے کہ بیشک عالم جب کہ ارادہ کریگا اپنے علم سے رضائے حق کا تو ڈریگی اس سے ہر چیز۔ (مختصر)

(۱۱) حدیث میں ہے اگر فقہاء[۲] (علماء دین) اولیاء اللہ نہیں ہیں آخرت میں، تو کوئی خدا کا ولی نہیں، یعنی عالم ضرور ولی ہے۔ (سخاوی)

(۱۲) حدیث میں ہے کہ عالم کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (دیلمی عن انس مرفوعاً بغیر ذکر سند)

(۱۳) فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ تر و تازہ (یعنی خوش بامراد) کرے اللہ اس مرد (وعورت) کو جس نے ہم سے کچھ سنا، پھر پہنچا دیا اس کو جیسا کہ سنا اس کو، اس لیے کہ بہت سے وہ لوگ جن کو کلام پہنچایا جاوے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں اس کلام کے سننے والے سے۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

اس میں علم دین کی خدمت کی کس قدر فضیلت ہے کہ سید المرسلین نے خادمِ دین کو خصوصاً جب کہ وہ خادمِ[۳] حدیث ہو اپنی دعائے بابرکت سے مشرف فرمایا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر حدیث یاد کرنے اور دوسروں کو تعلیم کرنے میں سوائے اس دعا کی برکت کے اور کچھ نفع نہ ہوتا تو بھی یہ برکت چھوڑنے کے لائق نہ تھی، حالانکہ ثوابِ عظیم برکتِ دعا کے علاوہ موجود ہے۔ لوگو! اس پاک دعا کی قدر کرو، علم دین پڑھو، دین ودنیا میں فلاح ہوگی۔

(۱۴) حدیث میں ہے کہ جسکے ہاتھوں پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جاوے تو اس کو ضرور جنّت ملے گی۔ (طبرانی)

اس میں خوشخبری ہے خاتمہ بخیر ہونے کی، کیونکہ جب خاتمہ بخیر ہوگا تو جنّت ضرور ملے گی۔ اور کسی کو مسلمان عالم ہی کر سکتا ہے، جاہل تو خود ہی احکام سے واقف نہیں، وہ دوسرے کو کیا ہدایت کرے گا۔ اور عالم

---

① جمع سِرّ بمعنی راز، بھید۔ ② لفظہ: ان لم یکن الفقھاء اولیاء اللّٰہ فی الآخرۃ فما للّٰہ ولی.

③ خصوصیت سے علم حدیث پھیلانے کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں: چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو میری احادیث کو روایت کرتے ہوں اور لوگوں کو پہنچاتے ہوں۔ [از مقدمہ اوجز المسالک]

سے یہ مراد نہیں کہ اعلیٰ درجہ کا عالم ہو، بلکہ جس قدر بھی علم ہو اس کے موافق فضیلت ہوگی۔

(۱۵) صحیح حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو کوئی چالیس[۱] حدیثیں میری امت کو پہنچادے تو میں قیامت میں خاص طور پر اس کی سفارش کروں گا۔ (جامع صغیر) پہنچانا عام[۲] ہے: خواہ پڑھاوے، خواہ تصنیف کرے، خواہ وعظ کہے۔ غرض یہ کہ لوگوں کو اس قدر حدیثیں پہنچ جائیں خواہ کسی طرح پہنچیں۔ اسی لیے علماء نے بہت سی[۳] چہل حدیثیں لکھی ہیں۔

(۱۶) حدیث میں ہے: ان اللّٰہ یکرہ الحبر السمین یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے موٹے عالم کو (بیہقی)، یعنی جو عالم باعمل ہوگا وہ تو خدمتِ دینی اور خوفِ آخرت کی وجہ سے موٹا ہو ہی نہیں سکتا۔ پس موٹا[۴] ہونا علامت ہے عیش ونشاط میں رہنے اور غفلت میں پڑنے کی، سو ایسا شخص مقبول نہیں ہوسکتا۔ اور بعضی غفلت اور بعضا عیش ونشاط گناہ ہوتا ہے اور بعضا مکروہ اور درجۂ کمال کے خلاف، جیسی غفلت ہوگی اسی درجہ کی اللہ کی ناپسندیدگی ہوگی۔ اور اگر پیدائشی یا مرض کی وجہ سے فربہی ہو وہ فربہی باعث ناپسندیدگی اللہ تعالیٰ کا نہیں۔

(۱۷) حدیث میں ہے کہ سخت تر عذاب والا وہ عالم ہوگا روزِ قیامت جس نے اپنے علم سے نفع نہیں اٹھایا۔ (جامع صغیر)

---

① یہ مضمون بہت سے صحابہ سے نقل کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات سے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، محدثین کے قواعد کے موافق ان کی سندوں میں کلام ہے مگر مجموعہ سے قوت حاصل ہے۔ [مقاصدِ حسنہ ص ۱۹۳]

② چنانچہ علقمی کہتے ہیں کہ محفوظ کرنا: شی کا منضبط کرنا اور ضائع ہونے سے حفاظت کا نام ہے، چاہے بغیر لکھے برزبان یاد کرلے یا لکھ کر محفوظ کرلے، اگر چہ یاد نہ ہو۔ پس اگر کوئی شخص کتاب میں لکھ کر دوسروں کو پہنچادے وہ بھی حدیث کی بشارت میں داخل ہوگا۔ مناوی کہتے ہیں کہ میری امت پر محفوظ کرلینے سے مراد ان کی طرف نقل کرنا ہے۔ (الخ)

③ کوئی مشہور محدث ایسا نہ ہوگا جس نے چہل حدیث جمع نہ فرمائی ہو، بلکہ بہت سے محدثین نے کئی کئی چہل حدیثیں تصنیف فرمائی ہیں، اس وقت بھی بہت سے رسالے اس نام سے شائع ہیں، آج کل چہل حدیث مصنفہ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور خصوصیت سے قابلِ توجہ ہے، کیونکہ یہ پوری فضائل قرآن میں ہے۔ اس کے پڑھنے سے قرآن شریف کے ساتھ خاص تعلق پیدا ہوجاتا ہے، اس زمانہ میں اس کا مطالعہ قرآن شریف کی تعلیم کی طرف سے بے رغبتی کے ازالہ کا بہترین علاج ہے۔

④ اس نمبر کا حاشیہ صفحہ ۱۳۹ کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۸) حدیث میں ہے کہ جہنم میں ایک وادی (جنگل) ہے جس سے وہ ہر روز چار سو بار پناہ مانگتی ہے اور اس میں ریاکار[1] علماء داخل ہوں گے۔ (مشکوۃ) یعنی وہ عالم جو لوگوں کو دکھانے کو علمی خدمت کرے اور اس لیے علم پڑھے[2] پڑھاوے کہ لوگ مجھے عالم سمجھیں اور میری عزت کریں، روپیہ پیش کریں، بزرگ سمجھیں۔ خدا کے سوا دوسرے کے دکھانے کو عبادت کرنا سخت گناہ ہے اور ایک طرح کا شرک ہے۔

(۱۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اہلِ علم حفاظت کرتے علم کی (اور اس کی قدر پہچانتے) اور اس کو رکھتے اس کے اہل کے پاس (یعنی جس میں علم سیکھنے اور پیشوا ہونے کی قابلیت ہو ان کو علم پڑھاتے اور قدرِ ضرورت علم جو ہر شخص پر فرض ہے اس کا سکھانا تو ہر شخص کو چاہیے، لیکن اس کے علاوہ اور زیادہ پڑھانا جس سے مقتدا اور پیشوا ہو جائے سوائے اہل کے اور کسی کو روا نہیں) بیشک سردار بن جاتے (یہود و نصاریٰ) بسبب علم کے اپنے اہل زمانہ کے، مگر انہوں نے صَرف کیا علم کو اہلِ دنیا پر تاکہ ان سے دنیوی منافع حاصل کریں، سو خوار و ذلیل ہو گئے دنیا داروں کی نظروں میں (اس لیے کہ علم کا حق یہ تھا کہ اس سے رضائے حق طلب کی جاتی۔ پس جب کہ اس سے دنیا طلب کی گئی تو علم کو ذلیل کیا، جس کا یہ انجام ہوا کہ خود ذلیل ہو گئے۔ جو عالم طمع نہ رکھے اور دین کا حق ادا کرے خود بخود لوگوں کے قلب میں اللہ تعالیٰ اس کی عظمت پیدا کر دیتا ہے اور اسی طرح جو علم سے دنیا طلب کرے اور علم کا حق ادا نہ کرے اس کو ذلیل فرماتا ہے، ایسا شخص دونوں جہاں میں ٹوٹا پانے والا ہے)۔

میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص تمام افکار (اور مقاصد) کو ایک فکر کرلے اور وہ فکرِ آخرت ہے (یعنی اس کی مراد آخرت ہو اور اسی کی درستی کی فکر میں رہے اور باقی مرادوں اور

---

① حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علم دو قسم کا ہے: ایک وہ علم جو محض زبان پر ہو، وہ بندہ کے خلاف اللہ کی حجت ہے، اور دوسرا وہ علم جو دلوں پر ہو، وہ علم نافع ہے۔ حدیث میں ہے کہ علم اس لیے مت سیکھو کہ اس سے علماء کے ساتھ تفاخر کرو اور جہلاء کے ساتھ مقابلے اور اس کی وجہ سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بناؤ، جو شخص ایسا کرے گا وہ جہنمی ہے۔

② ابوداؤد نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص علمِ دین کو اس لیے حاصل کرے کہ اس سے کوئی دنیوی غرض حاصل کرے وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔

فکروں کو موافقِ قواعد شریعت اللہ کے سپرد کرے) کافی ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے فکر کو، یعنی دنیا کے کاروبار جس قدر اس کے لیے مفید ہوں گے اللہ پاک عمدہ طور پر اس کا بندوبست فرمادے گا۔ اور جو پریشان ہو بوجہ غم اور مقاصدِ دنیا، تو خدا پروانہیں کرتا کہ اس کو دنیا کی کون سی وادی (وادی بمعنی جنگل اور یہاں مراد مصیبت ومشقت ہے) میں ہلاک کردے۔ (ابن ماجہ)

اے مسلمان بھائیو اور اے دینی بہنو! ذرا غور کرو اور اپنی ذات اور اپنے بچوں کو جہالت کے اندھیرے سے بچاؤ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے ہر وقت پابند رہو۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو اللہ میاں بھی اس سے محبّت فرماتے ہیں اور ہر طرح کی مدد فرماتے ہیں۔ اور جس کا اللہ ہو گیا اسے کس چیز کی کمی ہے؟ کون سی چیز خدا کے خزانے میں موجود نہیں ہے؟ مگر یہ سب فضل اس کی تابعداری کرنے سے میسّر ہو سکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مل سکتا ہے وہ اس کی اطاعت سے مل سکتا ہے۔ آج کل ایسے برے خیال ہو گئے ہیں کہ دینی علم کو عیب شمار کیا جاتا ہے اور یوں کہا جاتا ہے کہ اس کے پڑھنے سے گداگری (فقیری) کے سوا اور کیا ہوگا۔ نئی تہذیب، نئی روشنی کے خیالات، کافروں کی پیروی کو باعثِ فخر وعزت وترقی سمجھا جاتا ہے، یہی باتیں

''مقاصدِ حسنہ'' میں امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک قصّہ منقول ہے: ایک بادشاہ نے جو اپنے موٹاپے کی وجہ سے پریشان اور بے کار تھا طبیبوں اور حکیموں کو جمع کیا اور علاج چاہا، کچھ عرصہ کوشش کے بعد سارے اطباء مرض کے ازالہ سے عاجز ہو گئے۔ ایک عقل مند طبیب نے بادشاہ کے کانوں تک اپنے طبیب حاذق ہونے کی خبر پہنچائی۔ بادشاہ نے بلوایا اور علاج کے لیے کہا اور بہت کچھ انعام کا وعدہ کیا۔ طبیب نے کہا: میں نجوم میں بھی مہارت رکھتا ہوں، مجھے مہلت دیجیے کہ نجوم سے آپ کی بیماری کا حال معلوم کروں تاکہ اس کے موافق علاج کرسکوں۔ طبیب نے اول امن چاہا، اس کے بعد کہا کہ حضور کے ستارے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپ کی عمر کا صرف ایک ماہ باقی ہے، اس کے سچ ہونے میں شک ہو تو مجھے اس مدت کے لیے قید کر لیجیے۔ اگر آپ اس مدت کے بعد زندہ رہیں تو جو چاہے سزا دیجیے۔ بادشاہ نے طبیب کی قید کا حکم دے دیا اور خود لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ کر علیٰحدہ مکان میں ایام شماری شروع کردی۔ جو جو دن کم ہوتے اس کے رنج وغم میں اضافہ ہوتا جاتا یہاں تک کہ نہایت پتلا دبلا نحیف بدن ہو گیا۔ جب اٹھائیس دن ہو گئے طبیب کو قید سے بلوا کر پوچھا کہ اب کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ آپ کی عزت اور عمر میں ترقی دے، میں اس سے زیادہ ذلیل ہوں کہ غیب کا علم جانوں، مجھے اپنی ہی عمر کا حال معلوم نہیں آپ کی عمر کا کیا پتہ۔ مگر آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کے مرض کے لیے اس کے سوا کوئی دوا نہیں تھی اور اس تدبیر کے سوا کسی اور تدبیر پر مجھے قدرت نہ تھی۔ چنانچہ ترکیب کارگر ہوئی، بادشاہ نے انعام دے کر رخصت کیا۔

ہیں جن سے شب وروز عذاب الٰہی اترتا ہے، کبھی طاعون ہے، کبھی افلاس اور تفکرات کا ہجوم ہے، کبھی قحط ہے اور یہ دنیا کی مصیبتیں ہیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے، اللہ پاک مسلمانوں کے حال پر رحم فرماویں۔ ہماری غرض یہ نہیں کہ دنیا بقدرِ ضرورت نہ پڑھے جاویں یا نوکری تجارت وغیرہ چھوڑ دی جاوے، بلکہ غرض یہ ہے کہ دین سے جاہل مت رہو اور دین مت خراب کرو، سب کام شریعت کے موافق کرو اور شریعت کی تابعداری بغیر دینی علم کے ہو نہیں سکتی۔ تجربہ ہے کہ جو پورے دین کے پابند ہیں وہ دنیا میں بھی باعزت اور آرام سے رہتے ہیں۔ بھلا کوئی پکا دیندار ایک تو دکھلا دے کہ گداگری کرتا ہو اور پریشان وذلیل وخوار پھرتا ہو۔ دنیا امتحان کی جگہ ہے، اصلی گھر آخرت ہے اور وہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ زیادہ اُس گھر کی آبادی کا بندوبست لازم ہے اور یہاں تو ایسا رہنا ہے جیسا سرائے میں ہوتا ہے:

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے   جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

خود اپنی ذات اور اپنے بچوں کو نئی روشنی کی ظلمت سے بچاؤ۔ یہ روشنی حقیقت میں سخت اندھیرا ہے جو دین کا تباہ کرنے والا ہے۔ جب آدمی دین کو مضبوط پکڑتا ہے دنیا ذلیل ہوکر اس کو ملتی ہے، وہ اس سے علیحدہ رہتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اختیار دے دیا تھا کہ یا تو علم لے لو یا ملک (وسلطنت) لے لو، آپ نے علم قبول فرمایا۔ اللہ نے علم بھی دیا اور ملک بھی دے دیا اور ملک کیسا دیا کہ وہ ضربُ المثل ہوگیا کہ مثال میں مبالغہ کے موقع پر ملکِ سلیمانی بولا جاتا ہے اور قیامت تک ایسا ملک کسی کو نہ ملے گا اور نہ حضرت سلیمان سے پہلے کسی کو ایسا ملک میسّر ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس درجہ دنیا کا ذلیل ہونا حضرت سلیمان کے واسطے دین کی برکت سے تھا کہ انہوں نے علم قبول کیا تھا اور ملک کو چھوڑ دیا تھا۔

اور حضرت سالم بن ابی الجعد جو ایک بڑے تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ جب میرے آقا نے مجھے آزاد کردیا (یہ غلام تھے) تو میں نے خیال کیا کہ کون سا پیشہ اختیار کروں جس سے بسر اوقات ہو۔ اب تک تو آقا کے حکم کی تعمیل کرتا تھا اور وہیں بسر اوقات ہوتی تھی اور اب آزاد ہوگیا تو کوئی دوسرا بندوبست چاہیے، پس میری

سمجھ میں یہ آیا کہ علم حاصل کروں، چنانچہ یہی کیا۔ ایک سال نہ گذرا تھا کہ حاکم مدینہ منورہ نے مجھ سے ملنا چاہا اور میں نے اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی، مطلب یہ ہے کہ کسی خاص وجہ سے ان سے نہ ملے، ورنہ بلا وجہ ایسا کرنا دین کے خلاف اور بداخلاقی ہے۔ لیکن یہاں اس بیان سے یہ غرض ہے کہ میرا ایسا رتبہ اس تھوڑے عرصہ میں ہوگیا کہ حکام زیارت کو آنے لگے اور مجھے کچھ اندیشہ نہ ہوا، بے موقع میں نہ مل سکا اور صاف انکار کردیا گیا۔ واقعی دین کی یہی برکت ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف دل میں نہیں رہتا۔ اور جو خدا سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے، نہ ایسے لوگ طمع کرکے ذلیل ہوتے ہیں نہ کسی سے کچھ خواہاں ہوتے ہیں۔ خوب غور سے ان مضامین کو پڑھو۔ یہ دونوں قصے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کا ''احیاء العلوم'' اور اس کی شرح سے لکھے گئے ہیں۔

(۲۰) حدیث میں آیا ہے کہ علم[۱] دوشنبہ کے روز طلب کرو اور اس سے علم حاصل کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ (کنز العمال) اور یہی مضمون جمعرات کے متعلق بھی آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کتاب شروع کرنا دوشنبہ اور جمعرات کے روز بہتر ہے، اسی طرح اور کوئی علمی کام شروع کرنا بھی ان دنوں میں بہتر ہے۔

(۲۱) حدیث میں ہے کہ جس نے کسی کو ایک آیت بھی کلامُ اللہ کی سکھادی تو وہ سکھانے والا طالب علم کا آقا بن گیا (طبرانی)[۲] یعنی طالبِ علم غلام اور معلّم آقا ہوگیا۔

غرض یہ ہے کہ استاد کا بہت بڑا حق[۳] ہے۔ جہاں تک ہوسکے استاد اور پیر کی ہر طرح تابعداری اور دلداری کرے کہ یہ لوگ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتے ہیں اور حقیقی محبوب یعنی حق تعالیٰ تک

---

۱ ولفظہ: اطلبوا العلم یوم الاثنین، فانہ میسر لطالبہ. [جامع صغیر ۱۰۹/۱] بعض احادیث میں چہارشنبہ کے متعلق بھی وارد ہوا ہے۔ صاحب ہدایہ سے منقول ہے کہ وہ کتاب کے شروع کرنے کا بدھ کے دن اہتمام کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو چیز بدھ کے دن شروع کی جاتی ہے وہ اختتام کو پہنچتی ہے۔ امام اعظم سے بھی منقول ہے کہ بدھ کے دن کے شروع کرنے کا اہتمام فرماتے تھے۔

۲ رواہ الطبرانی عن ابی امامۃ مرفوعا بلفظہ: من علم اخاہ آیۃً من کتاب اللّٰہ فھو مولاہ. (منہ)

۳ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بڑوں سے سنا ہے: جو شخص استاد کا حق نہ پہچانے وہ کبھی فلاح کو نہیں پہنچ سکتا۔ محدثین نے یہاں تک لکھا ہے کہ استاد کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھا رہے کہ مبادا ان کا جی اکتا جاوے۔

پہنچاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا سلوک ہوگا۔ اور غلام ہونے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ استاد اس کو فروخت کرسکتا ہے، بلکہ مراد اس کے حق کی عظمت کا اظہار کرنا ہے بطریق مبالغہ۔ اور استاد اور پیر کا درجہ والدین سے کم ہے، خوب سمجھ لو۔

(۲۲) حدیث میں ہے کہ جس عالم سے مسئلہ دریافت کیا جاوے، اور وہ بغیر عذرِ شرعی اس کو چھپالے اور بیان نہ کرے، قیامت کے دن اس کے آگ کی لگام دی جاوے گی۔ (مشکوٰۃ) مراد وہ علم ہے جس کا بتلانا ضروری ہے۔ اور بخل[1] کرنا علم سے، خواہ اس کا بتلانا فرض ہو یا مستحب بلا عذر شرعی ہرگز زیبا نہیں۔

---

[1] ابن معین فرماتے ہیں کہ جو شخص حدیث کے ساتھ بخل کرے اور لوگوں سے چھپاوے کبھی فلاح کو نہیں پہنچتا۔ اور اسحاق ابن راہویہ کا بھی یہی مقولہ ہے۔ عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ جو شخص علم کے ساتھ بخل کرے تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مبتلا ہوتا ہے: مرتا ہے، یا بھول جاتا ہے، یا بادشاہوں کا درباری ہوجاتا ہے۔ حاصل اس کا بھی یہی ہے کہ علم سے نفع کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

یہاں پر ایک خاص مضمون جو عورتوں کی تعلیم کے متعلق ہے اور نہایت مفید ہے جس کو حضرت حکیم الامت مقتدائے ملّت علامۂ زماں قطبِ دوراں مولانا و مرشدنا حافظ قاری حاجی مولوی شاہ اشرف علی (نور اللہ مرقدہ) نے پرچہ "القاسم" سے مرحمت فرمایا تھا مسلمانوں کے نفع پہنچانے کی غرض سے درج کیا جاتا ہے۔ بعضے مشکل الفاظ کا ترجمہ حاشیہ پر کردیا گیا ہے۔ اس مضمون کے بعد علم کی بزرگی کا بیان ختم ہوجاوے گا اور طہارت کی فضیلت بیان ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاح معاملہ بہ تعلیم نسواں

ہر چند (اگرچہ) کہ بعد ورودِ (آجانے) حدیث "**طلب العلم فریضة**[1] **علی کل مسلم ومسلمة**" **وغیر ذلك من النصوص**[2] **الموجبة لتحصیل العلم علی الرجال والنساء** اس مبحث پر مستقل کلام کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ خصوصاً جب کہ اس کے بہت قبل اسی رسالہ القاسم کی جلد اول نمبر ۱ صفحہ ۱۹، ۲۰ و نمبر ۲ صفحہ ۲۰ میں مجملاً (مختصراً) اس سے تعرّض بھی ہوچکا ہے، لیکن بوجہ بعض واقعات وخصوصیات کے (کہ زیادہ ان میں ہندوستانی مستورات کے حالات ہیں) جن کا مشاہدہ اکثر ہوتا رہتا ہے۔ اس باب میں مستقل اور کسی قدر مفصل گفتگو کیے جانے کو مقتضی ہونے کے سبب اس کا بقدر ضرورت مکرر ذکر کیا جاتا ہے۔ سو جاننا چاہیے کہ اس مقدمہ میں جہاں تک تتبع کیا گیا تین خیال کے لوگ ہیں: ایک وہ کہ تعلیم نسواں کے نہ مخالف ہیں نہ حامی،[3] مگر تعلیم کا اہتمام نہیں۔ دوسرے وہ کہ اس کے مخالف ہیں۔ تیسرے وہ کہ اس کے

---

(۱) علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ [المشکوة: ۱/ ۳٤]

(۲) اور سوا اس کے اور دلیلیں جو واجب کرتی ہیں علم حاصل کرنے کو مردوں اور عورتوں پر۔ (۳) حمایت کرنے والا۔

حامی ہیں۔ اور ان سب سے مختلف کوتاہیاں واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ اول طبقہ (جماعت) کی کوتاہی جو سب کوتاہیوں سے اشد واعظم ہے یہ ہے کہ سرے سے مستورات کو تعلیم دینے ہی کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، نہ مردوں کے نزدیک اور نہ خود ان مستورات کے نزدیک۔ اور دلیل ان لوگوں کی جو ان کے اشتباہ کا منشأ ہو گیا یہ ہے کہ کیا عورتوں کو کوئی نوکری کرنا رہ گیا ہے جو ان کے پڑھانے کا اہتمام کیا جاوے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے نہ تعلیم کی غرض سمجھی اور نہ ان نصوص وروایات میں غور کیا جو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ایک درجہ میں تحصیلِ علم کو فرض وواجب قرار دے رہے ہیں اور نہ اس تعلیم کو سمجھا جو کہ فرض ہے۔

سو سمجھ لینا چاہیے کہ علوم سے غرض نوکری نہیں ہے، کیونکہ جو علم علی العین (ہر شخص پر) واجب التحصیل ہے وہ علم معاش نہیں ہے، بلکہ وہ علم دین ہے جس سے انسان کے عقائد واعمال ومعاملات ومعاشرت (باہم رہنا سہنا) واخلاق درست ہوں جس کا ثمرہ دنیا میں **اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِنْ رَّبِّهِمْ**[1] [البقرۃ:۵] کی دولت اور آخرت میں **اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ**[2] [البقرۃ:۵] کی بشارت ہے، سو اس کا وجوب ظاہر ہے سمعاً بھی عقلاً بھی۔ دلائلِ سمعیہ یہ ہیں:

(۱) طلب[3] العلم واجب علی کل مسلم. (بیہقی عن انس)

(۲) طلب[4] العلم فریضة علی کل مسلم. (الدیلمی عن علی)

(۳) طلب[5] الفقه حتم واجب علی کل مسلم. (حاکم فی تاریخه عن انس)

(۴) تعلموا[6] العلم وعلموه الناس. (دار قطنی عن ابی سعید وبیهقی عن ابی بکر)

(۵) تعلموا العلم[7] قبل ان یرفع. (الدیلمی عن ابن مسعود عن ابی هریرۃ)

(۶) یا ایها[8] الناس علیکم بالعلم قبل ان یقبض. (طبرانی والخطیب عن ابی امامة)

---

[1] یہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے۔ [2] یہی لوگ ہیں کامیاب ہونے والے۔
[3] علم کا طلب کرنا واجب ہے ہر مسلمان پر۔ [4] علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔
[5] فقہ کا طلب کرنا بہت ضروری ہے ہر مسلمان پر۔ [6] علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ۔
[7] علم سیکھ لو اس سے پہلے کہ وہ اٹھا لیا جاوے۔ [8] اے لوگو! علم کو لازم پکڑو اس سے پہلے کہ وہ اٹھا لیا جاوے۔

(۷) **یا ایھا**[۱] **الناس خذوا من العلم قبل ان یقبض العلم.** (احمد والدارمی طب وابوالشیخ فی تفسیرہ وابن مردویہ عن ابی امامۃ)

(۸) **ویل**[۲] **لمن لا یعلم (حل عن حذیفۃ)** (کذا فی کنز العمال وغیر ذلک من[۳] النصوص العامۃ للرجل والمرأۃ)

اور دلیل عقلی یہ ہے کہ اصلاح عقائد واعمال کی فرض ہے اور وہ موقوف ہے ان کی تحصیلِ علم پر، چنانچہ ظاہر ہے، اور فرض کا موقوف[۴] علیہ فرض ہے۔ پس تحصیلِ علم فرض ہوا۔ اور ہر چند کہ موقوف ہونا عمل کا علم پر بالکل بدیہی (ظاہر) ہے، مگر اس سے ترقی کر کے کہا جاتا ہے کہ حسی بھی ہے، چنانچہ بے علم عورتیں جس حالت میں ہیں سب دیکھتے ہیں کہ نہ ان کو کفر وشرک کی کچھ تمیز ہے نہ ایمان واسلام کی کچھ محبّت ہے، جو چاہیں خدا تعالیٰ کی شان میں بک دیتی ہیں، جو چاہیں احکامِ شرعیہ کے مقابلہ میں زبان درازی کر بیٹھتی ہیں۔ اولاد کے لیے یا شوہر کو مسخر (تابعدار) کرنے کے لیے ٹونے، ٹوٹکے، جادو، منتر جو کچھ کوئی بتلا دیتا ہے بلا امتیاز (تمیز) مشروع (جائز) نامشروع (ناجائز) کے سب ہی کچھ کر گذرتی ہیں۔

جب عقائد ہی میں یہ حالت ہے تو نماز روزہ کا تو کیا ذکر ہے، حتیٰ کہ بعض کی نوبت ترک سے گذر کر استخفاف (ہلکا سمجھنا) بلکہ تشاؤُم (بدفالی) وتَطَیُّر تک پہنچ جاتی ہے، یعنی بعض تو باوجود فرض سمجھنے کے اس کو ترک ہی کر دیتی ہیں اور بعض اس کی وقعت بھی نہیں کرتیں، کوئی ضروری امر نہیں سمجھتیں اور بعض اس کو منحوس وموجبِ مضرت اعتقاد کرتی ہیں اور یہ دو درجے کفرِ صریح ہیں اور اول فسق وکبیرہ ہے اور جب نماز وروزہ میں یہ کیفیت ہے، جس میں ایک پیسہ خرچ بھی نہیں ہوتا تو زکوٰۃ اور حج جس میں پیسہ کا بھی خرچ ہے اس کو تو پوچھو ہی مت۔ اور جب عقائد اور اعمالِ دیانت (دینی) کا یہ حال ہے تو معاملات کی درستی کا تو احتمال ہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نماز روزہ کی صورت تو دین کی ہے اور معاملات تو عوام کی نظر میں بالکل دنیا ہی کی شکل رکھتے ہیں، اس لیے ان کی

---

[۱] اے لوگو! علم حاصل کر لو قبل اس کے اٹھ جانے کے۔ [۲] خرابی ہے بے علم کے لیے۔
[۳] اور سوا اس کے اور دلیلیں جو عام ہیں مرد اور عورتوں کے بارے میں۔ [۴] جس پر کوئی چیز موقوف ہو۔

درستی کا اہتمام تو خاص ہی خاص لوگ کرتے ہیں جاہل مستورات کیا درستی کریں گی۔

پھر جب معاملات کے ساتھ یہ طرزِ عمل ہے تو معاشرت کی اصلاح تک تو کہاں ذہن جاوے گا، کیونکہ معاملات کو حقوق العباد تو سمجھا جاتا ہے، بخلاف معاشرت کے کہ اس میں یہ پہلو بھی ظاہر نہیں ہے، اس لیے اس کا بالکل ہی اہتمام کم ہے۔ پھر جب معاملات ومعاشرت سے اتنی بے پروائی ہے تو اخلاقِ باطنی مثل تواضع واخلاص وخوف ومحبت وصبر وشکر ونحو ذلک کی طرف تو کیا توجہ ہوگی۔ کیونکہ معاملات کا زیادہ اور معاشرت کا اس سے کم دوسروں تک تو اثر پہنچنا معلوم ہے۔ نیز ان پر بعض اوقات نیک نامی وبدنامی کا ترتب بھی ہو جاتا ہے بخلاف اخلاقِ باطنی کے کہ اس کا غالب اثر بھی اپنی ہی ذات تک محدود ہے اور بوجہ خفا کے (پوشیدہ ہونے کے) دوسروں کو ان کا علم بھی کم ہوتا ہے جس سے نیک نام یا بدنام کر سکیں، اس لیے اس کا اہتمام تو بالکل ہی ندارد ہے حتیٰ کہ بہت سے خواص میں بھی، تا بہ عوام[1] چہ رسد۔

بہرحال ان سب امورِ دینیہ میں قلّتِ مبالاۃ (کم توجہی) کا اصل منشأ وسبب قلّتِ علمِ دین ہے۔ پھر جہاں بالکل ہی علم نہ ہو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ فطرۃً (پیدائشی) عقل بھی کم ہو (کیونکہ طبقۂ اناث قدرتی طور پر ناقص العقل ہوتی ہیں، غرض جہاں نہ عقل ہو نہ علم ہو) تو وہاں تو امورِ مذکورہ میں کوتاہی کی کیا حد ہوگی۔ غرض عقل اور مشاہدہ دونوں شاہد ہیں کہ بدون علم کے عمل کی تصحیح ممکن نہیں اور عمل کی تصحیح واجب اور فرض۔ پس تحصیلِ علمِ دین کا فرض ہونا جیسا اوپر دعویٰ کیا گیا ہے عقلاً بھی ثابت ہو گیا اور سمعاً فرض ہونا اس سے اوپر بیان کیا گیا ہے تو دونوں طرح تحصیلِ علمِ دین فرض ہوا۔ پس ان لوگوں کا یہ خیال کہ جب عورتوں کو نوکری کرنا نہیں ہے تو ان کی تعلیم کیا ضرور ہے محض غلط ٹھہرا، یہ جواب ہوا اُن کی مذکورہ کوتاہی کا۔

البتہ اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ علمِ دین کی فرضیت سے تعلیم بطریق متعارف کا واجب ہونا لازم نہیں آتا کہ مستورات کو کتابیں بھی پڑھائی جاویں، بلکہ یہ فرض اہل علم سے پوچھ پاچھ رکھنے سے ادا ہو سکتا ہے۔ سو اس کی تحقیق یہ ہے کہ واقعی یہ بات صحیح ہے اور ہم تعلیمِ متعارف کو فی نفسہ واجب بھی نہیں کہتے، لیکن یہاں تین

[1] تو عوام کی نسبت تو کیا کہا جاوے۔

مقدمے (باتیں) قابل غور ہیں:

(۱) اول یہ کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے گو بالغیر سہی، جیسے جو شخص پیادہ (پیدل) سفر حج کرنے پر قادر نہ ہو اور اس شخص کے زمانے میں ریل اور جہاز ہی ذریعہ قطع سفر کا متعیّن ہو اور اس کے پاس اس قدر وسعت اور استطاعت (گنجائش) بھی ہو تو اس شخص پر واجب ہوگا کہ سفر کا عزم کرے اور ریل اور جہاز کا ٹکٹ خرید کر اس میں سوار ہو۔ سو ریل اور جہاز کا ٹکٹ خریدنا اور اس پر سوار ہونا فی نفسہٖ شرعاً فرض نہیں، لیکن چونکہ ایک فرض کا ذریعہ ہے اس لیے یہ بھی فرض ہوگا مگر بالغیر۔ پس یہ مقدمہ تو ثابت ہو چکا۔

(۲) دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ تجربہ سے معلوم ہوگیا کہ علم کا اذہان میں قابل اطمینان درجہ میں محفوظ رہنا موقوف ہے کتب کے پڑھنے پر جو کہ تعلیم کا متعارف طریق ہے اور محفوظ رکھنا علمِ دین کا واجب ہے۔ پس بنابر مقدمہ اولیٰ بطریقِ متعارف تعلیم کا جاری رکھنا بھی واجب ہے البتہ یہ واجب علی الکفایہ ہے، یعنی ہر مقام پر اتنے آدمی دینیات پڑھے ہوئے ہونے چاہئیں کہ اہلِ حاجت (ضرورت والوں) کے سوالوں کا جواب دے سکیں۔

(۳) تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ یہ بھی تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مردوں میں علماء کا پایا جانا مستورات کی ضروریاتِ دینیہ کے لیے کافی ووافی نہیں، دو وجہ سے: اولاً پردہ کے سبب (کہ وہ بھی اہم الواجبات[۱] ہے) سب عورتوں کا علماء کے پاس جانا قریباً ناممکن ہے اور گھر کے مردوں کو اگر واسطہ بنایا جاوے تو بعض مستورات کو گھر کے ایسے مرد بھی میسّر نہیں ہوتے اور بعض جگہ خود مردوں ہی کو اپنے دین کا اہتمام نہیں ہوتا تو وہ دوسروں کے لیے سوال کرنے کا کیا اہتمام کریں گے۔ پس ایسی عورتوں کو دین کی تحقیق ازبس (بہت) دشوار ہے اور اگر اتفاق سے کسی کی رسائی بھی ہوگئی یا کسی کے گھر ہی میں باپ بیٹا بھائی وغیرہ عالم ہیں تب بھی بعض مسائل عورتیں ان مردوں سے نہیں پوچھ سکتیں۔ ایسی بے تکلفی شوہر سے ہوتی ہے تو سب شوہروں کا ایسا ہونا خود عادۃً ناممکن ہے تو ان کی عام احتیاج (ضرورت) رفع ہونیکی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کچھ عورتیں پڑھی ہوئی ہوں اور عام مستورات ان سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کیا کریں۔ پس کچھ عورتوں کو بطریق متعارف تعلیمِ دین دینا

[۱] بہت ضروری واجبوں میں سے ہے۔

واجب ہوا۔ پس اس شبہ کا بھی جواب ہوگیا اور ثابت ہوگیا کہ لکھے پڑھے مردوں کی طرح عورتوں میں ایسی تعلیم کا ہونا ضرور ہے۔ اور اس غلط خیال عدمِ ضرورتِ تعلیم نسواں کا بالکلیہ استیصال ہوگیا (جڑ کٹ گئی)۔

اب دوسرے طبقہ کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے جو تعلیم نسواں کے مخالف ہیں اور اس کو سخت ضرر رساں سمجھتے ہیں۔ دعویٰ ان کا یہ ہے کہ ہم نے لکھی پڑھی عورتوں کو اکثر آزاد اور بے باک اور قلیل الحیا (بے شرم) اور مکار اور عفت سوز (بدچلن) دیکھا ہے۔ خاص کر اگر لکھنا بھی جانتی ہوں تو اور بھی شوخ چشم (بیباک) ہوجاتی ہیں۔ جس کو چاہا خط لکھ بھیجا، جس کو چاہا پیام وسلام پہنچادیا۔ اسی طرح دوسروں کو بھی طمع ہوتی ہے کہ اپنے نفسانی جذبات (خواہشات) کو ان تک بذریعہ تحریر پہنچادیتے ہیں اور ان کے پاس جب ایسی تحریرات پہنچتی ہیں، کبھی تو وہ بھی متاثر (اثر قبول کرنیوالی) ہوکر نرم جواب دیتی ہیں اور سلسلہ بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جو کچھ واقع ہونا ہے واقع ہوتا ہے۔ اور کبھی جواب نہیں دیتیں اور سکوت کرتی ہیں تو مریض القلب لوگ اس سے بھی استدلال کرتے ہیں ان کے نیم راضی ہونے پر، پھر وہ لوگ آئندہ کے پیام وسلام وتحریر سے اس کمی کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ گوش زدہ اثرے دارد (کان میں پڑا ہوا اثر رکھتا ہے) قاعدہ اکثر یہ ہے۔ پھر بعض کا طرزِ بیان جادو نشان ہوتا ہے۔ پھر نسوانی طبائع معمولی طور پر نرم بھی ہوتی ہیں تو شیطان کا جال پھیل جانا زیادہ عجیب نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی مکتوب الیہا (جس عورت کو خط لکھا جاوے) نے ناراضی بھی ظاہر کی اور اسی ناراضی کا جواب کاتب تک بھی پہنچادیا، مگر اپنے شوہر یا خاندان کے خوف سے کہ خدا جانے کیا گمان کریں گے اور کیا معاملہ کریں گے اپنے گھر والوں سے اس کا اخفا (پوشیدہ) کرتی ہیں اور اس طور پر وہ کاتبین (لکھنے والے) ہر طرح کی مضرت سے محفوظ رہتے ہیں، اس لیے اُن کی جسارت (دلیری) بڑھتی ہے اور پھر دوسرے موقع پر اس کی سلسلہ جنبانی (سلسلہ جاری) کرتے ہیں۔

اور ان سب واقعات کا مبنیٰ (وجہ) ان مستورات کا تعلیم یافتہ ہونا ہے، اگر وہ ناخواندہ ہوں تو ان کے پاس کوئی مضمون بھیجنے سے اندیشہ ہوگا دوسرے کے مطلع ہونے کا، اور یہ سبب ہوجاویگا اس باب کے مسدود ہوجانے کا۔ اور یہ مفسدہ (فساد) اس صورت میں زیادہ محتمل ہے جب کہ کسی عورت کے مضامین اخباروں میں

بھی چھپنے لگیں تو ان مضامین کو دیکھ کر سخن شناس شیاطین اندازہ کرتے ہیں کاتبہ (لکھنے والی) کے رنگ طبیعت اور جذبات اور خیالات کا، تو اس شرارت کے شرارے (چنگاریاں) وہاں زیادہ پھیلتے ہیں، بالخصوص اگر وہ کلام نظم بھی ہو تو اور بھی آفت ہے۔

اور اس زمانہ میں تو ایک اور غضب ہے کہ افتخار (بڑائی) کے لیے صاحب مضامین کا نام اور پتہ تک صاف لکھ دیا جاتا ہے کہ فلانے کی بیٹی فلانے کی بیوی فلاں جگہ کی رہنے والی۔ اور تمام خرابیاں ان کے لکھے پڑھے ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اگر ان خفیہ ریشہ دوانیوں (کاروائیوں) کی کسی طور پر شوہر یا اہلِ خانہ کو اطلاع ہی ہوگئی تو چونکہ لکھا پڑھا آدمی ہوشیار اور سخن سازی (بات بنانا) پر زیادہ قادر ہوتا ہے، لہٰذا ایسی تاویلیں کرلیں گی کہ کبھی ان پر حرف ہی نہ آوے گا اور الٹا منہ ناک بنائیں گی، مکاری سے روویں گی کہ ہم کو یوں کہا۔ کہیں خودکشی اور کنویں میں ڈوبنے کی دھمکی دیں گی، حتیٰ کہ اس غریب باز پرس کرنے والے کو خوشامد کرنا پڑے گی اور ڈر کے مارے پھر کبھی زبان تک نہ ہلاوے گا۔

ایک خرابی اس تعلیم یافتہ طبقۂ اناث میں یہ ہوتی ہے کہ ہر طرح کی کتابیں منگا کر پڑھتی ہیں: عشق بازی کے قصے، سازش اور لگاوٹ کے ناول، شوق انگیز غزلیں، پھر ان سے طبیعت بگڑتی ہے۔ کبھی ایسی غزلیں ذرا کھل کر پڑھتی ہیں کہ دروازہ میں یا پڑوس اور محلّہ میں یا سڑک پر آواز جاتی ہے اور آواز پر کوئی فریفتہ ہوکر درپے ہوجاتا ہے، اور اگر وہ ناکام بھی رہا تاہم رسوائی اور پریشانی کا سبب تو بن ہی جاتا ہے۔

یہ ہے خلاصہ ان صاحبوں کے خیالات کا، اور میں ان واقعات کی تکذیب نہیں کرتا، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ ان صاحبوں نے کوتاہ نظری سے کام لیا۔ واقعات کے حقائق (جمع حقیقت) میں غور نہیں کیا۔ اصل یہ ہے کہ ان سب خرابیوں کی ذمہ دار تعلیم نہیں ہے بلکہ طرزِ تعلیم ہے یا نصابِ تعلیم[1] ہے یا طرزِ عمل ہے یا سوءِ تدبیر (بری تدبیر) ہے، یعنی یا تو یہ ہوا ہے کہ ایسی کتابیں نہیں پڑھائی گئیں جن سے احکام حلال وحرام اور تفصیلِ ثواب وعقاب (عذاب) اور طریقۂ تہذیبِ اخلاق (درستیٔ اخلاق کا طریقہ) معلوم ہو اور جس سے خوف وخشیت

[1] علم حاصل کرنے کے لیے جو حد کتب کی مقرر کی جاوے۔

ومعرفت وعظمتِ حق حاصل ہو۔ ان کو صرف حرف شناس بنا کر چھوڑ دیا ہے اور انہوں نے اپنی رائے سے اردو کے مختلف رسالوں کا مطالعہ کر کے لکھنے پڑھنے کی مہارت بڑھائی ہے۔ اور تعلیم یافتہ کا لقب پا کر اس طرح تعلیم کو بدنام کیا ہے، تو ظاہر ہے کہ محض حرف شناسی کو نہ تعلیم کہہ سکتے ہیں اور نہ حرف شناسی اصلاحِ اعمال واحوال کی کفالت (ذمہ داری) کر سکتی ہے۔ اور یا یہ ہوا ہے کہ باجود نصابِ تعلیم کے مفید وکافی ہونے کے اس نصاب کے مضامین کو قلب میں جمانے کی کوشش نہیں کی گئی اور عمل کی نگرانی نہیں کی گئی۔ مثلاً اس کی ضرورت ہے کہ جس روز کسی لڑکی نے یہ مسئلہ پڑھا کہ غیبت گناہ ہے، اس کے بعد اگر وہ غیبت کرے تو فوراً اس کو یاد دلاوے کہ دیکھو تم نے کیا پڑھا تھا، اس کے خلاف کرتی ہو۔ اور مثلاً ان کو پردہ کی ضرورت یا پست آواز سے بولنے کی تاکید پڑھائی گئی اور پھر اس میں کوتاہی یا غفلت کا مشاہدہ ہوا، فوراً اس کو روکنا چاہیے، یا ان کو حرص مال وزیور کی مذمت پڑھائی تھی، پھر انہوں نے کسی تکلف کے کپڑے یا غیر ضروری زیور کی ہوس کی تو فوراً ان کو متنبہ کیا جاوے۔ اس طرح امید ہے کہ اخلاقِ فاضلہ واعمالِ صالحہ کا ملکہ (عادت) ان میں پیدا ہو جاوے گا۔ اور یا یہ ہوا ہے کہ ان کی خود طبیعت اور طینت ہی میں صلاحیت اور قابلیت نہیں ہے تو اس صورت میں مصرعہ: ''تربیت نا اہل را چوں گردگان بر گنبد است[1]'' کا۔

اور شعر:

شمشیر نیک[2] ز آہنِ بد چوں کند کسے ناکس بہ تربیت نہ شود اے حکیم کس

کا مضمون ہے۔

یہ گفتگو تو خود ان کے احوال واعمال کے متعلق تھی اور جو افعال دوسرے شریر لوگوں کے شمار کرائے ہیں ان کا امتداد (اضافہ) سوءِ تدبیر سے ہوتا ہے۔ اس کے انسداد (روکنے) کی اچھی تدبیر یہ ہے کہ واسطہ کے ساتھ نہایت سختی کی جاوے اور اپنے مردوں کو بالکل صاف صاف اطلاع دے دی جاوے۔ غرض مفاسد کے اسباب یہ ہیں، جب یہ ہے تو اس میں عورتوں کی کیا تخصیص ہے؟ یہی اسبابِ فساد اگر مردوں کو پیش آویں وہ بھی

[1] نا اہل کی تعلیم گنبد پر گیند کے مثل ہے۔ [2] برے لوہے کی تلوار اچھی کیسے بن سکتی ہے؟ اے دانا! نالائق شخص تعلیم سے انسان نہیں بن سکتا۔

ایسے ہی ہوں گے۔ پھر کیا وجہ کہ عورتوں کو تعلیم سے روکا جاوے اور مردوں کو تعلیم میں ہر طرح کی آزادی دی جاوے بلکہ اہتمام کیا جاوے۔ اس فرق کی وجہ بعدِ تامل بجز اس کے کچھ نہیں معلوم ہوئی کہ عورت سے صدورِ[1] قبائح یا اس کی طرف نسبتِ قبائح عرفاً موجب ذلت ورسوائی ہے اور وہی امور اگر مرد سے صادر ہوں یا اس کی طرف منسوب ہوں تو وہ عرفاً موجب ذلت ورسوائی نہیں ہے، اس لیے عورت کے لیے ان مفاسد کے احتمال کو موانعِ تعلیم سے قرار دیا ہے اور مردوں کے لیے نہیں۔ باقی شرعاً ظاہر ہے کہ اس باب میں مرد وعورت یکساں ہیں۔ اگر عورت کے لیے معصیت (گناہ) مذموم (برا) وقابلِ لوم (ملامت) ہے تو اسی درجہ میں مرد کے لیے بھی، اور اگر مرد کے لیے تو موجبِ طہارت ونزاہت ہے تو اسی درجہ میں عورت کے لیے بھی۔ پس جب شرعاً دونوں برابر ہیں اور عرفاً متفاوت، پس اس تفاوت سے عملاً متاثر ہونا یعنی ایک کے لیے ان احتمالات کا اعتبار کرنا اور دوسرے کے لیے نہ کرنا صاف عرف کو شرع پر ترجیح دینا ہے جو بہت بڑا شعبہ ہے جاہلیت کا جسکا منشأ (وجہ) کبر اور ترفع (بڑائی) ہے وبس۔ اور یہ صرف میرا ہی دعویٰ نہیں بلکہ[2] مدعا علیہم کا اقرار بھی ہے۔ چنانچہ بکثرت ان لوگوں کی زبان سے سنا گیا ہے کہ میاں! مرد کا کیا ہے، اس کی مثال تو برتن کی سی ہے کہ دس دفعہ سن گیا اور جب دھو دیا صاف ہو گیا۔ اور عورت کی مثال موتی کی آب کی سی ہے کہ اگر ایک دفعہ اتر گئی پھر چڑھ ہی نہیں سکتی۔ اسکے معنی دوسرے لفظوں میں صاف یہ بھی ہیں کہ مردوں کے لیے معصیت کو خفیف سمجھتے ہیں اور عورتوں کے لیے شدید، تو علاوہ کبر کے اس میں تو فتویٰ استخفاف کے جاری ہونے کا بھی اندیشہ اور سخت اندیشہ ہے۔

اب صرف تیسرے طبقہ کے متعلق کلام باقی رہ گیا جو تعلیم کے حامی تو ہیں، لیکن اس تعلیم کی تعیین (مقرر کرنے) میں یا اس کے طریقہ کی تجویز میں ان سے غلطی ہوئی، چنانچہ ان میں بعض کا بیان بضمن اصلاحِ خیالِ طبقہ ثانیہ کے اوپر ہو چکا ہے۔ مثلاً ان کو صرف حرف شناس بنا کر چھوڑ دینا، پھر ان کا اپنی رائے سے مختلف رسالوں کا مطالعہ کرنا اور مثلاً بعد تعلیم کے عمل کی نگرانی نہ کرنا جس کی متعدد مثالیں بھی ساتھ ساتھ مذکور ہوئی ہیں۔ اور بعض کا بیان اب کیا جاتا ہے مثلاً بعضے مستورات کو بجائے علومِ دینیہ پڑھانے کے ان کو تاریخ وجغرافیہ

[1] صادر ہونا برائیوں کا۔ [2] جن پر دعویٰ کیا گیا۔

یا اس سے بڑھ کر انگریزی پڑھاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انجیل پڑھاتے ہیں جس کی وجہ صرف تقلید (پیروی) اہلِ یورپ کی ہے، یعنی ان کے نصابِ تعلیم میں شائستگی کو منحصر سمجھنا اس کی بنا (وجہ) ہے مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم میں اور ان میں اگر رسوم و عادات اور طبائع وخواص (خاصیتیں) کا بھی فرق نہ ہوتا، تاہم سب سے بڑا فرق مذہب ہی کا ہے کہ ہم مذہبِ اسلام کا التزام (لازم کرنا) کیے ہوئے ہیں اور وہ یا تو کوئی مذہب نہیں رکھتے اور زیادہ ان میں ایسے ہی ہیں اور یا ہمارے مذہب کے مغائر دوسرا مذہب رکھتے ہیں، اس لیے ان کے یہاں یا تعلیمِ مذہبی بالکل نہ ہوگی، صرف زبان کی تعلیم ہوگی یا دنیوی معلومات کی تعلیم ہوگی اور یا دوسرے مذہب کی تعلیم ہوگی۔

بہرحال ان لوگوں کے اس تعلیم کا تو ایک خاص مبنیٰ ہے، لیکن ہم لوگ اگر ان کی تعلیم کو اختیار کریں تو اس کا کیا مبنیٰ ہے؟ جب غرض تعلیم سے ان کی اور ہے جس کا ابھی ذکر ہوا اور ہماری غرض اور ہے جس کا مختصر بیان طبقۂ اولیٰ کی اصلاحِ خیال کے ذکر میں ہوا ہے، یعنی اصلاح عقائد واعمال ومعاملات ومعاشرت واخلاق۔ اور یہ غرض منحصر ہے علمِ دین میں، تو ظاہر ہے کہ ہم کو ان کی تعلیم کا اختیار کرنا ہر طرح بے ربط ہے۔ البتہ اگر کسی کو تحصیلِ معاش کی بھی حاجت واقع ہونے والی ہو تو بعد علومِ دینیہ کے اس کو ان علوم کا حاصل کر لینا بھی مضائقہ نہیں جو اس زمانہ میں معاش کا موقوف علیہ ہو، جیسے اس وقت انگریزی وتاریخ وجغرافیہ وغیرہ، باقی انجیل کی اس شخص کو بھی ضرورت نہ ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ کسب (کمانا) معاش (روزی) کی حاجت صرف مردوں کو ہوتی ہے اور عورتیں اول اس وجہ سے کہ ان کا نان ونفقہ مردوں کے ذمہ ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ اسلام میں پردہ کی تاکید ہے اور وہ ابوابِ خاصہ معاش کے جو خاص علوم پر موقوف ہیں پردہ کے ساتھ حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ اس لیے عورتوں کے لیے یہ تعلیم بالکل فضول اور ان کے وقت کی اضاعت ہوگی، بلکہ فضول سے متجاوز ہو کر (بڑھ کر) ہر طرح مضر ہوگی جیسا کہ عنقریب ان مضار کا بیان بھی آوے گا۔ بہرحال یہ علوم جن کا لقب تعلیم جدید ہے عورتوں کے لیے ہرگز زیبا نہیں، البتہ فنونِ دنیا میں سے بقدر ضرورت لکھنا اور حساب اور کسی قسم کی دستکاری کہ اگر کسی وقت کوئی سرپرست نہ رہے تو عفت کے ساتھ چار پیسے کما سکے یہ مناسب ہے۔

رہا قصہ شائستگی کا تو جس کا دل چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے کہ علمِ دین کے برابر دنیا بھر میں کوئی دستورُ العمل اور کوئی تعلیم شائستگی اور تہذیب نہیں سکھلاتا۔ چنانچہ ایک وہ شخص لیجیے جس پر علمِ دین نے پورا اثر کیا ہے، اور ایک وہ شخص لیجیے جس پر تہذیبِ جدید نے پورا اثر کیا ہے، پھر دونوں کے اخلاق ومعاشرت ومعاملہ کا موازنہ کیجیے تو آسمان وزمین کا تفاوت (فرق) پائے گا، البتہ اگر تصنّع وتکلّف کا نام کسی نے تہذیب رکھ لیا ہو تو اس کی یہی غلطی ہوگی کہ ایک مفہوم کا مصداق[1] اس نے غلط ٹھہرالیا۔ اور اگر کسی کے ذہن میں اس وقت کوئی دیندار ایسا آیا ہو جس میں تہذیبِ حقیقی کی کمی ہو تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس نے علومِ دینیہ کا پورا اثر نہیں لیا، یعنی دین کے اجزاء (حصّے) متعدد ہیں: عقائد، واعمال، ومعاملات، ومعاشرت، واخلاقِ باطنہ۔ بعضے لوگ صرف نماز روزہ کے احکام کے جاننے کو علمِ دین اوران احکام کی پابندی کرنے والے کو دیندار کا لقب دے دیتے ہیں، سوخود یہی غلط ہے۔ سب اجزاء مذکورہ کے احکامِ ضروریہ کا اچھی طرح جاننا علمِ دین اور سب کی پابندی دینداری ہے، سو جس کو دیندار لقب دے کر قلیل التہذیب قرار دیا گیا ہے وہ واقع میں سب اجزائے دین کا مستوعب (پورا کرنے والا) نہیں، اور کلام اس میں ہے کہ جس نے سب اجزاء کا اثر لیا ہو، بس وہ شبہ رفع ہوگیا۔ بندہ نے اس قسم کے شبہات کے جواب کے لیے ''رسالہ حقوق العلم'' لکھا ہے (جو قابل ملاحظہ ہے)۔

غرض تہذیب علمِ دین کے برابر کسی علم سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ یہی علمِ دین تو تھا جس نے سلف (پہلے لوگ) میں اپنے اثر سے وہ اخلاق وشائستگی پیدا کی کہ خود یورپ کو بھی اس کا اعتراف (اقرار) بلکہ اس سے اعتراف (حصہ لینا) بھی ہے، مگر ہم اپنے گھر کی دولت سے بے خبر ہوکر دوسروں سے اس کی دریوزہ گری (گداگری) کررہے ہیں۔ **وللّٰہ درالعارف الرومی حیث قال:**

یک سبدِ[2] پُر نان ترا بر فرقِ سر — تو ہمی جوئی لبِ نان دربدر

تا بزانوئے میانِ قعرِ آب — وز عطش و زجوع گشتستی خراب

---

[1] یعنی ایک عبارت کا مطلب غلط ٹھہرالیا۔ [2] ایک ٹوکرا تیرے سر پر روٹی کا بھرا رکھا ہے اور تو دربدر روٹی کا ٹکڑا تلاش کرتا ہے اور گھٹنوں تک گہرائی دریا میں کھڑا ہے اور بھوک پیاس سے پریشان ہے۔

بعضے آدمی اپنی لڑکیوں کو آزاد و بے باک عورتوں سے تعلیم دلاتے ہیں۔ یہ تجربہ ہے کہ ہم صحبت کے اخلاق وجذبات کا آدمی میں ضرور اثر آتا ہے خاص کر جب وہ شخص ہم صحبت ایسا ہو کہ متبوع (جس کی اتباع کی جاوے) اور معظم بھی ہو اور ظاہر ہے کہ استاد سے زیادہ ان خصوصیات کا کون جامع (جمع کرنے والا) ہوگا، تو اس صورت میں وہ آزادی و بے باکی ان لڑکیوں میں بھی آئے گی۔ اور میری رائے میں سب سے بڑھ کر جو عورت کا حیا اور انقباضِ طبعی ہے اور یہی مفتاح (کنجی) ہے تمام خیر کی جب یہ نہ رہا تو اس سے پھر نہ کوئی خیر متوقع ہے، نہ کوئی شر مستبعد (دور) ہے۔ ہر چند کہ اِذَا فَاتَكَ الْحَيَاءُ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ[1] حکم عام ہے لیکن میرے نزدیک مَا شِئْتَ کا عموم نساء کے لیے بہ نسبت رجال کے زیادہ ہے، اس لیے کہ مردوں میں پھر بھی عقل کسی قدر مانع ہے اور عورتوں میں اس کی بھی کمی ہوتی ہے، اس لیے کوئی مانع ہی نہ رہے گا۔ اسی طرح اگر استانی ایسی نہ ہو، لیکن ہم سبق اور ہم مکتب لڑکیاں ایسی ہوں تب بھی اسی کے قریب مضرتیں واقع ہونگی۔

اس تقریر سے دو خرابیوں کا حال بھی معلوم ہو گیا ہوگا جن کا اس وقت بے تکلف شیوع ہے: ایک لڑکیوں کا عام زنانہ اسکول بنانا اور مدارسِ عامہ کی طرح اس میں مختلف اقوام اور مختلف طبقات اور مختلف خیالات لڑکیوں کا روزانہ جمع ہونا، گو معلّمہ (پڑھانے والی) مسلمان ہی ہو، اور یہ آنا ڈولیوں ہی میں ہو، اور گو یہاں آکر بھی پردہ ہی کے مکان میں رہنا ہو، لیکن تاہم واقعات نے دکھلا دیا ہے اور تجربہ کرا دیا ہے کہ یہاں ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جن کا ان کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اور یہ صحبت اکثر عفت سوز ثابت ہوتی ہے اور اگر استانی بھی کوئی آزاد یا مکار مل گئی تو ''کریلا اور نیم چڑھا'' کی مثال صادق آجاتی ہے۔ اور دوسری جزئی یہ کہ اگر کہیں مشن کی میم سے بھی روزانہ یا ہفتہ وار نگرانی تعلیم یا صنعت سکھلانے کے بہانہ سے اختلاط ہونے لگے تب تو نہ آبرو کی خیر ہے اور نہ ایمان کی۔ مگر افسوس صد افسوس ہے کہ بعضے لوگ ان آفات کو مایۂ افتخار سمجھ کر خود اپنے گھروں میں بلاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو ان آفاتِ مجسّمہ سے بچّی تو بچّی اور تابع ہو کر تو کیا ذکر، کسی بڑی بڈھی مسلمان عورت کا متبوع ہو کر بھی عمر بھر میں ایک بار ہم کلام ہونا بھی خطرناک ہے۔ جن مضرتوں کے ذکر کا اوپر وعدہ تھا

[1] جب تجھ سے حیا جاتی رہے تو کر جو جی چاہے۔

ان میں سے بعض یہی ہیں اور بعض کا ذکر اوپر دوسرے طبقہ کے منشاءِ خیال کے ضمن (درمیان) میں ہو چکا ہے۔

اسلم طریق (بہت درست) لڑکیوں کے لیے یہی ہے جو زمانۂ دراز سے چلا آتا ہے کہ دو دو چار چار لڑکیاں اپنے اپنے تعلّقات کے مواقع میں آویں اور پڑھیں اور حتی الامکان اگر ایسی استانی مل جاوے جو تنخواہ نہ لے تو تجربہ سے یہ تعلیم زیادہ بابرکت اور بااثر ثابت ہوئی ہے، اور بدرجۂ مجبوری اس کا بھی مضائقہ نہیں۔ اور جہاں کوئی ایسی استانی نہ ملے اپنے گھر کے مرد پڑھا دیا کریں۔ پڑھانے کا تو یہ طرز ہو، اور نصابِ تعلیم یہ ہو کہ اول قرآنِ مجید حتی الامکان صحیح پڑھایا جاوے۔ پھر کتبِ دینیہ سہل زبان کی جن میں تمام اجزائے دینی کی مکمّل تعلیم ہو (میرے نزدیک اس وقت بہشتی زیور کے دسوں حصّے ضرورت کے لیے کافی ہیں) اور اگر گھر کا مرد تعلیم دے تو جو مسائل شرمناک ہوں ان کو چھوڑ دے اور اپنی بی بی کے ذریعہ سمجھوادے۔ اور اگر یہ انتظام بھی نہ ہو سکے تو ان پر نشان کر دے تاکہ ان کو یہ مقامات محفوظ رہیں پھر وہ سیانی ہو کر خود سمجھ لیں گی، یا اگر عالم شوہر میسّر ہو اس سے پوچھ لیں گی، یا شوہر کے ذریعہ سے کسی عالم سے تحقیق کرالیں گی۔ (چنانچہ بندہ نے بہشتی زیور کے دستورُالعمل میں جو دیباچہ کے (ص۱۱) کے حاشیہ سے شروع ہوا ہے اس کا خلاصہ لکھ دیا ہے، مگر بعضے لوگ اس کو دیکھتے نہیں اور اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ اگر کوئی مرد پڑھانے لگے تو ایسے مسائل کس طرح پڑھاوے، اس لیے ان کا لکھنا ہی کتاب میں مناسب نہ تھا۔ کیسی کچی سمجھ ہے) بہشتی زیور کے اخیر میں مفید رسالوں کا نام بھی لکھ دیا گیا ہے جن کا پڑھنا اور مطالعہ عورتوں کے لیے مفید ہے۔ اگر سب نہ پڑھیں تو ضروری مقدار پڑھ کر باقیوں کو مطالعہ میں ہمیشہ رکھیں اور تعلیم کے ساتھ ان کے عمل کی بھی نگرانی رکھیں۔ اور اس کا بھی انتظام کریں کہ ان کو تدریس (پڑھانے) کا شوق ہو تاکہ عمر بھر علمی شغل رہے تو ان سے علم و عمل کی تجدید و تحریص ہوتی رہتی ہے اور اس کی بھی ترغیب دیں کہ مطالعۂ کتبِ مفیدہ سے کبھی غافل نہ رہیں اور ضروری نصاب کے بعد اگر طبیعت میں قابلیت دیکھیں تو عربی کی طرف متوجہ کریں، تاکہ قرآن وحدیث وفقہ اصلی زبان میں سمجھنے کے قابل ہو جائیں اور قرآن کا خالی ترجمہ جو بعض لڑکیاں پڑھتی ہیں میرے خیال میں سمجھنے میں زیادہ غلطی کرتی ہیں، اس لیے اکثر کے لیے مناسب نہیں۔

یہ تو سب پڑھنے کے متعلق بحث تھی۔ رہا لکھنا تو اگر قرائن سے طبیعت میں بے باکی معلوم نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ضروریاتِ خانگی کے لیے اس کی بھی حاجت ہو جاتی ہے اور اگر اندیشہ خرابی کا ہو تو مفاسد سے بچنا جلبِ[1] مصالحِ غیر واجبہ[2] سے اہم ہے۔ ایسی حالت میں لکھنا نہ سکھلاویں اور نہ خود لکھنے دیں اور یہی فیصلہ کیا ہے عقلاء نے اس اختلاف کا کہ لکھنا عورت کے لیے کیسا ہے۔

اب مضمون کو ختم کرتا ہوں اور غالباً اس مضمون کو بعنوان تسہیل اعادہ (لوٹانا) کی حاجت نہ ہوگی۔

کتبہ
اشرف علی تھانوی
سلخ شوال المکرم ۱۳۳۱ھ

---

[1] مفید چیزوں کا حاصل کرنا۔ [2] غیر ضروری۔

طہارت یعنی وضواور غسل کی فضیلت اور ثواب کا بیان

حدیث میں ہے کہ جوکوئی وضو کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھے (بسم اللہ والحمدللہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے) پھر ہرعضودھوتے وقت یہ پڑھے: **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ**، اور فارغ ہونے کے بعد یہ پڑھے: **اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ**، تو اس کے لیے (بعد مرنے کے) آٹھوں دروازے جنّت کے کھول دیئے جائیں گے، جس دروازے سے چاہے جنّت میں داخل ہو (بعد مرنے کے) اور اگر فوراً دو رکعت (نفل) نماز پڑھے کہ ان میں قرآن پڑھے (جیسے کہ پڑھا کرتے ہیں) اور اس کو جان لے (یعنی غفلت سے نہ پڑھے جس میں یہ پتہ ہی نہ لگے کہ کیا پڑھا، کیا نہیں، بلکہ حضورِ قلب سے پڑھے تاکہ معلوم رہے کہ میں کیا پڑھتا ہوں) اور تمام نماز اسی طرح حضورِ قلب سے پڑھے تو وہ نماز سے ایسے حال میں فارغ ہوگا کہ گناہوں سے پاک ہوگا مثل اس دن کے جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ پس اس سے کہا جاوے گا کہ نئے سرے سے عمل کر۔ (رواہ الحافظ المستغفری و حسنہ، کذا فی احیاء السنن) اس وقت تک کے گناہ معاف ہوگئے، اور علماء نے اس سے گناہِ صغیرہ مراد لیے ہیں۔ اور دوبارہ عمل کرنے کے لیے کہنا کیسے معلوم ہوگا؟ سو اس کی یہ صورت ہے کہ اس حدیث میں حضور ﷺ کے فرما دینے سے معلوم ہوگیا اور اس قدر کہہ دینا مسرت حاصل ہونے اور عمل کرنے کے لیے کافی ہے۔

حدیث میں ہے کہ اس شخص کا وضو کامل نہیں ہوتا جو مجھ پر درود نہ پڑھے اور دوسری حدیث میں درود پڑھنے کا وقت وضو کے بعد آیا ہے۔ (احیاء السنن)

حدیث میں ہے کہ جو مسلمان وضو کرتا ہے، پس منہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے ہر گناہ دور ہوجاتا ہے جس کی طرف اس کی آنکھوں نے دیکھا تھا پانی کے ساتھ، یا یہ فرمایا کہ آخری قطرے پانی کے ساتھ۔ پھر جب دونوں ہاتھ (کہنیوں تک) دھوتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ کے گناہ دور ہوجاتے ہیں جن کو ہاتھ سے کیا تھا پانی کے ساتھ، یا یہ فرمایا کہ آخری قطرے پانی کے ساتھ۔ پھر جب دونوں پیر دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ دور

ہو جاتے ہیں جن کو پیروں سے کیا تھا، یہاں تک کہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔ (مسلم) ان گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے، اور آنکھ کا گناہ جیسے کسی کو بری نظر سے دیکھنا اور ہاتھ کا گناہ مثلاً کسی کو بری نیت سے ہاتھ لگانا اور پیروں کا گناہ مثلاً بری نیت سے کہیں جانا۔ خوب اچھی طرح وضو کیا کرو۔ کس قدر فضیلت و بزرگی وضو کی ہے اس کی قدر کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ (یہ بڑے درجہ کے صحابی ہیں اور دس برس تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے ان) سے ایک طویل حدیث میں وارد ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اے انس! مبالغہ کر غسل میں جنابت سے (یعنی جو حاجت غسل سے کیا جاتا ہے) پس تو بے شک نہانے کی جگہ سے ایسے حال میں نکلے گا کہ کوئی گناہ اور خطا تجھ پر کچھ باقی نہ رہے گا۔ (گناہ صغیرہ کی معافی یہاں بھی مراد ہے) میں نے (یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہے) عرض کیا کہ مبالغہ کی کیا صورت ہے؟ اے رسول اللہ! فرمایا: (وہ یہ ہے) کہ تو بالوں کی جڑیں تر کرے اور بدن کو خوب صاف کرے۔ (بدن کو مل کر صاف کرنا مستحب ہے، اور اچھی طرح صفائی بغیر ملنے کے نہیں ہوتی اور مبالغہ سے مراد بہت اچھی طرح نہانا ہے جس کی تفسیر اور تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی)۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اے میرے پیارے بیٹے! (شفقت سے یہ لفظ استعمال فرمایا) اگر تو طاقت رکھے ہر وقت وضو سے رہنے کی تو ایسا کر (ہر وقت وضو سے رہنا مستحب ہے) پس جس کو موت اس حالت میں آوے کہ وہ باوضو ہو تو اسے شہادت کا ثواب مرحمت ہوگا۔ (ابو یعلی)

تمام شد

(۱۶ر صفر ۱۳۳۳ھ یوم چہار شنبہ)

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی عفی عنہ نے اس ضمیمہ وحواشی متعلقہ حصہ اول بہشتی زیور کو حرفاً حرفاً خود مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ سے سنا، میں سب مضامین سے متفق ہوں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف سلمہ اللہ کو جزائے خیر دے اور اس تالیف کو مفتاحِ خیر بناوے۔ آمین!　　۱۶ر صفر ۱۳۳۳ھ

ضمیمۂ ثانیہ اصلی بہشتی زیور حصہ اول مسماۃ بہ ''تصحیح الاغلاط و تنقیح الاخلاط''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

از حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بعد الحمد و الصلوٰۃ: یہ کتاب درحقیقت استقلالاً تصحیح ہے ان اغلاط کی جو احقر کی تالیفات میں ناقلین و کاتبین کے تغافل سے رہ گئی ہیں، اور استطراداً ان مسامحات[1] کی جو خود احقر سے صادر ہوگئی ہیں ان سب کی تصحیح کی صورت یہ رکھی ہے کہ اول ایک کتاب[2] کو مع قیدِ نام مطبع و سنِ طبع لیکر اسکے ایسے مقامات کو مع صفحہ و سطر اس طرح لکھا ہے کہ اول سرخیٔ اصل کے بعد عبارتِ موجودہ پھر سرخیٔ اصلاح[3] کے بعد عبارتِ مقصودہ (جو بعد تصحیح ہونا چاہیے) یا مضمون ضروری لکھدیں تاکہ ناظرین اپنے نسخوں کو اسی کے مطابق صحیح کرلیں۔ اس تفصیل سے جو نسخے دوسرے مطبع اور سنہ کے چھپے ہوئے ہوں انکو مطالعہ سے قبل اس نسخۂ ماخوذہ اور ان مقامات کے مجموعہ سے درست کرلیں۔ البتہ اگر کوئی مقام ان دوسرے ہی نسخوں میں صحیح ہو اور اس نسخۂ ماخوذہ میں غیر صحیح ہو، مگر اس فہرست میں غفلت سے رہ گیا ہو اس مقام کو اس فہرست کے بھروسہ پر نہ بگاڑیں، بلکہ ہم لوگوں کو بھی اطلاع کردیں۔ چونکہ مجھ کو اس قدر فرصت نہ تھی اسلیے اس کام میں احقر نے اپنے بعض ثقات احباب سے بہت زیادہ مدد لی ہے جن کے علم و استعداد و تنقید و تدیّن پر مجھ کو اپنے گمان میں وثوق تھا۔ آخر میں چند دیگر ضروری امور پر تنبیہ کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے:

ا: تصحیح کے لیے ہر کتاب کا وہ نسخہ تیار کیا گیا ہے جو سب سے آخر میں طبع ہوا ہے باستثناء ان تالیفات کے جو صرف ایک ہی مرتبہ طبع ہوئی ہیں۔

---

[1] اس کی دو قسمیں ہیں جن کی تفصیل مولوی حبیب احمد صاحب کی تمہید کے نمبر ''الف'' و نمبر ''ج'' میں اور انکے حواشی میں درج ہے۔ (شبیر علی)

[2] چنانچہ تصحیح الاغلاط کی تالیف کے وقت بہشتی زیور مطبوعہ امداد المطابع ۱۳۳۵ھ مؤلف کے پاس تھا۔ (شبیر علی)

[3] چونکہ تصحیح الاغلاط بابت بہشتی زیور مطبوعہ اشرف المطابع ۱۳۳۵ھ کو اس سے صحیح کر کے صرف ایک قسم کے مضامین کو مستقل شامل کیا ہے، لہٰذا بجائے لفظ اصلاح کے اس میں تحقیق لگا دیا گیا ہے۔ (شبیر علی) یعنی تصحیح الاغلاط اور تحقیقاتِ مفیدہ ایک ہی چیز ہے۔

۲: جن نسخ ماخوذہ بغرض تصحیح کے ساتھ غلط نامہ منضم ہے اس تالیف کی غلطیوں میں سے صرف وہ غلطیاں لی جائیں گی جو اس غلط نامہ میں موجود نہیں ہیں، لہٰذا تمام غلط نامے اس کتاب کا ضمیمہ سمجھے جاویں۔

۳: اس کتاب میں صرف وہ غلطیاں لی جائیں گی جو ناظرین کے لیے فہم مضامین میں دشواری پیدا کرنے والی یا ان کو غلطی میں ڈالنے والی ہوں، محاورہ اور زبان کی غلطیاں اس میں داخل نہ کی جائیں گی۔

۴: جو کتابیں ہمارے علم میں شائع ہو چکی ہیں انکی اغلاط کی تصحیح جن پر ہم کو اس وقت تک تنبہ ہوا ہے ''الاغلاط و تنقیح الاخلاط'' کی جلدِ اول قرار دی گئی ہے اور جن تالیفات کی اشاعت کا ہم کو بعد کو علم ہوگا یا جو تالیفات آئندہ شائع ہونگی یا تالیفاتِ مطبوعہ ۱۳۳۶ھ تک کی جن اغلاط پر ہم کو بعد کو تنبہ ہوگا انکی تصحیح کتاب موسوم کی جلدِ ثانی میں کی جائیگی۔

۵: جس تالیف کو کوئی صاحب چھاپنا چاہیں انکو چاہیے کہ اول وہ تصحیح الاغلاط کا مطالعہ فرمالیں اور جن غلطیوں کا تعلّق کتابت ہی سے ہو انکو صحیح کرلیں[1] اور جن مسامحات[2] کا تعلّق مضمون سے ہے انکی تنبیہات کو بلفظہا بطور حاشیہ کے کتاب پر چڑھاویں۔ ہم اس تنبیہ نمبر ۵ کو اس کتاب میں ہر تالیف کی تصحیح کے ابتدا میں یاددہانی کیلئے اعادہ کرینگے۔

۶: جن اغلاط کا ترجیح الراجح میں ذکر کیا گیا ہے ان سے اس کتاب میں اس کتاب کی اصلاحات کے ذیل میں جس سے ان کا تعلّق ہے تفصیلاً یا اجمالاً تعرض کیا جاوے گا۔

۷: تصحیح اغلاط میں ہر کتاب کی تصحیح و اصلاح ایک جداگانہ حصّہ قرار دی جاوے گی۔

۸: جس کتاب میں غلط نامہ لگا ہوا ہے اسکے غلط نامہ کی تصحیح بھی تصحیح الاغلاط میں اصل کتاب کیساتھ دی جاویگی۔

۹: اس کتاب میں صرف ان ہی مضامین کی اصلاح کی جاوے گی جو احقر سے تعلّق رکھتے ہیں اور جو مضامین بطور حواشی وغیرہ کے دوسرے اشخاص کی طرف سے ان کے ساتھ ملحق ہیں ان سے تعرض نہ کیا جاوے گا الا نادرا۔

کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

---

[1] چنانچہ بہشتی زیور مطبوعہ اشرف المطابع ۱۳۳۵ھ کی طباعت کے وقت اس قسم کی تمام غلطیاں مندرجہ تصحیح الاغلاط کی تصحیح کر کے کتابت کے لیے دیا گیا ہے۔ (شبیر علی)

[2] ان سب کو حاشیہ پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ ان کی تین قسمیں کی گئی ہیں، ملاحظہ ہو تمہید مولوی حبیب احمد صاحب مع حواشی۔ (شبیر علی)

تمہید از مولانا مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی

احقر حبیب احمد کیرانوی مدعا نگار ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد الملّۃ والدّین فاضت اَنہارُ فیوضہم نے اپنے اس حسنِ ظن کے سبب جو آنجناب کو اس ہیچمیرز سے ہے اپنی تصنیفات پر نظر ثانی کی خدمت احقر کے سپرد فرما رکھی ہے۔ بنابریں یہ احقر اپنی استعداد کے موافق اس خدمت کو انجام دے رہا ہے۔ اس کے متعلق چند امور کا اظہار کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

(الف) جن اصلاحات[۱] کا تعلّق حضرت مولانا مدظلہم العالی کے مضامین سے ہے ان کے متعلق یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ ان میں سے جن میں حضرت مولانا مدظلہم العالی سے کثرتِ مشاغل وغیرہ کے سبب بداہۃً تسامح ہوا ہے ان کے متعلق تو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں، لیکن جن اصلاحات کا تعلّق ایسے مضامین سے ہے جن میں وقوعِ تسامح نظری ہے، ان کے متعلق یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ احتمالِ خطا ہر دو جانب ہے، یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ فی الواقع حضرت مولانا سے تسامح ہوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ احقر کی غلطی ہو۔ پس ایسے مقامات پر جو حضرات اہلِ علم اور ذی رائے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اصل مضمون اور اصلاح دونوں پر نظر کر کے امرِ محقّق کو اختیار کریں، اور جو حضرات اہل الرائے نہیں ہیں وہ دیگر علماء سے تحقیق فرمالیں۔

(ب) بعض اصلاحات[۲] ایسی بھی ہیں جن کا تعلّق اصلاحِ تسامح سے نہیں ہے، بلکہ ان کا تعلّق توضیحِ مضمون یا کسی اور فائدہ سے ہے۔

(ج) بہشتی زیور کے ان مسائل کی تحقیق کیلئے جن پر معاندانہ اعتراضات کیے گئے ہیں ہم نے ایک مستقل کتاب[۳]

---

① ایسی اصلاحات کو بعد ملاحظہ حضرت حکیم الامۃ مؤلف دام ظلہم العالی داخلِ متن کر دیا گیا اور حاشیہ پر لکھدیا گیا کہ یہ عبارت فلاں لفظ سے فلاں تک اس مرتبہ بدلی گئی ہے۔ لہٰذا مطبوعات سابقہ کو اس سے درست فرمالیں۔ ② ایسی اصلاحات کو حاشیہ پر لکھدیا ہے۔ (شبیر علی)

③ اطلاع: کتاب تصحیح الاغلاط یعنی تحقیقاتِ مفیدہ کا جو حصہ مولانا مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی نے اب تک تالیف کیا ہے وہ بہشتی زیور کا ضمیمہ ثانیہ بنادیا گیا ہے، بقیہ موعودہ مضمون کی اب تک تالیف نہیں ہوئی اور نہ اب تالیف کی توقع ہے، لہٰذا کوئی صاحب کتاب تحقیقاتِ مفیدہ کی فرمائش کی تکلیف نہ فرماویں۔

لکھی ہے جس کا نام ''تحقیقاتِ مفیدہ'' رکھا گیا ہے۔ پس اس کتاب میں جہاں ان مسائل کا ذکر آئے گا وہاں ان مسائل پر اجمالاً کلام کر کے تفصیل کے لیے ''تحقیقاتِ مفیدہ'' کا حوالہ دیدیا جاوے گا۔ جن کو ان مسائل کی تحقیق اور تفصیل معلوم کرنے کا شوق ہو وہ اس کتاب میں دیکھ لیں وہ کتاب تدریجاً ''الامداد'' میں شائع ہوئی ہے۔

(د) اس کتاب میں تحقیقاتِ مفیدہ کا انہیں مسائل کے تحت میں حوالہ دیا جاوے گا جن کے متعلق معاندانہ اعتراضات کا ہم کو علم ہو چکا ہے اور جن کے متعلق علم نہیں ان کے متعلق حوالہ نہ ہوگا۔

احقر حبیب احمد کیرانوی عفی عنہ

(تمہیدیں ختم ہوئیں آگے ضمیمۂ ثانیہ شروع ہوتا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز کتاب بعد تمہید

۱: اصل ص ۵۸: اللہ ورسول نے دین کی سب باتیں.......الخ۔

تحقیق: اس کا یہ مطلب[1] ہے کہ اللہ ورسول ﷺ نے دین کی سب باتیں بندوں کو بتلادی ہیں، خواہ اصولِ کلیہ کے طور پر ہوں یا تفریعات جزئیہ کے طور پر اور ''بدلالۃ النص'' ہوں یا ''باشارۃ النص'' الی غیر ذلک من وجوہ البیان۔ اس لیے اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو جو نہ نصوص میں منصوص ہو نہ ان سے مستنبط ہو ''بدعت'' کہتے ہیں اور بدعت بایں معنی بڑا گناہ ہے۔ اس توضیح سے معلوم ہوا کہ اقوالِ صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین جو کہ نصوص سے مستنبط ہیں بدعت نہیں۔ ہاں جو امور مستند الی الدلالۃ الشرعیہ نہیں اور اہل بدعت نے ان کو زبردستی دین میں ٹھونس دیا ہے وہ ضرور بدعت ہیں۔

۲: اصل ص ۵۹: تمام امت میں سب سے بہتر ہیں.......الخ۔

تحقیق: یہ عنوان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منصوص ہے اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کے حضور سے پاس ہوچکا ہے، چنانچہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: **خیر هذه الامة بعد نبيها ابو بكر. الخ** كذا في مسند احمد.[2] اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **كنا نقول ورسول الله ﷺ حيٌّ: افضل الامة النبي ﷺ وبعده ابو بكر، الخ** كما في المشكوة.[3] پس اس عنوان پر اعتراض کرنا درحقیقت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جناب رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرنا ہے۔

۳: اصل ص ۶۰: کسی کا نام لے کر کافر کہنا.......الخ۔

---

[1] ان تحقیقات کو ہر حصہ کے آخر میں بذیل سرخی ضمیمہ ثانیہ بحوالہ صفحات متن درج کردیا ہے، مگر متن میں ان حواشی کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے، کیونکہ یہ مضامین صرف اہلِ علم کے مطالعہ کے قابل ہیں وہ خود ملاحظہ فرمائیں گے۔ (شبیر علی)

[2] مسند أحمد ۲/۳۰۳ رقم الحديث: ۱۰۳۲. [3] المشكوة: ۲/۵۵۵

تحقیق: اس میں دو جزو ہیں: ایک یہ کہ کسی کا نام لے کر کافر کہنا بڑا گناہ ہے اور دوسرا کسی کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا بڑا گناہ ہے، سو جزوِاول کے معنی یہ ہیں کہ کسی کا نام لے کر اس کو قطعی طور پر کافر کہنا بڑا گناہ ہے، بشرطیکہ اس کا کفر قطعی نہ ہو، کیونکہ اس میں دعویٰ ہے علمِ غیب کا۔ ہاں باعتبارِ ظاہرِ حال اس کو کافر کہنا اور اس کے ساتھ کفار کا سا معاملہ کرنا گناہ نہیں بشرطیکہ وہ مقر بالکفر ہو، یا مدعیٔ اسلام تو ہو مگر ضروریاتِ دین میں سے کسی امر کا منکر ہو جیسے کہ روافض کہ جمع بین الاختین کو حرام نہیں مانتے اور قرآن پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ اس کو محرّف اور مبدل کہتے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ اور ابو بکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مؤمن ظاہراً و باطناً نہیں جانتے، حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ان کو مؤمن ظاہراً و باطناً جاننا اور ماننا ایسا ہی قطعی ہے جیسا کہ نماز روزہ وغیرہ کا ما جاء به الرسول ﷺ ہونا۔ اس لیے ان کے ایمان کا انکار بے شبہ تکذیب ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی۔

رہا جزوِ ثانی، سو اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر بڑا گناہ ہے بشرطیکہ اس کا کفر قطعی نہ ہو، کیونکہ اگر اس کا کفر قطعی نہیں ہے تو اس میں احتمال ہے اس امر کا کہ وہ فی علم اللہ مرحوم ہو لکونه مؤمنا باطنا او ظاهرا حالاً أو مآلا اور جب وہ احتمالاً فی علم اللہ مرحوم ہوا تو اس پر لعنت کرنا جائز نہ ہوگا، اور اگر وہ مسلمان ہے تب تو عدمِ جواز ظاہر ہے لأن كل مؤمن مرحوم وليس بملعون، بعض لوگوں کو مشروعیتِ لعان سے جوازِ لعنِ معین کا شبہ ہوا ہے، مگر یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ اگر مشروعیتِ لعان جوازِ لعنِ شخصی کو مستلزم ہوگی تو لازم آئے گا کہ جس کے لیے لعان مشروع ہو اس پر لعن جائز ہو حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہوسکتا، کیونکہ لعان تو صحابہ اور غیر صحابہ سب کے لیے مشروع ہے، پس چاہیے کہ صحابہ پر بھی لعن جائز ہو ولا يقول به مسلم. پس معلوم ہوا کہ مشروعیتِ لعان اور چیز ہے اور جوازِ لعنِ شخصی دوسری چیز، اور اول ثانی کو مستلزم نہیں۔

نیز بعض لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے اور انہوں نے لعن کے معنی ابعاد عن الرحمة بیان کر کے کہا ہے کہ ابعاد عن الرحمة کی دو صورتیں ہیں: ایک ابعاد عن الرحمة مطلقاً اور دوسری ابعاد عن الرحمة

المختصّة بالابرار. سو لعن بالمعنی الاول مسلمان پر نہیں ہو سکتی، ہاں لعن بالمعنی الثانی اس پر ہو سکتی ہے مگر یہ بھی ان کی غلطی ہے، کیونکہ رحمت مختصہ بالابرار کے بھی درجات متفاوت ہیں: ایک وہ رحمت ہے جو مختص بالانبیاء ہے، اور دوسری وہ جو مختص بالصحابہ ہے۔ پس چاہیے کہ نعوذ باللہ صحابہ پر لعن بمعنی ابعاد عن الرحمة المختصة بالانبیاء جائز ہو، ولا یقول به مسلم. علی ہذا رحمتِ مختصہ بالانبیاء کے بھی درجات متفاوت ہیں: چنانچہ ایک وہ رحمت ہے جو مختص بجناب رسول اللہ ﷺ ہے، ایک وہ ہے جو اس سے کم ہے۔ پس چاہیے کہ نعوذ باللہ انبیاء پر لعن بمعنی ابعاد عن الرحمة المختصة برسول الله ﷺ جائز ہو، ولا یقول به مسلم. پس ثابت ہوا کہ لعنِ شخصی بجز ان کفار کے جن کا کفر قطعی ہے کسی پر جائز نہیں، اور جو لوگ جواز کے قائل ہوئے ہیں ان کو اس کے مفاسد ولوازم پر تنبہ نہیں ہوا اور نہ وہ ہرگز اس کے قائل نہ ہوتے۔

۴: اصل ص ٦٨: علی بخش۔ حسین بخش، عبدالغنی وغیرہ نام رکھنا......الخ۔

تحقیق: اس مسئلہ پر بعض جہلاء نے اعتراض کیا ہے، مگر ہم اس مسئلہ کے ثبوت میں خاتم علماء فرنگی محل جناب مولوی عبدالحی صاحب قدس سرہ کا فتویٰ پیش کرتے ہیں جن کو یہ جہلاء اپنا استاد بھی مانتے ہیں اور ان کو علماء محققین میں بھی شمار کرتے ہیں اور ان کی تصانیف مثل سعایہ سے بھی احتجاج کرتے ہیں، مولوی صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ (الجواب): ایسا نام جس میں اضافت عبد کی طرف غیر خدا کے ہو درست نہیں ہے اور اگرچہ صرف اس قسم کے نام رکھنے سے حکم شرک کا نہ ہو بسبب احتمال اس کے کہ عبد سے مراد خادم و مطیع ہے، مگر بوئے شرک سے ایسا نام خالی نہیں ہے۔ (بہشتی زیور میں اسی بوئے شرک کی بنا پر اس کو افعالِ شرک وکفر میں درج کیا ہے۔ حبیب احمد) قرآن وحدیث اس قسم کے نام رکھنے کی ممانعت پر دال ہیں اور علماء امت محمدیہ نے بھی جابجا اس کی تصریح کی ہے۔ تفسیرِ جلالین[1] میں ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ (خلق) مِنْهَا زَوْجَهَا (حواء) لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ط فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا (هو النطفة) فَمَرَّتْ بِهِ (ذهبت وجاءت لخفته) ط فَلَمَّا أَثْقَلَتْ (بكبر الولد فى بطنها وأشفقا ان يكون بهيمة) دَعَوا

[1] تفسير الجلالين: ١٤٦

اللّٰہ رَبَّھُمَا لَئِنْ آتَیْتَنَا صَالِحًا (سویا) لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ o فَلَمَّا آتَاھُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَہ شُرَکَاءَ فِیْمَا آتَاھُمَا (بتسمیۃ عبد الحارث، ولا ینبغی ان یکون عبدا الا للّٰہ، ولیس باشراك فی المعبودیۃ لعصمۃ آدم. وروی سمرۃ عن النبی ﷺ قال: لما ولدت حواء طاف بھا ابلیس، وکان لا یعیش لھا ولد، فقال: سمیہ عبد الحارث فانہ یعیش، فسمتہ فعاش، فکان ھذا من وحی الشیطان وامرہ.) رواہ الحاکم، وقال: صحیح، والترمذی وقال: حسن غریب. انتھیٰ ملخصا.

اور جُمل کے حواشی جلالین میں ہے: ولیس الجعل المذکور باشراك اللّٰہ، بل ھو شرك فی التسمیۃ وھذا لا یقتضی الکفر.

اور شرعۃ الاسلام میں ہے: ولا یسمیہ حکیماً ولا حکماً ولا ابا عیسی ولا عبد فلان.

اور ملا علی قاری کی شرح ''فقہ اکبر'' میں ہے: اما ما اشتھر من التسمیۃ بعبد النبی فظاھرہ کفر الا ان اراد بالعبد المملوك. اور ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ میں ہے: ولا یجوز نحو عبد الحارث وعبد النبی ولا غیرہ مما شاع بین الناس.

اور ابن محمد مکّی کی شرح ''منہاج'' میں ہے: ویحرم ملك الاملاك؛ لان ذلك لیس لغیر اللّٰہ، وکذا عبد النبی وعبد الکعبۃ او الدار او علی او الحسن لایھام التشریك، واللّٰہ اعلم. حررہ عبدہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللّٰہ عن ذنبہ الجلی والخفی. [مجموعہ فتاویٰ ۲/۲۹۶، ۲۹۷] رہا علی بخش اس کا موہم شرک ہونا اس وجہ سے ہے کہ جس طرح عبد مشترک ہے یوں ہی علی بھی مشترک ہے درمیان اسم خدا اور اسم علی مرتضیٰ کے اور متبادر اس سے اسم علی مرتضیٰ ہی ہے، کیونکہ یہ امر کہ خدا کا نام بھی علی ہے عوام اس کو نہیں جانتے اور حسین بخش اس کا واضح قرینہ ہے۔ پس اس کے موہم شرک ہونے میں شبہ کرنا سراسر جہل ہے۔

۵: اصل ص ۶۹: اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا......الخ۔

تحقیق: مطلب یہ ہے کہ عورتوں وغیرہ میں اختلاطِ ہنود یا روافض کے سبب یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ وہ نجومیوں

وغیرہ سے اچھی بری تاریخیں اور دن پوچھا کرتی ہیں حالانکہ شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ہوتی، یہ امر شرک اور کفر کی باتوں میں سے ہے، بایں معنی کہ یہ کفار کا طریقہ ہے نہ کہ مسلمانوں کا، اور مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر شریعت سے (فرضاً یا حقیقتاً) کسی تاریخ یا دن کی برائی یا اچھائی ثابت ہو تو اس کا دریافت کرنا بھی شرک اور کفر کی بات ہے۔ بھلا کون مسلمان ہوگا جو ایسا کہے گا، یہ معترضین کا عناد ہے کہ وہ کلام کو ایسے محمل پر محمول کرتے ہیں جو قائل کے ذہن سے کوسوں دور ہے، رہا یہ امر کہ شرعاً بعض دنوں کا بعض کاموں کے لیے اچھا ہونا اور بعض دنوں کا بعض کاموں کے لیے برا ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ سو یہ امر آخر ہے اور بہشتی زیور اس سے ساکت ہے، نہ وہ اس کی نفی کرتی ہے نہ اثبات۔ پس اس پر یہ اعتراض کرنا کہ یہ مسئلہ شریعت کے خلاف ہے غلط ہے اور پوچھنے سے مراد بغرض تصدیق پوچھنا ہے نہ کہ مطلقاً، جیسا کہ حدیثِ مسلم میں ہے کہ ”من اتی عرّافا فسألہ عن شیء لم یقبل لہ صلوۃ اربعین لیلۃ“۔[1]

۶: اصل ص ۶۹: شگون لینا......الخ۔

تحقیق: واضح ہو کہ فالِ شرعی اور چیز ہے اور لفظ شگون جو عوام میں اختلاط ہنود وغیرہ کے سبب مروّج ہے وہ اور ہے، چنانچہ فالِ شرعی یہ ہے کہ کوئی شخص اتفاقاً کسی کے منہ سے کوئی اچھا لفظ سنے اور اس کو سن کر حق سبحانہٗ کی جانب سے وصولی خیر کا امیدوار ہو۔ اور شگونِ مروّج یہ ہے کہ ہتھیلی میں کھجلی ہوئی، سمجھا کہ روپیہ ہاتھ آئے گا۔ کسی نے چھینک دیا، سمجھا کہ کام نہ ہوگا۔ داہنی آنکھ پھڑکی، سمجھا خوشی ہوگی۔ بائیں آنکھ پھڑکی، سمجھا کہ رنج ہوگا۔ اس قسم کے شگون از قسم عرافہ ہیں اور فالِ شرعی میں داخل نہیں ہیں، بلکہ وہ طیرہ میں داخل ہیں۔ اور بحدیث ”الطیرۃ شرك“ امور شرکیہ میں داخل ہیں۔ پس بعض حمقاء کا یہ سمجھنا کہ شگونِ نیک مطلقاً جائز ہے اور بہشتی زیور کا مسئلہ غلط ہے، جہلِ صریح اور واضح گمراہی ہے۔

۷: اصل ص ۶۹: تصویر رکھنا......الخ۔

تحقیق: تصویر سے مراد جاندار کی بڑی تصویر ہے اور مقصود اس سے ان لوگوں کی اصلاح ہے جو نئی روشنی سے متاثر

[1] المشکوۃ: ۲/۳۹۳

ہوکر اپنے دوست احباب کی تصویریں رکھتے ہیں یا جاہلانہ اعتقاد سے مغلوب ہوکر بزرگوں کی تصویریں بغرض تبرک رکھتے ہیں اور ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں جو حالاً یا مآلاً شرک ہے، اور ہر تصویر مراد نہیں ہے، خواہ جاندار کی ہو یا بے جان کی، اور چھوٹی ہو یا بڑی، بہ ضرورت ہو یا بلا ضرورت، مُہان ہو یا معظم جیسا کہ بعض حمقاء کا خیال ہے اور نظیر اس کی حدیثِ مسلم ہے جس میں جبرئیل علیہ السلام کے یہ الفاظ ہیں: **انا لا ندخل بیتا فیه کلب او صورة**[1] کیونکہ جس طرح حدیث مذکور میں صورت وکلب لفظاً مطلق ہیں اور معناً مقید۔ یوں ہی بہشتی زیور میں تصویر لفظاً مطلق ہے اور معنیٰ مقید۔ فتنبه!

۸: اصل ص ۶۹: چراغ جلانا.......الخ۔

تحقیق: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لعن اللّٰه زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج**. رواه الترمذي وغيره.[2] اس میں قبروں پر چراغ جلانے کی صریح ممانعت موجود ہے اور اصل راز اس ممانعت کا یہ ہے کہ قبروں پر چراغ جلانے میں بہت خطرہ تھا قبر پرستی کا جو کہ شرک ہے، اس لیے سد باب شرک کے لیے اس کی ممانعت فرمائی گئی، لیکن بعض لوگوں نے اس دقیقہ اور راز کو نہیں سمجھا اور بدیں عذر کہ اس میں تعظیم شان اولیاء اللہ ہے اس کو جائز کہہ دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ جو تعظیم حدِ شرک تک پہنچی ہوئی ہو یا منجر الی الشرک ہو وہ خود جائز نہیں۔ پس اس کی بنا پر کسی محرمِ منصوص کو کیسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟ واضح ہو کہ جب کسی مستحب امر میں کوئی مصلحت ہو اور اس سے بڑا مفسدہ ہو تو وہ مصلحت نظر انداز کر دی جاتی ہے اور مفسدہ کا لحاظ کیا جاتا ہے، چنانچہ حق سبحانہ جوئے اور شراب کی نسبت فرماتے ہیں: **یسئلونك عن الخمر والمیسر ؕ قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس ؗ واثمهما اکبر من نفعهما** ؕ[البقرة:۲۱۹] دیکھو باوجودیکہ جوئے اور شراب میں منفعتیں بھی تھیں، مگر مفسدۂ اثم کا لحاظ کیا گیا اور منافع کو نظر انداز کر دیا گیا۔

پس قبروں پر چراغ جلانے میں بھی اگر کوئی مصلحت ہو تو مفسدۂ عظیم کے مقابلہ میں جس کا آج کھلی آنکھوں مشاہدہ کیا جا رہا ہے اور اس تعظیم مفرط کے سبب لوگ برابر شرکِ جلی میں گرفتار ہو رہے ہیں ہرگز اس کو

---

[1] فی المشکوة: ولكنا لا ندخل بيتاً فيه كلب ولا صورة.[۲/۳۸۵] [2] المشكوة: ۱/۷۱

جائز نہیں کیا جاسکتا، اور کسی کے قول کے مقابلہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ تعجب ہے حمقاءِ زمانہ سے کہ وہ ایک طرف تو اتنا غلو کرتے ہیں کہ اتباعِ حدیث کا دعویٰ کر کے فقہاء کے اقوالِ مفتی بہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور دوسری طرف وہ اس قدر کمی کرتے ہیں کہ بعض علماء کے اقوال کو آڑ بنا کر نصوصِ صریحہ کو رد کرتے ہیں، نیز کبھی تو اتنا غلو کرتے ہیں کہ باوجود وسعت فی المسلک کے احتیاطی مسلک کے چھوڑ دینے پر اعتراض کرتے ہیں، اور کبھی اس قدر کمی کرتے ہیں کہ لوگوں کے مشرک اور بت پرست ہو جانے کی بھی پرواہ نہیں کرتے بلکہ شرک و بت پرستی کی بنیاد مضبوط کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قبروں پر چراغ جلانا بنصِ صریح حرام ہے اور یہ اُن امور میں سے ہے جو اسلام میں بت پرستی کی جڑ قائم کرتے ہیں اور جن کا مُفضِی الی الشرک ہونا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ ایسی حالت میں کوئی مصلحت اس کی حرمت کی معارض ہو کر اُس کو نہیں اُٹھا سکتی، اور اس کے جواز میں کسی عالم کا قول معتبر نہیں۔

غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ جو علماء اس کے جواز کی طرف گئے ہیں وہ اس بنا پر معذور ہیں کہ ان کو مفسدہ کا احساس نہیں ہوا، مگر بعد وضوحِ مفسدہ کسی کو اُن کی کورانہ تقلید کی گنجائش نہیں ہے۔

۹: اصل ص ۶۹: عورتوں کا وہاں جانا......الخ۔

تحقیق: عورتوں کا قبروں پر جانا گو فی نفسہٖ مشروع ہے، مگر عوارضِ خارجیہ کی وجہ سے غیر مشروع ہے جیسا کہ مساجد میں جانا اور جماعتوں میں شریک ہونا، بلکہ مقابر پر جانے میں مفاسد زیادہ ہیں کیونکہ عموماً مقابر جنگلوں میں ہوتے ہیں جہاں ناموس کا زیادہ خطرہ ہے۔

۱۰: اصل ص ۶۹: پختہ قبریں بنانا......الخ۔

تحقیق: **فی المشکوٰة: عن جابر قال: نھی رسول اللّٰہ ﷺ عن أن یجصص القبر وان یبنیٰ علیہ وان یقعد علیہ.** رواہ مسلم . **وفیہ: ایضا عن ابی مرثد الغنوی قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا.** رواہ مسلم. **وفیہ: ایضا عن ابی الھیاج الاسدی قال: قال لی علی: الا ابعثك علی ما بعثنی علیہ رسول اللّٰہ ﷺ، أن لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا**

مشرفا الا سویته. رواہ مسلم. **وفیه: ایضا عن جابر قال: منع رسول اللّٰه ﷺ ان یجصص القبور وان یکتب علیها وان توطأ.** رواہ الترمذی.①

ان روایات میں تجصیصِ قبور کی ممانعت صراحۃً موجود ہے اور اس کے علاوہ قبر کے اوپر کوئی شیٔ بنانے، ان پر کتبہ قائم کرنے، ان کی طرف نماز پڑھنے، ان کے زیادہ اونچا بنانے کی ممانعت بھی موجود ہے۔ اور ان پر مساجد بنانے اور چراغ جلانے کی ممانعت پیشتر گذر چکی ہے۔ ان تمام نصوص میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ قبروں کے اندر کوئی شان عظمت کی پیدا نہ ہونے پائے، تاکہ لوگ ان کی پرستش نہ کرنے لگیں، لیکن شیخ عبدالغنی نابلسی وغیرہ نے ان نصوصِ صریحہ کا معارضہ کیا اور جن اُمور کو جناب رسول اللہ ﷺ نے صراحۃً اور نام لے کر منع فرمایا تھا اُنہوں نے بے دھڑک ان کو بدعتِ حسنہ فرمادیا اور صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ اور اُمور مثل **وضع الستور والقماقم والثیاب، ونذر شمع وزیت للوفود عند القبور** کو بھی جائز فرمادیا اور وجہ اس کی یہ بیان فرمائی کہ اس میں اولیاء اللہ کی تعظیم ہے، نیز اس میں مصلحت یہ ہے کہ عوام اُن کو محتقر نہ سمجھیں گے۔ اب اہلِ انصاف غور کریں کہ کیا یہ صاف شریعت کا کھلا ہوا معارضہ نہیں ہے اور شریعتِ مصطفویہ کے مقابلہ میں نئی شریعت ایجاد کرنا نہیں ہے کہ صاحبِ شریعت تو ان اُمور کو منع فرماویں، ان کے کرنے والے پر لعنت کریں اور شیخ صاحب وغیرہ فرماویں **جائز لا ینبغی النهی عنه،** نیز اس کو بدعتِ حسنہ اور سنت قرار دیں، **فیا للعجب.**

حقیقتِ امر یہ ہے کہ **تجصیصِ قبور ووضع الستور والبناء علی القبور وایقاد قنادیل** وغیرہ جو کہ لوگوں کے لیے شرکِ جلی کا دروازہ کھولتے ہیں اور جو کہ نصوص میں منہی عنہ ہیں تمام بدعاتِ سیئہ اور مقصودِ شارع کے بالکل خلاف ہیں نہ کہ بدعت حسنہ اور سنت، کیونکہ بدعت حسنہ کے متعلق شیخ موصوف نے لکھا ہے: **ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمی سنة،** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نئی بات کے بدعتِ حسنہ اور سنت ہونے کے لیے ضرورت ہے اس کی کہ وہ مقصودِ شارع کے موافق ہو، اور اُمور

① کذا فی المشکوۃ: ۱/۱۴۸

مذکورہ نہ صرف مقصودِ شارع کے خلاف بلکہ صراحۃً منہی عنہ ہیں، پس وہ ضرور بدعتِ سیئہ ہونگے۔ اور شیخ موصوف اوران کے متبعین کا قول جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاداتِ صریحہ کے خلاف اوران کے مقصود یعنی سدِ بابِ شرک کے مزاحم ہے ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ اور جو مصلحت اُنہوں نے بیان کی ہے وہ مفسدۂ شرک کے مقابلہ میں ہرگز قابلِ وقعت نہ ہوگی۔ واضح ہو کہ میرا مقصود حضرت شیخ اور اُن کے موافقین علمائے ربانی پر طعن نہیں ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ان کا مقصود شریعت کا مقابلہ نہیں بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے، خدا معاف کرے لیکن بعد وضوح مفاسد کے اب کسی کو گنجائش نہیں ہے کہ وہ اُن کی کورانہ تقلید کرے، بالخصوص ان لوگوں کو جو بزعم خود مجتہد ہیں اور اپنے اجتہاد کے زور میں جمہورِ فقہاء کو بھی بے حقیقت سمجھتے ہیں۔

اب ہم اپنے بیان کی بعض روایاتِ فقہیہ سے بھی تائید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درِّمختار میں ہے: **لا يجصص للنهي عنه.** نیز اسی میں ہے: **ولا يرفع عليه بناء.** اور ردالمحتار میں ہے: **قوله**[1]: **(لا يرفع عليه بناء) اى يحرم لو للزينة ويكره لو للاحكام بعد الدفن. وفيه ايضا: اما البناء عليه فلم ارمن اختار جوازه. وفي شرح المنية: المختار انه لا يكره التطيين، وعن ابي حنيفة يكره ان يبنى عليه بناء من بيت او قبة او نحو ذلك؛ لما روى عن جابر: نهى رسول الله ﷺ عن تجصيص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها.** رواه مسلم وغيره.

ان روایات سے ثابت ہوا کہ پختہ قبریں بنانا جائز نہیں، کیونکہ ان میں ایک تو بناء علی القبر ہوتی ہے، دوسرے تجصیص، اور وہ دونوں ناجائز ہیں۔ اور بعض لوگوں نے جو کہا ہے: **لا يكره البناء اذا كان الميت من المشائخ والعلماء والسادات**، سو یہ بوجہ معارض ہونے نصوص اور مذہبِ حنفی کے مقبول نہیں، نیز جو مفاسد عام قبروں پر عمارت وغیرہ بنانے میں ہیں مشائخ وغیرہ کی قبور پر عمارات وغیرہ بنانے میں ان سے زیادہ مفاسد ہیں، کیونکہ وہاں علاوہ زینت واحکام واسراف کے فتحِ بابِ شرک بھی ہے۔ پس اُن کی قبور پر عمارات بنانا بالاولیٰ ناجائز ہوگا۔ اور بعض لوگوں نے جو کہا ہے: **اليوم اعتادوا التسنيم باللبن صيانة للقبر عن النبش**

---

[1] الدّر المختار وردّ المحتار: ۳/۱۶۹، ۱۷۰

ورأوا ذلك حسنا، وقال ﷺ: ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن، سو یہ اس لیے نامقبول ہے کہ نہ ''مسلمون'' سے مراد عام مسلمان ہیں اور نہ ''ما رآہ المسلمون'' عام ہے بلکہ ''ما رآہ المسلمون'' سے مراد وہ امر ہے جو مقصودِ شارع کے خلاف نہ ہو، اور مسلمون سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہلِ اجماع ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ جو امرِ مقصود شارع کے خلاف نہ ہو اور اہل اجماع اس پر اجماع کرلیں وہ عند اللہ حسن ہے، نہ یہ کہ جس چیز کو بھی بعض مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک اچھی ہے، ورنہ بدعت کا کوئی مصداق ہی باقی نہ رہے گا وهو ظاهر.

پس اس سے استدلال قبروں کے پختہ بنانے پر صحیح نہیں، کیونکہ وہ مقصودِ نصِ شارع کیخلاف ہے کما تبین، نیز جن لوگوں نے اس کو مستحسن سمجھا ہے وہ بعض علماء ہیں جن کی دوسرے علمائے متیقظین مخالفت کرتے ہیں۔ رہی علت صیانت عن النبش سو وہ اس لیے صحیح نہیں کہ یہ علت علماءِ مجوزین کے زمانہ میں پیدا نہیں ہوئی، بلکہ یہ علت جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ وتابعین ومجتہدین کے زمانہ میں بھی موجود تھی، مگر انہوں نے اس کا لحاظ نہیں کیا اور بناء علی القبر اور تجصیص کی اجازت نہیں دی۔ ایسی حالت میں کسی عالم کو کیا مجاز ہے کہ وہ اس علت کا لحاظ کر کے جواز کا فتویٰ دے، بالخصوص اس وقت میں جبکہ اس کا مؤدی الی الشرک ہونا اور بانیوں کی نیت کا صیانت عن النبش نہ ہونا معلوم ومشاہد ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ بحکم نبوی اور بحکم مذہب حنفی قبروں کا پختہ بنانا ممنوع ہے اور اس کے خلاف کسی عالم کا قول معتبر نہیں۔ واللہ اعلم

۱۱: اصل ص ۷۰: سلام کی جگہ بندگی وغیرہ کرنا.......الخ۔

تحقیق: چونکہ سلام کی جگہ بندگی کرنا ہندوؤں کی رسم ہے اس لیے ممنوع ہے اور آداب میں مشابہتِ نیا چرہ وترکِ سنت ہے اس لیے بدعت ہے اور بہشتی زیور میں جو خطوط میں لفظ آداب استعمال کیا گیا ہے وہ آداب بمعنی سلام نہیں ہے بلکہ وہ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہے اور ادب کی جمع ہے یعنی ضمن القاب میں، اور اس کے بعد ان آداب کو بجالا کر جن کا بجالانا چھوٹوں پر لازم ہے۔ غرض یہ ہے الخ، پس اس سے اعتراضِ حمقاء ساقط ہے۔

۱۲: اصل ص ۷۰: گانا سننا.......الخ۔

تحقیق: گانے سے مراد مطلق شعر پڑھنا نہیں ہے، بلکہ متعارف گانا مراد ہے جیسے بیاہ شادی میں ڈومنیوں کا گانا یا عرسوں میں قوالی وغیرہ جو کہ عورتوں میں رائج ہے اور منشاءِ حرمت نفس انشادِ شعر بصوت حسن نہیں ہے، بلکہ دیگر مفاسد کے سبب اس کو ممنوع کہا گیا ہے۔ (حضرت مولانا مد ظلہم العالی نے اس مبحث کو ''اصلاح الرسوم'' میں قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اس میں دیکھ لینا چاہیے۔) اب کوئی اعتراض باقی نہیں رہا۔

۱۳: اصل ص ۷۰: پیشہ کو ذلیل سمجھنا......الخ۔

تحقیق: اس سے مراد جائز پیشہ ہے نہ کہ عام، خواہ جائز کام ہو یا ناجائز۔ اور مقصود اس سے خرابی کی اصلاح ہے جو کہ شرفاء میں پیدا ہوگئی ہے کہ وہ بھوکا رہنا اور ہندوؤں وغیرہ کی جوتیاں سیدھی کرنا گوارا کرتے ہیں، مگر درزی کا کام یا لوہار کا کام یا اور کوئی جائز کام کرنا گوارا نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ اس میں ہماری ذلت ہے۔ پس حمقاءِ زمانہ کا یہ اعتراض کہ اس میں ناجائز پیشوں کے ذلیل سمجھنے کی ممانعت ہے سراسر بیہودہ اعتراض ہے۔

۱۴: اصل ص ۷۱: کسی بیماری میں شیر کا دودھ یا شیر کا گوشت کھلانا......الخ۔

تحقیق: اس سے مقصود اس مقام پر اس خرابی کی اصلاح ہے جو کہ عوام میں رائج ہے کہ بدون رائے طبیبِ حاذق اور بلا تحقیق اس امر کے کہ اس مرض کا علاج کچھ اور ہے یا نہیں ان اشیاء کا استعمال کرتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ اگر کسی مرض کی نسبت طبیبِ مسلم حاذق یہ تجویز کرے کہ اس مرض کا علاج بجز شیر کے دودھ وغیرہ محرمات کے اور کچھ نہیں تو ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ سو یہ امرِ آخر ہے۔ بہشتی زیور میں اس سے تعرض نہیں، کیونکہ اول تو ایسا اتفاق ہی نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو شاذ و نادر ہوتا ہے اور جو صورت رائج ہے اور جس کے اِنسداد کی ضرورت ہے وہ یہی ہے کہ بلا تحقیق اور بدون تجویز طبیبِ حاذق کے گوشت وغیرہ کھلا پلا دیا جاتا ہے، لیکن اگر بالفرض اس کا عموم بھی تسلیم کرلیا جاوے تب بھی اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں، اس لیے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور ظاہرِ مذہب تحریم ہے گو بعض لوگوں نے اجازت دیدی ہے اور اس کو مفتی بہ بھی کہا ہے۔

پس اگر بہشتی زیور میں ظاہرِ مذہب کو اختیار کیا گیا جو کہ اصل مذہب ہے اور متأخرین کے قول کو نہ لیا تو کیا گناہ کیا؟ بالخصوص اس حالت میں جب کہ اُس کو اختیار کرنے میں احتیاط بھی ہو اور احادیث کے بھی مطابق

ہو۔ اور حمقاءِ زمانہ حضرت مولانا کے بغرض تسہیل مسلکِ احتیاط کے چھوڑ دینے پر اعتراض بھی کرتے ہوں اور ظاہر احادیث کی بناء پر جمہور فقہاء کی مخالفت کو جائز بھی رکھتے ہوں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو تداوی بالمحرم مختلف فیہ ہے اُس سے بہشتی زیور میں تعرض نہیں، بلکہ اس کی ممانعت ہے جو بالاتفاق حرام ہے اور برتقدیر تنزل اگر تداوی مختلف فیہ سے تعرض بھی ہوتب بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا: اولاً اس لیے کہ اصل مذہب تحریم ہے، دوسرے اس لیے کہ یہ مسلکِ احتیاط ہے، تیسرے اس لیے کہ وہ ظاہرِ احادیث کے موافق ہے۔

۱۵: اصل ص ۷۹: جب تک کوئی مجبوری نہ ہو...... الخ۔

تحقیق: دلیل اس مسئلہ کی یہ ہے ردّ المحتار میں ہے: **یکرہ ان یستعین فی وضوئہ بغیرہ الا عند العجز لیکون اعظم لثوابہ واخلص لعبادتہ.**[1] وجہِ استدلال استعانت مطلق ہے جوکہ استعانت فی المباشرہ واستعانت فی الصب دونوں کو شامل ہے، علی ہذا دلیلِ کراہت بھی دونوں کو شامل ہے۔ پس استعانت فی الصب مکروہ ہوگی اور علامہ شامی کا یہ کہنا کہ شاید صاحبِ درِّ مختار کی مراد استعانت فی المباشرۃ ہو سو یہ صحیح نہیں **کما یدل علیہ دلیلہ.**

۱۶: اصل ص ۸۰: جب وضو کر چکے تو بہتر ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے...... الخ۔

تحقیق: اس میں یہ ضرور شرط ہے کہ اوقاتِ مکروہہ میں سے کوئی وقت نہ ہو، لیکن جس طرح اور شرائطِ نماز کو اس بنا پر ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے مقامات پر مذکور ہیں یوں ہی اس شرط کو بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ **مع ھذا** یہ عنوان اس حدیث کے بھی موافق ہے جس میں تحیۃ الوضو کی مشروعیت کا ذکر ہے، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں: **ما من احد یتوضأ فیحسن الوضوء ویصلی رکعتین یقبل بقلبہ وبوجھہ علیھما الا وجبت لہ الجنۃ.**[2] اس حدیث میں شرط انتفاء وقتِ مکروہ لفظاً مذکور نہیں ہے۔ پس بہشتی زیور پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ مسئلہ مقید ہے اور بہشتی زیور میں اس کو مطلق لکھا، لہٰذا یہ مسئلہ غلط ہے جیسا کہ حمقاءِ زمانہ کرتے ہیں۔

---

[1] ردّ المحتار: ۱/۲۷۱ [2] سنن أبي داود ص ۹۰۶.

۱۷: اصل ص ۸۱: جب ایک دفعہ وضو کرلیا......الخ۔

تحقیق: دليله ما فی الغنية،[1] وهذه عبارته موضحة بتوضيحاتنا المقوسة: الوضوء عبادة غير مقصودة لذاتها (ولا خلاف فيها لأحد) فاذا لم يؤد به عَمَلٌ مما هو المقصود من شرعيته كالصلوٰة وسجدة التلاوة ومس المصحف ينبغی ان لا يشرع تكراره قربة؛ لكونه غير مقصود لذاته (والا لزم كونه مشروعا لذاته وهو قلبُ الموضوع). (اذا كان كذلك) فيكون اسرافا محضاً (لعدم الفائدة الاخروية والدنيوية. اما الاخروية فلانه غير مشروع للزومِ قلب موضوع الشارع كما تبين. واما الدنيوية فلأن الكلام فی الوضوء المستقل الذی ينوی به التقرب لا الذی يقصد به التبرد وازالة الوسخ وغيره) (ايضا) قد قالوا فی السجدة لما لم تكن مقصودة لم يشرع التقرب بها مستقلة وكانت مكروهة، فهذا اولی (لان السجدة عبادة مقصودة فی الجملة، بخلاف الوضوء فانها ليست بعبادة مقصودة لذاتها اصلا) انتهی كلامه بتوضيحاتنا المقوسة، وهذا كلام متين لا يوهن بتوهينات سخيفة، وقد زل قدم خاتم علماء فرنگی محل فی هذا المقام زلة ظاهرة، وقال فی السعاية قولا سخيفا عفا اللّٰه عنه.

۱۸: اصل ص ۸۳: اگر آگے کی راہ سے ہوا نکلے......الخ۔

تحقیق: یہ حکم عام عورتوں کا ہے نہ کہ مفضاۃ کا، بلکہ مفضاۃ کے حکم سے اس جگہ اس وجہ سے تعرض نہیں کیا گیا کہ وہ نادرُ الوقوع ہے۔

۱۹: اصل ص ۸۷: اگر نماز میں بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے سوجاوے تو وضو نہیں گیا اور اگر سجدہ میں سوجاوے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

تحقیق: مطلب یہ ہے کہ جس قاعدہ سے عورتوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہے اگر وہ اس طرح سجدہ کریں جیسا کہ وہ کیا کرتی ہیں اور اس میں سوجاویں تو وضو ٹوٹ جاوے گا۔ رہا یہ امر کہ اگر مردوں کی طرح سجدہ کریں اور سوجاویں یا

[1] غنية المستملی: ٣٦.

نماز سے باہر سو جاویں تو وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟ اس سے بہشتی زیور میں تعرض نہیں کیا گیا۔ جب بہشتی زیور کے مسئلہ کا مطلب معلوم ہو گیا تو اب اس کی دلیل سنو۔ "عمدۃ الرعایۃ" میں ہے: **الحدیث "لیس علی من نام ساجدا وضوء حتی یضطجع"** اخرجه احمد فی مسنده، **وحدیث "لا یجب الوضوء علی من نام جالسا او قائما او ساجدا حتی یضع جنبیه؛ فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله.** اخرجه البیهقی، وقد حسن ابن الهمام سنده بکثرة الطرق.[1] ان احادیث کے الفاظ **"حتی یضطجع"** اور **"اذا اضطجع استرخت مفاصله"** سے ایک صاحبِ بصیرت اور ثاقب الذہن شخص بہت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ عدمِ انتقاض بالنوم فی سجود الصّلوٰۃ کوئی امر تعبدی نہیں ہے، بلکہ وہ معلول بعلت عدمِ استرخاء مفاصل ہے۔ سو جس حالت میں استرخاءِ مفاصل پایا جاوے گا انتقاضِ وضوء کا حکم کیا جاوے گا اور جس حالت میں استرخاءِ مفاصل نہ پایا جاوے گا حکم بانتقاض نہ کیا جاوے گا، اس میں نہ خصوصیّتِ سجود کو دخل ہے نہ ہیئتِ مسنونہ کے داخلِ صلوٰۃ ہونے کو۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھنا چاہیے کہ عورتوں کے سجدہ کی ہیئتِ مسنونہ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں سو جانے سے استرخاء مفاصل ہو جاتا ہے، اس لیے اگر عورتیں سجدہ میں سو جاویں گی تو وضو ٹوٹ جاوے گا جیسا کہ بہشتی زیور میں لکھا ہے۔ اور مردوں کی ہیئتِ مسنونہ اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جب تک وہ باقی ہے اُس وقت تک استرخاءِ مفاصل نہیں ہوتا اس لیے اگر مرد سو جائیں تو وضو نہ ٹوٹے گا جیسا کہ حاشیہ بہشتی زیور میں لکھا ہے، لیکن اگر عورتیں مردوں کی طرح سجدہ کریں گی اور مرد عورتوں کی طرح تو حکم اُلٹا ہو جاوے گا۔ پس جس نے اس راز کو سمجھ لیا اُس نے صحیح حکم قائم کیا اور جس نے اس کو نہ سمجھا اُس نے اپنے فہم کے موافق حکم کیا۔ چنانچہ حلبی اس راز کو صغیری شرح منیۃ میں سمجھ گئے اور اُنہوں نے کہا: **المعتمد انه ان نام (الرجل) علی الهیئة المسنونة فی السجود رافعا بطنه عن فخذه مجافیا مرفقیه عن جنبیه لا یکون حدثا (اقول: وکذا المرأة ان نامت علی هیئة الرجل) والّا (اقول: بان نام الرجل علی الهیئة الغیر المسنونة أو المرأة علی الهیئة المسنونة) فهو حدث لوجود الاسترخاء، سواء فی**

---

[1] بعینہٖ یہ الفاظ شرح منیۃ میں نہیں ملے، البتہ یہ بحث ص ۱۳۸ پر موجود ہے۔ از مصحح

الصلوٰة أو خارجها .[1] انتھیٰ کلام الحلبی مع توضیحاتنا المقوسۃ اور دوسرے لوگوں نے نہیں سمجھا اس لیے وہ چار قولوں پر متفرق ہوگئے۔ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ، من جملہ ان لوگوں کے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا خاتمِ علماءِ فرنگی محل ہیں کہ وہ ''سعایہ'' میں اس **اقوی الاقوال واصحھا کو اسخف الاقوال** فرماتے ہیں۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.**

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مسئلہ بہشتی زیور غلط نہیں ہے اور نہ اس کو حقاً ضعیف کہا جاسکتا ہے، بلکہ یہ بھی اسی قبیل سے ہے جیسے اور مسائلِ مختلف فیہا ہیں۔

۲۰: اصل ص ۸۹: اگر بھر منہ قے ہوئی (**الیٰ قولہ**) تو وہ نجس ہے اور اس کا دھونا واجب ہے۔

تحقیق: یعنی اصل حکم تو یہی ہے کہ اس کا دھونا واجب ہے، چنانچہ اگر انگلی وغیرہ میں تھوڑا خون لگا ہو اور پانی وغیرہ میں ہاتھ ڈالنا چاہے تو اس کا دھونا ضروری ہے ورنہ پانی ناپاک ہوجاوے گا، گو حقِ صلوٰۃ میں دفعاً للحرج مقدار درہم یا اُس سے کم کے دھونے کا وجوب ساقط ہوگیا ہے، جیسا کہ مسئلہ نمبر ۶ ص ۱۸۱ بہشتی زیور حصہ دوم میں اس کی تصریح موجود ہے۔ پس حمقاءِ زمانہ کا اعتراض ساقط ہوگیا۔

۲۱: اصل مسئلہ نمبر ۷ ص ۱۲۷: اگر تھوڑی سی منی نکلی ......الخ۔

تحقیق: اس مقام پر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر منی شہوت ودفق کے ساتھ اپنے مقر سے الگ ہوجاوے اور کچھ حصہ اس کا خارج ہوجاوے اور کچھ حصہ کسی وجہ سے اندر رک جاوے اور غسل کرنے کے بعد خارج ہو تو بلاشرط اس پر دوبارہ غسل واجب ہوتا ہے اور اگر غسل کے بعد بلاشہوت اور دفق کے جدید منی نکلے تو بلاشرط اُس پر دوبارہ غسل واجب نہیں۔ اصل قاعدہ وجوبِ غسلِ مکرّر کا یہ ہے، لیکن چونکہ اس کا معلوم ہونا مشکل ہے کہ جو منی بعد غسل بلاشہوت نکلی ہے وہ منی سابق ہے یا منی جدید، اس لیے فقہاء نے امارات کا لحاظ کیا اور کہا کہ جو منی قدرِ معتد بہ چلنے پھرنے یا سونے یا پیشاب کرنے کے بعد نکلے وہ منی جدید ہے اور چونکہ وہ بلاشہوت خارج ہوئی ہے اس لیے دوبارہ غسل واجب نہیں اور جو منی قبل معتد بہ چلنے پھرنے وغیرہ کے نکلے وہ منی سابق ہے اور چونکہ وہ اپنے

[1] عمدۃ الرعایۃ: ۷٦

مقر سے شہوت ودفق کے ساتھ جدا ہوئی تھی اور اب وہ نکلی ہے اس لیے دوبارہ غسل واجب ہے۔ جب یہ تفصیل معلوم ہوگئی تو اب سمجھنا چاہیے کہ بہشتی زیور میں جو صورت فرض کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ منی اپنے مقرِ اصلی سے دفق اور شہوت کے ساتھ جدا ہو جاوے اور اس کا کچھ حصہ نکل جاوے اور کچھ حصہ کسی وجہ سے اندر رہ جاوے اور بعد غسل کے وہ حصۂ باقیہ خارج ہو، اور اس پر بلا شرط دوبارہ وجوبِ غسل کا حکم کیا ہے۔ پس یہ حکم صحیح ہے جیسا کہ تفصیلِ بالا سے معلوم ہوا، لیکن چونکہ یہ امر معلوم ہونا مشکل تھا کہ جو منی بعدِ غسل خارج ہوئی ہے وہ بقیہ منی سابق ہے یا منی جدید۔ بنا بریں حاشیہ میں اس کی توضیح کردی گئی ہے اور کہہ دیا گیا ہے کہ یہ حکم جب ہے جب کہ وہ منی قبل سونے اور قبل پیشاب کرنے اور قبل چالیس قدم یا زیادہ چلنے کے نکلے۔ دیکھو ص ۱۲۷ بہشتی زیور حصۂ اول حاشیہ مسئلہ نمبر ۷، پس حمقاءِ زمانہ کا یہ اعتراض کہ یہ مسئلہ بعمومہ صحیح نہیں ہے غلط ہے۔

۲۲: اصل ص ۱۲۸: جب کوئی کافر مسلمان ہو تو اس کو غسل کر لینا مستحب ہے۔

تحقیق: یعنی نفسِ اسلام لانے کے لیے غسل کر لینا مستحب ہے، لیکن اگر کوئی امر موجبِ غسل موجود ہو مثل جنابت یا حیض نفاس سے پاکی، تو اس کا حکم یہاں بیان نہیں کیا گیا بلکہ بہشتی گوہر میں بیان کیا گیا ہے جو تتمہ ہے بہشتی زیور کا۔

خاتم علماء فرنگی محل نے ''سعایہ ص ۳۲۹ ج ۱'' میں اس مسئلہ کو اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح بہشتی زیور میں مذکور ہے۔ چنانچہ وہ غسلِ مندوب کے اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **منہ غسل الکافر اذا اسلم،[1] بذلك امر النبی ﷺ من جاء یرید الاسلام.** کذا فی التجنیس پس حمقاءِ زمانہ کا بہشتی زیور پر یہ اعتراض کہ یہ مسئلہ مطلق صحیح نہیں ہے، بلکہ ایک قید کیساتھ یعنی یہ کہ وہ جنب اور حائض ونفساء نہ ہو سراسر لغو ہے۔

۲۳: اصل ص ۱۰۳: مردار کے بال اور سینگ......الخ

تحقیق: مردار سے مراد غیرِ خنزیر ہے کما فی تنویر الابصار: **وشعر المیتة وعظمها وعصبها وحافرها وقرنها ...... الی قوله: طاهر.[2] وکما فی الوقایة: وشعر المیتة وعظمها وعصبها وحافرها وقرنها**

---

① هامش الهداية: ۱/ ٤٩ ② تنوير الابصار مع الدر: ۱/ ۳۸۹

وشعر الانسان وعظمه طاهر.[1] **فلا اعتراض علی "بهشتی زیور" کما یفعله جهلة زماننا.**

۲۴: اصل ص ۱۱۰: اور بالکل معلوم نہیں کہ پانی کہاں ہے۔

تحقیق: اس فقرہ پر حمقاءِ زمانہ نے یوں اعتراض کیا ہے، ''اس کا صدق تو کسی لایعقل ہی پر ہوگا، ورنہ یہ بالکل نہ جاننا کہ پانی کہاں ہے کسی سمجھدار پر تو صادق نہ ہوگا۔'' شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اتنی بات تو ہر سمجھدار جانتا ہے کہ سمندر میں اور دریاؤں میں اور چشموں میں پانی موجود ہے۔ لہٰذا یہ صورت کہ بالکل نہ معلوم ہو کہ پانی کہاں ہے؟ کسی سمجھدار پر صادق نہیں آسکتی۔ اگر یہ مطلب ہے اور غالباً یہی ہے تو یہ حمقِ صریح اور جہلِ عظیم ہے یا عناد ظاہر ہے، کیونکہ اتنی بات ہر سمجھدار جانتا ہے کہ اس مقام پر لفظ ''کہاں'' اتنا عام نہیں ہے جتنا یہ جہلاء سمجھتے ہیں، بلکہ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ اس کو معلوم نہیں کہ اس جنگل میں پانی ہے یا نہیں، اگر ہے تو ایک میل کے اندر ہے یا باہر ہے، اور اگر اندر ہے تو کس جگہ ہے، اب کوئی اعتراض نہیں۔ نیز اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس صورت میں تیمّم کے جواز کی بہت سی صورتیں نکل جائیں گی لیکن یہ بھی ان کی حماقت اور جہالت ہے، کیونکہ یہ جوازِ تیمّم کی ایک خاص صورت ہے نہ کہ اس کے جواز کا قاعدۂ کلیہ، اور شمولِ جمیع صور قاعدۂ کلیہ کے لیے ضرور ہے نہ کہ کسی خاص صورت کے لیے، مثلاً کوئی یوں کہے کہ اگر کسی نے وضو کیا اور بعد کو پیشاب کیا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا، تو اس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ اس سے انتقاضِ وضو کی بہت سی صورتیں نکل گئیں۔ یہ ہیں وہ لچر اعتراضات جن کی بنا پر بہشتی زیور کو ناقابلِ اشاعت قرار دیا جاتا ہے اور اسکے لیے سازشی جلسے کیے جاتے ہیں۔

۲۵: اصل ص ۱۱۲: اگر پانی قریب ہے......الخ

تحقیق: مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں محض پردہ کے خیال سے اور بوجہ شرم کے تیمّم کرنا درست نہیں، کما یدل علیہ قولہ: ''مردوں سے شرم کی وجہ سے......الخ''۔ رہا یہ امر کہ اور کوئی وجہ ہو مثل خوف ناموس وغیرہ تو یہ امرِ آخر ہے، بہشتی زیور میں اس کی نفی نہیں ہے۔ پس حمقاءِ زمانہ کا اعتراض ساقط ہے۔

ختم ہوا ضمیمہ ثانیہ

---

[1] الوقایة: ۱/ ۹۰

بہشتی زیور کا دوسرا حصّہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابِ اوّل

نجاست[1] کے پاک کرنے کا بیان

مسئلہ ۱:[2] نجاست کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کی نجاست زیادہ سخت ہے، تھوڑی سی لگ جائے تب بھی دھونے کا حکم ہے، اس کو "نجاستِ غلیظہ" کہتے ہیں۔ دوسری وہ جس کی نجاست ذرا کم اور ہلکی ہے، اس کو "نجاستِ خفیفہ" کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲:[3] خون اور آدمی کا پاخانہ، پیشاب اور منی اور شراب اور کتے بلی کا پاخانہ پیشاب، اور سور کا گوشت اور اس کے بال و ہڈی وغیرہ، اس کی ساری چیزیں، اور گھوڑے گدھے خچر کی لید، اور گائے بیل بھینس وغیرہ کا گوبر، اور بکری بھیڑ کی مینگنی غرض کہ سب جانوروں کا پاخانہ اور مرغی بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور گدھے خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب، یہ سب چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں۔

مسئلہ ۳:[4] چھوٹے دودھ پیتے بچہ کا پیشاب پاخانہ بھی نجاستِ غلیظہ ہے۔

---

① ناپاکی ② النجاسة نوعان: غليظة، وخفيفة. فالخفيفة لا تمنع ما لم تفحش، والغليظة اذا زادت على قدر الدرهم تمنع جواز الصلوة. [الخانية: ۱/۱۸]

③ فالغليظة كالخمر، والدم المسفوح، ولحم الميتة، وبول ما لا يؤكل لحمه كالآدمي ولو رضيعا والذئب ونحو الكلب، ورجيع السباع من البهائم كالفهد، وخرء الدجاج، والبط، والاوز، وما ينقض الوضوء بخروجه من بدن الانسان كالدم السائل، والمني، والمذي، والودي، والاستحاضة، والحيض، والنفاس. [مراقي الفلاح مختصرا: ۱۵۳] واما الروث وأخثاء البقر فعند ابي حنيفة ؒ نجس نجاسة غليظة [الخانية: ۱/۱۸] اما النجاسة الغليظة كالعذرة، والبول أي بول ما لا يؤكل لحمه غير الفرس ولحم الخنزير وسائر اجزائه. [غنية المستملي: ۱٤٦] ④ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۲ صفحہ ہذا۔

مسئلہ ۴: [1] حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب جیسے بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے۔

مسئلہ ۵: [2] مرغی، بطخ، مرغابی کے سوا اور حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے جیسے کبوتر، گوریا یعنی چڑیا، مینا وغیرہ اور چمگادڑ [3] کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے۔

مسئلہ ۶: [4] نجاستِ غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جاوے تو اگر پھیلاؤ میں روپے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے، [5] بے اس کے دھوئے [6] اگر نماز پڑھ لیوے تو نماز ہو جاوے گی لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے، اور اگر روپے سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں، بے اس کے دھوئے نماز نہ ہوگی۔ اور اگر نجاستِ غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جاوے جیسے پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ، تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بے دھوئے ہوئے نماز درست ہے اور اگر اس سے زیادہ لگ جاوے تو بے دھوئے ہوئے نماز درست نہیں ہے۔

---

① واما الخفيفة فكبول الفرس، وكذا بول ما يؤكل لحمه من النعم الاهلية والوحشية كالغنم والغزال وخرء طير لا يؤكل. [مراقي الفلاح بحذف ١٥٥]

② واما خرء ما يؤكل لحمه من الطيور سوى الدجاجة والبط والاوز ونحوها فطاهر عندنا كالحمامة والعصفور ونحوهما. [حلبئ كبير ١٤٩]

③ بول الخفافيش وخرؤها ليس بنجس. [ردّ المحتار: ١/٥٧٤]

④ وعفى قدر الدرهم وزنا في المتجسدة وهو عشرون قيراطاً، ومساحة في المائعة وهو قدر مقعر الكف داخل مفاصل الاصابع من النجاسة الغليظة، فلا يعفى عنها اذا زادت على الدرهم مع القدرة على الازالة. [مراقى الفلاح ١٥٦]

⑤ معافی سے یہ مراد ہے کہ نماز درست ہو جاوے گی، مگر کھانے میں کوئی نجاست ذرا سی بھی پڑ جاوے تو وہ ناپاک ہو جاوے گا، اسی طرح ہاتھ یا بدن وغیرہ کو ذرا سی بھی کوئی نجاست لگ جاوے تو وہ جگہ جہاں نجاست کا اثر آیا ہے ناپاک ہو جاوے گی، اگر اسے چاٹ لیا گیا تو گناہ ہوگا۔

⑥ وعفى دون ربع ثوب. [الدّر المختار: ١/٥٧٨] ومراده من العفو صحة الصلوة بدون ازالته، لا عدم الكراهة. [البحر ١/٤٥٤] وفى تفصيله ثلاثة اقوال، وهذا الذى ذكره المؤلف صححه كثير من الفقهاء وهو الاحوط، قال في البحر: اختلفوا فى كيفية اعتبار الربع على ثلاثة اقوال: فقيل: ربع طرف اصابته النجاسة كالذيل والكم والدخريص ان كان المصاب ثوباً، وربع العضو المصاب كاليد والرجل ان كان بدناً، وصححه صاحب التحفة المحيط والبدائع والمجتبىٰ والسراج الوهّاج، وفى الحقائق: وعليه الفتوى، وقيل: ربع جميع الثوب والبدن، وصححه صاحب المبسوط، وقيل: ربع ادنى ثوب تجوز فيه الصلوة كالمئزر. الخ [١/٤٦٣]

مسئلہ[۱]: اگر نجاستِ خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جاوے تو جس حصہ میں لگی ہے اگر اسکے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں، یعنی اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو، اگر کلی میں لگی ہے تو اسکی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر دوپٹہ میں لگی ہے تو اسکی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ اسی طرح اگر نجاستِ خفیفہ ہاتھ میں بھری ہے تو ہاتھ کی[۲] چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جاوے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے، غرض کہ جس عضو میں لگے اسکی چوتھائی سے کم ہو، اور اگر پورا چوتھائی ہو تو معاف نہیں اسکا دھونا واجب ہے، یعنی بے دھوئے ہوئے نماز درست نہیں۔

مسئلہ ۸[۳]: نجاستِ غلیظہ جس پانی میں پڑ جائے تو وہ بھی نجسِ غلیظ ہو جاتا ہے اور نجاستِ خفیفہ پڑ جائے تو وہ پانی بھی نجسِ خفیف ہو جاتا ہے، چاہے کم پڑے یا زیادہ۔

مسئلہ ۹[۴]: کپڑے میں نجس تیل لگ گیا اور ہتھیلی کے گہراؤ یعنی روپے سے کم بھی ہے، لیکن دو ایک دن میں پھیل کر زیادہ ہو گیا تو جب تک روپے سے زیادہ نہ ہو معاف ہے اور جب بڑھ گیا تو معاف نہیں رہا، اب اس کا دھونا واجب ہے بغیر دھوئے ہوئے نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ ۱۰[۵]: مچھلی کا خون نجس نہیں ہے اگر لگ جائے تو کچھ حرج نہیں، اسی طرح مکھی، کھٹمل، مچھر کا خون بھی نجس نہیں ہے۔

---

① وعفي دون ربع ثوب من نجاسة مخفّفة. [الدّر المختار ۱/۵۷۸] اور حاشیہ مسئلہ نمبر ۶ صفحہ نمبر ۱۸۱ دیکھو۔

② یہاں کی عبارت بعد تحقیق اس مرتبہ درست کی گئی۔ (شبیر علی)

③ ثم الخفّة انما تظهر في غير المائع فليحفظ (الدّر المختار) والحاصل ان المائع متى اصابته نجاسة خفيفة او غليظة وان قلت تنجس، ولا يعتبر فيه ربع ولا درهم، نعم تظهر الخفة فيما اذا اصاب هذا المائع ثوبا او بدنا، فيعتبر فيه الربع. [ردّ المحتار ۱/۵۷۹]

④ لو اصاب ثوبه دهن نجس اقل من قدر الدرهم، ثم انبسط وقت الصلوة فزاد على قدر الدرهم، قيل: يمنع، وبه اخذ الاكثرون كما في البحر عن السراج، وفي المنية: وبه يؤخذ،... وقيل: لا يمنع اعتباراً لوقت الاصابة. قال القهستاني: وهو المختار، وبه يفتى، وظاهر الفتح اختياره. أيضاً وفي الحلية: وهو الاشبه عندي. [ردّالمحتار ۱/۵۷۲] قلت: الاحوط هو القول الاول كما لا يخفى، ولذا اختاره المؤلف.

⑤ دم السمك ليس بدم (ملتقى) حقيقيةً وكذا دم البق والقمل والبرغوث والذباب طاهر. [مجمع الانهر ۱/۹۵]

مسئلہ ۱۱:[1] اگر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جاویں کہ دیکھنے سے دکھائی نہ دیویں[2] تو اس کا کچھ حرج نہیں، دھونا واجب[3] نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۲:[4] اگر دَلدار نجاست لگ جاوے جیسے پاخانہ، خون تو اتنا دھوئے کہ نجاست چھوٹ جائے اور دھبہ جاتا رہے، چاہے جے دفعہ میں چھوٹے، جب نجاست چھوٹ جائے گی تو کپڑا پاک ہو جائے گا، اور بدن میں لگ گئی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ اگر پہلی ہی دفعہ میں نجاست چھوٹ گئی تو دو مرتبہ اور دھو لینا بہتر ہے۔ اگر دو مرتبہ میں چھوٹی تو ایک مرتبہ اور دھوئے، غرض کہ تین بار پورے کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۳:[5] اگر ایسی نجاست ہے کہ کئی دفعہ دھونے اور نجاست کے چھوٹ جانے پر بھی بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہ رہ گیا تب بھی کپڑا پاک ہو گیا، صابن وغیرہ لگا کر دھبہ چھڑانا اور بدبو دور کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ ۱۴:[6] اور اگر پیشاب کے مثل کوئی نجاست لگ گئی جو دلدار نہیں ہے تو تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ نچوڑے اور تیسری مرتبہ اپنی طاقت بھر خوب زور سے نچوڑے تب پاک ہوگا۔ تو اگر خوب زور سے نہ نچوڑے گی تو کپڑا پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۵:[7] اگر نجاست ایسی چیز میں لگی ہے جسکو نچوڑ نہیں سکتی جیسے تخت، چٹائی، زیور، مٹی یا چینی وغیرہ کے برتن،

---

[1] وبول انتضح مثل رؤوس الإبر عفو. [ملتقى البحر ۱/۹٤]

[2] یعنی بدون غور کے نہ دکھائی دیں۔　[3] لیکن دھو لینا بہتر ہے۔ (شبیر علی)

[4] (ويطهر متنجس) سواء كان بدنا او ثوبا او آنية (بنجاسة) ولو غليظة (مرئية) كدم (بزوال عينها ولو) كان (بمرة) اى غسلة واحدة (على الصحيح) ولا يشترط التكرار. وعن الفقيه ابى جعفر انه يغسل مرتين بعد زوال العين الحاقا لها بغير مرئية. [مراقى الفلاح ص ۱۵۹]

[5] ولا يضر بقاء اثر كلون او ريح فى محلها شق زوالها، والمشقة ان يحتاج فى ازالته لغير الماء او غير المائع كحرض وصابون. [مراقى الفلاح ص ۱۵۹]

[6] (و) يطهر محل النجاسة (غير المرئية بغسلها ثلاثاً والعصر كل مرة) ويبالغ فى المرة الثالثة حتى ينقطع التقاطر، والمعتبر قوة كل عاصر دون غيره. [مراقى الفلاح ۱۶۱]

[7] وان لم يمكن العصر كالحصير ونحوه فيطهر با لتجفيف كل مرة حتى ينقطع التقاطر. [مجمع الانهر ص ۱/۹۱]

بوتل، جوتا وغیرہ تو اسکے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دھو کر ٹھہر جاوے، جب پانی ٹپکنا بند ہو جاوے پھر دھوئے، پھر جب پانی ٹپکنا موقوف ہو تب پھر دھوئے۔ اسی طرح تین دفعہ دھوئے تو وہ چیز پاک[1] ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۱۶: پانی کی طرح جو چیز پتلی اور پاک ہو[2] اس سے بھی نجاست کا دھونا درست ہے، تو اگر کوئی گلاب یا عرق گاؤزبان یا اور کسی عرق سے یا سرکہ سے دھوئے تو بھی چیز پاک ہو جاوے گی۔ لیکن گھی اور تیل اور دودھ وغیرہ کسی ایسی چیز سے دھونا درست نہیں جس میں چکنائی ہو، وہ چیز[3] ناپاک رہے گی۔

نوٹ: مسئلہ ۱۷ ص ۲۸۴ پر درج کیا گیا۔

مسئلہ ۱۸:[4] جوتے اور چمڑے کے موزے میں اگر دلدار نجاست لگ کر سوکھ جاوے جیسے گوبر، پاخانہ، خون، منی وغیرہ تو زمین پر خوب گھس کر نجاست چھوڑا ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے، ایسے ہی کھرچ ڈالنے سے بھی پاک ہو جاتا ہے۔ اور اگر سوکھی نہ ہو تب بھی اگر اتنا رگڑ ڈالے اور گھس دیوے کہ نجاست کا نام ونشان باقی نہ رہے تو پاک ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۱۹:[5] اور اگر پیشاب کی طرح کوئی نجاست جوتے میں یا چمڑے کے موزے میں لگ گئی جو دلدار نہیں ہے تو بے دھوئے پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۰:[6] کپڑا اور بدن فقط دھونے سے ہی پاک ہوتا ہے، چاہے دلدار نجاست لگے یا بے دل کی۔ کسی[7] اور طرح پاک نہیں ہوتا۔

---

① یعنی جس کو دھویا ہے۔　② یطهر بدن المصلي وثوبه من النجس الحقيقي بالماء، وبكل مائع طاهر مزيل كالخل وماء الورد لا الدهن؛ لأنه بدسومته　لا يزيل غيره، وكذا اللبن ونحوه. [مجمع الانهر ص ۸۷/۱]

③ یعنی جس کو دھویا ہے۔　④ ويطهر الخف ان تنجس بنجس له جرم بالدلك المبالغ ان جف خلافا لمحمد، وكذا ان لم يجف عند ابي يوسف ﷺ، وبه يفتى. [مجمع الانهر ۸۷/۱]

⑤ وان تنجس الخف بمائع كبول فلا بد من الغسل اتفاقاً، [ملتقى البحر ۸۷/۱] والمختار ان يغسل ثلاث مرات، ويترك في كل مرة حتى ينقطع التقاطر وتذهب النداوة ولا يشترط اليبس. [ردّ المحتار ۵۶۲/۱]

⑥ قوله: ويطهر خف ونحوه، احتراز عن الثوب والبدن فلا يطهران بالدلك الّا في المنى. [ردّ المحتار ۵۶۱/۱]

⑦ مگر سوکھی منی کپڑے یا بدن میں لگی ہو تو خوب کھرچ کر مل ڈالنے سے پاک ہو جاوے گا، بشرطیکہ پیشاب کر کے استنجا کر لیا ہو ورنہ ناپاک=

مسئلہ ۲۱:[1] آئینہ کا شیشہ اور چھری، چاقو، چاندی، سونے کے زیور، پھول، تانبے، لوہے، گلٹ اور شیشے وغیرہ کی چیزیں اگر نجس ہوجاویں تو خوب پونچھ ڈالنے اور رگڑ دینے یا مٹی سے مانج ڈالنے سے پاک ہوجاتی ہیں، لیکن اگر نقشی چیزیں ہوں تو بے دھوئے پاک نہ ہوں گی۔

مسئلہ ۲۲:[2] زمین پر نجاست پڑ گئی، پھر ایسی سوکھ گئی کہ نجاست کا نشان بالکل جاتا رہا، نہ تو نجاست کا دھبہ ہے، نہ بدبو آتی ہے، تو اس طرح سوکھ جانے سے زمین پاک ہوجاتی ہے لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں، البتہ نماز پڑھنا درست ہے۔ جو اینٹیں[3] یا پتھر چونا یا گارے سے زمین میں خوب جمادئے گئے ہوں کہ بے کھودے زمین سے جدا نہ ہوسکیں، انکا بھی یہی حکم ہے کہ سوکھ جانے اور نجاست کا نشان[4] نہ رہنے سے پاک ہوجاویں گے۔

مسئلہ ۲۳:[5] جو اینٹیں زمین پر فقط بچھا دی گئی ہیں، چونا یا گارے سے ان کی جڑائی نہیں کی گئی ہے وہ سوکھنے سے پاک نہ ہوں گی، ان کو دھونا پڑے گا۔

مسئلہ ۲۴:[6] زمین پر جمی ہوئی گھاس بھی سوکھنے اور نجاست کا نشان جاتے رہنے سے پاک ہوجاتی ہے۔ اگر کٹی ہوئی گھاس ہو تو بے دھوئے پاک نہ ہوگی۔

مسئلہ ۲۵:[7] نجس چاقو، چھری یا مٹی اور تانبے وغیرہ کے برتن اگر دہکتی آگ میں ڈال دیے جائیں تو بھی پاک ہوجاتے ہیں۔

= رہے گا جیسا مفصل پہلے بیان ہوچکا ہے۔

① ویطهر صيقل لا مسام له كمرآة وظفر وعظم وزجاج وآنية مدهونة او خراطي وصفائح فضة غيرمنقوشة بمسح يزول به اثرها. [الدّر المختار ۱/ ٥٦٢]

② وتطهر ارض بخلاف نحو بساط بيبسها...... وذهاب اثرها لاجل صلوة عليها، لا لتيمم بها. [الدّر المختار ۱/ ٥٦٣]

③ وحكم آجر مفروش وجص وشجر وكلأ قائمين في أرض كذلك، اى كأرض فيطهر بجفاف، و كذا كل ما كان ثابتا فيها؛ لأخذه حكمها باتصاله بها، فالمنفصل يغسل لا غير الا حجرا خشنا كرحى. [الدّر المختار ۱/ ٥٦٤]

④ مگر تیمم ان سے بھی جائز نہ ہوگا۔ ⑤، ⑥ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۲۲ باب ہذا۔

⑦ في المنية : اذا تلطخ السكين بالدم او تلطخ راس الشاة به ثم ادخل النار، فاحترق الدم طهر الراس والسكين.

مسئلہ ۲۶:[1] ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گا مگر چاٹنا منع ہے، یا چھاتی پر بچہ کی قے کا دودھ لگ گیا، پھر بچہ نے تین دفعہ چوس کر پی لیا تو پاک ہو گیا۔

مسئلہ ۲۷:[2] اگر کورا برتن نجس ہو جاوے اور وہ برتن نجاست کو چوس لیوے تو فقط دھونے سے پاک نہ ہوگا بلکہ اس میں پانی بھر دیوے۔ پھر جب نجاست کا اثر پانی میں آجاوے تو گرا کر کے پھر بھر دیوے، اسی طرح برابر کرتی رہے۔ جب نجاست کا نام ونشان بالکل جاتا رہے، نہ رنگ باقی رہے نہ بدبو، تب پاک ہوگا۔

مسئلہ ۲۸:[3] نجس مٹی سے جو برتن کمہار نے بنائے تو جب تک وہ کچے ہیں ناپاک ہیں، جب پکا لیے گئے تو پاک ہو گئے۔

مسئلہ ۲۹:[4] شہد یا شیرہ یا گھی تیل ناپاک ہو گیا تو جتنا تیل وغیرہ ہو اتنا یا اس سے زیادہ پانی ڈال کر پکاوے، جب پانی جل جاوے تو پھر پانی ڈال کر جلاوے اسی طرح تین دفعہ کرنے سے پاک ہو جاوے گا۔ یا یوں کرو کہ جتنا گھی تیل ہو اتنا ہی پانی ڈال کر ہلاؤ، جب وہ پانی کے اوپر آجاوے تو کسی طرح اٹھا لو، اسی طرح تین دفعہ پانی ملا کر اٹھاؤ تو پاک ہو جاوے گا اور گھی اگر جم گیا ہو تو پانی ڈال کر آگ پر رکھ دو، جب پگھل جاوے تو اسکو نکال لو۔

مسئلہ ۳۰:[5] نجس رنگ میں کپڑا رنگا تو اتنا دھووے کہ پانی صاف آنے لگے تو پاک ہو جاوے گا، چاہے کپڑے

---

[1] اذا اصاب الخمر يده فلحسه ثلاث مرات تطهر يده بريقه كما يطهر فمه بريقه. [منية المصلّى ص ۱۸۳] والصبى اذا قاء على ثدى الام ثم مص الثدى مرارا يطهر. كذا فى فتاوىٰ قاضى خان. [الهندية ۱/۴۵]

[2] اذا اصابت الخزف والآجر نجاسة: ان كان قديما يطهر بالغسل ثلاثا جفّ او لم يجفف. وان كان حديثا يغسل ثلاث مرات ويجفف فى كل مرة. [منية المصلّى ص ۱۸۶]

[3] الطين النجس اذا جعل منه الكوز او القدر فطبخ، يكون طاهراً [الهندية ۱/۴۴] وفى الدّر المختار: كطين نجس فجعل منه كوز بعد جعله على النار يطهر ان لم يظهر فيه اثر النجس بعد الطبخ. [الدّر المختار ۱/۵۷۱]

[4] لو تنجس العسل فتطهيره ان يصب فيه ماء بقدره، فيغلى حتى يعود الىٰ مكانه، والدهن يصب عليه الماء، فيغلى فيعلو الدهن الماء، فيرفع بشىء، هكذا ثلاث مرات. وهذا عند ابى يوسف خلافا لمحمد وهو اوسع، وعليه الفتوى. [ردّ المحتار ۱/۵۹۷ و الهندية ۱/۴۲]

[5] يطهر ما صبغ او خضب بنجس بغسله ثلاثا، والاولى غسله الى ان يصفو الماء [الدّر المختار ۱/۵۹۰] لو صبغ ثوبه او يده بصبغ او حناء نجسين فغسل الى ان صفا الماء يطهر مع قيام اللون. كذا فى فتح القدير. [الهندية ۱/۴۲]

سے رنگ چھوٹے یا نہ چھوٹے۔[1]

مسئلہ ۳۱:[2] گوبر کے کنڈے[3] اور لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ پاک ہے اور ان کا دھواں بھی پاک ہے۔ روٹی میں لگ جاوے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ ۳۲:[4] بچھونے کا ایک کونہ نجس ہے، اور باقی سب پاک ہے تو پاک کونے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ ۳۳:[5] جس زمین کو گوبر سے لیپا ہو وہ نجس ہے، اس پر بغیر کوئی پاک چیز بچھائے نماز درست نہیں۔

مسئلہ ۳۴:[6] گوبر سے لیپی ہوئی زمین اگر سوکھ گئی ہو تو اس پر گیلا کپڑا بچھا کر بھی نماز پڑھنا درست ہے، لیکن وہ اتنا گیلا نہ ہو کہ اس زمین کی کچھ مٹی چھوٹ کر کپڑے میں بھر جاوے۔

مسئلہ ۳۵:[7] پیر دھو کر ناپاک زمین پر چلی اور پیر کا نشان زمین پر بن گیا تو اس سے پیر ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں اگر پیر کے پانی سے زمین اتنی بھیگ جاوے کہ زمین کی کچھ مٹی یا یہ نجس پانی پیر میں لگ جاوے تو نجس ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۳۶:[8] نجس بچھونے پر سوئی اور پسینہ سے وہ کپڑا نم ہو گیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کا کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں اگر اتنا بھیگ جاوے کہ بچھونے میں سے کچھ نجاست چھوٹ[9] کر بدن یا کپڑے کو لگ جاوے تو نجس ہو جاوے گا۔

---

① مگر تین دفعہ دھونا چاہیے کہ یہ اقرب الی الاحتیاط ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

② قال في الدّر المختار: لا يكون نجسا رماد قذر والا لزم نجاسة الخبز في سائر الامصار. [۵۸۶/۱] ③ اوپلے گو ہے۔

④ فلا تمنع النجاسة في طرف البساط ولو صغيرا في الاصح. [ردّ المحتار ۹۲/۲]

⑤، ⑥ لو بسط الثوب الطاهر على الارض النجسة وصلى عليه جاز. [البحر ۲۶۸/۱] وكذا حكم الثوب اليابس ايضا اذا بسط علىٰ ارض نجسة رطبة بالماء، فظهرت رطوبتها فيه، لكن لا يقطر لو عصر فانه لا يتنجس، وكذا لو نشر الثوب المبلول الطاهر على مكان يابس نجس، فابتل منه، لكن لم يظهر عين النجاسة في الثوب. [غنية المستملي ص ۱۷۴]

⑦ وان مشى على ارض نجسة فابتلت الارض من بلل رجليه واسود وجه الارض، لكن لم يظهر اثر البلل في رجله جازت صلوٰته. [منية المصلّي ص ۱۷۵]

⑧ وان نام على فراش نجس، فعرق وابتل الفراش من عرقه، ان لم يصب بلل الفراش على جسده لا يتنجس. [منية المصلّي ص ۱۷۴]

⑨ نجاست خواہ اصلی ہو یا وہ پسینہ ہو جو ناپاک کپڑے میں لگ کر نجس ہو گیا ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

مسئلہ ۳۷:[1] نجس مہندی ہاتھوں پیروں میں لگائی تو تین دفعہ خوب[2] دھوڈالنے سے ہاتھ پیر پاک ہوجاویں گے، رنگ کا چھڑانا واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۸:[3] نجس سرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں، ہاں اگر پھیل کر باہر آنکھ کے آگیا ہو تو دھونا واجب ہے۔[4]

مسئلہ ۳۹:[5] نجس تیل سر میں ڈال لیا یا بدن میں لگالیا تو قاعدے کے موافق تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجاوے گا، کھلی ڈال کر یا صابن لگا کر تیل کا چھڑانا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۰:[6] کتے نے آٹے میں منہ ڈال دیا یا بندر نے جھوٹا کر دیا تو اگر آٹا گندھا ہوا ہو تو جہاں منہ ڈالا ہے اتنا نکال ڈالے باقی کا کھانا درست ہے، اور اگر سوکھا آٹا ہو تو جہاں جہاں اس کے منہ کا لعاب لگا ہو نکال ڈالے باقی سب پاک ہے۔

مسئلہ ۴۱:[7] کتے کا لعاب نجس ہے اور خود کتا نجس نہیں، سو اگر کتا کسی کے کپڑے یا بدن سے چھو جاوے تو نجس نہیں ہوتا، چاہے کتے کا بدن سوکھا ہو یا گیلا۔ ہاں اگر کتے کے بدن پر کوئی نجاست لگی ہو تو اور بات ہے۔

مسئلہ ۴۲:[8] رومالی بھیگی ہونے کے وقت ہوا نکلے تو اس سے کپڑا نجس نہیں ہوا۔

---

① اختضبت المرأة بالحناء النجس او صبغ الثوب بالصبغ النجس، ثم غسل ثلاث مرات، طهر الجلد والثوب واليد. [منية المصلّى ص ۱۷۲ وردّ المحتار ۱/۵۹۰]

② اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تین مرتبہ اس قدر دھولیا کہ پانی صاف گرنے لگے تو ہاتھ پاؤں پاک ہوجائیں گے۔ (تصحیح الاغلاط)

③ لو اكتحل بكحل نجس لا يجب عليه غسله. [رد المحتار ۱/۵۹۲ مطلب فی حكم الوشم]

④ یعنی اُس جگہ کا دھونا نماز کے لیے ضروری ہے جو آنکھ کے باہر ہے۔

⑤ وان اصاب الدهن النجس الجلد وتشرب او أدخل يده فی السمن النجس... ثم غسل ثلاث مرات طهر الجلد والثوب واليد، وان بقى اثر الدهن واثر الصبغ فهو عفو. [منية المصلّى بحذف ص ۱۷۲]

⑥ وسؤر الكلب والخنزير وسباع البهائم نجس. [الهندية ۱/۲٤]

⑦ الكلب اذا اخذ عضو انسان او ثوبه لا يتنجس ما لم يظهر فيه اثر البلل. [منية المصلّى ص۱۹۳]

⑧ فی ردّ المحتار [۱/۵۸۳] استنجى بالماء وخرج منه ريح، لا ينجس عند عامة المشايخ وهو الأصح، وكذا اذا كان سراويله مبتلا.

مسئلہ ۴۳: ① نجس پانی میں جو کپڑا بھیگ گیا تھا اس کے ساتھ پاک کپڑے کو لپیٹ کر رکھ دیا اور اس کی تری اس پاک کپڑے میں آگئی، لیکن نہ تو اس میں نجاست کا کچھ رنگ آیا نہ بدبو آئی۔ تو اگر یہ پاک کپڑا اتنا بھیگ گیا ہو کہ نچوڑنے سے ایک آدھ قطرہ ٹپک پڑے یا نچوڑتے وقت ہاتھ بھیگ جائے تو وہ پاک کپڑا بھی نجس ہو جاوے گا، اور اگر اتنا نہ بھیگا ہو تو پاک رہے گا۔ اور اگر پیشاب وغیرہ خاص نجاست کے بھیگے ہوئے کپڑے کے ساتھ لپیٹ دیا تو جب پاک کپڑے میں ذرا بھی اس کی نمی اور دھبہ آگیا تو نجس ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۴۴: ② اگر لکڑی کا تختہ ایک طرف سے نجس ہے اور دوسری طرف سے پاک ہے، تو اگر اتنا موٹا ہے کہ بیچ سے چر سکتا ہے تو اس کو پلٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست ہے، اگر اتنا موٹا نہ ہو تو درست نہیں۔

مسئلہ ۴۵: ③ دو تہہ کا کوئی کپڑا ہے اور ایک تہہ نجس ہے دوسری پاک ہے، تو اگر دونوں تہیں سلی ہوئی نہ ہوں تو پاک تہہ کی طرف نماز پڑھنا درست ہے اور اگر سلی ہوئی ہوں تو پاک تہہ پر بھی نماز پڑھنا درست نہیں۔

باب دوم

استنجے کا بیان

مسئلہ ۱: ④ جب سو کر اٹھے تو جب تک گٹے تک ہاتھ نہ دھولے تب تک ہاتھ پانی میں نہ ڈالے، چاہے ہاتھ

---

① فی المنية مع الحلبی [ص ۱۷٤] اذا لف الثوب المبلول النجس فی ثوب طاهر يابس، فظهرت نداوته ولكن لا يصير رطبا بحيث لو عصر لا يسيل ولا يتقاطر، والاصح انه لا يصير نجسا. وفی الحلبی [ص ۱۷۲] يجب ان يعلم ان وضع المسئلة انما هو فی الثوب المبلول بالماء، بخلاف المبلول بعين النجاسة كالبول ونحوه؛ لأن النداوة حينئذ عين النجاسة.

② اذا حلت النجاسة بخشبة فقلبها وصلى على الوجه الطاهر، فانه ان كان غلظ الخشبة بحيث تقبل القطع، اى يمكن ان ينشر تصفين فيما بين الوجه الذی فيه النجاسة، والوجه الآخر تجوز الصلوٰة عليها حينئذ والا فلا. [غنية المستملی ص ۲۰۲]

③ فی المنية [ص ۱۹۹] لو صلى على ثوب مبطن وفی باطنه قذر، ان كان مخيطا لا تجوز صلوته، وان لم يكن مخيطا جاز صلوته.

④ فی الدّر المختار [۱/۲٤۳] والبداءة بغسل اليدين الطاهرتين قبل الاستنجاء وبعده...... ثم ان لم يمكن رفع الاناء ادخل اصابع يسراه مضمومة وصب على اليمنى لأجل التيامن،...... ولو لم يمكنه الاغتراف بشیء ويداه نجستان امر غيره بالاغتراف والصب، فان لم يجد ادخل منديلا، فيغسل بما تقاطر منه. فان لم يجد رفع الماء بفيه، فان لم يقدر تيمم وصلى ولا اعادة عليه. =

پاک ہو اور چاہے ناپاک ہو۔ اگر پانی چھوٹے برتن میں رکھا ہو جیسے لوٹا، آبخورہ تو اس کو بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دائیں ہاتھ پر ڈالے اور تین دفعہ دھوئے، پھر برتن داہنے ہاتھ میں لے کر بایاں ہاتھ تین دفعہ دھوئے۔ اور اگر چھوٹے برتن میں پانی نہ ہو، بڑے مٹکے وغیرہ میں ہو تو کسی آبخورہ وغیرہ سے نکال لے، لیکن انگلیاں پانی میں نہ ڈوبنے پاویں۔ اور اگر آبخورہ[1] وغیرہ کچھ نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے چلّو بنا کر پانی نکالے، اور جہاں تک ہو سکے پانی میں انگلیاں کم ڈالے، اور پانی نکال کے پہلے داہنا ہاتھ دھوئے، جب وہ ہاتھ دھل جاوے تو داہنا ہاتھ جتنا چاہے ڈال دے اور پانی نکال کے بایاں ہاتھ دھوئے۔ اور یہ ترکیب ہاتھ دھونے کی اس وقت ہے کہ ہاتھ ناپاک نہ ہوں، اور اگر ناپاک ہوں تو ہرگز مٹکے میں نہ ڈالے بلکہ کسی اور ترکیب سے پانی نکالے کہ نجس نہ ہونے پاوے مثلاً پاک رومال ڈال کے نکالے اور جو پانی کی دھار رومال سے بہے اس سے ہاتھ پاک کر لے یا اور جس طرح ممکن ہو پاک کر لے۔

مسئلہ ۲:[2] جو نجاست آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلے، اس سے استنجا کرنا سنت ہے۔

مسئلہ ۳:[3] اگر نجاست بالکل اِدھر اُدھر نہ لگے اور اس لیے پانی سے استنجا نہ کرے بلکہ پاک پتھر یا ڈھیلے سے استنجا کر لے اور اتنا پونچھ ڈالے کہ نجاست جاتی رہے اور بدن صاف ہو جائے تو بھی جائز ہے، لیکن یہ بات صفائی مزاج کے خلاف ہے، البتہ اگر پانی نہ ہو یا کم ہو تو مجبوری ہے۔

مسئلہ ۴:[4] ڈھیلے سے استنجا کرنے کا کوئی خاص طریقہ[5] نہیں ہے۔ بس اتنا خیال رکھے کہ نجاست اِدھر اُدھر

= قال فی البحر: وفی مسئلة رفع الماء بفیه اختلاف، والصحیح انه یصیر مستعملاً وهو یزیل الخبث، ای فیزیل ما علی یدیه من الخبث، ثم یغسلهما للوضوء. [ردّ المحتار ۱/۲٤۷]

① یعنی کوزہ۔ ② وهو (ای الاستنجاء) سنة مؤکدة مطلقا. [الدّر المختار ۱/۵۹۹]

③ الاستنجاء بالماء افضل ان امکنه ذلك من غیر کشف العورة. [الهندیة ۱/٤۸]

④ لیس فی الاستنجاء عدد مسنون، وانما الشرط هو الانقاء حتی لو حصل بحجر واحد یصیر مقیما للسنة، ولو لم یحصل بثلثة احجار لا یصیر مقیما للسنة. [الهندیة ۱/٤۸]

⑤ حق اور مختار مذہب یہی ہے کہ استنجے کے لیے کوئی کیفیت مخصوص نہیں اور نہ کوئی عدد مسنون ہے بلکہ مقصود انقاء (صفائی) ہے، وہ جس طریق سے حاصل ہو جاوے کافی ہے، رہا بعض فقہاء کا کیفیات بتلانا سو ان کا مقصود یہ نہیں ہے کہ یہ کیفیات ہیں بلکہ انہوں نے اپنے ذہن میں =

پھیلنے نہ پاوے، بدن خوب صاف ہو جائے۔

مسئلہ ۵:[①] ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے، لیکن اگر نجاست ہتھیلی کے گہراؤ یعنی روپے سے زیادہ پھیل جاوے تو ایسے وقت پانی سے دھونا واجب ہے، بے دھوئے نماز نہ ہوگی۔ اور اگر نجاست پھیلی نہ ہو تو فقط ڈھیلے سے پاک کر کے بھی نماز درست ہے، لیکن سنت کے خلاف ہے۔

مسئلہ ۶:[②] پانی سے استنجا کرے تو پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھو لیوے، پھر تنہائی کی جگہ جا کر بدن ڈھیلا کر کے بیٹھے اور اتنا دھوئے کہ دل کہنے لگے کہ اب بدن پاک ہو گیا۔ البتہ اگر کوئی شکی مزاج ہو کہ پانی بہت پھینکتی ہے، پھر بھی دل اچھی طرح صاف نہیں ہوتا، تو اس کو یہ حکم ہے کہ تین دفعہ یا سات دفعہ دھو لیوے، پس اس سے زیادہ نہ دھوئے۔

مسئلہ ۷:[③] اگر کہیں تنہائی کا موقع نہ ملے تو پانی سے استنجا کرنے کے واسطے کسی کے سامنے اپنے بدن کو کھولنا درست نہیں، نہ مرد کے سامنے نہ کسی عورت کے سامنے، ایسے وقت پانی سے استنجا نہ کرے اور بے استنجا کیے نماز پڑھ لے، کیونکہ بدن کا کھولنا بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ۸:[④] ہڈی اور نجاست جیسے گوبر لید وغیرہ اور کوئلہ اور کنکر اور شیشہ اور پکی اینٹ اور کھانے کی چیز اور کاغذ سے اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا برا اور منع ہے نہ کرنا چاہیے، لیکن اگر کوئی کر لے تو بدن پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۹:[⑤] کھڑے کھڑے پیشاب کرنا منع ہے۔

= جس کیفیت کو معین فی الانقاء سمجھا اس کو بتلا دیا۔ (تصحیح الاغلاط)

① ویجب غسله ان جاوز المخرج نجس فيما وراء موضع الاستنجاء. [الدّر المختار ١/٦٠٤]

② (والغسل) بالماء الى ان يقع فى قلبه انه طهر ما لم يكن موسوسا فيقدر بثلاث، وقيل: بسبع بعده اى الحجر. (سنة) [الدّر المختار وردّ المحتار ١/٦٠٢]

③ وان احتاج الى كشف العورة يستنجي بالحجر، ولا يستنجي بالماء. [الهندية ١/٤٨]

④ وكره تحريما بعظم وطعام وروث وآجرّ وخزف وكخرقة ديباج ويمين وفحم وعلف حيوان، فلو فعل اجزأه. [الدّر المختار ١/٦٠٥] ولا يستنجي بكاغذ وان كانت بيضاء، ويكره الاستنجاء بالآجر والفحم وشيء له قيمة كخرقة الديباج. [الهندية ١/٥٠]

⑤ (يكره) ان يبول قائما. [الدّر المختار ١/٦١٣]

مسئلہ۱۰: [1] پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پیٹھ کرنا منع ہے۔

مسئلہ۱۱: [2] چھوٹے بچہ کو قبلہ کی طرف بٹھلا کر ہگانا مُتانا بھی مکروہ اور منع ہے۔

مسئلہ۱۲: [3] استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا درست ہے اور وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا بھی درست ہے لیکن نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ۱۳: [4] جب پاخانہ پیشاب کو جاوے تو پاخانہ کے دروازہ سے باہر **بسم اللّٰہ** کہے اور یہ دعا پڑھے: **اَللّٰھُمَّ** [5] **اِنِیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ** اور ننگے سر نہ جاوے اور اگر کسی انگوٹھی وغیرہ پر اللہ رسول کا نام ہو تو اس کو اتار ڈالے اور پہلے بایاں پیر رکھے اور اندر خدا کا نام نہ لیوے، اگر چھینک آوے تو فقط دل ہی دل میں الحمد للہ کہے، زبان سے کچھ نہ کہے، نہ وہاں کچھ بولے، نہ بات کرے، پھر جب نکلے تو داہنا پیر پہلے نکالے اور دروازہ سے نکل کر یہ دعا پڑھے: **غُفْرَانَكَ** [6] **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ** اور استنجے کے بعد بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کے یا مٹی سے مَل کر دھووے۔

باب سوم

نماز کا بیان

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کا بہت بڑا رتبہ ہے، کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز سے زیادہ پیاری

---

① کرہ تحریما استقبال القبلة واستدبارها لأجل بول او غائط. [الدّر المختار ۱/۶۰۸]

② وكذا يكره للمرأة امساك صغير لبول او غائط نحو القبلة. [الدّر المختار ۱/۶۱۰]

③ هذه المسئلة مستنبطة من القواعد الكلية.

④ اذا اراد ان يدخل الخلاء ينبغي ان يقوم قبل ان يغلبه الخارج ولا يصحبه شيء عليه اسم معظم، ولا حاسر الرأس ولا مع القلنسوة بلا شيء عليها، فاذا وصل الى الباب يبدأ بالتسمية قبل الدعاء، هو الصحيح، فيقول: "بسم الله اللّٰهم انى اعوذ بك من الخبث والخبائث" ثم يدخل باليسرى، فان عطس حمد الله بقلبه، ثم يخرج برجله اليمنى ويقول: "غفرانك الحمد لله الذى الخ"...... ثم يدلك يده على حائط او ارض طاهرة، ثم يغسلها ثلاثا. [ردّ المحتار بحذف ۱/۶۱۵]

⑤ اے اللہ! میں خبیثوں اور نجاستوں سے تیری پناہ مانگتی / مانگتا ہوں۔

⑥ میں تجھ سے بخشش مانگتی / مانگتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھ سے تکلیف والی چیز کو دور کیا اور مجھے آرام دیا۔

نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کردی ہیں، ان کے پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اور ان کے چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔

حدیث[1] شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی اچھی طرح سے وضو کیا کرے اور خوب دل لگا کر اچھی طرح نماز پڑھا کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ سب بخش دے گا اور جنّت دے گا۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے، سو جس نے نماز کو اچھی طرح پڑھا اس نے دین کو ٹھیک رکھا اور جس نے اس ستون کو گرادیا (یعنی نماز نہ پڑھی) اس نے دین برباد کردیا۔

اور حضرت نے فرمایا ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ ہوگی اور نمازیوں کے ہاتھ اور پاؤں اور منہ قیامت میں آفتاب کی طرح چمکتے ہوں گے اور بے نمازی اس دولت سے محروم رہیں گے۔

اور حضرت نے فرمایا ہے کہ نمازیوں کا حشر قیامت کے دن نبیوں اور شہیدوں اور ولیوں کے ساتھ ہوگا، اور بے نمازیوں[2] کا حشر فرعون اور ہامان اور قارون، ان بڑے بڑے کافروں کے ساتھ ہوگا۔ اس لیے نماز پڑھنا بہت ضروری ہے اور نہ پڑھنے سے دین اور دنیا دونوں کا بہت نقصان ہوتا ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ بے نمازی کا حشر کافروں کے ساتھ کیا گیا، بے نمازی کافروں کے برابر[3] سمجھا گیا۔ خدا کی پناہ! نماز نہ پڑھنا کتنی بری بات ہے۔ البتہ ان لوگوں پر نماز واجب نہیں: مجنون اور چھوٹی لڑکی اور لڑکا جو ابھی جوان نہ ہوئے ہوں، باقی سب مسلمانوں پر فرض ہے، لیکن اولاد جب سات[4] برس کی ہوجاوے تو ماں باپ کو حکم ہے کہ ان سے نماز پڑھوا ویں اور جب دس برس کی ہوجاوے تو مار کر پڑھواویں۔ اور نماز کا چھوڑنا کبھی کسی وقت درست نہیں

---

(۱) ما من امرئ مسلم تحضره صلوة مكتوبة، فيحسن وضوءها وخشوعها وركوعها، الا كانت كفارة لما قبلها من الذنوب ما لم يؤت كبيرة، وكذلك الدهر كله. [جمع الفوائد ۱/۵۳ باب فضل الوضوء والصلاة]

(۲) حشر سے مراد قیامت کے دن اٹھایا جانا ہے۔

(۳) برابری اس اعتبار سے ہے کہ دونوں کا حشر ساتھ ہوگا، ورنہ کافر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور مسلمان گناہ کا عذاب بھگت کر جنّت میں داخل ہوگا، اور ''فرعون'' ایک بڑے کافر بادشاہ کا نام ہے اور ''ہامان'' اس کا وزیر کافر تھا اور ''قارون'' بڑا بخیل کافر تھا، موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی۔

(۴) اور شریعت کے سب حکموں کی تعلیم اسی عمر سے کرنی چاہیے، ہاں روزہ اس وقت رکھایا جاوے جب بچہ میں رکھنے کی قوت ہوجاوے، اور اسی طرح جو اعمال اس کی قوت سے باہر ہوں ان کی تاکید نہ کرے۔

ہے، جس طرح ہو سکے نماز ضرور پڑھے، البتہ اگر نماز پڑھنا بھول گئی بالکل یاد ہی نہ رہا، جب وقت جاتا رہا تب یاد آیا کہ میں نے نماز نہیں پڑھی یا ایسی غافل سوگئی کہ آنکھ نہ کھلی اور نماز قضا ہوگئی تو ایسے وقت گناہ نہ ہوگا، لیکن جب یاد آوے اور آنکھ کھلے تو وضو کر کے فوراً قضا پڑھ لینا فرض ہے، البتہ اگر وہ وقتِ مکروہ ہو تو ذرا ٹھہر جاوے تاکہ مکروہ وقت نکل جاوے۔ اسی طرح جو نمازیں بے ہوشی کی وجہ سے نہیں پڑھیں اس میں بھی گناہ نہیں، لیکن ہوش آنے کے بعد فوراً قضا[1] پڑھنی پڑے گی۔

نوٹ: مسئلہ ا اور جوان ہونے کا بیان صفحہ ۲۸۵ پر درج کیا گیا۔

باب چہارم

نماز کے وقتوں کا بیان

مسئلہ:[2] پچھلی رات کو صبح ہوتے وقت پورب کی طرف یعنی جدھر سے سورج نکلتا ہے آسمان کے لمبان پر کچھ سپیدی دکھائی دیتی ہے، پھر تھوڑی دیر میں آسمان کے کنارے پر چوڑان میں سپیدی معلوم ہوتی ہے اور آناً فاناً بڑھتی جاتی ہے اور تھوڑی دیر میں بالکل اُجالا ہو جاتا ہے تو جب سے یہ چوڑی سپیدی دکھائی دے تب سے فجر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور آفتاب نکلنے تک باقی رہتا ہے، جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ نکل آتا ہے تو فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے، لیکن[3] اول ہی وقت بہت تڑکے نماز پڑھ لینا بہتر[4] ہے۔

---

① بے ہوشی کی بعض صورتوں میں نماز معاف ہو جاتی ہے، اس کا بیان نمازوں کے قضا پڑھنے کے باب میں آوے گا۔

② وقت الفجر من الصبح الصادق، وهو البياض المنتشر فی الافق الی طلوع الشمس، ولا عبرة بالكاذب، وهو البياض الذی يبدو طولا، ثم يعقبه الظلام، فبالكاذب لايدخل وقت الصلوٰة. [الهندية ١/٥١] وقت صلوة الفجر...... من اول طلوع الفجر الثانی، وهو البياض المنتشر المستطير، لا المستطيل الی قبيل طلوع ذكاء. [الدّر المختار ٢/١٥]

③ هذا الحكم للمرأة، وأما الرجل فقال فی الدر: والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر بالاسفار والختم به الّا لحاج بمزدلفة، فالتغليس أفضل كمرأة مطلقا، ای ولو فی غير مزدلفة لبناء حالهن علی الستر، وهو فی الظلام أتم. [الدّر مع الشامية ٢/٣٠]

④ یہ حکم عورتوں کا ہے اور مردوں کے لیے حکم یہ ہے کہ جب اُجالا ہو جاوے تب پڑھیں، بہت اندھیرے میں نہ پڑھیں۔

مسئلہ ۲:[1] دوپہر ڈھل جانے سے ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور دوپہر ڈھل جانے کی نشانی یہ ہے کہ لمبی چیزوں کا سایہ پچھّم سے شمال کی طرف سرکتا سرکتا بالکل شمال کی سیدھ میں آکر پورب کی طرف مڑنے لگے۔ پس سمجھو کہ دوپہر ڈھل گئی، اور پورب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے سے بائیں ہاتھ کی طرف کا نام شمال ہے۔ اور ایک پہچان اس سے بھی آسان ہے، وہ یہ کہ سورج نکل کر جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ہر چیز کا سایہ گھٹتا جاتا ہے۔ پس جب گھٹنا موقوف ہوجائے اس وقت ٹھیک دوپہر کا وقت ہے۔ پھر جب سایہ بڑھنا شروع ہوجاوے تو سمجھو کہ دن ڈھل گیا پس اسی وقت سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اور جتنا سایہ ٹھیک دوپہر کو ہوتا ہے اسکو چھوڑ کر جب تک ہر چیز کا سایہ دُونا نہ ہوجاوے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے، مثلاً ایک ہاتھ کی لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر کو چار انگل تھا، تو جب تک دو ہاتھ اور چار انگل نہ ہو تب تک ظہر کا وقت ہے اور جب دو ہاتھ اور چار انگل ہوگیا تو عصر کا وقت آگیا، اور عصر کا وقت سورج ڈوبنے تک باقی رہتا ہے، لیکن[2] جب سورج کا رنگ بدل جائے اور دھوپ زرد پڑ جائے اس وقت عصر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر کسی وجہ سے اتنی دیر ہوئی تو خیر پڑھ لیوے قضا نہ کرے، لیکن پھر کبھی اتنی دیر نہ کرے، اور اس عصر کے سوا اور کوئی نماز ایسے وقت پڑھنا درست نہیں ہے نہ قضا نہ نفل کچھ نہ پڑھے۔

مسئلہ ۳:[3] جب سورج ڈوب گیا تو مغرب کا وقت آگیا، پھر جب تک پچھّم کی طرف آسمان کے کنارے پر سرخی باقی رہے تب تک مغرب کا وقت رہتا ہے، لیکن[4] مغرب کی نماز میں اتنی دیر نہ کرے کہ تارے خوب چٹک[5]

---

① ووقت الظهر من زواله (ای الشمس) الی بلوغ الظل مثليه سوى في * الزوال، ووقت العصر منه الی الغروب. [الدّر المختار ۲/۱۹-۲۲] والزوال ظهور زيادة الظل لكل شخص فی جانب المشرق، وطريق معرفة زوال الشمس في * الزوال ان تغرز خشبة مستوية فی ارض مستوية، فما دام الظل فی الانتقاص فالشمس فی حد الارتفاع، واذا اخذ الظل فی الازدياد علم ان الشمس قد زالت، فاجعل على رأس الظل علامة، فمن موضع العلامة الی الخشبة يكون في الزوال، فاذا ازداد على ذلك وصارت الزيادة مثلی ظل اصل العود سوى في * الزوال، يخرج وقت الظهر عند ابی حنيفة، وهذا الطريق هو الصحيح. [الهندية ۱/۵۱]

② يستحب تأخير العصر فی كل زمان ما لم تتغير الشمس، (وتكره) عند احمرارها الی ان تغيب إلا عصر يومه. [الهندية ۱/۵۲]

③ ووقت المغرب منه (ای من الغروب) الی غروب الشفق وهو الحمرة. [الدّر المختار ۲/۲۲]

④ تأخير المغرب الی اشتباك النجوم ای كثرتها كره تحريما الا بعذر. [الدّر المختار ۲/۳۳]

⑤ یعنی ستارے آسمان پر کثرت سے چمک جاویں۔

جائیں کہ اتنی دیر کرنا مکروہ ہے، پھر جب [1] وہ سرخی جاتی رہے تو عشا کا وقت شروع ہوگیا اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے، لیکن آدھی رات کے بعد عشا کا وقت مکروہ [2] ہوجاتا ہے اور ثواب کم ملتا ہے، اس لیے اتنی دیر کرکے نماز نہ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ تہائی رات جانے سے پہلے ہی پہلے پڑھ لیوے۔

مسئلہ ۴: [3] گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز میں جلدی نہ کرے، گرمی کی تیزی کا وقت جاتا رہے تب پڑھنا مستحب ہے، اور جاڑوں میں اول وقت پڑھ لینا مستحب ہے۔

مسئلہ ۵: [4] اور عصر [5] کی نماز ذرا اتنی دیر کرکے پڑھنا بہتر ہے کہ وقت آنے کے بعد اگر کچھ نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے، کیونکہ عصر کے بعد تو نفلیں پڑھنا درست نہیں چاہے گرمی کا موسم ہو یا جاڑے کا دونوں کا ایک حکم ہے، لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ سورج میں زردی آجائے اور دھوپ کا رنگ بدل جاوے۔ اور مغرب کی نماز میں جلدی کرنا اور سورج ڈوبتے ہی پڑھ لینا مستحب ہے۔

مسئلہ ۶: [6] جو کوئی تہجد کی نماز پچھلی رات کو اٹھ کر پڑھا کرتی ہو، تو اگر پکا بھروسہ ہو کہ آنکھ ضرور کھلے گی تو اس کو وتر کی نماز تہجد کے بعد پڑھنا بہتر ہے، لیکن اگر آنکھ کھلنے کا اعتبار نہ ہو اور سو جانے کا ڈر ہو تو عشا کے بعد سونے سے پہلے ہی پڑھ لینا چاہیے۔

مسئلہ ۷: [7] بدلی کے دن فجر اور ظہر اور مغرب کی نماز ذرا دیر کرکے پڑھنا بہتر ہے اور عصر [8] کی نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

---

① ووقت العشاء والوتر منه (اى من غروب الشفق) الى الصبح. [الدّر المختار ۲/۲۳]

② وتأخير العشاء الى ما قبل ثلث الليل مستحب، والى ما بعده الى نصف الليل مباح، والى ما بعده الى طلوع الفجر مكروه اذا كان بغير عذر. [منية المصلّى ص ۲۳٤ و الدّر المختار ۲/۳۲] ③ يستحب تأخير الظهر فى الصيف، وتعجيله فى الشتاء. [الهندية ۱/۵۲]

④ و(المستحب) تأخير عصر صيفا وشتاء توسعة للنوافل ما لم يتغير ذكاء... وتعجيل مغرب مطلقاً اى شتاء وصيفاً. [الدّر المختار ۲/۳۲ـ ۳۵] ⑤ عصر کی نماز میں اس قدر دیر کرنا ہر شخص کے لیے مستحب ہے، خواہ وہ عصر سے پہلے نفلیں پڑھے یا نہ پڑھے۔

⑥ و(المستحب) تاخير الوتر الى آخر الليل لواثق بالانتباه، والا فقبل النوم. [الدّر المختار ۲/۳٤]

⑦ واذا كان اليوم يوم غيم، فالمستحب فى الفجر والظهر والمغرب تاخيرها يعنى عدم التعجيل، وفى العصر والعشاء تعجيلها. [منية المصلّى ص ۲۳۵ والدّر المختار ۲/۳۵]

⑧ عصر کی طرح عشا میں بھی جلدی کرنا مستحب ہے، مگر یہ جلدی کرنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ صحیح اوقات معلوم ہونا مشکل ہوں، لیکن=

مسئلہ ۸:[1] سورج نکلتے وقت اور ٹھیک دوپہر کو اور سورج ڈوبتے وقت کوئی نماز صحیح نہیں ہے، البتہ عصر کی نماز اگر ابھی نہ پڑھی ہو تو وہ سورج ڈوبتے وقت بھی پڑھ لے، اور ان تینوں وقت سجدۂ تلاوت بھی مکروہ اور منع ہے۔

مسئلہ ۹:[2] فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد جب تک سورج نکل کر اونچا نہ[3] ہو جائے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ سورج نکلنے سے پہلے قضا نماز پڑھنا درست ہے اور سجدۂ تلاوت بھی درست ہے اور جب سورج نکل آیا تو جب تک[4] ذرا روشنی نہ آجائے قضا نماز بھی درست نہیں، ایسے ہی عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد نفل نماز پڑھنا جائز نہیں البتہ قضا اور سجدہ کی آیت کا سجدہ درست ہے، لیکن جب دھوپ پھیکی پڑ جائے تو یہ بھی درست نہیں۔

مسئلہ ۱۰:[5] فجر کے وقت سورج نکل آنے کے ڈر سے جلدی کے مارے فقط فرض پڑھ لیے تو اب جب تک سورج اونچا اور روشن نہ ہو جائے تب تک سنت نہ پڑھے، جب ذرا روشنی آجائے تب سنت وغیرہ جو نماز چاہے پڑھے۔

مسئلہ ۱۱:[6] جب صبح ہو جائے اور فجر کا وقت آجائے تو دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض کے سوا اور کوئی نفل نماز پڑھنا درست نہیں یعنی مکروہ ہے، البتہ قضا نمازیں پڑھنا اور سجدہ کی آیت پر سجدہ کرنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۲:[7] اگر فجر کی نماز پڑھنے میں سورج نکل آیا تو نماز نہیں ہوئی سورج میں روشنی آجانے کے بعد قضا

= اگر گھڑی کے ذریعہ سے ٹھیک اوقات معلوم ہو سکتے ہوں تو پھر ہر نماز کو اس کے معمولی وقت پر پڑھنا چاہیے۔ (تصحیح الاغلاط)

① و کرہ صلوۃ ولو علی جنازہ و سجدۃ تلاوۃ و سھو مع شروق واستواء وغروب، الا عصر یومہ. [الدّر المختار ۲/۳۷-۴۰]

② لا تجوز الصلوۃ عند طلوع الشمس ولا عند قیامھا فی الظھیرۃ ولا عند غروبھا، ولا صلوۃ جنازۃ ولا سجدۃ تلاوۃ الا عصر یومہ عند الغروب، ویکرہ ان یتنفل بعد الفجر حتی تطلع الشمس، وبعد العصر حتی تغرب. [الھدایۃ ۱/۱۵۳]

③ اونچائی کی حد ایک نیزہ ہے اور یہ وہ وقت ہے جب کہ سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ (تصحیح الاغلاط)

④ اس کی بھی علامت وہی ہے کہ سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ (شبیر علی)

⑤ و کرہ نفل و کل ما کان واجبا لغیرہ کمنذور و رکعتی طواف والذی شرع فیہ فی وقت مستحب ولو سنۃ الفجر بعد صلوۃ فجر و عصر. [الدّر المختار ۲/۴۵]

⑥ و کذا الحکم من کراھۃ نفل وواجب لغیرہ، لا فرض و واجب لعینہ بعد طلوع فجر سوی سنتہ. [الدّر المختار ۲/۴۵]

⑦ ولو طلعت الشمس فی خلال الفجر تفسد صلوۃ الفجر، ولو غربت الشمس فی خلال العصر لا تفسد. [منیۃ المصلّی ص۲۴۶ و الدّر المختار ۲/۴۵]

پڑھے۔ اور اگر عصر کی نماز پڑھنے میں سورج ڈوب گیا تو نماز ہوگئی، قضا نہ پڑھے۔

مسئلہ ۱۳:[۱] عشا کی نماز پڑھنے سے پہلے سو رہنا مکروہ ہے نماز پڑھ کے سونا چاہیے، لیکن کوئی مرض سے یا سفر سے بہت تھکا ماندہ ہو اور کسی سے کہہ دے کہ مجھ کو نماز کے وقت جگا دینا اور وہ دوسرا وعدہ کر لے تو سو رہنا درست ہے۔

باب پنجم ۵

نماز کی شرطوں کا بیان

مسئلہ:[۲] نماز شروع کرنے سے پہلے کئی چیزیں واجب ہیں: اگر وضو نہ ہو تو وضو کرے۔ نہانے کی ضرورت ہو تو غسل کرے۔ بدن پر یا کپڑے پر کوئی نجاست لگی ہو تو اس کو پاک کرے۔ جس جگہ نماز پڑھنی ہو وہ بھی پاک ہونی چاہیے۔ فقط منہ اور دونوں ہتھیلی[۳] اور دونوں پیر کے سوا سر سے پیر تک سارا بدن خوب ڈھانک[۴] لیوے۔ قبلہ کی طرف منہ کرے۔ جس نماز کو پڑھنا چاہتی ہے اس کی نیت یعنی دل سے ارادہ کرے۔ وقت[۵] آنے کے بعد نماز پڑھے۔ یہ سب چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں، اگر اس میں سے ایک چیز بھی چھوٹ جاوے گی تو نماز نہ ہوگی۔

---

① (ویکرہ النوم قبلھا) قال الطحاوی: انما کرہ النوم قبلھا لمن خشی علیہ فوت وقتھا او فوت الجماعۃ فیھا، واما من وکل نفسہ الی من یوقظہ، فیباح لہ النوم. [ردّ المحتار ۳۳/۲]

② یجب علی المصلی ان یقدم الطھارۃ من الأحداث والأنجاس ویستر عورتہ، وعورۃ الرجل ما تحت السرۃ الی الرکبۃ، وبدن الحرۃ کلھا عورۃ إلا وجھھا وکفیھا، ویستقبل القبلۃ، وینوی الصلوۃ التی یدخل فیھا بنیۃ لا یفصل بینھا وبین التحریمۃ بعمل. [الھدایۃ ۱۷۱/۱]

③ ہتھیلی سے باطنِ کف اور ظہرِ کف دونوں مراد ہیں، نہ کہ صرف باطنِ کف۔ (تصحیح الاغلاط)

④ یہ صرف عورتوں کا حکم ہے اور مردوں کو فقط ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے تک ڈھانکنا فرض ہے، اس کے سوا اور بدن کھلا ہو تو نماز ہو جاوے گی، لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

⑤ والشرط الخامس فھو الوقت. [منیۃ المصلّی ص ۲۲۵]

مسئلہ ۲: [1] باریک تن زیب یا نَک یا جالی وغیرہ کا بہت باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا درست [2] نہیں۔

مسئلہ ۳: [3] اگر نماز پڑھتے [4] وقت چوتھائی پنڈلی یا چوتھائی ران، یا چوتھائی ہاتھ کھل جاوے اور اتنی دیر کھلی رہے جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ سکے تو نماز جاتی رہی پھر سے پڑھے، اور اگر اتنی دیر نہیں لگی بلکہ کھلتے ہی ڈھک لیا تو نماز ہوگئی۔ اسی طرح جتنے بدن کا ڈھانکنا واجب ہے اس میں سے جب چوتھائی عضو کھل جاوے گا تو نماز نہ ہوگی، جیسے ایک کان کا چوتھائی یا چوتھائی سر یا چوتھائی بال، چوتھائی پیٹ یا چوتھائی پیٹھ، چوتھائی گردن، چوتھائی سینہ، چوتھائی چھاتی وغیرہ کھل جانے سے نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ ۴: [5] جو لڑکی ابھی جوان نہیں ہوئی، اگر اس کی اوڑھنی سرک گئی اور اس کا سر کھل گیا تو اس کی نماز ہوگئی۔

مسئلہ ۵: [6] اگر کپڑے یا بدن پر کچھ نجاست لگی ہے، لیکن پانی کہیں [7] نہیں ملتا تو اسی طرح نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لیوے۔

مسئلہ ۶: [8] اور اگر سارا کپڑا نجس ہو یا پورا کپڑا تو نجس نہیں لیکن بہت ہی کم پاک ہے، یعنی ایک چوتھائی سے کم

---

[1] اذا كان الثوب رقيقاً بحيث يصف ما تحته لا يحصل به ستر العورة. [منية المصلّى ٢١٤ و الدّر المختار ١٠٣/٢]

[2] یہ اس وقت ہے جب کہ اس میں بدن دکھلائی دے، اور اگر جتنے بدن کا ڈھکنا ضروری ہے اس کو اور کپڑے سے ڈھک لیا گیا اور باریک دوپٹہ بھی اوڑھ لیا تو نماز ہوجاوے گی۔ (تصحیح الاغلاط)

[3] ويمنع صحة الصلوة حتى انعقادها (ردّ المحتار) كشف ربع عضو قدر اداء ركن بلا صنعة من عورة غليظة او خفيفة. [الدّر المختار وردّ المحتار ١٠٠/٢]

[4] مطلب یہ ہے کہ اگر نماز پڑھنے کی حالت میں کھل جاوے تو اس وقت نماز ٹوٹ جاوے گی، بشرطیکہ اتنی دیر کھلا رہے کہ جس میں تین بار سبحان اللہ کہی جا سکے، اور اگر شروع کرتے وقت اتنا عضو کھلا ہوا تھا تو نماز شروع ہی نہ ہوگی، اس کو ڈھک کر پھر شروع کرنا چاہیے۔ (تصحیح الاغلاط)

[5] وجواز صلوة الصغيرة بغير قناع استحسان؛ لأنه لا خطاب مع الصبا، والاحسن ان تصلي بقناع؛ لأنها انما تؤمر بالصلوة لتعوّد، فتؤمر على وجه يجوز اداؤها بعد البلوغ. [ردّ المحتار ١٠٨/٢]

[6] واذا لم يجد المكلف المسافر ما يزيل به نجاسته او يقلّلها لبعده ميلا او للعطش، صلى معها او عاريا، ولا اعادة عليه. [الدّر المختار ١١٠/٢]

[7] اگر ایک میل شرعی کے اندر پانی نہ ملے تو مجبوری کو بغیر دھوئے نجاست سے نماز پڑھ لے۔

[8] ولو وجد ما كلّه نجس فانه لا يستر به فيها او اقل من ربعه طاهر ندب صلوته فيه، ولو كان ربعه طاهرا صلى فيه حتما. [الدّر المختار ١٠٧/٢]

پاک ہے اور باقی سب کا سب نجس ہے تو ایسے وقت یہ بھی درست ہے کہ اس کپڑے کو پہنے پہنے نماز پڑھے اور یہ بھی درست ہے کہ کپڑا اتار ڈالے اور ننگی ہو کر نماز پڑھے، لیکن ننگی ہو کر نماز پڑھنے سے اسی نجس کپڑے کو پہن کر پڑھنا بہتر ہے۔ اور اگر چوتھائی کپڑا یا چوتھائی سے زیادہ پاک ہو تو ننگی ہو کر نماز پڑھنا درست نہیں اسی نجس کپڑے کو پہن کر پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ ۷:[۱] اگر کسی کے پاس بالکل کپڑا نہ ہو تو ننگی نماز پڑھے، لیکن ایسی جگہ پڑھے کہ کوئی دیکھ نہ سکے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر پڑھے، اور رکوع سجدہ کو اشارہ سے ادا کرے، اور اگر کھڑے کھڑے پڑھے اور رکوع سجدہ ادا کرے تو بھی درست ہے نماز ہو جائے گی، لیکن بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۸:[۲] مسافرت میں کسی کے پاس تھوڑا سا پانی ہے کہ اگر نجاست دھوتا ہے تو وضو کے لیے نہیں بچتا اور اگر وضو کرے تو نجاست پاک کرنے کے لیے پانی نہ بچے گا تو اس پانی سے نجاست دھو ڈالے، پھر وضو کے لیے تیمّم کر لے۔

مسئلہ ۹:[۳] ظہر کی نماز پڑھی، لیکن جب پڑھ چکی تو معلوم ہوا کہ جس وقت نماز پڑھی تھی اس وقت ظہر کا وقت نہیں رہا تھا بلکہ عصر کا وقت آ گیا تھا تو اب پھر قضا پڑھنا واجب نہیں ہے، بلکہ وہی نماز جو پڑھی ہے قضا میں آ جاوے گی اور ایسا سمجھیں گے کہ گویا قضا پڑھی تھی۔

مسئلہ ۱۰:[۴] اور اگر وقت[۵] آ جانے سے پہلے ہی نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوئی۔

---

① ومن لم يجد ثوبا صلّى عريانا قاعداً يؤمي بالركوع والسجود، فان صلى قائما أجزأه الا ان الأول أفضل. [الهداية ۱/۱۷۶]

② مسافر محدث نجس الثوب معه ماء يكفي لاحدهما يغسل به النجاسة ويتيمم للحدث، ولو تيمم اولا ثم غسل النجاسة يعيد التيمم. [الهندية ۱/۲۹ وغنية المستملي ۹٤]

③ ان كان الرجل شاكًا في بقاء وقت الظهر، فنوى ظهر الوقت، فاذا الوقت قد خرج، يجوز الظهر بناء على ان القضاء بنية الأداء والأداء بنية القضاء يجوز. [منية المصلّي ص ۲۵۳]

④ ومن الشروط: الوقت للفرائض الخمس فلا يجوز تقديمها ولا تاخيرها عنها. [مراقي الفلاح ص ۲۱٤ و الدّر المختار ۲/۹]

⑤ یعنی وقت آنے سے پہلے نماز بالکل نہیں ہوتی، خواہ جان بوجھ کر پڑھے یا غلطی سے، دونوں صورتوں میں نماز نہ ہوگی۔ (تصحیح الاغلاط)

مسئلہ ۱۱: زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ دل میں جب اتنا سوچ لیوے کہ میں آج کی ظہر کی فرض نماز پڑھتی ہوں، اور اگر سنت پڑھتی ہو تو یہ سوچ لے کہ ظہر کی سنت پڑھتی ہوں۔ بس اتنا خیال کر کے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کے ہاتھ باندھ لیوے تو نماز ہو جائیگی۔ جو لمبی چوڑی نیت لوگوں میں مشہور ہے، اسکا کہنا کچھ ضروری نہیں ہے۔[1][2]

مسئلہ ۱۲: اگر زبان[3] سے نیت کہنا چاہے تو اتنا کہہ لینا کافی ہے: نیت کرتی ہوں میں آج کے ظہر کے فرض کی، اَللّٰہ اَکْبَر. یا نیت کرتی ہوں ظہر کی سنتوں کی، اللّٰہ اکبر. اور چار رکعت نماز وقتِ ظہر، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے، یہ سب کہنا ضروری نہیں چاہے کہے چاہے نہ کہے۔

مسئلہ ۱۳: اگر دل میں تو یہی خیال ہے کہ میں ظہر کی نماز پڑھتی ہوں، لیکن ظہر کی جگہ زبان سے عصر کا وقت نکل گیا تو بھی نماز ہو جاوے گی۔[5]

مسئلہ ۱۴: اگر بھولے سے چار رکعت کی جگہ چھ رکعت یا تین زبان سے نکل جاوے تو بھی نماز ہو جاوے گی۔[6]

مسئلہ ۱۵: اگر کئی نمازیں قضا ہو گئیں اور قضا پڑھنے کا ارداہ کیا تو وقت مقرر کر کے نیت کرے، یعنی یوں نیت کرے کہ میں فجر کے فرض پڑھتی ہوں۔ اگر ظہر کی قضا پڑھنا ہو تو یوں نیت کرے کہ ظہر کے فرض کی قضا پڑھتی ہوں۔ اسی طرح جس وقت کی قضا پڑھنا ہو خاص اسی کی نیت کرنا چاہیے، اگر فقط اتنی نیت کر لی کہ میں قضا نماز پڑھتی ہوں اور خاص اس وقت کی نیت نہیں کی تو قضا صحیح نہ ہوگی، پھر سے پڑھنی پڑے گی۔[7]

---

① والمعتبر فیھا (ای النیة) عمل القلب اللازم للارادة، وھو ان یعلم بداھةً: ای الصلوة یصلی. [الدّر المختار ۲/۱۱۲]

② اس مسئلہ پر شبہ اور اس کا جواب امداد الفتاوی مبوب جلد اول ۱۲۵ میں درج ہے جس سے عبارت بہشتی زیور کی تائید ہوتی ہے۔

③ وفی المحیط: اللھم إنّی ارید ان اصلی صلاة کذا، فیسرھا لی وتقبلھا منی. [الدّر المختار ۲/۱۱۴] ولا بد من التعیین عند النیة لفرض أنه ظھر او عصر قرنه بالیوم او الوقت او لا، وھو الاصح ولو الفرض قضاء، وواجب دون تعیین عدد رکعاته، فلا یضر الخطأ فی عددھا. [الدّر المختار بحذف ۲/۱۱۷]

④ یعنی لوگ نماز میں بڑی لمبی چوڑی نیت کرتے ہیں، یہاں تک کہ امام قراءت پڑھنے لگتا ہے اور ان کی نیت ختم نہیں ہوتی، ایسا کرنا برا ہے۔

⑤، ⑥ فلو قصد الظھر وتلفظ بالعصر سھواً أجزأه. [ردّ المحتار ۲/۱۱۲]

⑦ حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۲ باب ہذا دیکھو۔

مسئلہ ۱۶: اگر[1] کئی دن کی نمازیں[2] قضا ہوگئیں تو دن تاریخ بھی مقرر کر کے نیت کرنا چاہیے، جیسے کسی کی سنیچر، اتوار، پیر، اور منگل چار دن کی نمازیں جاتی رہیں تو اب فقط اتنی نیت کرنا کہ میں فجر کی نماز پڑھتی ہوں درست نہیں بلکہ یوں نیت کرے کہ سنیچر کی فجر کی قضا پڑھتی ہوں، پھر ظہر پڑھتے وقت کہے: سنیچر کی ظہر کی قضا پڑھتی ہوں، اسی طرح کہتی جاوے۔ پھر جب سنیچر کی سب نمازیں قضا کر چکے تو کہے کہ اتوار کی فجر کی قضا پڑھتی ہوں، اس طرح سب نمازیں قضا پڑھے، اگر کئی مہینے یا کئی سال کی نمازیں قضا ہوں تو مہینے اور سال کا نام بھی لیوے اور کہے کہ فلانے سال کے فلانے مہینے کی فلاں تاریخ کی فجر کی قضا پڑھتی ہوں۔ بے اس طرح نیت کیے قضا صحیح نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۱۷: اگر[3] کسی کو دن، تاریخ، مہینہ، سال کچھ یاد نہ ہو تو یوں نیت کرے کہ فجر کی نمازیں جتنی میرے ذمے قضا ہیں ان میں جو سب سے اول ہے اس کی قضا پڑھتی ہوں یا ظہر کی نمازیں جتنی میرے ذمے قضا ہیں ان میں سے جو سب سے اول ہے اس کی قضا پڑھتی ہوں، اسی طرح نیت کر کے برابر قضا پڑھتی رہے۔ جب دل گواہی دے کہ اب سب نمازیں جتنی جاتی رہی تھیں سب کی قضا پڑھ چکی ہوں تو قضا پڑھنا چھوڑ دے۔

مسئلہ ۱۸: سنت[4] اور نفل اور تراویح کی نماز میں فقط اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ میں نماز پڑھتی ہوں۔ سنت ہونے اور نفل ہونے کی کچھ نیت نہیں کی تو بھی درست ہے، مگر سنت تراویح کی نیت کر لینا زیادہ احتیاط کی بات ہے۔

---

① اصل مسئلہ تو یہی ہے، لیکن اگر کسی نے بلاتعیین تاریخ و دن قضا نمازیں پڑھ لیں تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر اعادہ آسان ہو تو دہرالے، اور اگر دشوار ہے تو وہی نمازیں کافی ہوں گی۔ اس مسئلہ کے متعلق سوال و جواب امداد الفتاویٰ مبوب جلد اول ۳۱۳ میں درج ہے، جس سے بہشتی زیور کی عبارت کی تائید ہوتی ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

② يعين الصلوة ويومها عند وجود المزاحم، اما عند عدمه فلا. [ردّ المحتار ۲/۱۱۹] وفي الدر المختار: كثرت الفوائت نوى اول ظهر عليه او آخره. وقال العلامة الشامي: وقيل: لا يلزمه التعيين أيضا كما في صوم ايام من رمضان واحد، ومشى عليه المصنف في مسائل شتى آخر الكتاب تبعا للكنز، وصححه القهستاني عن المنية، لكن استشكله في الأشباه وقال: انه مخالف لما ذكره اصحابنا كقاضي خان وغيره، والأصح الاشتراط، قلت: وكذا صححه في الملتقى هناك، وهو الاحوط، وبه جزم في الفتح كما قدمناه في بحث النية، وجزم به هنا صاحب الدرر أيضاً. [۲/۶۵۰]

③ والأسهل فيما اذا وجد المزاحم نية اول ظهر عليه او آخر ظهر. [الدّر المختار ۲/۱۱۶]

④ وفي الدر: وكفى مطلق نية الصلوة لنفل وسنة راتبة وتراويح. [۱/۱۱۶] والاحتياط في نية التراويح ان ينوى التراويح نفسها او ينوى قيام الليل او ينوى سنة الوقت او قيام رمضان. [غنية المستملي ۲۴۸]

باب ششم

قبلہ کی طرف منہ کرنے کا بیان

مسئلہ (۱): اگر کسی ایسی جگہ ہے کہ قبلہ معلوم نہیں ہوتا کدھر ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے، جدھر دل گواہی دے اس طرف پڑھ لیوے، اگر بے سوچے پڑھ لیوے گی تو نماز نہ ہوگی، لیکن بے سوچے سمجھے پڑھنے کی صورت میں اگر بعد میں معلوم ہو جاوے کہ ٹھیک قبلہ کی طرف پڑھی ہے تو نماز ہو جائے گی، اور اگر وہاں آدمی تو موجود ہے لیکن پردہ اور شرم کے مارے پوچھا نہیں اسی طرح نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوئی، ایسے وقت ایسی شرم نہ کرنا چاہیے بلکہ پوچھ کر نماز پڑھے۔

مسئلہ ۲ (۲): اگر کوئی بتلانے والا نہ ملا اور دل کی گواہی پر نماز پڑھ لی، پھر معلوم ہوا کہ جدھر نماز پڑھی ہے ادھر قبلہ نہیں ہے تو بھی نماز ہو گئی۔

مسئلہ ۳ (۳): اگر بے رخ نماز پڑھتی تھی، پھر نماز ہی میں معلوم ہو گیا کہ قبلہ ادھر نہیں ہے بلکہ فلانی طرف ہے تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف گھوم جاوے، اب معلوم ہونے کے بعد اگر قبلہ کی طرف نہ پھرے گی تو نماز نہ (۴) ہوگی۔

مسئلہ ۴ (۵): اگر کوئی کعبہ شریف کے اندر نماز پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اور اس کے اندر نماز پڑھنے والی کو اختیار ہے، جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے۔

---

(۱) ویتحری عاجز عن معرفة القبلة فان ظهر خطأه لم يعد، وان شرع بلا تحر لم يجز وان اصاب؛ لتركه فرض التحری إلا اذا علم اصابته بعد فراغه فلا يعيد اتفاقاً. [الدّر المختار ۲/۱۴۳-۱۴۷] واذا كان بحضرته من يسأله عنها فلم يسئله وتحری وصلی، فان اصاب القبلة جاز والا فلا. [الهندية ۱/۶۴]

(۲) دیکھو حاشیہ بالا مسئلہ نمبر ۱ صفحہ ہذا۔

(۳) وان علم به (ای بخطأه) فی صلوته او تحوّل رأيه استدار وبنی. وينبغی لزوم الاستدارة علی الفور حتی لو مكث قدر ركن فسدت. [الدّر المختار وردّ المحتار ۲/۱۴۳]

(۴) یعنی اگر اتنی دیر تک جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے نہ پھرے گی تو نماز نہ ہوگی۔ (تصحیح الاغلاط)

(۵) فی المراقی [ص۴۱۷] صح فرض ونفل فيها (ای فی داخل الكعبة) إلی أیّ جزء منها توجه.

مسئلہ:[1] کعبہ شریف کے اندر فرض نماز بھی درست ہے اور نفل بھی درست ہے۔

باب ہفتم

فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان

مسئلہ:[2] نماز کی نیت کر کے اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرْ[3] کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کندھے[4] تک[5] اُٹھاوے لیکن ہاتھوں کو دوپٹہ سے باہر نہ نکالے، پھر سینے[6] پر ہاتھ[7] باندھ لے اور داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت[8] پر رکھ دے اور یہ دعا[9] پڑھے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر اَلْحَمْدُ پڑھے اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے بعد آمین کہے، پھر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر کوئی سورت پڑھے۔ پھر اللّٰہ اَکْبَرْ کہہ کے رکوع میں جاوے اور سُبْحَانَ

---

① يصح فرض ونفل فيها وفوقها ولو بلا سترة. [الدّر المختار ۳/۱۹۸]

② اذا اراد الشروع في صلوة كبر للافتتاح. [الدّر المختار ۲/۲۱۷]

③ اللہ اکبر میں "ر" پر جزم پڑھے۔

④ والمرأة ترفع (يديها) حذاء منكبيها. [الدّر المختار ۲/۲۲۲]

⑤ اور مرد لوگ کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھاویں۔

⑥ وضع الرجل يمينه على يساره تحت سرته آخذاً رسغها بخنصره و إبهامه هو المختار، وتضع المرأة والخنثى الكف على الكف تحت ثديها (أي على صدرها). [الدّر المختار ۲/۲۲۸]

⑦ اور مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں۔

⑧ اور مرد داہنے ہاتھ سے بایاں پہنچا پکڑ لیں۔ یہ مسئلہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تحریر ۲۱ رذی الحجہ سن ۱۳۶۱ھ کی بنا پر درست کیا گیا، پہلے سے غلط طبع ہوتا چلا آ رہا تھا۔

⑨ في الدر: وقرأ: سبحانك اللّهمّ وتعوذ وقرأ المصلي لو اماما او منفردا الفاتحة وسورة او ثلاث آيات وأمّن الامام سرا كمأموم ومنفرد، ثم يكبر للركوع. [۲/۲۳۱-۲۴۰] ويقول: "سبحان ربي الأعلى" ثلاثا وذلك ادناه. [الهداية ۱/۲۰۵] ولا تسن بين الفاتحة والسورة مطلقاً ولو سرية، ولا تكره اتفاقا، ولذا صرح في الذخيرة والمجتبىٰ بأنه ان سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سرا او جهرا كان حسنا عند ابي حنيفة، ورجحه المحقق ابن الهمام و تلميذه الحلبي لشبهة الاختلاف في كونها آية من كل سورة. [الدّر المختار وردّ المحتار ۲/۲۳۵]

رَبِّیَ الْعَظِیْم تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ کہے۔ اور رکوع میں دونوں[1] ہاتھ کی انگلیاں ملا کر گھٹنوں[2] پر رکھ دے اور دونوں بازو پہلو سے خوب[3] ملائے رہے اور دونوں پیر کے ٹخنے بالکل ملا دیوے،[4] پھر[5] سَمِعَ[6] اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کہتی ہوئی سر کو اٹھاوے۔

جب خوب سیدھی کھڑی ہو جاوے تو پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتی ہوئی سجدے میں جاوے، زمین پر پہلے گھٹنے رکھے۔ پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھے اور انگلیاں خوب ملا لیوے، پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں ماتھا رکھے اور سجدے[7] کے وقت ماتھا اور ناک دونوں زمین پر رکھ دے اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے مگر پاؤں[8] کھڑے[9] نہ کرے بلکہ داہنی طرف کو نکال دے[10] اور خوب[11] سمٹ کر اور دب کر سجدہ کرے کہ پیٹ دونوں رانوں سے اور بانہیں دونوں پہلوں سے ملا دیوے اور دونوں[12] بانہیں زمین پر رکھ دے۔[13] اور سجدہ[14] میں کم سے کم

---

① اما المرأة فتنحنی فی الرکوع یسیراً ولا تفرج، لکن تضم وتضع یدیها علی رکبتیها وضعا، وتحنی رکبتیها ولا تجافی عضدیها؛ لأن ذلك استر لها. [الدّر المختار ۲/۲٤۱]

② اور مرد اپنے گھٹنے پکڑلیں اور انگلیاں کھلی رکھیں۔ ③ اور مرد بازو پہلو سے الگ رکھیں۔

④ گو "الدر المختار" میں یہ حکم مطلق ہے، مگر قواعد سے یہ حکم عورتوں کے لیے مخصوص معلوم ہوتا ہے۔ (لکونہ استر لهن وورود امر الضم ومثله لهن) باقی مردوں کے لیے یہ حکم نہیں، وہ ٹخنے جدا رکھیں کما یظهر من کلام الطحاوی فی معانی الآثار.

⑤ ثم یرفع رأسه من رکوعه مسمعاً، ویکتفی به الامام وبالتحمید المؤتم، ویجمع بینها لو منفرداً ویقوم مستویا ثم یکبر مع الخرور، ویسجد واضعا رکبتیه اولا، ثم یدیه ثم وجهه بین کفیه ضاماً أصابع یدیه. [الدّر المختار ۲/۲٤۵]

⑥ تنہا نماز پڑھنے والے کو سمع اللہ لمن حمدہ ط ربنا لك الحمد کہنا چاہیے۔ پہلے غلطی سے فقط سمع اللّٰہ لمن حمدہ لکھ دیا گیا تھا۔

⑦ وسجد بأنفه وجبهته... موجها اصابع یدیه ورجلیه نحو القبلة. [مراقی الفلاح ص۲۸۳]

⑧ لفظ "مگر پاؤں" سے "نکال دے" تک اس مرتبہ اضافہ ہوا۔ (شبیر علی)

⑨ ذکر فی البحر: انها لا تنصب أصابع القدمین. [الدّر المختار ۲/۲۵۹]

⑩ والمرأة تخفض، فلا تبدی عضدیها وتلصق بطنها بفخذیها؛ لأنه استر. [الدّر المختار ۲/۲۵۹]

⑪ اور مرد خوب کھل کر سجدہ کریں اور پیٹ کو رانوں سے اور بانہیں پہلو سے جدا رکھیں۔

⑫ وتفترش ذراعیها. [الدّر المختار ۲/۲۵۹] ⑬ مرد زمین پر نہ رکھیں۔

⑭ ویقرأ فی سجوده "سبحان ربی الاعلی" ثلاثا، وذلك أدناه، ولو زاد فهو افضل ویترك أی یختم علی وتر. [منیة المصلّی ص۳۲۲]

تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتی ہوئی اٹھے اور خوب[1] اچھی طرح بیٹھ جاوے، تب دوسرا سجدہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر کرے اور کم سے کم تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہہ کے اللّٰہ اکبر کہتی[2] ہوئی کھڑی ہو جائے اور زمین پر ہاتھ ٹیک کر کے نہ اٹھے، پھر بسم اللّٰہ کہہ کر الحمد[3] اور سورۃ پڑھ کے دوسری رکعت اسی طرح پوری کرے۔

جب دوسرا سجدہ کر چکے تو بائیں[4] چوتڑ پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں[5] داہنی طرف نکال دیوے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لے اور انگلیاں خوب ملا کر رکھے، پھر پڑھے:[6] اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور جب[7] کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر لَا اِلٰهَ[8] کہنے کے وقت انگلی اٹھاوے اور اِلَّا اللّٰهُ کہنے کے وقت جھکا دے، مگر عقد و حلقہ کی ہیئت آخر نماز تک باقی رکھے۔ اگر[9] چار رکعت پڑھنا ہو تو اس سے زیادہ اور کچھ نہ پڑھے بلکہ فوراً اللّٰہ اکبر کہہ کے اٹھ کھڑی ہو اور دو رکعتیں اور پڑھ لے اور فرض نماز میں پچھلی[10] دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ اور کوئی سورت نہ ملاوے۔

---

① ویجلس بین السجدتین مطمئنا. [الدّر المختار ۲/۲٦۰] فاذا اطمأن قاعدا کبر وسجد ثانیا. [منیة المصلّی ص۳۲۲]

② ویکبر للنهوض بلا اعتماد وقعود. [الدّر المختار ۲/۲٦۲]

③ والرکعة الثانیه کالرکعة الأولی غیر انه لا یأتی بثناء ولا تعوذ. [الدّر المختار ۲/۲٦۲]

④ وتورك فی التشهد وتضع فیه یدیها تبلغ رؤوس اصابعها رکبتیها، وتضم فیه اصابعها. [ردّ المحتار ۲/۲۵۹]

⑤ مرد اپنا داہنا پیر کھڑا رکھیں اور بائیں پر بیٹھیں۔

⑥ ویقرأ تشهد ابن مسعود. [الدّر المختار ۲/۲٦۸]

⑦ واشار بالمسبحة من اصابعه الیمنی فی الشهادة علی الصحیح، یرفعها عند النفی ویضعها عند الاثبات. [مراقی الفلاح ص ۲۸٤ وردّ المحتار ۲/۲٦٦]

⑧ چونکہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے مسئلہ مندرجہ مطبوعات سابقہ سے رجوع فرمالیا ہے، لہٰذا اس مرتبہ عبارت درست کی گئی۔

⑨ ولا یزید علی التشهد فی القعدة الاولی. [الدّر المختار ۱/۲٦۹]

⑩ واکتفی فیما بعد الأولیین بالفاتحة. [الدّر المختار ۲/۲۷۰]

جب چوتھی رکعت پر بیٹھے تو پھر التحیات[1] پڑھ کے یہ درود شریف پڑھے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. پھر[2] یہ دعا پڑھے: رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ یا کوئی اور دعا پڑھے جو حدیث یا قرآن مجید میں آئی ہو۔ پھر[3] اپنے داہنی طرف سلام پھیرے اور کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہُ[4]، پھر یہی کہہ کر بائیں طرف سلام پھیرے اور سلام[5] کرتے وقت فرشتوں[6] پر سلام کرنے کی نیت کرے۔ یہ نماز پڑھنے کا طریقہ ہے، لیکن اس[7] میں جو فرائض ہیں[8] ان میں سے اگر ایک بات بھی چھوٹ جاوے تو نماز نہیں ہوتی، چاہے قصداً چھوڑا ہو یا بھولے سے، دونوں کا ایک حکم ہے۔ اور بعضی چیزیں واجب[9] ہیں کہ اس میں سے اگر کوئی چیز قصداً چھوڑ دے تو نماز نکمّی اور خراب ہو جاتی ہے اور پھر سے نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ اگر کوئی پھر سے نہ پڑھے تو خیر تب بھی فرض سر سے اتر جاتا ہے لیکن بہت گناہ ہوتا

---

① ویفعل فی القعود الثانی کالاول وتشهد وصلی علی النبی ﷺ. [الدّر المختار ۲/۲۷۲]

② ودعا بالأدعية المذکورة فی القرآن والسنة لا بما یشبه کلام الناس. [الدّر المختار ۲/۲۸۵-۲۸۹]

③ ثم یسلم عن یمینه ویساره قائلاً: السلام علیکم ورحمة الله. [الدّر المختار ۲/۲۹۱]

④ السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں لفظ اللہ کی ''ہ'' پر جزم پڑھے۔

⑤ والمنفرد ینوی الحفظة لا غیر. [الهدایة ۱/۲۱۸]

⑥ پہلے یہاں عبارت مبہم تھی اب درست کردی گئی ہے۔

⑦ اور مرد بھی اگر تنہا نماز پڑھے تو اس کو بھی فرشتوں کی نیت کرنی چاہیے اور اگر جماعت کے ساتھ پڑھے تو جو لوگ دائیں جانب ہیں ان کی دائیں طرف سلام پھیرتے وقت نیت کرے اور جو بائیں طرف ہیں ان کی بائیں طرف سلام پھیرتے وقت نیت کرے اور مقتدی امام کی بھی نیت کرے، اگر امام دائیں طرف ہے تو دائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور اگر بائیں طرف ہے تو بائیں طرف کے سلام میں، اور اگر بالکل سامنے ہے تو دونوں طرف کے سلام میں امام کی نیت کرے۔

⑧ ترک السنة لا یوجب فساداً ولا سهوا بل إساءة لو عامدا غیر مستخف، بخلاف ترک الفرض فإنه یوجب الفساد، وترک الواجب فإنه یوجب سجود السهو. [الدرّالمختار وردّ المحتار ۲/۲۰۷]

⑨ ولها واجبات لا تفسد بترکها وتعاد وجوبا فی العمد والسهو ان لم یسجد له، وان لم یعدها یکون فاسقا آثماً. [الدّر المختار ۲/۱۸۱]

ہے، اور اگر بھولے سے چھوٹ جاوے تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ہو جاوے گی۔ اور بعضی چیزیں سنت ہیں اور بعضی چیزیں مستحب ہیں۔

مسئلہ ۲: نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں:[1] (۱) نیت باندھتے وقت **اللّٰہ اَکْبَرُ**[2] کہنا۔ (۲) کھڑا ہونا[3] (۳) قرآن میں سے کوئی سورت یا آیت پڑھنا (۴) رکوع کرنا (۵) اور دونوں سجدے کرنا (۶) اور نماز کے آخر میں جتنی دیر **التحیات** پڑھنے میں لگتی ہے اتنی دیر بیٹھنا۔

مسئلہ ۳: یہ چیزیں[4] نماز میں واجب ہیں: (۱) **اَلْحَمْدُ** پڑھنا (۲) اسکے ساتھ کوئی سورت ملانا (۳) ہر فرض کو اپنے اپنے موقع پر ادا کرنا[5] اور پہلے کھڑے ہو کر **الحمد** پڑھنا (۵) پھر سورت ملانا (۶) پھر رکوع کرنا (۷) پھر سجدہ کرنا (۸) دو رکعت پر بیٹھنا (۹) دونوں بیٹھکوں میں التحیات پڑھنا (۱۰) وتر کی نماز میں دعاءِ قنوت پڑھنا (۱۱) **السلام**[6] **علیکم**[7] **ورحمة اللّٰه** کہہ کر سلام پھیرنا (۱۲) ہر[8] چیز کو اطمینان سے ادا کرنا، بہت جلدی نہ کرنا۔

مسئلہ ۴: ان باتوں کے سوا جتنی اور باتیں ہیں وہ سب سنت ہیں، لیکن بعضی ان میں[9] سے مستحب ہیں۔

مسئلہ ۵:[10] اگر کوئی نماز میں **الحمد** نہ پڑھے بلکہ کوئی اور آیت یا کوئی اور پوری سورت پڑھے، یا فقط **الحمد** پڑھے اس کے ساتھ کوئی سورت یا کوئی آیت نہ ملاوے، یا دو رکعت پڑھ کے نہ بیٹھے بے بیٹھے اور بے التحیات

---

[1] فرائض الصلوة ستة: التحريمة، والقيام، والقراءة، والركوع، والسجود، والقعدة في آخر الصلوة مقدار التشهد. [الهداية ١/١٨١]

[2] مطلب یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ فرض ہے نہ کہ خاص یہ لفظ۔ (تصحیح الاغلاط)

[3] یہ کھڑا ہونا بہت علماء کے نزدیک تین دفعہ سبحان اللہ پڑھنے کی مقدار میں فرض ہے۔

[4] وفيها واجبات كقراءة الفاتحة، وضم السورة معها، ومراعاة الترتيب فيما شرع مكررا من الأفعال، والقعدة الأولى، وقراءة التشهد في القعدة الاخيرة والقنوت في الوتر. [الهداية ١/١٨١]

[5] بجائے لفظ "یعنی" کے لفظ "اور" اس مرتبہ درج ہوا۔ (شبیر علی)

[6] ويجب لفظ السلام دون عليكم. [مراقی الفلاح ٢٥١]

[7] مراد خروج بلفظ السلام ہے، تسہیلِ فہم کے لیے یہ عنوان اختیار کیا گیا فلا اعتراض۔ (تصحیح الاغلاط)

[8] ويجب الاطمينان، وهو تعديل الأركان. [المراقی الفلاح ٢٤٩]

[9] یعنی فرض اور واجب کے علاوہ جو اور چیزیں ہیں ان میں سے بعض سنت ہیں اور بعض مستحب ہیں۔

[10] انما تعاد في هذه الصور؛ لان هذه الاشياء من واجبات الصلوة، وقال في الدّر المختار: ولها واجبات لا تفسد بتركها، وتعاد وجوبا في العمد والسهو ان لم يسجد له (اى للسهو) [١٨١/٢]

پڑھے تیسری رکعت کے لیے کھڑی ہو جاوے، یا بیٹھ تو گئی لیکن التحیات نہیں پڑھی تو ان سب صورتوں میں سر سے فرض تو اُتر جاوے گا لیکن نماز بالکل نکمّی اور خراب ہے پھر سے پڑھنا واجب ہے، نہ دہراوے گی تو بڑا گناہ ہوگا، البتہ[①] اگر بھولے سے ایسا کیا ہو تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۶:[②] اگر **السلام علیکم ورحمة اللہ** کے موقع[③] پر سلام نہیں پھیرا، بلکہ جب سلام کا وقت آیا تو کسی سے بول پڑی، باتیں کرنے لگی یا اٹھ کر کہیں چلی گئی یا اور کوئی ایسا کام کیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ فرض تو اُتر جاوے گا لیکن نماز کا دُہرانا واجب ہے، پھر سے نہ پڑھے گی تو بڑا گناہ ہوگا۔

مسئلہ ۷:[④] اگر پہلے سورت پڑھی، پھر **الحمد** پڑھی تب بھی نماز دہرانا پڑے گی اور اگر بھولے سے ایسا کیا تو سجدہ سہو کر لے۔

مسئلہ ۸:[⑤] **الحمد** کے بعد کم سے کم تین آیتیں پڑھنی چاہئیں، اگر ایک ہی آیت یا دو آیتیں **الحمد** کے بعد پڑھے تو اگر وہ ایک آیت اتنی بڑی ہو کہ چھوٹی چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو جاوے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ ۹:[⑥] اگر کوئی رکوع سے کھڑی ہو کر **سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ** یا رکوع میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ** نہ پڑھے یا سجدہ میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى** نہ پڑھے یا اخیر کی بیٹھک میں التحیات کے بعد درود شریف نہ پڑھے تو بھی نماز ہو گئی لیکن سنت کے خلاف ہے۔ اسی طرح اگر درود شریف کے بعد کوئی دعا نہ پڑھی

---

① اذا ترك الفاتحة في الأوليين او إحداهما يلزمه السهو، ولو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهود، منها (اى من الواجبات) القعدة الاولى حتى لو تركها يجب عليه السهو، ومنها التشهد فاذا تركه في القعدة الاولى او الأخيرة وجب عليه سجود السهو. [الهندية باختصار ۱/۱۲۶]

② حاشیہ مسئلہ ۵ باب ہذا دیکھو۔ ③ پہلے غلطی سے لفظ ''کے موقع پر'' کی جگہ ''پہلے'' لکھدیا گیا تھا، اب درست کر دیا گیا۔

④ انما تعاد الصلوة؛ لأنّ تقديم الفاتحة على السورة واجب، فلو تركها عمداً يعيد الصلوة ولو تركها سهواً يسجد للسهو. وفي العالمكيرى [۱/۱۲۶]: ولو اخر الفاتحة عن السورة فعليه سجود السهود.

⑤ و(الواجب) الثاني ضم سورة قصيرة او ثلاث آيات قصار. [مراقي الفلاح ص ۲۴۸ والدّر المختار ۲/۱۸۵]

⑥ فلو تركه (اى التسبيح) او نقصه كُره تنزيها...... [الدّر المختار ۲/۲۴۱] قلت: وكذا لو ترك الصلوة على النبي او الدعاء؛ لأنهما سنتان، وسيجيء في حاشية المسئلة العاشرة من هذا الباب نقلا عن الدّر المختار: ان ترك السنة لا يوجب سهوا ولا فساداً.

فقط درود پڑھ کر سلام پھیر دیا تب بھی نماز درست ہے لیکن سنت① کے خلاف ہے۔

مسئلہ ۱۰:② نیت باندھتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے، اگر کوئی نہ اٹھاوے تب بھی نماز درست ہے مگر خلاف سنت ہے۔③

مسئلہ ۱۱:④ ہر رکعت میں **بسم اللہ** پڑھ کر **الحمد** پڑھے اور جب سورت ملاوے تو سورت سے پہلے **بسم اللہ** پڑھ لیوے یہی بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۲:⑤ سجدہ کے وقت اگر ناک اور ماتھا دونوں زمین پر نہ رکھے بلکہ فقط ماتھا زمین پر رکھے اور ناک نہ رکھے تو بھی نماز درست ہے، اگر ماتھا نہیں لگایا فقط ناک زمین پر لگائی تو نماز نہیں ہوئی،⑥ البتہ اگر کوئی مجبوری ہو تو فقط ناک لگانا بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۳:⑦ اگر رکوع کے بعد اچھی طرح کھڑی نہیں ہوئی، ذرا سا سر اٹھا کر سجدہ میں چلی گئی تو نماز پھر سے⑧ پڑھے۔

مسئلہ ۱۴:⑨ اگر دونوں سجدوں کے بیچ میں اچھی طرح نہیں بیٹھی، ذرا سا سر اٹھا کر دوسرا سجدہ کرلیا تو اگر ذرا ہی سر اٹھایا ہو تو ایک ہی سجدہ ہوا، دونوں سجدے ادا نہیں ہوئے اور نماز بالکل نہیں ہوئی۔ اور اگر اتنا ہی اٹھی کہ قریب

---

① یعنی سنت غیر موکدہ۔ ② (من) سننها: رفع اليدين للتحريمة، وترك السنة لا يوجب فسادا ولا سهوا بل اساءة لو عامدا غير مستخف. [الدّر المختار ۲/۲۰۸]

③ لفظ "مگر خلاف سنت ہے" اس مرتبہ بڑھایا گیا ہے۔ ④ وسمّي سرا في اول كل ركعة. وان سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سراً او جهرا كان حسنا عند ابي حنيفة. [الدّر المختار وردّ المحتار ۲/۲۳٤]

⑤ وسجد بأنفه وجبهته، وكره اقتصاره على احدهما ومنع الاكتفاء بالأنف بلا عذر، واليه صح رجوعه، وعليه الفتوى. [الدّر المختار ۲/۲٤۸]　⑥ خواہ قصداً ایسا کیا ہو یا بھول گئی ہو دونوں کا یہی حکم ہے۔

⑦ ويقوم مستوياً لما مر من انه سنة على قولهما او واجب على ما اختاره الكمال وتلميذه، او فرض على ما قاله أبو يوسف، ونقله الطحطاوی عن الثلثة. [الدّر مع ردّ المحتار ۲/۲٤۷] واجمعوا على ان الاعتدال في قومة الركوع ليس بواجب عند ابی حنيفة ومحمد. [الهندية ۱/۷۱] قلت: الاحوط الإعادة، ولذا اختارها المؤلف وبسط الكلام في ردّ المحتار [۲/۱۹۳] تحت قول الدر: وتعديل الاركان. ⑧ اگر قصداً ایسا کیا، اور جو بھول کر ایسا ہوگیا تو سجدہ سہو کرے۔

⑨ يجب التعديل ايضا في القومة من الركوع والجلسة بين السجدتين. [ردّ المحتار ۲/۱۹۳]

قریب بیٹھنے کے ہوگئی ہے تو خیر نماز سر سے تو اُتر گئی لیکن بڑی نکمّی اور خراب ہوگئی، اس لیے پھر[1] سے پڑھنا چاہیے، نہیں تو بڑا گناہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۵:[2] اگر پیال پر یا روئی کی چیز پر سجدہ کرے تو سر کو خوب دبا کر کے سجدہ کرے، اتنا دباوے کہ اس سے زیادہ نہ دب سکے اور اوپر اوپر ذرا اشارہ سے سر رکھ دیا دبایا نہیں تو سجدہ نہیں ہوا۔

مسئلہ ۱۶:[3] فرض نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں اگر اَلْحَمْدُ کے بعد کوئی سورت بھی پڑھ گئی تو نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا، نماز بالکل صحیح ہے۔

مسئلہ ۱۷:[4] اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللّٰہ کہہ لے تو بھی درست ہے، لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے، اور اگر کچھ نہ پڑھے چپکی کھڑی رہے تو بھی کچھ حرج نہیں، نماز درست[5] ہے۔

مسئلہ ۱۸:[6] پہلی دو رکعتوں میں اَلْحَمْدُ کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے، اگر کوئی پہلی رکعتوں میں فقط الحمد پڑھے، سورت نہ ملاوے یا الحمد بھی نہ پڑھے سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ پڑھتی رہے تو اب پچھلی رکعتوں میں اَلْحَمْدُ کے ساتھ سورت ملانا چاہیے، پھر اگر قصداً ایسا کیا ہے تو نماز پھر سے پڑھے اور اگر بھولے سے کیا ہو تو سجدۂ سہو کرلے۔

مسئلہ ۱۹:[7] نماز میں الحمد اور سورت وغیرہ ساری چیزیں آہستہ اور چپکے سے پڑھے، لیکن ایسی طرح پڑھنا چاہیے

---

① اگر قصداً ایسا کیا، اور جو بھول کر گئی تو سجدہ سہو کرلے۔

② اذا سجد علی التبن او المحلوج ان لم یستقر جبهته لا یجوز کذا فی المنیة. [ص۹٦]

③ واکتفی المفترض فیما بعد الأولیین بالفاتحة، فانها سنة علی الظاهر، ولو زاد لا بأس به، ای لو ضم الیها سورة لا بأس به. [الدّر المختار والشامیة ۲/۲۷۰]

④ وهو مخیر بین قراءة الفاتحة والتسبیح ثلاثا وسکوت قدرها علی المذهب. [الدّر المختار ۲/۲۷۰]

⑤ جب کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چپکی کھڑی رہے۔

⑥ یجب قراءة الفاتحة وضم السورة او ما یقوم مقامها من ثلاث آیات قصار او آیة طویلة فی الأولیین بعد الفاتحة، واذا لم یقرأ بشیء فی الشفع الاول یقرأ فی الشفع الثانی بفاتحة الکتاب وسورة. [الهندیة ۱/۷۱ وردّ المحتار ۲/۳۱۰] اور دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۵۔

⑦ وادنی المخافتة اسماع نفسه. [الدّر المختار ۲/۳۰۸ و الهدایة ۱/۲۲٤] وفی المسئلة قولان، تفصیلهما فی ردّ المحتار والاحوط مااختاره المؤلف.

کہ خود اپنے کان میں آواز ضرور آوے۔ اگر اپنی[1] آواز خود اپنے آپ کو بھی نہ سنائی دیوے تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ ۲۰:[2] کسی نماز کیلئے کوئی سورت مقرر نہ کرے بلکہ جو جی چاہے پڑھا کرے، سورت[3] مقرر کر لینا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۱:[4] دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ لمبی سورت نہ پڑھے۔

مسئلہ ۲۲:[5] سب عورتیں اپنی اپنی نماز الگ الگ پڑھیں، جماعت سے نہ پڑھیں۔ اور جماعت کے لیے مسجد میں جانا، وہاں جا کر مردوں کے ساتھ پڑھنا نہ چاہیے۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر وغیرہ کسی محرم کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھے تو اس کے مسئلے کسی سے پوچھ لے۔ چونکہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے اس لیے ہم نے بیان نہیں کیے، البتہ اتنی بات یاد رکھے کہ اگر کبھی ایسا موقع ہو تو کسی مرد کے برابر نہ کھڑی ہو بالکل پیچھے رہے، ورنہ اس کی نماز بھی خراب ہوگی اور اس مرد کی نماز بھی برباد ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۲۳:[6] اگر نماز پڑھتے میں وضو ٹوٹ جاوے تو وضو کر کے پھر[7] سے نماز پڑھے۔

مسئلہ ۲۴:[8] مستحب یہ ہے کہ جب کھڑی ہو تو اپنی نگاہ سجدے کی جگہ رکھے، اور جب رکوع میں جاوے تو پاؤں پر نگاہ رکھے، اور جب سجدہ کرے تو ناک پر، سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھے۔ اور جب جمائی آوے تو منہ خوب بند کر لے، اگر کسی طرح نہ رکے تو ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کی طرف سے روکے۔ اور جب گلا سہلاوے[9] تو جہاں تک ہو سکے کھانسی کو روکے اور ضبط کرے۔

---

① اس مسئلہ کے متعلق سوال و جواب امداد الفتاویٰ مبوب جلد اول ۱۴۵ میں درج ہے جس سے عبارتِ متن کی تائید ہوتی ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

② ویکرہ ان یوقت بشیء من القرآن لشیء من الصلوات. [کذا فی الهدایة ص ۱/ ۲۲۹ والدّر المختار ص ۲/ ۳۲۵]

③ ہاں اگر کبھی کبھی وہ سورتیں جو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں پڑھی ہیں پڑھ لیا کرے تو مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔

④ واطالة الثانية على الاولىٰ يكره. [الدّر المختار ۲/ ۳۲۲]

⑤ ويكره تحريماً جماعة النساء في غير صلوة جنازة كالعراة، ويكره حضورهن الجماعة. [الدّر المختار ۲/ ۳٦٥ والهداية ۱/ ۲۳٦]

⑥ من سبقه حدث توضأ وبنى، والرجل والمرأة فى حق حكم البناء سواء، والاستيناف افضل. [الهندية ۱/ ۹۳ والهداية ۱/ ۲٤۹]

⑦ چونکہ بنا کے شرائط و مسائل بہت نازک ہیں نیز اختلافی مسئلہ ہے، اس لیے وہ سب مسائل چھوڑ دیئے گئے۔

⑧ ولها (اى للصلوة) آداب: نظره الى موضع سجوده حال قيامه، والى ظهر قدميه حال ركوعه، والى ارنبة انفه حال سجوده، والى حجره حال قعوده، والى منكبه الايمن والايسر عند التسليمة الاولى والثانية، وامساك فمه عند التثاؤب، فان لم يقدر غطاه بظهر يده اليسرى، ودفع السعال ما استطاع. [الدّر المختار ۲/ ۲۱٤] ⑨ یعنی کھجلی گلے کے اندر ہونے لگے۔

باب ہشتم ۸

قرآن شریف پڑھنے کا بیان

مسئلہ ۱: [۱] قرآن شریف کو صحیح صحیح پڑھنا واجب ہے ہر حرف کو ٹھیک ٹھیک پڑھے۔ ھمزہ اور عین میں جو فرق ہے اسی طرح بڑی ح اور ہ میں ذ، ظ، ز، ض میں اور س، ص، ث میں ٹھیک نکال کے پڑھے، ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نہ پڑھے۔

مسئلہ ۲: [۲] اگر کسی سے کوئی حرف نہیں نکلتا جیسے ح کی جگہ ہ پڑھتی ہے یا عین نہیں نکلتا یا ث س ص سب کو سین ہی پڑھتی ہے تو صحیح پڑھنے کی مشق کرنا لازم ہے، اگر صحیح پڑھنے کی محنت نہ کرے گی تو گناہ گار ہوگی اور اس کی کوئی نماز صحیح نہ ہوگی، البتہ اگر محنت سے بھی درستی نہ ہو تو لاچاری ہے۔

مسئلہ ۳: [۳] اگر ح ع وغیرہ سب حرف نکلتے تو ہیں لیکن ایسی بے پروائی سے پڑھتی ہے کہ ح کی جگہ ہ اور ع کی جگہ ھمزہ ہمیشہ پڑھ جاتی ہے کچھ خیال کر کے نہیں پڑھتی، تب بھی گناہ گار ہے اور نماز صحیح نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۴: [۴] جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی ہے وہی سورت دوسری رکعت میں پھر پڑھ گئی تو بھی کچھ حرج نہیں، لیکن بے ضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں۔

---

[۱] قال العلامة الجزری: الأخذ بالتجوید حتم لازم، من لم یجود القرآن آثم.

[۲] فالحاصل ان الـلثغ یجب علیهم الجهد دائما، وصلوتهم جائزة ما داموا علی الجهد. [غنیة المستملی ص۴۸۳ والدّر المختار ۲/۳۹۶]

[۳] الاصل فیما اذا ذکر حرفاً مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلا مشقة تفسد، وان لا یمکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد المعجمتین، والصاد مع السین المهملتین، والطاء مع التاء قال اکثرهم: لا تفسد. [ردّ المحتار ۲/۴۷۷] وکان القاضی الامام الشهید یقول: الأحسن فیه ان یقول: ان جری ذلك علی لسانه ولم یکن ممیزا وکان فی زعمه انه ادی الکلمة علی وجهها لا تفسد. [منیة المصلّی ص ۴۷۷]

[۴] لا باس ان یقرأ سورة ویعیدها فی الثانیة (الدّر المختار) قال العلامة الشامی: افاد انه یکره تنزیها. [ردّ المحتار ۲/۳۲۹]

مسئلہ ۵: [1] جس طرح کلامِ مجید میں سورتیں آگے پیچھے لکھی ہیں نماز [2] میں اسی طرح پڑھنا چاہیے جس طرح عَمَّ [3] کے سیپارہ میں لکھی ہیں۔ اس طرح نہ پڑھے، یعنی جب پہلی رکعت میں کوئی سورت پڑھے تو اب دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھے، اس کے پہلے والی سورت نہ پڑھے جیسے کسی نے پہلی رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ پڑھی تو اب اِذَا جَآءَ یا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ یا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ یا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس پڑھے اور اَلَمْ تَرَ کَیْفَ اور لِاِیْلَافِ وغیرہ اس کے اوپر کی سورتیں نہ پڑھے کہ اس طرح پڑھنا مکروہ ہے، لیکن [4] اگر بھولے سے اس طرح پڑھ جاوے تو مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۶: [5] جب کوئی سورت شروع کرے تو بے ضرورت اس کو چھوڑ کر دوسری سورت شروع کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۷: [6] جس کو نماز بالکل نہ آتی ہو یا نئی نئی مسلمان ہوئی ہو وہ سب جگہ **سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ** وغیرہ پڑھتی رہے تو فرض ادا ہو جائیگا لیکن نماز برابر سیکھتی رہے، اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گی تو بہت گناہ گار ہوگی۔

باب نہم ۹

نماز توڑ دینے والی چیزوں کا بیان

مسئلہ ۱: [7] قصداً یا بھولے سے نماز میں بول اٹھی تو نماز جاتی رہی۔

---

① أفاد أنّ التنكيس والفصل بالقصيرة انما يكره اذا كان عن قصد، فلو كان سهوا فلا. [ردّ المحتار ۲/ ۲۳۰]

② بچوں کی آسانی کے لیے اس پارہ کی ترتیب بدل دی گئی ہے کہ پہلے آسان سورتیں لکھی گئیں ورنہ اس کی اصل ترتیب وہی ہے جو قرآن کے تیسویں پارہ میں ہے۔

③ لیکن اگر قرآن ختم ہو تو اس کے بعد سورۂ بقرہ کا شروع ھم المفلحون تک پڑھنا مستحب ہے۔

④ (ویکرہ) ان یقرأ منکوسا إلا اذا ختم فیقرأ من البقرة. [الدّر المختار ۲/ ۳۳۰]

⑤ افتتح سورة وقصد سورة اخرى، فلما قرأ آية او آيتين أراد ان يترك تلك السورة ويفتتح بالتى أرادها يكره. [ردّ المحتار ۲/ ۳۳۰]

⑥ ولا يلزم العاجز عن النطق كاخرس وامى تحريك لسانه، وكذا فى حق القراءة. [الدّر المختار ۲/ ۲۲۰]

⑦ من تكلم فى الصلوة عامدا أو ساهيا بطلت صلوته. [الهداية ۱/ ۲٦۲]

مسئلہ ۲[1]: نماز میں ’’آہ‘‘ ’’اوہ‘‘ یا ’’اف‘‘ یا ’’ہائے‘‘ کہے یا زور سے روئے تو نماز جاتی رہتی ہے، البتہ اگر جنت ودوزخ کو یاد کرنے سے دل بھر آیا[2] اور زور سے آواز نکل پڑی تو نماز نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ۳[3]: بے ضرورت کھنکھارنے اور گلا صاف کرنے سے جس سے ایک آدھ حرف بھی پیدا ہو جاوے نماز ٹوٹ جاتی ہے، البتہ لاچاری اور مجبوری کے وقت کھنکھارنا درست ہے اور نماز نہیں جاتی۔

مسئلہ ۴[4]: نماز میں چھینک آئی اس پر **الحمد للّٰہ** کہا تو نماز نہیں گئی، لیکن نہ کہنا چاہیے۔ اور اگر کسی اور کو چھینک آئی اور اس نے نماز ہی میں اس کو **یرحمك اللّٰہ** کہا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ ۵[5]: قرآن شریف میں دیکھ دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مسئلہ ۶[6]: نماز میں اتنی مڑ گئی کہ سینہ قبلہ کی طرف سے مڑ گیا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۷[7]: کسی کے سلام کا جواب دیا اور **وعلیکم السلام** کہا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ ۸[8]: نماز کے اندر جوڑا باندھا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ ۹[9]: نماز میں کوئی چیز کھالی یا کچھ پی لیا تو نماز جاتی رہی، یہاں تک کہ اگر ایک تل یا دھرا[10] اٹھا کر کھالیوے

---

① فان أنّ فيها او تأوه او بكى فارتفع بكاؤه، فان كان من ذكر الجنة او النار لم يقطعها، وان كان من وجع او مصيبة قطعها. [الهداية ١/٢٦٣]

② اور اگر جنت یا دوزخ کے یاد آنے کی وجہ سے آہ یا اُف بھی منہ سے نکل جاوے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی کما فی امداد الفتاویٰ مبوب جلد اول ۲۶۲۔ (شبیر علی)

③ وان تنحنح بغير عذر وحصل به الحروف ينبغي ان يفسد عندهما، وان كان بعذر فهو عفو كالعطاس. [الهداية ١/٢٦٤]

④ ومن عطس فقال له آخر: يرحمك الله وهو في الصلوة فسدت صلوته؛ لأنه يجري في مخاطبات الناس فكان من كلامهم، بخلاف ما اذا قال العاطس او السامع: الحمد لله على ما قالوا؛ لأنه لم يتعارف جوابا. [الهداية: ١/٢٦٤]

⑤ واذا قرأ الامام من المصحف فسدت صلوته عند ابي حنيفة، وقالا: هي تامة. [الهداية ١/٢٦٩] وفي النهاية: قيد الامام اتفاقي.

⑥ (ويفسدها) تحويل صدره عن القبلة بغير عذر. [الدّر المختار ٢/٤٦٨]

⑦ و (يفسدها) رد السلام ولو سهوا بلسانه، لا بيده بل يكره. [الدّر المختار ٢/٤٥٠]

⑧ و (كره) عقص شعره،... اما فيها (اى في الصلوة) فيفسد؛ لأنه عمل كثير بالاجماع. [الدّر المختار وردّ المحتار ٢/٤٩٢]

⑨ و(تفسد) أكله وشربه مطلقا ولو سمسمة ناسيا إلا اذا كان بين اسنانه مأكول دون الحمصة فابتلعه. [الدّر المختار ٢/٤٦٢]

⑩ یعنی چھالیہ کا ٹکڑا۔

تو بھی نماز ٹوٹ جاوے گی۔ البتہ اگر دھرا وغیرہ کوئی چیز دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اس کو نگل گئی تو اگر چنے سے کم ہو تب تو نماز ہوگئی اور اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ١٠: (١) منہ میں پان دبا ہوا ہے اور اس کی پیک حلق میں جاتی ہے تو نماز نہیں ہوئی۔

مسئلہ ١١: (٢) کوئی میٹھی چیز کھائی پھر کلی کر کے نماز پڑھنے لگی، لیکن منہ میں اس کا مزہ کچھ باقی ہے اور تھوک کے ساتھ حلق میں جاتا ہے تو نماز صحیح ہے۔

مسئلہ ١٢: (٣) نماز میں کچھ خوشخبری سنی اور اس پر **الحمد للّٰہ** کہہ دیا یا کسی کی موت کی خبر سنی اس پر **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** پڑھا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ ١٣: (٤) کوئی لڑکا وغیرہ گر پڑا، اس کے گرتے وقت **بسم اللّٰہ** کہہ دیا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ ١٤: (٥) نماز میں بچہ نے آ کر دودھ پی لیا تو نماز جاتی رہی، البتہ اگر دودھ نہیں نکلا تو نماز نہیں گئی۔

مسئلہ ١٥: (٦) **اَللّٰہُ اکبر** کہتے وقت **اللّٰہ** کے الف کو بڑھا دیا اور **آللّٰہ اکبر** کہا، یا **اللّٰہ آکبر** (٧) کہا تو نماز جاتی رہی، اسی طرح اگر **اکبر** کی بے بڑھا کر پڑھا اور **اللّٰہ اکبار** کہا تو بھی نماز جاتی رہی۔

مسئلہ ١٦: (٨) کسی خط یا کسی کتاب پر نظر پڑی اور اس کو اپنی زبان سے نہیں پڑھا لیکن دل ہی دل میں مطلب سمجھ

---

(١) لو ادخل الفانيذ او السكر في فيه ولم يمضغه، لكن يصلي والحلاوة تصل الى جوفه تفسد صلوته. [ردّ المحتار ٢/٤٦٢]
قلت: في حكم الفانيذ التنبول.

(٢) لو اكل شيئا من الحلاوة وابتلع عينها، فدخل في الصلوة فوجد حلاوتها في فيه وابتلعها لا تفسد صلوته. [ردّ المحتار ٢/٤٦٢]

(٣) اخبر بما يسوء ه فاسترجع أو بما يسره، فحمد الله تعالىٰ وأراد به جوابه تفسد صلاته. [الهندية ١/٩٩] و(يفسدها) جواب خبر سوء بالاسترجاع على المذهب. [الدّر المختار ٢/٤٥٨]

(٤) لو سقط شئ من السطح فبسمل او دعا لأحد او عليه، فقال: "آمين" تفسد. [الدّر المختار ٢/٤٦٠]

(٥) مص ثديها ثلاثا او مرة ونزل لبنها او مسها بشهوة او قبلها بدونها فسدت. [الدّر المختار ٢/٤٧٠]

(٦) اعلم ان المد ان كان في "الله" فإما في اوله او وسطه او آخره، فان كان في اوله لم يصر به شارعا، و افسد الصلوة لو في أثنائها، وان كان في وسطه: فإن بالغ حتى حدث ألف ثانية بين اللام والهاء كره، قيل: والمختار أنها لا تفسد، وان كان في آخره فهو خطأ ولا يفسد ايضا، وان كان المدّ في "اكبر" فإن كان في أوله فهو خطأ مفسد، وان كان في وسطه أفسد. [ردّ المحتار بحذف ٢/٢١٨]　(٧) یعنی اکبر کے الف کو بڑھایا اکبر پڑھا۔

(٨) ولو نظر الى مكتوب وفهمه، فالصحيح انه لا تفسد صلوته بالاجماع. [الهداية ١/٢٧٠]

گئی تو نماز نہیں ٹوٹی، البتہ اگر زبان سے پڑھ لے تو نماز جاتی رہے گی۔

مسئلہ ۱۷:[1] نمازی کے سامنے سے اگر کوئی چلا جاوے یا کتا بلی بکری وغیرہ کوئی جانور نکل جاوے تو نماز نہیں ٹوٹی، لیکن سامنے سے جانے والے آدمی کو بڑا گناہ ہوگا۔ اس لیے ایسی جگہ نماز پڑھنا چاہیے جہاں آگے سے کوئی نہ نکلے اور پھرنے چلنے میں لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اور اگر ایسی الگ جگہ کوئی نہ ہو تو اپنے سامنے کوئی لکڑی گاڑ لیوے جو کم سے کم ایک ہاتھ لمبی اور ایک انگل موٹی ہو اور اس لکڑی کے پاس کو کھڑی ہو اور اس کو بالکل ناک کے سامنے نہ رکھے بلکہ داہنی یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے۔ اگر کوئی لکڑی نہ گاڑے تو اتنی ہی اونچی کوئی اور چیز سامنے رکھ لے جیسے مونڈھا، تو اب سامنے سے جانا درست ہے کچھ گناہ نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۸:[2] کسی ضرورت کی وجہ سے اگر قبلہ کی طرف ایک آدھ قدم آگے بڑھ گئی یا پیچھے ہٹ آئی، لیکن سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھرا تو نماز درست ہوگئی، لیکن اگر سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ جاوے گی تو نماز نہ ہوگی۔

باب دہم ۱۰

جو چیزیں نماز میں مکروہ اور منع ہیں ان کا بیان

مسئلہ ۱:[3] مکروہ وہ چیز ہے جس سے نماز نہیں ٹوٹتی لیکن ثواب کم ہوجاتا ہے اور گناہ ہوجاتا ہے۔

---

[1] وان مرّت امرأة بين يدى المصلى لم يقطع الصلوة؛ لقوله ﷺ: لا يقطع الصلوة مرور شيء الا ان المار آثم؛ لقوله ﷺ: لو علم المارّ بين يدى المصلى ماذا عليه من الوزر لوقف اربعين، وينبغى لمن يصلى فى الصحراء ان يتخذ أمامه سترة ومقدارها ذراع فصاعدا، وقيل: ينبغى ان يكون فى غلظ الإصبع، ويقرب من السترة، ويجعل السترة على حاجبه الأيمن او على الأيسر.[الهداية: ١/ ٢٧٠] ومرور مارٍّ فى الصحراء او فى مسجد كبير بموضع سجوده فى الأصح او مروره بين يديه الى حائط القبلة فى بيت ومسجد صغير، فإنه كبقعة واحدة مطلقا ولو امرأة او كلبا. [الدّر المختار ٢/ ٤٧٩]

[2] مشى مستقبل القبلة: ان كان منفرداً فالمعتبر موضع سجوده، فان جاوزه فسدت والا فلا. [الدّر المختار وردّ المحتار ٢/ ٤٦٨]

[3] المكروه فى هذا الباب نوعان: احدهما ما يكره تحريما وهو المحمل عند اطلاقهم، ثانيهما المكروه تنزيها، ومرجعه الى ما تركه اولى. [ردّ المحتار ٢/ ٤٨٧]

مسئلہ ۲: [1] اپنے کپڑے یا بدن یا زیور سے کھیلنا، کنکریوں کو ہٹانا مکروہ ہے، البتہ اگر کنکریوں کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے تو ایک دو مرتبہ ہاتھ سے برابر کر دینا اور ہٹا دینا درست ہے۔

مسئلہ ۳: [2] نماز میں انگلیاں چٹخانا اور کولہے پر ہاتھ رکھنا اور داہنے بائیں منہ موڑ کے دیکھنا، یہ سب مکروہ ہے۔ البتہ اگر کن انکھیوں سے کچھ دیکھے اور گردن نہ پھیرے تو ویسا مکروہ تو نہیں ہے لیکن بلاضرورتِ شدیدہ ایسا کرنا بھی اچھا نہیں ہے۔

مسئلہ ۴: [3] نماز میں دونوں پیر کھڑے رکھ کر بیٹھنا یا چوزانو بیٹھنا یا [4] کتے کی طرح بیٹھنا، یہ سب مکروہ ہے۔ ہاں دکھ بیماری کی وجہ سے جس طرح بیٹھنے کا حکم ہے اُس طرح نہ بیٹھ سکے تو جس طرح بیٹھ سکے بیٹھے، اس وقت کچھ مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۵: [5] سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا اور ہاتھ سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے، اور اگر زبان سے جواب دیا تو نماز ٹوٹ گئی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

مسئلہ ۶: [6] نماز میں ادھر ادھر سے اپنے کپڑے کو سمیٹنا سنبھالنا کہ مٹی سے نہ بھرنے پاوے مکروہ ہے۔

مسئلہ ۷: [7] جس جگہ یہ ڈر ہو کہ کوئی نماز میں ہنسا دے گا یا خیال بٹ جاوے گا اور نماز میں بھول چوک ہو جاوے گی ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۸: [8] اگر کوئی آگے بیٹھی باتیں کر رہی ہو یا کسی اور کام میں لگی ہو تو اس کے پیچھے اس کی پیٹھ کی طرف منہ کر

---

(۱) ویکرہ للمصلی ان یعبث بثوبہ أو بجسدہ، ولا یقلّب الحصا الا ان لا یمکنہ من السجود فیسویہ مرۃ. [الهدایة ۱/۲۷۴] وکرہ تقلیب الحصی الا ان لا یمکنہ من السجود فیسویہ مرۃ او مرتین، وفی ظاہر الروایة یسویہ مرۃ، کذا فی المنیة. [الهندیة ۱/۱۰۶]

(۲) ولا یفرقع أصابعہ ولا یتخصّر ولا یلتفت، ولو نظر بمؤخر عینیہ یمنة ویسرۃ من غیر ان یلوی عنقہ لا یکرہ. [الهدایة ۱/۲۷۵]

(۳) ولا یُقعی ولا یفترش ذراعیہ. [الهدایة ۱/۲۷۷]

(۴) و (کرہ) التربع بغیر عذر. [الدّر المختار ۲/۴۹۸]

(۵) و (کرہ) رد السلام بیدہ او برأسہ. [الدّر المختار ۲/۴۹۷]

(۶) وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب. [الدرّ المختار ۲/۴۹۰]

(۷) منها (ای من المکروہات) الصلوۃ بحضرۃ ما یشغل البال ویخل بالخشوع کزینة ولهو ولعب. [ردّ المحتار ۲/۵۱۳]

(۸) ولا یکرہ صلوٰۃ الی ظهر قاعد او قائم ولو یتحدث إلا اذا خیف الغلط بحدیثه. [الدّر المختار ۲/۵۰۹] ولو صلی الی وجه انسان یکرہ. [الهندیة ۱/۱۰۸]

کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ لیکن اگر بیٹھنے والی کو اس سے تکلیف ہو اور وہ اس رک جانے سے گھبراوے تو ایسی حالت میں کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے یا وہ اتنے زور زور سے باتیں کرتی ہو کہ نماز میں بھول جانے کا ڈر ہے تو وہاں نماز نہ پڑھنا چاہیے مکروہ ہے، اور کسی کے منہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۹: (۱) اگر نمازی کے سامنے قرآن شریف یا تلوار لٹکی ہو تو اس کا کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: (۲) جس فرش پر تصویریں بنی ہوں اس پر نماز ہو جاتی ہے، لیکن تصویر پر سجدہ نہ کرے اور تصویر دار جانماز رکھنا مکروہ ہے، اور تصویر کا گھر میں رکھنا بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ۱۱: (۳) اگر تصویر سر کے اوپر ہو یعنی چھت میں یا چھتگیری میں تصویر بنی ہوئی ہو یا آگے کی طرف کو ہو یا دائیں طرف (۴) یا بائیں طرف ہو تو نماز مکروہ ہے، اور اگر پیر کے نیچے ہو تو نماز مکروہ نہیں۔ لیکن اگر بہت چھوٹی تصویر ہو کہ اگر زمین پر رکھ دو تو کھڑے ہو کر نہ دکھائی دے یا پوری تصویر نہ ہو بلکہ سر کٹا ہوا اور مٹا ہوا ہو تو ان کا کچھ حرج نہیں، ایسی تصویر سے کسی صورت میں نماز مکروہ نہیں ہوتی چاہے جس طرف ہو۔

مسئلہ ۱۲: (۵) تصویر دار کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۳: (۶) درخت یا مکان وغیرہ کسی بے جان چیز کا نقشہ بنا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۴: (۷) نماز کے اندر آیتوں کا یا کسی اور چیز کا انگلیوں پر گننا مکروہ ہے، البتہ انگلیوں کو دبا کر گنتی یاد رکھے تو کچھ حرج نہیں۔

---

(۱) ولا (يكره صلوة) الى مصحف او سيف. [الدّر المختار ۲/۵۱۰]

(۲) و (لا يكره) على بساط فيه تماثيل ان لم يسجد عليها. [الدّر المختار ۲/۵۱۰] وتكره التصاوير فى الثوب صلى فيه او لا. [ردّ المحتار ۲/۵۰۲] عن ابى طلحة ﷺ قال: قال النبیﷺ: لا تدخل الملئكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير. متفق عليه. [مشكوة ۳۸۵]

(۳) و (يكره)ان يكون فوق راسه او بين يديه او بحذائه تمثال، واختلف فيما اذا كان خلفه والأظهر الكراهة، ولو كانت تحت قدميه او فى يده او على خاتمه او كانت صغيرة او مقطوعة الراس او الوجه او لغير ذى روح لا يكره. [الدّر المختار ۲/۵۰۳]

(۴) علی ہذا اگر پیچھے ہو تب بھی مکروہ ہے، مگر اور صورتوں سے کم۔ (تصحیح الاغلاط)

(۵) و (كره) لبس ثوب فيه تماثيل ذى روح. [الدّر المختار ۲/۵۰۲] (۶) حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۱ باب ہذا دیکھو۔

(۷) وكره تنزيها عد الآى والسور والتسبيح باليد فى الصلوة مطلقا. [الدّر المختار ۲/۵۰۷]

مسئلہ ۱۵: دوسری[1] رکعت کو پہلی رکعت سے زیادہ[2] لمبی کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۶: کسی[3] نماز میں کوئی سورت مقرر کر لینا کہ ہمیشہ وہی پڑھا کرے کوئی اور سورت کبھی نہ پڑھے، یہ بات مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۷: کندھے[4] پر رومال ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۸: بہت[5] برے اور میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور اگر دوسرے[6] کپڑے نہ ہوں تو جائز ہے۔

مسئلہ ۱۹: پیسہ[7] کوڑی وغیرہ کوئی چیز منہ میں لے کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور اگر ایسی چیز ہو کہ نماز میں قرآن شریف وغیرہ نہیں پڑھ سکتی تو نماز نہیں ہوئی ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۲۰: جس[8] وقت پیشاب پاخانہ زور سے لگا ہو ایسے وقت نماز پڑھنا مکروہ[9] ہے۔

مسئلہ ۲۱: جب[10] بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھا لے تب نماز پڑھے، بے کھانا کھائے نماز

---

① واطالة الثانية على الاولى يكره تنزيها. [الدّر المختار ۲/۳۲۲]

② یعنی دوسری رکعت میں قراءت بقدر تین آیت زیادہ پڑھنا مکروہ ہے۔

③ ویکره التعيين (اى تعيين سورة لشيء من الصلوة) كـ "السجدة" و"هل اتى" لفجر كل جمعة، بل يندب قراء تهما احيانا. [الدّر المختار ۲/۳۲۵]

④ وكره سدل ثوبه. [الدّر المختار ۲/۴۸۸] وفي الهداية [۱/۲۷۹]: ولا يسدل ثوبه؛ لأنه عليه السلام نهى عن السدل، وهو أن يجعل ثوبه على رأسه وكتفيه، ثم يرسل أطرافه من جوانبه.

⑤ وكره صلوته في ثياب بذلة يلبسها في بيته ومهنة، اى خدمة ان له غيرها والا لا. [الدّر المختار ۲/۴۹۱]

⑥ لفظ "اور اگر" سے اخیر مسئلہ تک اس مرتبہ اضافہ کیا گیا اور کچھ عبارت سابقہ بعد تحقیق کاٹ دی گئی۔ (شبیر علی)

⑦ و(كره) اخذ درهم ونحوه في فيه لم يمنعه من القراءة، فلو منعه تفسد. [الدّر المختار ۲/۴۹۱]

⑧ و(كره) صلوته مع مدافعة الأخبثين او احدهما. [الدّر المختار ۲/۴۹۲]

⑨ لیکن اگر وقت کے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے ہی پڑھ لے۔

⑩ (وتكره الصلوة) بحضرة الطعام بقوله عليه الصلوة والسلام: لا صلوة بحضرة طعام ولا هو يدافع الأخبثين الخ. [غنية المستملى ص۳٦٦] والمراد الكراهة كما في ردّ المحتار [۲/۵۱۳] كرهت (اى الصلوة) بحضرة طعام تميل اليه نفسه.

پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر وقت تنگ[۱] ہونے لگے تو پہلے[۲] نماز پڑھ لے۔

مسئلہ ۲۲:[۳] آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے، لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے نماز میں دل خوب لگے تو بند کر کے پڑھنے میں بھی کوئی برائی نہیں۔

مسئلہ ۲۳:[۴] بے ضرورت نماز میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا مکروہ ہے اور اگر ضرورت پڑے تو درست ہے، جیسے کسی کو کھانسی آئی اور منہ میں بلغم آ گیا تو اپنے بائیں طرف تھوک دے یا کپڑے میں لے کر مل ڈالے، اور داہنی طرف اور قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔

مسئلہ ۲۴:[۵] نماز میں کھٹمل نے کاٹ کھایا تو اس کو پکڑ کر چھوڑ دے، نماز پڑھتے میں مارنا اچھا نہیں۔ اور اگر کھٹمل نے ابھی کاٹا نہیں ہے تو اس کو نہ پکڑے، بے کاٹے پکڑنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۵:[۶] فرض نماز میں بے ضرورت دیوار وغیرہ کسی چیز کے سہارے پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۶:[۷] ابھی سورت پوری ختم نہیں ہوئی دو ایک کلمے رہ گئے تھے کہ جلدی کے مارے رکوع میں چلی گئی اور سورت رکوع میں جا کر ختم کی تو نماز مکروہ ہوئی۔

---

① یعنی اس قدر تنگ ہونے لگے کہ فرض اور سنت مؤکدہ نہ پڑھ سکے۔

② اسی طرح اگر جماعت جانے کا خوف ہو تو پہلے نماز پڑھ لے (کبیر)۔

③ و(کره) تغميض عينيه إلا لكمال الخشوع بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر. [الدّر المختار والشامية ۲/۴۹۹]

④ و(يكره)التنخم وهو اخراج النخامة بالنفس الشديد لغير عذر. [الدّر المختار والشامية ۲/۵۱۱] (ويكره) ان يرمى بزاقه ونخامته. [منية المصلّى ص ۳۵۶] وفى الكبيرى [ص۳۱۲]: اما لو اضطر إليه بأن خرج بسعال وتحنح ضرورى فلا يكره الرمى، لكن الاولى حينئذ ان يأخذها بثوبه او يلقيها تحت رجله اليسرى اذا لم يكن فى المسجد؛ لما فى البخارى انه عليه السلام قال: اذا قام احدكم الى الصلوة فلا يبصق امامه، فانما يناجى الله ما دام فى مصلاه، ولا عن يمينه فانّ عن يمينه ملكا، وليبصق عن يساره او تحت قدمه.

⑤ ويكره اخذ القملة أو البرغوث، وقتله او دفنه. [منية المصلّى ص ۳۵۳] والتفصيل فى ردّ المحتار [۲/۵۱۱]

⑥ ويكره ان يتكئ على حائط او على عصا الا من عذر. [منية المصلّى ص۳۵۳]

⑦ و(يكره) ان يتم القراءة فى الركوع. [منية المصلّى ص۳۵۲]

مسئلہ ۲۷:[1] اگر سجدہ کی جگہ پیر سے اونچی ہو جیسی کوئی دہلیز پر سجدہ کرے تو دیکھو کتنی اونچی ہے: اگر ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو نماز درست نہیں ہے، اور اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہے تو نماز درست ہے، لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

باب یازدہم[11]

جن وجہوں سے نماز کا توڑ دینا درست ہے ان کا بیان

مسئلہ ۱:[2] نماز پڑھتے میں ریل چل دے اور اس پر اپنا اسباب رکھا ہوا ہے یا بال بچے سوار ہیں تو نماز توڑ کے بیٹھ جانا درست[3] ہے۔

مسئلہ ۲:[4] سامنے سانپ آ گیا تو اس کے ڈر سے نماز کا توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ ۳:[5] رات کو مرغی کھلی رہ گئی اور بلی اس کے پاس آ گئی تو اس کے خوف سے نماز توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ ۴:[6] نماز میں کسی نے جوتی اٹھالی اور ڈر ہے کہ اگر نماز نہ توڑے گی تو لے کر کوئی بھاگ جاوے گا تو اس کے لیے نیت توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ ۵:[7] کوئی نماز میں ہے اور ہانڈی ابلنے لگی جس کی لاگت تین چار آنہ ہیں تو نماز توڑ کر اس کو درست کر دینا جائز ہے۔ غرض کہ جب ایسی چیز کے ضائع ہو جانے یا خراب ہو جانے کا ڈر ہو جس کی قیمت تین چار آنے ہو تو اس کی حفاظت کے لیے نماز کا توڑ دینا درست ہے۔

---

① ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين مقدار لبنتين منصوبتين جاز، والا فلا. واراد باللبنة لبنة بخارا، وهى ربع ذراع. [كذا فى المنية ۲۸٦]

② يباح قطعها لنحو قتل حية وند دابة وفور قدر وضياع ما قيمته درهم، له أو لغيره. [الدّر المختار ۲/۵۱۳ و ٦۰۸]

③ خواہ یہ امید ہو کہ نماز وقت کے اندر مل جاوے گی یا اس کی امید نہ ہو اور وقت نہ رہنے کی صورت میں قضا پڑھے۔

④ تا ⑦ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ا باب ہذا۔

مسئلہ ۶: [1] اگر نماز میں پیشاب یا پاخانہ زور کرے تو نماز توڑ دے اور فراغت کر کے پھر پڑھے۔

مسئلہ ۷: [2] کوئی اندھی عورت یا مرد جا رہا ہے اور آگے کنواں ہے اور اس میں گر پڑنے کا ڈر ہے تو اس کے بچانے کے لیے نماز توڑ دینا فرض ہے، اگر نماز نہیں توڑی اور وہ گر کے مر گیا تو گناہ گار ہوگی۔

مسئلہ ۸: [3] کسی بچہ وغیرہ کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ جلنے لگا تو اس کے لیے بھی نماز توڑ دینا فرض ہے۔

مسئلہ ۹: [4] ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی کسی مصیبت کی وجہ سے پکاریں تو فرض نماز کو توڑ دینا واجب ہے، جیسے کسی کا باپ ماں وغیرہ بیمار ہے اور پاخانہ وغیرہ کسی ضرورت سے گیا اور آتے میں یا جاتے میں پیر پھسل گیا اور گر پڑا تو نماز توڑ کر اسے اٹھالیوے، لیکن اگر اور کوئی اٹھانے والا ہو تو بے ضرورت نماز نہ توڑے۔

مسئلہ ۱۰: [5] اور اگر ابھی گرا نہیں لیکن گرنے کا ڈر ہے اور اس نے اس کو پکارا تب بھی نماز توڑ دے۔

مسئلہ ۱۱: [6] اور اگر کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں پکارا یوں ہی پکارا ہے تو فرض نماز کا توڑ دینا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۲: [7] اور اگر نفل یا سنت پڑھتی ہو اس وقت باپ ماں، دادا دادی، نانا نانی پکاریں لیکن یہ ان کو معلوم نہیں ہے کہ فلانی نماز پڑھتی ہے تو ایسے وقت بھی نماز کو توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے، چاہے کسی مصیبت سے پکاریں اور چاہے بے ضرورت پکاریں دونوں کا ایک حکم ہے، اگر نماز توڑ کے نہ بولے گی تو گناہ ہوگا۔ اور اگر وہ جانتے ہوں کہ نماز پڑھتی ہے پھر بھی پکاریں تو نماز نہ توڑے، لیکن اگر کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو تکلیف ہونے کا ڈر ہو تو نماز توڑ دے۔

---

[1] ویستحب (قطعها) لمدافعة الاخبثین. والتفصیل فی ردّ المحتار [۲/۵۱۴]

[2]،[3] ویجب لاغاثة ملهوف وغریق وحریق، سواء استغاث بالمصلی او لم یعین احدا فی استغاثه اذا قدر علی ذلك، ومثله خوف تردی اعمی فی بئر اذا غلب عی ظنه سقوطه. [الدّر المختار وردّ المحتار ۲/۵۱۴ و ۶۰۸]

[4] تا [7] ولو دعاه احد أبویه فی الفرض لا یجیبه الا ان یستغیث به، وفی النفل ان علم انه فی الصلوة فدعاه لا یجیبه والا اجابه. [الدّر المختار ۲/۶۰۹]

باب دوازدہم[۱۲]

وتر نماز کا بیان

مسئلہ ۱:[①] وتر کی نماز واجب ہے اور واجب کا مرتبہ قریب قریب فرض کے ہے، چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اگر کبھی چھوٹ جاوے تو جب موقع ملے فوراً اس کی قضا پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ ۲:[②] وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ دو رکعتیں پڑھ کے بیٹھے اور التحیات پڑھے اور درود بالکل نہ پڑھے بلکہ التحیات پڑھ چکنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑی ہو اور الحمد اور سورت پڑھ کر اللّٰہ اکبر کہے[③] اور کندھے[④] تک ہاتھ اٹھاوے اور پھر ہاتھ باندھ لے، پھر دعائے قنوت پڑھ کے رکوع کرے اور تیسری رکعت پر بیٹھ کے التحیات اور درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

مسئلہ ۳:[⑤] دعاءِ قنوت یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ. اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ.

مسئلہ ۴:[⑥] وتر کی تینوں رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا چاہیے جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا۔

مسئلہ ۵:[⑦] اگر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گئی اور جب رکوع میں چلی گئی تب یاد آیا تو اب دعائے قنوت نہ پڑھے، بلکہ نماز کے ختم پر سجدۂ سہو کرلے، اور اگر رکوع چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہو اور دعائے قنوت

---

① الوتر واجب عند ابی حنیفة رحمه الله، ووجب القضاء بالاجماع. [الهداية ١/٢٨٧]

② والوتر ثلاث رکعات، لا یفصل بینهن بسلام، ویقنت فی الثالثة قبل الرکوع. [الهداية ١/٢٨٩]

③ ویکبر قبل رکوع ثالثته رافعاً یدیه وقنت فیه. [الدّر المختار ٢/٥٣٣]

④ اور مرد کان کی لو تک ہاتھ اٹھائیں۔ ⑤ ویسن الدعاء المشهور. [الدّر المختار ٢/٥٣٤]

⑥ ویقرأ فی کل رکعة من الوتر فاتحة الکتاب وسورةً. [الهداية ١/٢٩١]

⑦ ولو نسیه ای القنوت، ثم تذکره فی الرکوع، لا یقنت فیه؛ لفوات محله، ولا یعود إلی القیام، فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته ویسجد للسهو. [الدّر المختار ٢/٥٣٨]

پڑھ لے تب بھی خیر نماز ہوگئی لیکن ایسا نہ کرنا چاہیے تھا، اور اور سجدۂ سہو کرنا اس صورت میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ ٦:[1] اگر بھولے سے پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ گئی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے، تیسری رکعت میں پھر پڑھنی چاہیے اور سجدۂ سہو بھی کرنا پڑے گا۔

مسئلہ ٧:[2] جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو یہ پڑھ لیا کرے: رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا تین دفعہ یہ کہہ لے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِی یا تین دفعہ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ کہہ لے تو نماز ہو جاوے گی۔

باب سیزدہم ۱۳

سنت اور نفل نمازوں کا بیان

مسئلہ ١:[3] فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت نماز سنت ہے۔ حدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے کبھی اس کو نہ چھوڑے، اگر کسی دن دیر ہوگئی اور نماز کا وقت بالکل اخیر ہوگیا تو مجبوری[4] کے وقت فقط دو رکعت فرض پڑھ لیوے، لیکن جب سورج نکل آوے اور اونچا ہو جاوے تو سنت کی دو رکعت قضا پڑھ لیوے۔

مسئلہ ٢:[5] ظہر کے وقت پہلے چار رکعت سنت پڑھے، پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت، ظہر کے وقت کی

---

① قد صرح في الخلاصة عن الصدر الشهيد بأن الساهي يقنت ثانيا. [ردّ المحتار ٢/٥٤١] واما وجوب سجود السهو فلعدم وقوع الواجب موقعه.

② ومن لا يحسن القنوت يقول: ربنا آتنا فی الدنیا حسنة (الآیة)، وقال ابو اللیث: یقول: "اللهم اغفرلی" یکررها ثلاثا، وقیل: یقول: "یا رب" ثلاثا. [ردّ المحتار ٢/٥٣٥ والهندیة ١/١١١]

③ والسنن آکدها سنة الفجر، وقیل بوجوبها. [الدّر المختار ٢/٥٤٨] لما فی الصحیحین عن عائشة ﷞: لم یکن النبی ﷺ علی شیء من النوافل اشد تعاهداً منه علی رکعتی الفجر. وفی مسلم: رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیها. وفی ابی داود: لا تدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل. [ردّ المحتار ٢/٥٤٨]

④ حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۴ ص ۲۳۸ دیکھو۔

⑤ وسن مؤکدا أربع قبل الظهر والجمعة وبعدها بتسلیمة، ورکعتان قبل الصبح وبعد الظهر والمغرب والعشاء. [الدّر المختار ٢/٥٤٥]

یہ چھ رکعتیں بھی ضروری ہیں۔ ان کے پڑھنے کی بہت تاکید ہے، بے وجہ چھوڑ دینے سے گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ ۳:[۱] عصر کے وقت پہلے چار رکعت سنت پڑھے پھر چار رکعت فرض پڑھے، لیکن عصر کے وقت کی سنتوں کی تاکید نہیں ہے، اگر کوئی نہ پڑھے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا، اور جو کوئی پڑھے اس کو بہت ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ ۴:[۲] مغرب کے وقت پہلے تین رکعت فرض پڑھے، اور پھر دو رکعت سنت پڑھے۔ یہ سنتیں بھی ضروری ہیں، نہ پڑھنے سے گناہ ہوگا۔

مسئلہ ۵:[۳] عشا کے وقت بہتر اور مستحب یہ ہے کہ پہلے چار رکعت سنت پڑھے، پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت[۴] سنت پڑھے۔ پھر اگر جی چاہے دو رکعت نفل بھی پڑھ لے، اس حساب سے عشا کی چھ رکعت سنت ہوئیں۔ اور اگر کوئی اتنی رکعتیں نہ پڑھے تو پہلے چار رکعت فرض پڑھے، پھر دو رکعت سنت پڑھے، پھر وتر پڑھے۔ عشا کے بعد یہ دو رکعتیں پڑھنی ضروری ہیں، نہ پڑھے گی تو گناہ ہوگا۔

مسئلہ ۶:[۵] رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز بھی سنت ہے اس کی بھی تاکید آئی ہے، اس کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔ عورتیں تراویح کی نماز اکثر چھوڑ دیتی ہیں، ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ عشا کے فرض اور سنتوں کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھے چاہے[۶] دو دو رکعت کی نیت باندھے چاہے چار چار رکعت کی، مگر دو دو[۷] رکعت پڑھنا اولیٰ ہے۔ جب بیسوں رکعتیں پڑھ چکے تو وتر پڑھے۔

---

① ویستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء و بعدھا بتسلیمة. [الدّر المختار ۲/۵٤٦]

② حاشیہ مسئلہ نمبر۲ باب ہٰذا دیکھو۔ ③ حاشیہ مسئلہ نمبر۲ و نمبر۳ باب ہٰذا دیکھو۔ ④ پہلی عبارت مبہم تھی، اب درست کردی گئی۔ (شبیر علی)

⑤ التراویح سنة مؤکدة للرجال والنساء، ووقتھا بعد صلوة العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعده فی الأصح، وھی عشرون رکعة بعشر تسلیمات. [الدّر المختار بحذف ۲/۵۹٦ ـ ۵۹۹]

⑥ ومنھا (ای من سنن التراویح) ان یصلی کل رکعتین بتسلیمة علی حدة، ولو صلی ترویحة بتسلیمة واحدة وقعد فی الثانیة قدر التشھد لا شك انه یجوز، لکن اختلف المشایخ: انه ھل یجوز عن تسلیمتین او لا یجوز الّا عن تسلیمة واحدة، قال بعضھم: لا یجوز الاعن تسلیمة واحدة، وقال عامتھم: انه یجوز عن تسلیمتین، وھو الصحیح. [البدائع مختصر ۱/٦٤٦]

قلت: الظاھر من کلامه کراھة ترویحة بتسلیمة. ۲۱ رجب سنة ٦۳ھ.

⑦ لفظ ''مگر دو دو'' سے ''اولیٰ ہے'' تک اس مرتبہ اضافہ ہوا۔ (شبیر علی)

فائدہ: جن سنتوں کا پڑھنا ضروری ہے یہ سنتِ مؤکدہ کہلاتی ہیں اور رات دن میں ایسی بارہ۱۲ سنتیں ہیں: دو فجر کی، چار ظہر کے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے، دو عشا کے بعد۔ اور رمضان میں تراویح اور بعض عالموں نے تہجد کو بھی مؤکدہ میں گنا ہے۔

مسئلہ ۷: اتنی نمازیں تو شرع کی طرف سے مقرر ہیں۔ اگر اس سے زیادہ پڑھنے کو کسی کا جی چاہے تو جتنا چاہے زیادہ پڑھے اور جس وقت جی چاہے پڑھے فقط اتنا خیال رکھے کہ جن وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھے، فرض اور سنت کے سوائے جو کچھ پڑھے گی اس کو نفل کہتے ہیں۔ جتنی زیادہ نفلیں پڑھے گی اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا، اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ بعضے خدا کے بندے ایسے ہوئے ہیں کہ ساری رات نفلیں پڑھا کرتے تھے اور بالکل نہیں سوتے تھے۔

مسئلہ ۸:[1] بعضی نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے اس لیے اور نفلوں سے ان کا پڑھنا بہتر ہے کہ تھوڑی سے محنت میں بہت ثواب ملتا ہے، وہ یہ ہیں: (۱) تحیۃ الوضو۔ (۲) اشراق۔ (۳) چاشت۔ (۴) اوابین۔ (۵) تہجد۔ (۶) صلوٰۃ التسبیح۔

مسئلہ ۹:[2] تحیۃ الوضو اس کو کہتے ہیں کہ جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو۲ رکعت نفل پڑھ لیا کرے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، لیکن جس وقت نفل نماز مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھے۔

مسئلہ ۱۰:[3] اشراق کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو جانماز پر سے نہ اٹھے، اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف یا کلمہ یا اور کوئی وظیفہ پڑھتی رہے اور اللہ کی یاد میں لگی رہے، دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے، نہ دنیا

---

① حاشیہ مسئلہ نمبر ۹ تا نمبر ۱۴ باب ہذا دیکھو۔

② وندب رکعتان بعد الوضوء لحدیث مسلم: ما من احد یتوضأ فیحسن الوضوء ویصلی رکعتین یقبل بقلبه ووجهه علیهما الا وجبت له الجنة. [ردّ المحتار ۱/۵۶۳]

③ عن انس قال قال رسول الله ﷺ: من صلی الفجر فی جماعة، ثم قعد یذکر اللّٰه حتی تطلع الشمس، ثم صلی رکعتین کانت له کأجر حجة وعمرة. قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: تامة تامة تامة. رواه الترمذی، وقال ابو عیسی هذا حدیث حسن غریب. [الترمذی ۱/۴۳۱]

کا کوئی کام کرے۔ جب سورج نکل آوے اور اونچا[1] ہوجاوے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لے تو ایک حج[2] اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ اور اگر فجر کی نماز کے بعد کسی دنیا کے دھندے میں لگ گئی، پھر سورج اونچا ہوجانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہوجائے گا۔

مسئلہ ۱۱:[3] پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا ہوجاوے اور دھوپ تیز ہوجاوے تب کم سے کم دو رکعت پڑھے یا اس سے زیادہ پڑھے، یعنی چار رکعت یا آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھ لے۔ اس کو ''چاشت'' کہتے ہیں، اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

مسئلہ ۱۲:[4] مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے، اس کو ''اوّابین'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱۳:[5] آدھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا بڑا ہی ثواب ہے، اسی کو ''تہجّد'' کہتے ہیں۔ یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور سب سے زیادہ[6] اس کا ثواب ملتا ہے۔ تہجّد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں، نہ ہو تو دو ہی رکعتیں سہی۔ اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشا کے بعد پڑھ لے، مگر ویسا ثواب نہ ہوگا۔ اس کے سوا بھی رات دن میں جتنی چاہے نفلیں پڑھے۔

مسئلہ ۱۴:[7] صلوٰۃ التسبیح کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے، اس کے پڑھنے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے۔

---

① اونچائی کی حد ایک نیزہ ہے اور یہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ آفتاب کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ (تصحیح الاغلاط)

② یہ دونوں عبادتیں کعبہ شریف میں ادا کی جاتی ہیں حج فرض اور عمرہ سنت ہے۔

③ وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح، ووقتها المختار بعد ربع النهار. [الدّر المختار ٢/٥٦٣]

④ (ويستحب) ست بعد المغرب ليكتب من الاوابين بتسليمة او ثنتين او ثلاث. [الدّر المختار ٢/٥٤٧] وعن عائشة ﵂ عن النبیﷺ قال: من صلی بعد المغرب عشرين ركعة بنى الله له بيتا فی الجنة. [الترمذی ١/٣٢٤]

⑤ وندب صلوة الليل وفضلها لا يحصر، قال رسول اللهﷺ: عليكم بصلوة الليل، فانه دأب الصالحين قبلكم، وقربة الی ربكم، مكفرة للسيئات، ومنهاة عن الإثم. وفی الحاوی القدسی: ان اقله ركعتان واكثره ثمان. [المراقی والطحطاوی ٣٩٦ و ردّ المحتار ٢/٥٦٥]

⑥ یعنی نفل نماز میں سب سے زیادہ اس کا ثواب ہے۔

⑦ عن ابن عباس ﵄، أنّ رسول اللهﷺ قال للعباس بن عبد المطلب: يا عماه! الا أعطيك؟ الا أمنحك؟ الا احبوك؟ الا أفعل بك عشر خصال؟ اذا انت فعلت ذلك غفر الله لك ذنبك، اوله وآخره، قديمه وحديثه، وخطأه وعمده، وصغيره وكبيره، =

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا: اس کے پڑھنے سے تمہارے سب گناہ اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے سب معاف ہوجاویں گے اور فرمایا تھا: اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو، اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لو، اگر ہر ہفتہ نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں پڑھ لیا کرو، ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لو۔ اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور **سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ** اور **الحمد** اور سورت جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ پڑھے: **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر**. پھر رکوع میں جاوے اور **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم** کہنے کے بعد دس۱۰ دفعہ پھر یہی پڑھے۔ پھر رکوع سے اٹھے اور **رَبَّنَا لَكَ** اس میں **الْحَمْدُ** کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے، پھر سجدے میں جاوے اور **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى** کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے، پھر سجدے سے اٹھ کے دس دفعہ پڑھے، اس کے بعد دوسرا سجدہ کرلے، اس میں بھی دس دفعہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھ کے بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کے دوسری رکعت کے لیے کھڑی ہو، اسی طرح دوسری رکعت پڑھے۔ اور جب دوسری رکعت میں **التَّحِيَّاتُ** کے لیے بیٹھے تو پہلے وہی دعا دس دفعہ پڑھ لے، تب **التحيات** پڑھے۔ اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے۔

مسئلہ ۱۵:[۱] ان چاروں رکعتوں میں جو سورت چاہے پڑھے، کوئی سورت[۲] مقرر نہیں۔

= وسره وعلانيته، ان تصلي اربع ركعات تقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورة، فاذا فرغت من القراءة قلت وانت قائم: "سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله اكبر" خمس عشرة مرة، ثم تركع فتقولها وانت راكع عشرا، ثم ترفع رأسك من الركوع فتقولها عشرا، ثم تهوي ساجدا فتقولها عشرا، ثم ترفع رأسك من السجود فتقولها عشرا، ثم تسجد فتقولها عشرا، ثم ترفع رأسك من السجود فتقولها عشرا قبل ان تقوم، فذلك خمس وسبعون في كل ركعة، تفعل ذلك في جميع الركعات الأربع. فان استطعت ان تصليها في كل يوم مرة فافعل، فان لم تفعل ففي كل جمعة، وان لم تفعل ففي كل شهر، فان لم تفعل ففي كل سنة، فان لم تفعل ففي عمرك مرة، رواه الترمذي وابن ماجه وقال الترمذي: غريب. [كبيري ٤٣١] وفي كيفية صلوة التسبيح اختلاف ذكره العلامة الشامي لا نذكره لضيق المقام، من شاء الاطلاع عليه فليرجع إليه.

① قيل لابن عباس: هل تعلم لهذه الصلوة سورة؟ قال: التكاثر والعصر والكافرون والاخلاص، وقال بعضهم: الأفضل نحو الحديد و الحشر والصف والتغابن للمناسبة في الاسم. [ردّ المحتار ٢/٥٧١]

② لیکن سورۂ والعصر، سورۂ کوثر، سورۂ کافرون، سورۂ اخلاص یا سورۂ حدید، سورۂ حشر اور سورۂ صف اور سورۂ تغابن کا پڑھنا افضل ہے۔

مسئلہ ۱۶: اگر کسی رکن[1] میں تسبیحات بھول کر کم پڑھی گئیں یا بالکل ہی چھوٹ گئیں تو اگلے رکن میں ان بھولی ہوئی تسبیحات کو بھی پڑھ لے، مثلاً رکوع میں دس مرتبہ تسبیح پڑھنا بھول گئی اور سجدہ میں یاد آیا، تو سجدہ میں یہ بھولی ہوئی دس۱۰ تسبیحات کو بھی پڑھے اور سجدہ کی دس۱۰ بھی پڑھے، گویا ایسی صورت میں سجدہ میں بیس۲۰ تسبیحیں پڑھے۔ بس یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ایک کعت میں پچھتّر۷۵ مرتبہ تسبیح پڑھی جاتی ہے اور چاروں رکعتوں میں تین سَو۳۰۰ مرتبہ۔ سو اگر چار رکعتوں میں تین سَو۳۰۰ کا عدد پورا ہوگیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب ملے گا۔ اور اگر چاروں رکعتوں میں بھی تین سَو۳۰۰ کا عدد پورا نہ ہوسکا تو پھر یہ نماز نفل ہوجاوے گی، صلوٰۃ التسبیح نہ رہے گی۔

مسئلہ ۱۷: اگر صلوٰۃ التسبیح میں کسی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگیا تو سہو کے دونوں سجدوں میں اور ان کے بعد کے قعدہ میں تسبیحات نہ پڑھی جاویں گی۔

مسئلہ ۱۸: تسبیحات کے بھول کر چھوٹ جانے یا کم ہوجانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

باب چہاردہم ۱۴

فصل

مسئلہ ۱: دن کو نفلیں[2] پڑھے تو چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے اور چاہے چار چار رکعت کی نیت باندھے، اور دن کو چار رکعت سے زیادہ کی نیت باندھنا مکروہ ہے۔ اور رات کو ایک دم سے چھ۶ چھ۶ یا آٹھ۸ آٹھ۸ رکعت کی نیت باندھ لے تو بھی درست ہے، اور اس سے زیادہ کی نیت باندھنا رات کو بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲:[3] اگر چار رکعتوں کی نیت باندھے اور چاروں[4] پڑھنی بھی چاہے تو جب دو رکعت پڑھ کے بیٹھے اس

---

[1] مسئلہ نمبر ۱۶ تا نمبر ۱۸ شرح مشکوۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ سے اس مرتبہ اضافہ ہوئے۔ (شبیر علی)

[2] ونوافل النهار ان شاء صلى بتسليمة ركعتين، وإن شاء أربعاً، وتكره الزيادة على ذلك، وأمّا نافلة الليل قال أبو حنيفة: إن صلى ثماني ركعات بتسليمة جاز، وتكره الزيادة علي ذلك، وقالا: لا يزيد بالليل على ركعتين بتسليمة. [الهداية ۱/۲۹٦]

[3] ولا يصلى على النبی ﷺ فی القعدة الاولى فی الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها، ولا يستفتح اذا قام الى الثالثة منها، وفی البواقی من ذوات الاربع يصلی على النبی ﷺ ويستفتح ويتعوذ، وقيل: لا يأتی فی الكل. [الدّر المختار ۲/۵۵۲]

[4] لفظ "اور چاروں بھی پڑھنی چاہے" اس مرتبہ بڑھائے گئے ہیں۔ (شبیر علی)

وقت اختیار ہے اَلتَّحِیَّات کے بعد درود شریف اور دعا بھی پڑھے پھر بے سلام پھیرے اٹھ کھڑی ہو، پھر تیسری رکعت پر سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھ کے اَعُوْذُ و بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کے اَلْحَمْدُ شروع کرے۔ اور چاہے صرف اَلتَّحِیَّات پڑھ کر اٹھ کھڑی ہو اور تیسری رکعت پر بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ سے شروع کرے، پھر چوتھی رکعت پر بیٹھ کر اَلتَّحِیَّات وغیرہ سب پڑھ کر سلام پھیرے۔

اور اگر آٹھ رکعت کی نیت باندھی ہے اور آٹھوں[1] رکعتیں ایک سلام سے پوری کرنا چاہے تو اس طرح دونوں باتیں اب بھی درست ہیں: چاہے التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کے کھڑی ہو جاوے اور پھر سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھے، اور چاہے التحیات پڑھ کر کھڑی ہو کر بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ سے شروع کر دے۔ اسی طرح چھٹی رکعت پر بیٹھ کر بھی چاہے التحیات درود، دعا سب کچھ پڑھ کے کھڑی ہو پھر سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھے، اور چاہے فقط اَلتَّحِیَّات پڑھ کے کھڑی ہو کر بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ سے شروع کر دے اور آٹھویں رکعت پر بیٹھ کر سب کچھ پڑھ کے سلام پھیرے، اور اسی طرح ہر دو دو رکعت پر ان دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

مسئلہ ۳:[2] سنت اور نفل کی سب رکعتوں میں اَلْحَمْدُ کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے، اگر قصداً سورت نہ ملاوے گی تو گناہ گار ہوگی، اور اگر بھول گئی تو سجدہ[3] سہو کرنا پڑے گا اور سجدہ سہو کا بیان آگے آوے گا۔

مسئلہ ۴:[4] نفل نماز کی جب کسی نے نیت باندھ لی تو اب اس کو پورا کرنا واجب ہوگیا، اگر توڑ دے گی تو گناہ گار ہوگی، اور جو نماز توڑی ہے اس کی قضا پڑھنا پڑے گی۔ لیکن نفل کی ہر دو دو رکعت الگ ہیں، اگر چار یا چھ رکعت کی نیت باندھے تو فقط دو ہی رکعت کا پورا کرنا واجب ہوا، چاروں رکعتیں واجب نہیں ہوئیں۔ پس اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت کی، پھر دو رکعت پڑھ کے سلام پھیر دیا تو کچھ گناہ نہیں۔

---

[1] اور ''آٹھوں'' سے ''پوری کرنا چاہے'' تک عبارت اس مرتبہ اضافہ ہوئی۔ (شبیر علی)

[2] و تفرض القراءة فی رکعتی الفرض و کل النفل للمنفرد و کل الوتر. [الدّر المختار ۲/۵۷۳]

[3] باب ہیزدہم (سجدۂ سہو کا بیان) مسئلہ نمبر ۶ صفحہ ۲۳۹ دیکھو۔

[4] ولزم نفل شرع فیه بتکبیرة الإحرام او بقیام الثالثة شروعا صحیحا قصدا. [الدّر المختار ۲/۵۷٤]

مسئلہ ۵:[1] اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور ابھی دو رکعتیں پوری نہ ہوئی تھیں کہ نماز توڑ دی تو فقط دو رکعت کی قضا پڑھے۔

مسئلہ ۶:[2] اور اگر چار رکعت کی نیت باندھی اور دو رکعت پڑھ چکی، تیسری یا چوتھی میں نیت توڑ دی تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر اس نے التحیات وغیرہ پڑھی ہے تو فقط دو رکعت کی قضا پڑھے۔ اور اگر دوسری رکعت پر نہیں بیٹھی اور التحیات پڑھے بغیر بھولے سے کھڑی ہوگئی یا قصداً کھڑی ہوگئی تو پوری چاروں رکعتوں کی قضا پڑھے۔

مسئلہ ۷:[3] ظہر کی چار رکعت سنت کی نیت اگر ٹوٹ جاوے تو پوری چار رکعتیں پھر سے پڑھے، چاہے دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔

مسئلہ ۸:[4] نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بھی درست ہے لیکن بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے اس لیے کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے، اس میں وتر کے بعد کی نفلیں بھی آگئیں۔ البتہ بیماری کی وجہ سے کھڑی نہ ہو سکے تو پورا ثواب ملے گا۔ اور فرض[5] نماز اور سنت جب تک مجبوری نہ ہو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔

مسئلہ ۹:[6] اگر نفل نماز کو بیٹھ کر شروع کیا، پھر کچھ بیٹھے بیٹھے پڑھ کر کھڑی ہوگئی، یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۰:[7] نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی، پھر پہلی ہی رکعت یا دوسری رکعت میں بیٹھ گئی تو یہ درست ہے۔

---

① وقضى ركعتين لو نوى اربعا ونقض في خلال الشفع الأول. والتفصيل في ردّ المحتار. [الدّر المختار ۲/۵۷۷ والمنية ص ۳۹٤]

② وان صلى اربعا وقرأ في الأوليين وقعد ثم افسد الأخريين قضى ركعتين. [الهداية ۱/۳۰۱] وفي فتح القدير: قيّده (اى بقوله: وقعد) لانه لو لم يقعد وافسد الاخريين وجب عليه قضاء اربع بالإجماع. [۱/۳۹٦]

③ أمّا اذا شرع في الاربع قبل الظهر ثم قطع يلزمه اربع. [المنية ص ۳۹٤]

④ ويتنفل مع قدرته على القيام قاعداً ابتداء وبناء بعد الشروع بلا كراهة في الاصح كعكسه، وفيه اجر غير النبى ﷺ على النصف الا بعذر. [الدّر المختار ۲/۵۸٤]

⑤ لفظ "فرض" واجب نمازوں کو بھی شامل ہے کیوں کہ عملاً واجب بھی فرض کے حکم میں ہے۔ ان سنتوں سے صبح کی سنتیں مراد ہیں اور بعض نے تراویح کا بھی یہی حکم لکھا ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

⑥ اما القعود في الشفع الثاني فينبغي جوازه اتفاقا، كما لو شرع قاعدا ثم قام، كذا قاله الحلبي وغيره. [ردّ المحتار ۲/۵۸۵] وكان ﷺ يفتتح التطوع، ثم ينتقل من القيام الى القعود ومن القعود الى القيام. روته عائشة رضی اللہ عنہا. [مراقي الفلاح ٤۰٤]

⑦ لو افتتح التطوع قائما، ثم قعد من غير عذر جاز. [منية المصلّي ص ۳۹٦ وردّ المحتار ۲/۵۸٤]

مسئلہ[۱]: نفل نماز کھڑے کھڑے پڑھی لیکن ضعف کی وجہ سے تھک گئی تو کسی لاٹھی یا دیوار کی ٹیک لگا لینا اور اس کے سہارے سے کھڑا ہونا بھی درست ہے، مکروہ نہیں۔

باب پانزدہم ۱۵

استخارہ کی نماز کا بیان

مسئلہ[۲]: جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ میاں سے صلاح لے لیوے، اس صلاح لینے کو ''استخارہ'' کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے۔ کہیں منگنی کرے یا بیاہ کرے یا سفر کرے یا اور کوئی کام کرے تو بے استخارہ کیے نہ کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کیے پر پشیمان نہ ہوگی۔

مسئلہ ۲[۳]: استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے، اس کے بعد خوب دل لگا کے یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ اور جب هٰذَا الْاَمْرَ پر پہنچے جس لفظ پر لکیر بنی ہے تو اسکے پڑھتے وقت اسی کام کا دھیان کرلے جسکے لیے استخارہ کرنا چاہتی ہے، اسکے بعد پاک[۴] وصاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو

---

[۱] اذا تطوع قائما فأعيى لا بأس بان يتوكأ على عصا او حائط. [الهندية ۱/۱۱۴]

[۲]،[۳] عن جابر بن عبد الله ﷺ قال: كان رسول الله ﷺ يعلّمنا الاستخارة فى الأمور كلها كما يعلمنا السورة من القرآن، يقول: اذا همّ أحدكم بالأمر فليركع ركعتين من غير الفريضة، ثم ليقل: اللهم انى استخيرك بعلمك الخ. [ردّ المحتار ۲/۵۶۹]

[۴] وفى شرح الشرعة: المسموع من المشايخ انه ينبغى ان ينام على طهارة مستقبل القبلة بعد قراءة الدعاء. [ردّ المحتار ۲/۵۷۰]

سو جاوے۔ جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات دل میں مضبوطی سے آوے وہی بہتر ہے، اُسی کو کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۳:[1] اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دل کا خلجان اور تردد نہ جائے تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے۔ اسی طرح سات دن تک کرے ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۴:[2] اگر حج کے لیے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں، بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلانے دن جاؤں کہ نہ جاؤں۔

باب شانزدہم[16]

نمازِ توبہ کا بیان

مسئلہ ۱:[3] اگر کوئی بات خلاف شرع ہو جاوے تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کر اس سے توبہ کرے اور اپنے کیے پر پچھتاوے اور اللہ تعالیٰ سے معاف کراوے اور آئندہ کے لیے پکا ارادہ کرے کہ اب کبھی نہ کروں گی، اس سے بفضلِ خدا وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

باب ہفت دہم[17]

قضا نمازوں کے پڑھنے کا بیان

مسئلہ ۱:[4] جس کی کوئی نماز چھوٹ گئی ہو تو جب یاد آوے فوراً اس کی قضا پڑھے، بلا کسی عذر کے قضا پڑھنے میں

---

① وینبغی ان یکررها سبعا؛ لما روی ابن السنی: یا انس، اذا هممت بأمر فاستخر ربك فیه سبع مرات، ثم انظر الی الذی سبق الی قلبك، فان الخیر فیه، ولو تعذرت علیه الصلوٰة استخار بالدعاء. [ردّ المحتار ۲/ ۵۷۰]

② وقالوا: الاستخارة فی الحج ونحوه تحمل علی تعیین الوقت. [ردّ المحتار ۲/ ۵۷۰]

③ ومنه (ای من المندوب) صلوة الاستغفار لمعصیة وقعت منه لما عن علی عن ابی بکر الصدیق ﷺ ان رسول اللّٰه ﷺ قال: ما من عبد یذنب ذنبا فیتوضأ ویحسن الوضوء ثم یصلی رکعتین فیستغفر اللّٰه الا غفر له. [طحطاوی ص ۲۱۹ وردّ المحتار ۲/ ۵۷۲]

④ قال اللّٰه تعالیٰ: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی، وقال رسول اللّٰه ﷺ: من نسی صلوة فلیصلها اذا ذکرها؛ فإن اللّٰه تعالی قال: "أقم الصلاة لذکری". [النسائی ۱/ ۲۹۶ رقم الحدیث ۶۱۹]

دیر لگانا گناہ ہے۔ سو جس کی کوئی نماز قضا ہوگئی اور اس نے فوراً اس کی قضا نہ پڑھی دوسرے وقت پر یا دوسرے دن پر ڈال دی کہ فلانے دن پڑھ لوں گی اور اس دن سے پہلے ہی اچانک موت سے مرگئی تو دوہرا گناہ ہوا، ایک تو نماز کے قضا ہوجانے کا اور دوسرے فوراً قضا نہ پڑھنے کا۔

مسئلہ ۲: [1] اگر کسی کی کئی نمازیں قضا ہوگئیں تو جہاں تک ہوسکے جلدی سے سب کی قضا پڑھ لیوے، ہوسکے تو ہمت کر کے ایک ہی وقت سب کی قضا پڑھ لے۔ یہ ضروری نہیں کہ ظہر کی قضا ظہر کے وقت پڑھے اور عصر کی قضا عصر کے وقت۔ اور اگر بہت سی نمازیں کئی مہینے یا کئی برس کی قضا ہوں تو ان کی قضا میں بھی جہاں تک ہوسکے جلدی کرے۔ ایک ایک وقت دو دو چار چار نمازیں قضا پڑھ لیا کرے، اگر کوئی مجبوری اور ناچاری ہو تو خیر ایک وقت ایک ہی نماز کی قضا سہی، یہ بہت کم درجہ کی بات ہے۔

مسئلہ ۳: [2] قضا پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جس وقت فرصت ہو وضو کر کے پڑھ لے، البتہ اتنا خیال رکھے کہ مکروہ وقت نہ ہو۔

مسئلہ ۴: [3] جس کی ایک ہی نماز قضا ہوئی اس سے پہلے کوئی نماز اس کی قضا نہیں ہوئی، یا اس سے پہلے نمازیں قضا تو ہوئیں لیکن سب کی قضا پڑھ چکی ہے فقط اسی ایک نماز کی قضا پڑھنی باقی ہے تو پہلے اس کی قضا پڑھ لیوے تب کوئی ادا نماز پڑھے، اگر بغیر قضا نماز پڑھے ہوئے ادا نماز پڑھی تو ادا نماز درست نہیں ہوئی، قضا پڑھ کے پھر ادا پڑھے۔ ہاں اگر قضا پڑھنی یاد نہیں رہی، بالکل بھول گئی تو ادا درست ہوگئی، اب جب یاد آوے تو فقط قضا پڑھ لیوے ادا کو نہ دہراوے۔

مسئلہ ۵: [4] اگر وقت بہت تنگ ہے کہ اگر پہلے قضا پڑھے گی تو ادا [5] نماز کا وقت باقی نہ رہے گا تو پہلے ادا پڑھ لے تب قضا پڑھے۔

---

① ويجوز تأخير الفوائت وان وجبت على الفور لعذر السعي على العيال وفي الحوائج على الأصح، اى فيسعى ويقضى ما قدر بعد فراغه ثم وثم الى ان ثم. [الدّر المختار و ردّ المحتار ۲/٦٤٦] ② وجميع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلاثة المنهية. [الدّر المختار ۲/٦٣٣]

③ الترتيب بين الفروض الخمسة والوتر اداء وقضاء لازم إلا إذا ضاق الوقت او نسيت الفائتة. [الدّر المختار ۲/٦٣٣]

④ لو خاف فوت الوقت يقدم الوقتية ثم يقضيها. [الهداية ۱/۳۲۳] ⑤ ادا نماز سے مراد فقط فرض اور واجب ہے نہ کہ سنت۔ (شبیر علی)

مسئلہ ۶: ① اگر دو یا تین یا چار یا پانچ نمازیں قضا ہوگئیں اور سوائے ان نمازوں کے اس کے ذمے کسی اور نماز کی قضا باقی نہیں ہے، یعنی عمر بھر میں جب سے جوان ہوئی ہے کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی یا قضا تو ہوگئی لیکن سب کی قضا پڑھ چکی ہے تو جب تک ان پانچوں کی قضا نہ پڑھ لیوے تب تک ادا نماز پڑھنا درست نہیں۔ اور جب ان پانچوں کی قضا پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ جو نماز سب سے اول چھوٹی ہے پہلے اس کی قضا پڑھے، پھر اس کے بعد والی، پھر اس کے بعد والی، اسی طرح ترتیب سے پانچوں کی قضا پڑھے۔ جیسے کسی نے پورے ایک دن کی نمازیں نہیں پڑھیں فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا، یا پانچوں نمازیں چھوٹ گئیں تو پہلے فجر، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشا، اسی ترتیب سے قضا پڑھے۔ اگر پہلے فجر کی قضا نہیں پڑھی بلکہ ظہر کی پڑھی، یا عصر کی یا اور کوئی تو درست نہیں ہوئی، پھر سے پڑھنا پڑے گی۔

مسئلہ ۷: ② اگر کسی کی چھ نمازیں قضا ہوگئیں تو اب بے ان کی قضا پڑھے ہوئے بھی ادا نماز پڑھنی جائز ہے۔ اور جب ان چھ نمازوں کی قضا پڑھے تو جو نماز سب سے اول قضا ہوئی ہے پہلے اس کی قضا پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ جو چاہے پہلے پڑھے اور جو چاہے پیچھے پڑھے سب جائز ہے، اور اب ترتیب سے پڑھنی واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: ③ دو چار مہینے یا دو چار برس ہوئے کہ کسی کی چھ نمازیں یا زیادہ قضا ہوگئیں تھیں، اور اب تک ان کی قضا نہیں پڑھی لیکن اس کے بعد سے ہمیشہ نماز پڑھتی رہی کبھی قضا نہیں ہونے پائی، مدت کے بعد اب پھر ایک نماز جاتی رہی تو اس صورت میں بھی بغیر اس کی قضا پڑھے ہوئے ادا نماز پڑھنی درست ہے اور ترتیب واجب نہیں۔

مسئلہ ۹: ④ کسی کے ذمہ چھ نمازیں یا بہت سی نمازیں قضا تھیں، اس وجہ سے ترتیب سے پڑھنی اس پر واجب نہیں تھیں۔ لیکن اس نے ایک ایک دو دو کر کے سب کی قضا پڑھ لی، اب کسی نماز کی قضا پڑھنی باقی نہیں رہی، تو اب پھر جب ایک نماز یا پانچ نمازیں قضا ہوجاویں تو ترتیب سے پڑھنی پڑے گی اور بے ان پانچوں کی قضا

---

① ولو فاتته صلوات رتّبها في القضاء كما وجبت في الأصل. [الهداية ۱/۳۲۴]

② وان فاتته اكثر من صلوات يوم وليلة اجزأته التي بدأ بها. [الهداية ۱/۳۲۶]

③ ولو اجتمعت الفوائت القديمة والحديثة، قيل: تجوز الوقتية مع تذكر الحديثة لكثرة الفوائت، وقيل: لا تجوز. [الهداية ۱/۳۲۶]

④ مسئلہ نمبر ۶ باب ہذا کا حاشیہ دیکھو۔

پڑھے ادا نماز پڑھنی درست نہیں، البتہ اب پھر اگر چھ نمازیں چھوٹ جاویں تو پھر ترتیب معاف ہو جاوے گی اور بغیر ان چھ نمازوں کی قضا پڑھے بھی ادا پڑھنی درست ہوگی۔

مسئلہ ۱۰: [1] کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہو گئی تھیں، اس نے تھوڑی تھوڑی کر کے سب کی قضا پڑھ لی، اب فقط چار پانچ نمازیں رہ گئیں تو اب ان چار پانچ نمازوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ اختیار ہے جس طرح جی چاہے پڑھے اور بغیر ان نمازوں کی قضا پڑھے ہوئے بھی ادا پڑھ لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۱: [2] اگر وتر کی نماز قضا ہوئی اور سوائے وتر کے کوئی اور نماز اس کے ذمہ قضا نہیں تو بغیر وتر کی قضا پڑھے ہوئے فجر کی نماز پڑھنی درست نہیں ہے۔ اگر وتر کا قضا ہونا یاد ہو [3] پھر بھی پہلے قضا نہ پڑھے بلکہ فجر کی نماز پڑھ لیوے تو اب قضا پڑھ کے فجر کی نماز پھر پڑھنی پڑے گی۔

مسئلہ ۱۲: [4] فقط عشا کی نماز پڑھ کے سو رہی، پھر تہجد کے وقت اٹھی اور وضو کر کے تہجد اور وتر کی نماز پڑھی پھر صبح کو یاد آیا کہ عشا کی نماز بھولے سے بے وضو پڑھ لی تھی تو اب فقط عشا کی قضا پڑھے، وتر کی قضا نہ پڑھے۔

مسئلہ ۱۳: [5] قضا فقط [6] فرض نمازوں اور وتر کی پڑھی جاتی ہے سنتوں کی قضا نہیں ہے، البتہ اگر فجر کی نماز قضا ہو جاوے تو اگر دوپہر سے پہلے پہلے قضا پڑھے تو سنت اور فرض دونوں کی قضا پڑھے اور اگر دوپہر کے بعد قضا پڑھے تو فقط دو رکعت فرض کی قضا پڑھے۔

---

① ولا يعود لزوم الترتيب بعد سقوطه بكثرتها (اى الفوائت) بعود الفوائت الى القلة بسبب القضاء. [الدّر المختار ٢/٦٤٠]

② فلم يجز فجر من تذكر أنه لم يوتر. [الدّر المختار ٢/٦٣٤]

③ پہلے عبارت مبہم تھی اب درست کی گئی۔ (شبیر علی)

④ لو صلى العشاء والسنة بلا وضوء والوتر به، يعيد العشاء لا السنة والوتر. [ردّ المحتار ٢/٦٣٧]

⑤ ولا يقضيها الا بطريق التبعية لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده فى الأصح. [الدّر المختار ٢/٦١٩] وفى ردّ المحتار: لأن القضاء مختص بالواجب. [٢/٦١٩]

⑥ یعنی خروج وقت کے بعد سوا فرض اور وتر کے کسی کی قضا نہیں، اس مسئلہ پر شبہ اور اس کا جواب امداد الفتاویٰ مبوب جلد اول کے صفحہ ۳۱۳ میں درج ہے۔ (تصحیح الاغلاط) جس سے مسئلہ مندرجہ کی تائید ہوتی ہے۔ (شبیر علی)

مسئلہ ۱۴: [1] اگر فجر کا وقت تنگ ہو گیا اس لیے فقط دو رکعت فرض پڑھ لیے سنت چھوڑ دی، تو بہتر [2] یہ ہے کہ سورج اونچا ہونے کے بعد سنت کی قضا پڑھ لے، لیکن دوپہر سے پہلے ہی پہلے پڑھے۔

مسئلہ ۱۵: [3] کسی بے نمازی نے توبہ کی تو جتنی نمازیں عمر بھر میں قضا ہوئی ہیں سب کی قضا پڑھنی واجب ہے۔ توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتیں، البتہ نہ پڑھنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ توبہ سے معاف ہو گیا۔ اب ان کی قضا نہ پڑھے گی تو پھر گناہ گار ہو گی۔

مسئلہ ۱۶: [4] اگر کسی کی کچھ نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور ان کی قضا پڑھنے کی ابھی نوبت نہیں آئی تو مرتے وقت نمازوں کی طرف سے فدیہ دینے کی وصیّت کر جانا واجب ہے، نہیں تو گناہ ہو گا۔ اور نماز کے فدیہ کا بیان روزے کے فدیہ کے ساتھ ہے (حصہ سوم میں آوے گا) ان شاء اللہ تعالیٰ۔

باب ہیژدہم ۱۸

سجدۂ سہو کا بیان

مسئلہ ۱: [5] نماز میں جتنی چیزیں واجب ہیں اس میں سے ایک واجب یا کئی واجب اگر بھولے سے رہ جائیں تو

---

① واذا خاف فوت ركعتي الفجر لا شتغاله بسنتها تركها والا لا. [الدّر المختار ۲/۶۱۶]

② لا يقضي سنة الفجر الا اذا فاتت مع الفجر، فيقضيها تبعا لقضائه لو قبل الزوال. وأما اذا فاتت وحدها فلا تقضیٰ قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما، وقال محمد: أحب إلى أن يقضيها إلى الزوال. [ردّ المحتار ۲/۶۱۹]

③ التاخير بلا عذر كبيرة لا تزول بالقضاء بل بالتوبة اى بعد القضاء، اما بدونه فالتاخير باق، فلم تصح التوبة منه. [الدّر المختار وردّ المحتار ۲/۶۲۶]

④ ولو مات وعليه صلوات فائتة، اى بان كان يقدر على ادائها ولو بالايماء، فيلزمه الايصاء بها والا فلا يلزمه وان قلت بأن كانت دون ست صلوات؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: فان لم يستطع فالله احق بقبول العذر منه. [الدّر المختار وردّ المحتار ۲/۶۴۳]

⑤ يجب سجدتان بتشهد وتسليم لترك واجب بتقديم او تاخير او زيادة او نقص (او تكرار) سهواً. [مراقى الفلاح ص ۴۵۹ والدّر المختار ۲/۲۵۱]

سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اسکے کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز پھر سے پڑھے۔

مسئلہ ۲: [۱] اگر بھولے سے نماز کا کوئی فرض چھوٹ جاوے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست نہیں ہوتی پھر سے پڑھے۔

مسئلہ ۳: [۲] سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اخیر رکعت میں فقط التحیات پڑھ کے ایک طرف [۳] سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر بیٹھ کر التحیات اور درود شریف اور دعا پڑھ کے دونوں طرف سلام پھیرے اور نماز ختم کرے۔

مسئلہ ۴: [۴] کسی نے بھول کر سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کر لیا تب بھی ادا ہو گیا اور نماز صحیح ہو گئی۔

مسئلہ ۵: [۵] اگر بھولے سے دو رکوع کر لیے یا تین سجدے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۶: [۶] نماز میں الحمد پڑھنا بھول گئی، فقط سورت پڑھی یا پہلے سورت پڑھی اور پھر الحمد پڑھی تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۷: [۷] فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا بھول گئی تو پچھلی دونوں رکعتوں میں سورت ملاوے اور سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تو پچھلی ایک رکعت [۸] میں سورت ملاوے اور سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر پچھلی رکعتوں میں بھی سورت ملانا یاد نہ رہا، نہ پہلی رکعتوں میں سورت ملائی نہ پچھلی رکعتوں میں، بالکل اخیر رکعت میں التحیات پڑھتے وقت یاد آیا کہ دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں

---

① واحترز بالواجب عن السنة كالثناء والتعوذ ونحوهما وعن الفرائض. [ردّ المحتار ۲/۶۵۵]

② وكيفيته ان يكبر بعد سلامه الأول ويخر ساجدا ويسبح في سجوده، ثم يفعل ثانيا كذلك ثم يتشهد ثانيا، ثم يسلم. كذا في المحيط، ويأتي بالصلوة على النبي ﷺ والدعاء في قعدة السهو هو الصحيح. [الهندية ۱/۱۲۵ والهداية ۱/۳۲۹] ③ یعنی داہنی طرف۔

④ لو سها عن السلام ينجبر به، وهذا الخلاف في الأولوية. [الهداية ۱/۳۳۰] ولا خلاف في الجواز قبل السلام وبعده لصحة الحديث فيهما. [طحطاوی ص ۳۵۱ والدّر المختار ۲/۶۵۳]

⑤ و (يجب) بتكرار الركن نحو ان يركع مرتين او يسجد ثلاث مرات. [منية المصلّى ص ۴۵۶]

⑥ اذا ترك الفاتحة في الأوليين أو احداهما يلزمه السهو، وكذا لو أخر الفاتحة عن السورة فعليه سجود السهو. [الهندية ۱/۱۲۶]

⑦ لو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو. [الهندية ۱/۱۲۶] ولأن جميع ما ذكر من الواجبات كما مر حكمها انه اذا تركت او اخرت عن مقامها ففيها سجدة السهو. ⑧ یعنی پچھلی پہلی رکعت میں ملا لیوے۔

سورت نہیں ملائی تب بھی سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۸: [1] سنت اور نفل کی سب رکعتوں میں سورت کا ملانا واجب ہے، اس لیے اگر کسی رکعت میں سورت ملانا بھول جاوے تو سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ ۹: [2] الحمد پڑھ کر سوچنے لگی کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسئلہ ۱۰: [3] اگر بالکل اخیر رکعت میں التحیات اور درود پڑھنے کے بعد شبہ ہوا کہ میں نے چار رکعتیں پڑھی ہیں یا تین؟ اسی سوچ میں خاموش [4] بیٹھی رہی اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین دفعہ [5] سبحان اللہ کہہ سکتی ہے، پھر یاد آ گیا کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لیں تو اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۱: [6] جب الحمد اور سورت پڑھ چکی بھولے سے کچھ سوچنے لگی اور رکوع کرنے میں اتنی دیر ہو گئی جتنی کہ اوپر بیان ہوئی تو بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۲: [7] اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گئی اور کچھ سوچنے لگی اور سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی، یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر التحیات کے لیے بیٹھی تو فوراً التحیات نہیں شروع کی کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی، یا

---

① والقراءة واجبة فی جمیع رکعات النفل وفی جمیع رکعات الوتر. [الهداية ۱/۳۰۰]

② واعلم أنه اذا شغله ذلك الشك، فتفكر قدر اداء ركن ولم يشتغل حالة الشك بقراءة ولا تسبيح وجب عليه سجود السهو. [الدّر المختار ۲/۶۷۷]

③ فلو شك انه صلى ثلاثا او اربعا فشغله ذلك حتى اخر السلام وجب عليه سجود السهو. [طحطاوی ص ۲۵۱]

④ "خاموش" کی قید اس مرتبہ اضافہ ہوئی۔ (شبیر علی)

⑤ ولم يبينوا قدر الركن، وعلى قياس ما تقدم ان يعتبر الركن مع سنته وهو مقدر بثلاث تسبيحات. [طحطاوی علی المراقی ص۴۷۴]

⑥ فلو اتم القراءة فمكث متفكراً سهواً، ثم ركع او تذكر السورة راكعا فضمها قائما: اعاد الركوع وسجد للسهو. [الدّر المختار ۲/۲۰۱]

⑦ ثم الأصل فی التفكر انّه ان منعه عن اداء ركن كقراءة آية او واجب كالقعود يلزمه السهو. وقال بعض المشايخ: ان منعه التفكر عن القراءة او التسبيح يجب السهو والا فلا. [ردّ المحتار مختصرا ۲/۶۷۷]

جب رکوع سے اٹھی تو دیر تک کچھ کھڑی سوچا کی، یا دونوں سجدہ کے بیچ میں جب بیٹھی تو کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگادی تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔ غرض کہ جب بھولے سے کسی بات کے کرنے میں دیر کردے گی یا کسی بات کے سوچنے کی وجہ سے دیر لگ جاوے گی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

مسئلہ ۱۳:[۱] تین رکعت یا چار رکعت والی فرض نماز (ادا پڑھ رہی ہو یا قضا اور وتروں میں اور ظہر کی[۲] پہلی[۳] سنتوں کی چار رکعتوں) میں جب دو رکعت پر التحیات کے لیے بیٹھی تو دو دفعہ التحیات پڑھ گئی تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔ اور اگر التحیات کے بعد اتنا درود شریف بھی پڑھ گئی: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد** یا اس سے زیادہ پڑھ گئی تب یاد آیا اور اٹھ کھڑی ہوئی تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے، اور اگر اس سے کم پڑھا ہو تو سہو کا سجدہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۴:[۴] نفل نماز (یا منت کی چار رکعت والی نماز) میں دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات کے ساتھ درود شریف بھی پڑھنا جائز ہے۔ اس لیے کہ نفل (اور منت کی نماز) میں درود شریف پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں ہوتا، البتہ اگر دو دفعہ التحیات پڑھ جاوے تو نفل (اور منت کی نماز) میں بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسئلہ ۱۵:[۵] التحیات پڑھنے بیٹھی مگر بھولے سے التحیات کی جگہ کچھ اور پڑھ گئی یا الحمد پڑھنے لگی تو بھی سہو کا سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ ۱۶:[۶] نیت باندھنے کے بعد **سبحانك اللهم** کی جگہ دعائے قنوت پڑھنے لگی تو سہو کا سجدہ[۷] واجب نہیں۔

---

① ولو كرر التشهد في القعدة الاولىٰ فعليه السهو، وكذا لو زاد على التشهد الصلوٰة على النبي ﷺ، واختلفوا في قدر الزيادة فقال: بعضهم يجب عليه سجود السهو بقوله: اللهم صل على محمد، وقال بعضهم: لا يجب عليه حتى يقول: وعلىٰ آل محمد، والأول اصح. [الهندية ١/١٢٧] قوله: (ولا يزيد في الفرائض) أي وما الحق به كالوتر والسنن الرواتب. [ردّ المحتار: ٢/٢٦٩]

② ولا يصلّي على النبي ﷺ في القعدة الاولىٰ في الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها، ولو صلى ناسيا فعليه السهو. [الدّر المختار ٢/٥٥٢]　③ اور مردوں کے لیے جمعہ کی پہلی چار رکعتوں میں بھی یہی حکم ہے۔ (شبیر علی)

④ وفي البواقي من ذوات الأربع يصلي على النبي ﷺ. [الدّر المختار ٢/٥٥٢] تنبیہ: مسئلہ نمبر ۱۳ و ۱۴ میں چار جگہ قوسین میں اس مرتبہ بعد تحقیق عبارت بڑھائی گئی ہے۔　⑤ واذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو. [الهندية ١/١٢٧]

⑥ ولو تشهد في قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو وبعدها يلزم سجود السهو، وهو الأصح...... ولو تشهد في الأخريين لا يلزم السهو. [الهندية ١/١٢٧]　⑦ خواہ قنوت کے بعد **سبحانك اللهم** پڑھا یا نہ پڑھا۔ (شبیر علی)

اس طرح فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں اگر **الحمد** کی جگہ **التحیات** یا کچھ اور پڑھنے لگی تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۷[1]: تین رکعت یا چار رکعت والی نماز میں بیچ میں بیٹھنا بھول گئی اور دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑی ہوگئی تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ ابھی سیدھا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جاوے اور التحیات پڑھ لے تب کھڑی ہو اور ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں اور اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہوگیا ہو تو نہ بیٹھے بلکہ کھڑی ہو کر چاروں رکعتیں پڑھ لیوے، فقط اخیر میں بیٹھے اور اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے۔ اگر سیدھی کھڑی ہوجانے کے بعد پھر لوٹ آوے گی اور بیٹھ کر التحیات پڑھے گی تو گناہ گار ہوگی اور سجدۂ سہو کرنا اب بھی واجب ہوگا۔

مسئلہ ۱۸[2]: اگر چوتھی رکعت پر بیٹھنا بھول گئی تو اگر نیچے کا دھڑ ابھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جاوے، اور التحیات درود وغیرہ پڑھ کے سلام پھیرے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر سیدھی کھڑی ہوگئی ہو تب بھی بیٹھ جاوے، بلکہ اگر الحمد اور سورت بھی پڑھ چکی ہو یا رکوع بھی کر چکی ہو تب بھی بیٹھ جاوے اور التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کر لے۔ البتہ اگر رکوع کے بعد بھی یاد نہ آیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز پھر سے پڑھے، یہ نماز نفل ہوگئی ایک رکعت اور ملا کے پوری چھ رکعت کر لے اور سجدۂ سہو نہ کرے۔ اور اگر ایک رکعت نہیں ملائی یا پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا تو چار رکعتیں نفل ہوگئیں اور ایک رکعت اکارت گئی۔

مسئلہ ۱۹[3]: اگر چوتھی رکعت پر بیٹھی اور التحیات پڑھ کے کھڑی ہوگئی تو سجدہ کرنے سے پہلے پہلے جب یاد آوے بیٹھ جاوے اور التحیات نہ پڑھے، بلکہ بیٹھ کر ترت (فوراً) سلام پھیر کے سجدۂ سہو کرے، اور اگر پانچویں رکعت کا

---

[1] سهـا عـن الـقـعـود الأول مـن الـفـرض ثم تذكره عاد اليه وتشهد، ولا سهو عليه ما لم يستقم قائما فى ظاهر المذهب وهو الاصح، والا اى وان استقام قـائـما لا يعود وسجد السهو، فلو عاد الى القعود بعد ذلك تفسد صلوته، وقيل: لا تفسد، ولكنه يكون مسيئاً ويسجد لتأخير الواجب، وهو الاشبه كما حققه الكمال وهو الحق. [الدّر المختار بحذف ۲/٦٦٢]

[2] ولـو سها عن القعود الأخير عاد ما لم يقيدها بسجدة وسجد لتأخير القعود، وان قيدها بسجدة عامدا اوناسيا او ساهيا او مخطئا تحول فرضه نفلا وضم سادسة ان شاء، ولا يسجد للسهو على الأصح. [الدّر المختار ۲/٦٦٤]

[3] وان قعد فى الرابعة ثم قام عاد وسلم، وان سجد للخامسة ضم اليها سادسة لتصير الركعتان له نفلا وسجد للسهو. [الدّر المختار ۲/٦٦٧]

سجدہ کر چکی تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کے چھ کر لے، چار فرض ہو گئیں اور دو نفل اور چھٹی رکعت پر سجدۂ سہو بھی کرے، اگر پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کر لیا تو برا کیا، چار فرض ہوئے اور ایک رکعت اکارت گئی۔

مسئلہ ۳۰:[1] اگر چار رکعت نفل نماز پڑھی اور بیچ میں بیٹھنا بھول گئی تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تب تک یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہیے اگر سجدہ کر لیا تو خیر تب بھی نماز ہو گئی اور سجدۂ سہو ان دونوں صورتوں میں واجب ہے۔

مسئلہ ۳۱:[2] اگر نماز میں شک ہو گیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں؟ تو اگر یہ شک اتفاق سے ہو گیا ہے ایسا شبہ پڑنے کی اسکی عادت نہیں ہے تو پھر سے نماز پڑھے، اور اگر شک کرنے کی عادت ہے اور اکثر ایسا شبہ پڑ جاتا ہے تو دل میں سوچ کر دیکھے کہ دل زیادہ کدھر جاتا ہے، اگر زیادہ گمان تین رکعت پڑھنے کا ہو تو ایک اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اور اگر زیادہ گمان یہی ہے کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لی ہیں تو اور رکعت نہ پڑھے اور سجدۂ سہو بھی نہ کرے، اور اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف برابر خیال رہے، نہ تین رکعت کی طرف زیادہ گمان جاتا ہے اور نہ چار کی طرف تو تین ہی رکعتیں سمجھے اور ایک رکعت اور پڑھ لے لیکن اس صورت میں تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر التحیات پڑھے تب کھڑی ہو کے چوتھی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو بھی کرے۔

مسئلہ ۳۲:[3] اگر یہ شک ہوا کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری رکعت؟ تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر اتفاق سے یہ شک پڑا ہو تو پھر سے پڑھے اور اگر اکثر شک پڑ جاتا ہو تو جدھر زیادہ گمان ہو جاوے اس کو اختیار کرے اور اگر دونوں طرف برابر گمان رہے، کسی طرف زیادہ نہ ہو تو ایک ہی سمجھے لیکن اس پہلی رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھے

---

[1] ولو ترك القعود الاول في النفل سهوا سجد ولم تفسد، وقدمنا انه يعود ما لم يقيد الثالثة بسجدة، وقيل: لا. [الدّر المختار بحذف ۲/۶۷۰]

[2] اذا شك في صلوته۔ من لم يكن ذلك عادة له۔ كم صلى: استأنف، وان كثر شكه عمل بغالب ظنه ان كان له ظن، والا اخذ بالأقل، وقعد في كل موضع توهم موضع قعوده... وجب عليه سجود السهو في جميع صور الشك، سواء عمل بالتحرى أو بنى على الأقل. [الدّر المختار بحذف ۲/۶۷۸]

[3] فلو شك انها اولى الظهر او ثانية يجعلها الاولى، ثم يقعد لاحتمال انها الثانية، ثم يصلى ركعة ثم يقعد لما قلنا، ثم يصلى ركعة ويقعد لاحتمال أنها الرابعة، ثم يصلى الأخرى ويقعد لما قلنا، فيأتي بأربع قعدات، قعدتان مفروضتان وهما الثالثة والرابعة، وقعدتان واجبتان. [ردّ المحتار ۲/۶۷۶]

کہ شاید یہ دوسری رکعت ہو اور دوسری رکعت پڑھ کے پھر بیٹھے اور اس میں الحمد کے ساتھ سورت بھی ملاوے، پھر تیسری رکعت پڑھ کر بھی بیٹھے کہ شاید یہی چوتھی ہو، پھر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے۔

مسئلہ ۲۳: [1] اگر یہ شک ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر دونوں گمان برابر درجہ کے ہوں تو دوسری رکعت پر بیٹھ کر تیسری رکعت پڑھے اور پھر بیٹھ کے التحیات پڑھے کہ شاید یہی چوتھی ہو، پھر چوتھی پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے۔

مسئلہ ۲۴: [2] اگر نماز پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہوا کہ نہ معلوم تین رکعتیں پڑھیں یا چار؟ تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں نماز ہوگئی، البتہ اگر ٹھیک یاد آ جاوے کہ تین ہی ہوئیں تو پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لیوے اور سجدۂ سہو کر لے۔ اور اگر پڑھ کے بول پڑی ہو یا اور کوئی ایسی بات کی جس سے نماز ٹوٹ جاتی تو پھر سے پڑھے۔ اسی طرح اگر التحیات پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹھیک یاد نہ آوے اس کا کچھ اعتبار نہ کرے، لیکن اگر کوئی احتیاط کی راہ سے نماز پھر سے پڑھ لے تو اچھا ہے کہ دل کی کھٹک [3] نکل جاوے اور شبہ باقی نہ رہے۔

مسئلہ ۲۵: [4] اگر نماز میں کئی باتیں ایسی ہوگئیں جن سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو ایک ہی سجدہ سب کی طرف سے ہو جاوے گا، ایک نماز میں دو دفعہ سجدۂ سہو نہیں کیا جاتا۔

مسئلہ ۲۶: [5] سجدۂ سہو کرنے کے بعد پھر کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو وہی پہلا سجدۂ سہو کافی ہے، اب پھر سجدۂ سہو نہ کرے۔

---

[1] ولو شك انها الثانية او الثالثة اتمها وقعد، ثم صلى اخرى وقعد، ثم الرابعة وقعد، وسيذكر عن السراج انه يسجد للسهو. [ردّ المحتار ٦٧٦/٢]

[2] لو شك بعد الفراغ منها او بعد ما قعد قدر التشهد لا يعتبر الا اذا وقع في التعيين فقط بأن تذكر بعد الفراغ أنه ترك فرضا وشك في تعيينه، قالوا: يسجد سجدة ثم يقعد ثم يصلي ركعة بسجدتين، ثم يقعد ثم يسجد للسهو. [ردّ المحتار ٦٧٥/٢]

[3] مگر یہ نماز پوری کر کے دوبارہ پڑھے، اس نماز کو نہ توڑے۔ (شبیر علی)

[4] ولو سها في صلوته مراراً يكفيه سجدتان. [الهندية ١٣٠/١] حتى لو ترك جميع واجبات الصلوة سهوا لايلزمه الا سجدتان. [ردّ المحتار ٦٥٥/٢]

[5] لأن تكراره غير مشروع. [الدّر المختار ٦٥٦/٢]

مسئلہ ۲۷:[1] نماز میں کچھ بھول ہوگئی تھی جس سے سجدۂ سہو واجب تھا، لیکن سجدۂ سہو کرنا بھول گئی اور دونوں طرف سلام پھیر دیا لیکن ابھی اسی جگہ بیٹھی ہے اور سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھیرا، نہ کسی سے کچھ بولی نہ کوئی اور ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اب سجدۂ سہو کر لے، بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ اور درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ بھی پڑھنے لگی ہو تب بھی کچھ حرج نہیں، اب سجدۂ سہو کر لے تو نماز ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۲۸:[2] سجدۂ سہو واجب تھا اور اس نے قصداً دونوں طرف سلام پھیر دیا اور یہ نیت کی کہ میں سجدۂ سہو نہ کروں گی، تب بھی جب تک کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے سجدۂ سہو کر لینے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ ۲۹:[3] چار رکعت والی یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اب اٹھ کر اس نماز کو پورا کر لے اور سجدۂ سہو کر لے، البتہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے نماز جاتی رہتی ہے تو پھر سے نماز پڑھے۔

مسئلہ ۳۰:[4] بھولے سے وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ گئی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں، تیسری رکعت میں پھر پڑھے اور سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ ۳۱:[5] وتر کی نماز میں شبہ ہوا کہ نہ معلوم یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری رکعت اور کسی بات کی طرف زیادہ گمان نہیں ہے، بلکہ دونوں طرف برابر درجہ کا گمان ہے تو اسی رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور بیٹھ کر التحیات

---

① ویسجد للسهو ولو مع سلامه للقطع ما لم یتحول عن القبلة او یتکلم ما دام فی المسجد. [الدّر المختار ۲/٦٧٣]

② لو سلم ذاکرا لها ناسیا لغیرها یلزمه ایضا؛ لان السلام مع تذکر سجود السهو لا یقطع.[ردّ المحتار ۲/٦٧٤]

③ سلم مصلی الظهر مثلا علی رأس الرکعتین توهما إتمامها أتمها اربعا و سجد للسهو. [الدّر المختار ۲/٦٧٤]

④ وفی الذخیرة: ان قنت فی الأولیٰ او فی الثانیة ساهیا لم یقنت فی الثالثة؛ لأنه لا یتکرر فی الصلوٰة الواحدة، وفیه نظر؛ لانه اذا کان مع الشك فی کونه فی محله یعیده؛ لیقع فی محله کما قدمناه، فمع الیقین بکونه فی غیر محله اولی ان یعیده، کما لو قعد بعد الاولیٰ ساهیا لا یمنعه ان یقعد بعد الثانیة، ولعل ما فی الذخیرة مبنی علی القول الضعیف القائل بأنه لا یقنت فی الکل أصلا. [البحر شرح کنز الدقائق ۲/٧٨]

⑤ لو شك انه فی ثانیة او ثالثة کرره مع القعود، ای فیقنت ویقعد فی الرکعة التی حصل فیها الشك لاحتمال انها الثالثة، ثم یفعل کذلك فی التی بعدها لاحتمال انها هی الثالثة وتلك کانت ثانیة. [الدّر المختار و ردّ المحتار ۲/٥٤١]

کے بعد کھڑی ہوکر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی دعائے قنوت پڑھے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ ۳۲: [1] وتر میں دعائے قنوت کی جگہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھ گئی، پھر جب یاد آیا تو دعائے قنوت پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۳: [2] وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گئی، سورت پڑھ کے رکوع میں چلی گئی تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسئلہ ۳۴: [3] الحمد پڑھ کے دو سورتیں یا تین سورتیں پڑھ گئی تو کچھ ڈر نہیں اور سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۵: [4] فرض نماز میں پچھلی دونوں رکعتوں یا ایک رکعت میں سورت ملالی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۶: [5] نماز کے اول میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنا بھول گئی یا رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ نہیں پڑھا، یا سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى نہیں کہا، یا رکوع سے اٹھ کر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنا یاد نہیں رہا، یا نیت باندھتے وقت کندھے تک ہاتھ نہیں اٹھائے، یا اخیر رکعت میں درود شریف یا دعا نہیں پڑھی یونہی سلام پھیر دیا، تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۷: [6] فرض کی دونوں پچھلی رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد پڑھنی بھول گئی چپکے کھڑی [7] رہ کے رکوع میں چلی گئی تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں۔

---

[1] ولو قرأ غيره جاز ولو قرأ معه غيره كان حسنا. [كذا في البحر ٢/٧٩]

[2] ويلزمه اذا ترك فعلا مسنونا (اي واجبا) او ترك قراءة الفاتحة او القنوت او التشهد او تكبيرات العيدين؛ لانها واجبات. [الهداية ٢/٣٣٢]

[3] روى الحسن عن ابي حنيفة أنه قال: لا احب ان يقرأ سورتين بعد الفاتحة في المكتوبات، ولو فعل لا يكره، وفي النوافل لا بأس به. [ردّ المحتار ٢/٣٣٧]

[4] ولو قرأ في الاخريين الفاتحة والسورة لا يلزمه السهو وهو الأصح. [الهندية ١/١٢٦ والمنية ص ٤٦٠]

[5] ولا يجب بترك التعوذ والبسملة في الأولىٰ والثناء وتكبيرات الانتقالات الا في تكبيرة ركوع الركعة الثانية من صلوٰة العيد، ولا يجب بترك رفع اليدين في العيدين وغيرهما. [الهندية ١/١٢٦]

[6] لو لم يقرأ الفاتحة في الشفع الثاني لا سهو عليه في ظاهر الرواية. [الهندية ١/١٢٦]

[7] جب کہ تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھڑی رہی ہو ورنہ نماز پھر لوٹادے۔ (محشی)

مسئلہ ۳۸:[1] جن چیزوں کو بھول کر کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اگر ان کو کوئی قصداً کرے تو سجدۂ سہو واجب نہیں بلکہ نماز پھر سے پڑھے، اگر سجدۂ سہو کر بھی لیا تب بھی نماز نہیں ہوئی۔ جو چیزیں نماز میں نہ فرض ہیں نہ واجب ان کو بھول کر چھوڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

باب نوزدہم [19]

سجدۂ تلاوت کا بیان

مسئلہ ۱:[2] قرآن شریف میں سجدے تلاوت کے چودہ ہیں۔ جہاں جہاں کلام مجید کے کنارہ پر سجدہ لکھا رہتا ہے اس آیت کو پڑھ کے سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے اور اس سجدہ کو "سجدۂ تلاوت" کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲:[3] سجدۂ تلاوت کرنے کا طریقہ[4] یہ ہے کہ **اَللّٰہُ اَکْبَر** کہہ کے سجدہ کرے اور **اَللّٰہُ اَکْبَر** کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھاوے، سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی** کہہ کر پھر **اَللّٰہُ اَکْبَر** کہہ کے سر اٹھالیوے، بس سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا۔

مسئلہ ۳:[5] بہتر یہ ہے کہ کھڑی ہوکر اول **اَللّٰہُ اَکْبَر** کہہ کر سجدہ میں جاوے پھر **اَللّٰہُ اَکْبَر** کہہ کے کھڑی ہوجاوے۔ اور اگر بیٹھ کر **اَللّٰہُ اَکْبَر** کہہ کر سجدہ میں جاوے پھر **اَللّٰہُ اَکْبَر** کہہ کے اٹھ بیٹھے، کھڑی نہ ہو، تب بھی درست ہے۔

---

① وان كان تركه (الواجب) عمدا أثم ووجب عليه اعادة الصلوة؛ لجبر نقصها ولا يسجد فى العمد للسهو الخ. [مراقى الفلاح ص ٤٦٢]

② سجود التلاوة فى القرآن اربعة عشر. [الهداية ١/٣٥٣ والدّر المختار ٢/٦٩٤]

③ وهى سجدة بين تكبيرتين مسنونتين جهرا وبين قيامين مستحبين بلا رفع يد وتشهد وسلام، وفيها تسبيح السجود. [الدّر المختار ٢/٦٩٩]

④ اس مسئلہ کے متعلق سوال و جواب امداد الفتاویٰ مبوب جلد اول ص ۳۲۵ میں درج ہے۔ (تصحیح الاغلاط) جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے۔ (شبیر علی)

⑤ حاشیہ مسئلہ نمبر ۲ باب ہذا دیکھو۔

مسئلہ ۴: [1] سجدہ کی آیت کو جو شخص پڑھے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور جو سنے اس پر بھی واجب ہو جاتا ہے، چاہے قرآن شریف سننے کے قصد سے بیٹھی ہو یا کسی اور کام میں لگی ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیت سن لی ہو۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو آہستہ سے پڑھے تا کہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

مسئلہ ۵: [2] جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں وہ سجدۂ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں یعنی وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف سجدہ کرنا وغیرہ۔

مسئلہ ۶: [3] جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت بھی کرنا چاہیے، بعضی عورتیں قرآن شریف ہی پر سجدہ کر لیتی ہیں اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور سر سے نہیں اترتا۔

مسئلہ ۷: [4] اگر کسی کا وضو اس وقت [5] نہ ہو تو پھر کسی وقت وضو کر کے سجدہ کرے، فوراً اسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اسی وقت سجدہ کر لے، کیونکہ شاید بعد میں یاد نہ رہے۔

مسئلہ ۸: [6] اگر کسی کے ذمہ بہت سے سجدے تلاوت کے باقی ہوں اب تک ادا نہ کیے ہوں تو اب ادا کر لے۔ عمر بھر کبھی نہ کبھی ادا کر لینے چاہئیں، کبھی ادا نہ کرے گی تو گناہ گار ہو گی۔

مسئلہ ۹: [7] اگر حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سن لی تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوا۔ اور اگر ایسی

---

(۱) والسجدة واجبة فی هذه المواضع علی التالی والسامع، سواء قصد سماع القران اولم یقصد. [الهداية ۱/۳۵۳]

(۲) وشرائط هذه السجدة شرائط الصلوٰة الا التحريمة. [الهندية ۱/۱۳۵]

(۳) ورکنها وضع الجبهة علی الارض او ما یقوم مقامه من الرکوع او الایماء للمرض او الرکوب علی الدابة فی السفر. [الهندية ۱/۱۳۵ والدّر المختار ۲/۶۹۹]

(۴) واداؤها لیس علی الفور حتی لو اداها فی ای وقت کان یکون مؤدیا لا قاضیا، هذا فی غیر الصلوتیة، اما الصلوتیة اذا أخرها حتی طالت القراءة تصیر قضاء ویأثم. [الهندية ۱/۱۳۵ والبحر ۲/۱۸۹ والدّر المختار ۲/۷۰۳]

(۵) سجدہ کی آیت سن کر اگر کسی وجہ سے فوراً سجدہ نہیں کر سکتی تو مستحب یہ ہے کہ سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير پڑھ لے۔ [ردّ المحتار ۲/۷۰۳]

(۶) وهی علی التراخی علی المختار، ویکره تأخیرها تنزیها ویکفیه ان یسجد عدد ما علیه بلا تعیین ویکون مؤدیا. [الدّر المختار ۲/۷۰۳]

(۷) فلا تجب علیٰ کافر وصبی ومجنون وحائض ونفساء قرؤوا او سمعوا؛ لأنهم لیسوا اهلها. [الدّر المختار ۲/۷۰۱]

حالت میں سنا جب کہ اس پر نہانا واجب تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۰:[1] اگر بیماری کی حالت میں سنے اور سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کرتی ہے اسی طرح اس کا سجدہ بھی اشارہ سے کرے۔

مسئلہ ۱۱:[2] اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھے تو وہ آیت پڑھنے کے بعد ترت (فوراً) نماز ہی میں سجدہ کرلے، پھر باقی سورت پڑھ کے رکوع میں جاوے۔ اگر اس آیت کو پڑھ کر ترت سجدہ نہ کیا اس کے بعد دو آیتیں یا تین آیتیں اور پڑھ لیں تب سجدہ کیا تو یہ بھی درست ہے، اور اگر اس سے بھی زیادہ پڑھ گئی تب سجدہ ادا کیا تو سجدہ ادا تو ہوگیا لیکن گناہ گار ہوئی۔

مسئلہ ۱۲:[3] اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدہ نہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہوگا ہمیشہ کیلیے گناہ گار رہے گی، اب سوائے توبہ استغفار کے اور کوئی صورت معافی کی نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۳:[4] سجدہ کی آیت پڑھ کے اگر ترت رکوع میں چلی جاوے اور رکوع میں یہ نیت کرلے کہ میں سجدۂ تلاوت کی طرف سے بھی یہی رکوع کرتی ہوں تب بھی وہ سجدہ ادا ہوجائیگا، اور اگر رکوع میں یہ نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد سجدہ جب کرے گی تو اسی سجدہ سے سجدۂ تلاوت بھی ادا ہوجاوے گا، چاہے کچھ نیت کرے چاہے نہ کرے۔

مسئلہ ۱۴:[5] نماز پڑھتے میں کسی اور سے سجدہ کی آیت سنے تو نماز میں سجدہ نہ کرے بلکہ نماز کے بعد کرے، اگر نماز ہی میں کرے گی تو وہ سجدہ ادا نہ ہوگا پھر کرنا پڑے گا اور گناہ بھی ہوگا۔

مسئلہ ۱۵:[6] ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی آیت کو کئی بار دہرا کر پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے سب

---

① حاشیہ مسئلہ نمبر ۶ باب ہذا دیکھو۔

② فان کانت صلوتیۃ فعلی الفور، ثم تفسیر الفور عدم طول المدّۃ بین التلاوۃ والسجدۃ بقراءۃ اکثر من آیتین او ثلاث علی ما سیأتی، ویأثم بتأخیرھا ویقضیھا ما دام فی حرمۃ الصلوۃ. [الدّر المختار وردّ المحتار ۷۰٤/۲]

③ ولو تلاھا فی الصلوٰۃ سجدھا فیھا لا خارجھا، وإذا لم یسجد أثم. [الدّر المختار ۷۰۵/۲]

④ وتؤدی برکوع صلوٰۃ علی الفور من قراءۃ آیۃ ان نواہ... وبسجودھا کذلک وان لم ینو. [الدّر المختار ۷۰۵/۲]

⑤ ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیھا بل یسجد بعدھا، ولو سجد فیھا لم یجزہ واعادہ دونھا. [الدّر المختار ۷۱۰/۲]

⑥ ولو کررھا فی مجلسین تکررت، وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ، وفی البحر التأخیر أحوط. [الدّر المختار ۷۱۲/۲]

دفعہ پڑھ کے اخیر میں سجدہ کرے یا پہلی دفعہ پڑھ کر سجدہ کر لے، پھر اسی کو بار بار دہراتی رہے۔ اور اگر جگہ بدل گئی تب اسی آیت کو دہرایا، پھر تیسری جگہ جا کے وہی آیت پھر پڑھی، اسی طرح برابر جگہ بدلتی رہی تو جتنی دفعہ دہراوے اتنی ہی دفعہ سجدہ کرے۔

مسئلہ ۱۶: [1] اگر ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کئی آیتیں پڑھیں تو بھی جے آیتیں پڑھے وَے سجدے کرے۔

مسئلہ ۱۷: [2] بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کوئی آیت پڑھی پھر اٹھ کھڑی ہوئی، لیکن چلی پھری نہیں جہاں بیٹھی تھی وہیں کھڑے کھڑے وہی آیت پھر دہرائی تو ایک ہی سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ ۱۸: [3] ایک جگہ سجدہ کی آیت پڑھی اور اٹھ کر کسی کام کو چلی گئی، پھر اسی جگہ آ کر وہی آیت پڑھی تب بھی دو سجدے کرے۔

مسئلہ ۱۹: [4] ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کوئی آیت پڑھی، پھر جب قرآن مجید کی تلاوت کر چکی تو اسی جگہ بیٹھے بیٹھے کسی اور کام میں لگ گئی جیسے کھانا کھانے لگی یا سینے پرونے میں لگ گئی یا بچہ کو دودھ پلانے لگی، اسکے بعد پھر وہی آیت اسی جگہ پڑھی تب بھی دو سجدے واجب ہوئے اور جب کوئی اور کام کرنے لگی تو ایسا سمجھیں گے کہ جگہ بدل گئی۔

مسئلہ ۲۰: [5] ایک کوٹھڑی [6] یا دالان کے ایک کونے میں سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور پھر دوسرے کونے میں جا کر وہی آیت پڑھی، تب بھی ایک سجدہ ہی کافی ہے چاہے جے دفعہ پڑھے۔ البتہ اگر دوسرے کام میں لگ جانے کے

---

[1] والأصل ان مبناها على التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الآية والمجلس، اى بأن يكون المكرر آية واحدة فى مجلس واحد، فلو تلا آيتين فى مجلس واحد او آية واحدة فى مجلسين فلا تداخل. [الدّر المختار وردّ المحتار ۲/۷۱۲]

[2] ولا يختلف (المجلس) بمجرد القيام. [الهداية ۱/۳۵۷ والهندية ۱/۱۳٤]

[3] فان قرأها فى مجلسه فسجدها، ثم ذهب ورجع فقرأها: سجدها ثانية وان لم يكن سجد للأولى فعليه سجد تان. [الهداية ص ۱/۳۵۷]

[4] واما الأخير فهو قسمان: حقيقى: بالانتقال منه الى آخر بأكثر من خطوتين كما فى كثير من الكتب أو بأكثر من ثلاث كما فى المحيط ما لم يكن للمكانين حكم الواحد كالمسجد والبيت والسفينة ولو جارية والصحراء بالنسبة للتالى فى الصلوة راكبا، وحكمى: وذلك بمباشرة عمل يعد فى العرف قطعا لما قبله كما لو تلا ثم أكل كثيرا او نام مضطجعا او ارضعت ولدها او اخذ فى بيع او شراء او نكاح، بخلاف ما اذا طال جلوسه او قراء ته او سبح او هلّل او اكل لقمة او شرب شربة او نام قاعدا او كان جالسا فقام ومشى خطوتين او ثلاثا على الخلاف او كان قائما فقعد او نازلا فركب فى مكانه فلا تكرر. [ردّ المحتار ۲/۷۱۲]

[5] حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۸ و نمبر ۱۹ باب ہذا دیکھو۔

[6] چھوٹا گھر بھی کوٹھڑی اور دالان ہی کے حکم میں ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

بعد وہی آیت پڑھے گی تو دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا، پھر تیسرے کام میں لگنے کے بعد اگر پڑھے گی تو تیسرا سجدہ واجب ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۲۱: (۱) اگر بڑا گھر ہو تو دوسرے کونے پر جا کر دہرانے سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور تیسرے کونے پر تیسرا سجدہ۔

مسئلہ ۲۲: (۲) مسجد کا بھی یہی حکم ہے جو ایک کوٹھری کا حکم ہے کہ اگر سجدہ کی آیت کئی دفعہ پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے دہرایا کرے یا مسجد میں ادھر ادھر ٹہل ٹہل کر پڑھے۔

مسئلہ ۲۳: (۳) اگر نماز میں سجدہ کی ایک ہی آیت کو کئی دفعہ پڑھے تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے سب دفعہ پڑھ کے اخیر میں سجدہ کرے یا ایک دفعہ پڑھ کے سجدہ کر لیا پھر اسی رکعت یا دوسری رکعت میں وہی آیت پڑھے۔

مسئلہ ۲۴: (۴) سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور سجدہ نہیں کیا پھر اسی جگہ نیت باندھ لی اور وہی آیت پھر نماز میں پڑھی اور نماز میں سجدۂ تلاوت کیا تو یہی سجدہ کافی ہے، دونوں سجدے اسی سے ادا ہو جاویں گے البتہ اگر جگہ بدل گئی ہو تو دوسرا سجدہ بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۲۵: (۵) اگر سجدہ کی آیت پڑھ کے سجدہ کر لیا تب اسی جگہ نماز کی نیت باندھ لی اور وہی آیت نماز میں دہرائی تو اب نماز میں پھر سجدہ کرے۔

مسئلہ ۲۶: (۶) پڑھنے والی کی جگہ نہیں بدلی ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک آیت کو بار بار پڑھتی رہی، لیکن سننے والی کی جگہ بدل گئی کہ پہلی دفعہ اور جگہ سنا تھا اور دوسری دفعہ اور جگہ، تیسری دفعہ تیسری جگہ، تو پڑھنے والی پر ایک ہی سجدہ

---

(۱)، (۲) حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۸ و نمبر ۱۹ باب ہذا دیکھو۔

(۳) لو تلاها في ركعة فسجدها ثم اعادها في تلك الركعة لا تجب ثانيا، والمصلي اذا قرأ آية السجدة في الاولى، ثم اعادها في الركعة الثانية والثالثة وسجد للأولى ليس عليه ان يسجدها وهو الأصح. [الهندية ١/١٣٥]

(۴)، (۵) وان تلاها في غير الصلوة، فسجد ثم دخل في الصلوة فتلاها فيها سجد اخرى، ولو لم يسجد اولا كفته واحدة. [الدّر المختار ص ٢/٧١١]

(۶) لو تبدل مجلس السامع دون التالي يتكرر الوجوب عليه، ولو تبدل مجلس التالي دون السامع يتكرر الوجوب عليه لا على السامع على قول اكثر المشايخ وبه نأخذ. [الهندية ١/١٣٤ والدّر المختار ٢/٧١٦]

واجب ہے اور سننے والی پر کئی سجدے واجب ہیں، جے دفعہ سنے اتنے ہی سجدے کرے۔

مسئلہ ۲۷:[1] اگر سننے والی کی جگہ نہیں بدلی، بلکہ پڑھنے والی کی جگہ بدل گئی تو پڑھنے والی پر کئی سجدے واجب ہوں گے اور سننے والی پر ایک ہی سجدہ ہے۔

مسئلہ ۲۸:[2] ساری سورت پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ اور منع ہے، فقط سجدے سے بچنے کے لیے وہ آیت نہ چھوڑے کہ اس میں سجدے سے گویا انکار ہے۔

مسئلہ ۲۹:[3] اگر سورت میں کوئی آیت نہ پڑھے فقط سجدہ کی آیت پڑھے تو اس کا کچھ حرج نہیں۔ اور اگر نماز میں ایسا کرے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ اتنی بڑی ہو کہ چھوٹی تین آیت کے برابر ہو، لیکن بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو دو ایک آیت کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

باب بستم ۲۰

بیمار کی نماز کا بیان

مسئلہ ۱:[4] نماز کو کسی حالت میں نہ چھوڑے جب تک کھڑے ہو کر پڑھنے کی قوت رہے کھڑے ہو کر نماز پڑھتی رہے اور جب کھڑا نہ ہوا جائے تو بیٹھ کر نماز پڑھے، بیٹھے بیٹھے رکوع کر لے اور رکوع کر کے دونوں سجدے کر لے، اور رکوع کے لیے اتنا جھکے کہ پیشانی[5] گھٹنوں کے مقابل ہو جاوے۔

---

① لو تبدل مجلس السامع دون التالي يتكرر الوجوب عليه، ولو تبدل مجلس التالي دون السامع يتكرر الوجوب عليه لا على السامع على قول اكثر المشايخ وبه نأخذ. [الهندية ۱/۱۳۴ والدّر المختار ۲/۷۱۶]

② وكره ترك آية سجدة وقراءة باقي السورة لا عكسه، وندب ضم آية او آيتين قبلها او بعدها. [الدّر المختار ۲/۷۱۷]

③ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۲۸ باب ہذا۔

④ من تعذر عليه القيام لمرض قبلها أو فيها او خاف زيادته او بطء برئه بقيامه او دوران رأسه او وجد بقيامه ألما شديداً صلى قاعدا كيف شاء. [الدّر المختار ۲/۶۸۱]

⑤ لفظ ''پیشانی'' سے ''ہو جاوے'' تک حسب اجازتِ مؤلف اس مرتبہ عبارت بدل گئی۔ (شبیر علی)

مسئلہ ۲:[1] اگر رکوع سجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو تو رکوع اور سجدے کو اشارے سے ادا کرے اور سجدے کے لیے رکوع سے زیادہ جھک جایا کرے۔

مسئلہ ۳:[2] سجدہ کرنے کے لیے تکیہ وغیرہ کوئی اونچی چیز رکھ لینا اور اس پر سجدہ کرنا بہتر نہیں۔ جب سجدۂ کی قدرت نہ ہو تو بس اشارہ کرلیا کرے، تکیہ کے اوپر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ۴:[3] اگر کھڑے ہونے کی قوت تو ہے لیکن کھڑے ہونے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے یا بیماری کے بڑھ جانے کا ڈر ہے، تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ ۵:[4] اگر کھڑی تو ہوسکتی ہے لیکن رکوع سجدہ نہیں کرسکتی، تو چاہے کھڑی ہو کر پڑھے اور رکوع وسجدے اشارے سے کرے اور چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدہ کو اشارہ سے ادا کرے دونوں اختیار ہیں، لیکن بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۶:[5] اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں رہی تو پیچھے کوئی گاؤ تکیہ وغیرہ لگا کر اس طرح لیٹ جائے کہ سر خوب اونچا رہے بلکہ قریب قریب بیٹھنے کے رہے اور پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا لیوے، اور اگر کچھ طاقت ہو تو قبلہ کی طرف پیر نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے، پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے اور سجدے کا اشارہ زیادہ نیچا کرے۔ اگر گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بھی اس طرح نہ لیٹ سکے کہ سر اور سینہ وغیرہ اونچا رہے تو قبلہ کی طرف پیر کر کے

---

①، ② فان لم يستطع الركوع والسجود اومأ ايماء وجعل سجوده اخفض من ركوعه، ولا يرفع الى وجهه شيئاً يسجد عليه. [الهداية ١/٣٤٥ و الدّر المختار ٢/٦٨٤]

③ حاشیہ مسئلہ نمبر ۱ باب ہذا دیکھو۔

④ لو عجز عن الركوع والسجود وقدر على القيام، فالمستحب ان يصلى قاعدا بايماء، وان صلى بايماء قائما جاز عندنا. [الهندية ١/١٣٦ ومنية المصلّى ص ٢٦٢ والهداية ١/٣٤٨]

⑤ واذا لم يقدر على القعود مستويا وقدر متكئا او مستندا الى حائط او إنسان يجب ان يصلى متكئا او مستندا. [الهندية ١/١٣٦] ويجعل سجوده اخفض من ركوعه... وان تعذر القعود أومأ مستلقيا ورجلاه نحو القبلة غير أنه ينصب ركبتيه لكراهة مد الرجل الى القبلة ويرفع رأسه ليصير وجهه اليها او على جنبه الايمن او الأيسر ووجهه إليها، والأول افضل على المعتمد. [الدّر المختار ٢/٦٨٥]

بالکل چت لیٹ جائے، لیکن سر کے نیچے کوئی اونچا تکیہ رکھ دیں کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جاوے آسمان کی طرف نہ رہے، پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے، رکوع کا اشارہ کم کرے اور سجدے کا اشارہ ذرا زیادہ کرے۔

مسئلہ:[1] اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں یا بائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹے اور سر کے اشارے سے رکوع وسجدہ کرے، یہ بھی جائز ہے لیکن چت لیٹ کر پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔

مسئلہ ۸:[2] اگر سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی تو نماز نہ پڑھے۔ پھر اگر ایک رات دن سے زیادہ یہی حالت رہے تو نماز بالکل معاف ہو گئی، اچھے ہونے کے بعد قضا پڑھنا بھی واجب نہیں، اور اگر ایک دن رات سے زیادہ یہ حالت نہیں رہی بلکہ ایک دن رات میں پھر اشارہ سے پڑھنے کی طاقت آ گئی تو اشارہ ہی سے ان کی قضا پڑھے اور یہ ارادہ نہ کرے کہ جب بالکل اچھی ہو جاؤں گی تب پڑھوں گی کہ شاید مر گئی تو گناہ گار مرے گی۔

مسئلہ ۹:[3] اسی طرح اگر اچھا خاصا آدمی بے ہوش ہو جاوے تو اگر بے ہوشی ایک دن رات سے زیادہ نہ ہوئی ہو تو قضا پڑھنا واجب ہے اور اگر ایک دن رات سے زیادہ ہو گئی ہو تو قضا پڑھنا واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۰:[4] جب نماز شروع کی اس وقت بھلی چنگی تھی، پھر جب تھوڑی نماز پڑھ چکی تو نماز ہی میں کوئی ایسی

---

[1] واذا لم يقدر على القعود مستويا وقدر متكئا او مستندا الى حائط او إنسان يجب ان يصلى متكئا او مستندا. [الهندية ١/١٣٦] ويجعل سجوده اخفض من ركوعه... وان تعذر القعود أومأ مستلقيا ورجلاه نحو القبلة غير أنه ينصب ركبتيه لكراهة مد الرجل الى القبلة ويرفع رأسه ليصير وجهه اليها او على جنبه الايمن او الأيسر ووجهه إليها، والأول افضل على المعتمد [الدّر المختار ٢/٦٨٥]

[2] واذا عجز المريض عن الايماء بالرأس فى ظاهر الرواية يسقط عنه فرض الصلوٰة، ولا يعتبر الايماء بالعينين والحاجبين، ثم اذا خف مرضه هل يلزمه القضاء؟ اختلفوا فيه: قال بعضهم: ان زاد عجزه على يوم وليلة لا يلزمه القضاء، وان كان دون ذلك يلزمه كما فى الاغماء، وهوا الأصح. [الهندية ١/١٣٧ والدّر المختار ٢/٦٨٧ ومنية المصلّى ص ٢٦٣]

[3] ومن جن او اغمى عليه خمس صلوات قضى ولو أكثر لا. [مراقى الفلاح ص ٤٣٥]

[4] ولو شرع صحيح فى صلوٰة قائما فحدث به مرض يمنعه من القيام صلى قاعدا يركع ويسجد، و ان لم يستطع فمؤميا قاعدا، فان لم يستطع فمضطجعا. [الهندية ١/١٣٧ والدّر المختار ٢/٦٨٩]

رگ چڑھ گئی کہ کھڑی نہ ہو سکی تو باقی نماز بیٹھ کر پڑھے، اگر رکوع سجدہ کر سکے تو کرے، نہیں تو رکوع سجدہ کو سر کے اشارہ سے کرے، اور اگر ایسا حال ہو گیا کہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہیں رہی تو اسی طرح لیٹ کر باقی نماز کو پورا کرے۔

مسئلہ ۱۱: [1] بیماری کی وجہ سے تھوڑی نماز بیٹھ کر پڑھی اور رکوع کی جگہ رکوع اور سجدہ کی جگہ سجدہ کیا، پھر نماز ہی میں اچھی ہو گئی تو اسی نماز کو کھڑی ہو کر پورا کرے۔

مسئلہ ۱۲: [2] اگر بیماری کی وجہ سے رکوع سجدہ کی قوت نہ تھی اس لیے سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کیا، پھر جب کچھ نماز پڑھ چکی تو ایسی ہو گئی کہ اب رکوع سجدہ کر سکتی ہے تو اب یہ نماز جاتی رہی، اس کو پورا نہ کرے بلکہ پھر سے پڑھے۔

مسئلہ ۱۳: [3] فالج گرا اور ایسی بیمار ہو گئی کہ پانی سے استنجا نہیں کر سکتی تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالا کرے اور اسی طرح نماز پڑھے، اگر خود تیمم نہ کر سکے تو کوئی دوسرا تیمم کرا دے اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو بھی نماز قضا نہ کرے، اسی [4] طرح نماز پڑھے۔ کسی اور کو اس کے بدن کا دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں، نہ ماں نہ باپ نہ لڑکا نہ لڑکی۔ البتہ بیوی کو اپنے میاں اور میاں کو اپنی بیوی کا بدن دیکھنا درست ہے، اس کے سوا کسی کو درست نہیں۔

مسئلہ ۱۴: [5] تندرستی کے زمانہ میں کچھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں، پھر بیمار ہو گئی تو بیماری کے زمانہ میں جس طرح نماز پڑھنے کی قوت ہو ان کی قضا پڑھے، یہ انتظار نہ کرے کہ جب کھڑے ہونے کی قوت آوے تب پڑھوں یا جب

---

[1] ومن صلى قاعداً يركع ويسجد، ثم صح بنى على صلوٰته قائما. [الهندية ١/١٣٧ و الدّر المختار ٢/٦٨٩]

[2] وان صلى بعض صلوته بالايماء، ثم قدر على الركوع والسجود استأنف عندهم جميعا. [الهندية ١/١٣٧ والدّر المختار ٢/٦٨٩]

[3] الرجل المريض اذا لم يكن له امرأة ولا امة وله ابن او اخ وهو لا يقدر على الوضوء، فإنه يوضيه ابنه او اخوه غير الاستنجاء، فإنه لا يمس فرجه وسقط عنه الاستنجاء، والمرأة المريضة اذا لم يكن لها زوج وعجزت عن الوضوء ولها ابنة واخت توضيها ويسقط عنها الاستنجاء. [الهندية ١/٤٩]

[4] ولو شلتا (يداه) سقط اصلا كمريض ومريضة لم يجدا من يحل جماعه. [الدّر المختار ص ١/٦٠٧ فصل الاستنجاء]

[5] وان قضى في المرض فوائت الصحة قضاها كما قدر قاعدا او مؤميا. [الهندية ١/١٣٨]

بیٹھنے لگوں اور رکوع سجدہ کرنے کی قوت آوے تب پڑھوں، یہ سب شیطانی خیالات ہیں۔ دینداری کی بات یہ ہے کہ فوراً پڑھے دیر نہ کرے۔

مسئلہ ۱۵: (۱) اگر بیمار کا بستر نجس ہے لیکن اس کے بدلنے میں بہت تکلیف ہوگی تو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۶: (۲) حکیم نے کسی کی آنکھ بنائی اور ہلنے جلنے سے منع کر دیا تو لیٹے لیٹے نماز پڑھتی رہے۔

باب بست و یکم [۲۱]

مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان

مسئلہ ۱: (۳) اگر کوئی ایک منزل یا دو منزل کا سفر کرے تو اس سفر سے شریعت کا کوئی حکم نہیں بدلتا اور شریعت کے قاعدے سے اس کو "مسافر" نہیں کہتے، اس کو ساری باتیں اسی طرح کرنی چاہئیں جیسے کہ اپنے گھر کرتی تھی، چار رکعت والی نماز کو چار رکعت پڑھے اور موزہ پہنے ہو تو ایک رات دن مسح کرے، پھر اس کے بعد مسح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۲: (۴) جو کوئی تین منزل چلنے کا قصد کر کے نکلے وہ شریعت کے قاعدے سے "مسافر" ہے۔ جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر ہوگئی تو شریعت سے مسافر بن گئی اور جب تک آبادی کے اندر اندر چلتی رہے تب تک مسافر نہیں ہے۔ اور اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور جو آبادی کے باہر ہو تو وہاں پہنچ کر مسافر ہو جاوے گی۔

---

(۱) مریض تحته ثياب نجسة ان كان بحال لا يبسط شيء الا ويتنجس من ساعته يصلى على حاله، وكذا لو لم يتنجس الثاني لكن يلحقه زيادة مشقة بالتحويل. [الهندية ١/١٣٧ والدّر المختار ٢/٦٩٣]

(۲) امره الطبيب بالاستلقاء لنزع الماء من عينه صلى بالايماء؛ لان حرمة الاعضاء كحرمة النفس. [الدّر المختار ٢/٦٩٣]

(۳) السفر الذى يتغير به الأحكام ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام ولياليها. [الهداية ص ١/٣٦٠]

(۴) (من خرج من عمارة موضع اقامته) من جانب خروجه، وان لم يجاوز من الجانب الآخر (قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة صلى الفرض الرباعي ركعتين). [الدّر المختار ٢/٧٢٢]

مسئلہ ۳:[1] تین منزل یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے وہاں تین روز میں پہنچا کرتے ہیں، تخمینہ اس کا ہمارے ملک میں کہ دریا اور پہاڑ میں سفر نہیں کرنا پڑتا اڑتالیس (۴۸) میل انگریزی ہے۔

مسئلہ ۴:[2] اگر کوئی جگہ اتنی دور ہے کہ اونٹ اور آدمی کی چال کے اعتبار سے تو تین منزل ہے، لیکن تیز یکہ یا تیز بہلی پر سوار ہے اس لیے دو ہی دن میں پہنچ جاوے گی یا ریل پر سوار ہو کر ذرا دیر میں پہنچ جاوے گی، تب بھی شریعت سے وہ مسافر ہے۔

مسئلہ ۵:[3] جو کوئی شریعت سے مسافر ہو وہ ظہر اور عصر اور عشا کی فرض نماز دو دو رکعتیں پڑھے۔ اور سنتوں کا یہ حکم ہے کہ اگر جلدی ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا اور سنتیں چھوڑ دینا درست ہے، اس چھوڑ دینے سے کچھ گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر کچھ جلدی نہ ہو نہ اپنے ساتھیوں سے رہ جانے کا ڈر ہو تو نہ چھوڑے، اور سنتیں سفر میں پوری پوری پڑھے ان میں کمی نہیں ہے۔

مسئلہ ۶:[4] فجر اور مغرب اور وتر کی نماز میں بھی کوئی کمی نہیں ہے، جیسے ہمیشہ پڑھتی ہے ویسے ہی پڑھے۔

مسئلہ ۷:[5] ظہر، عصر، عشا کی نماز دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے، پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے جیسے ظہر کی کوئی چھ فرض پڑھے تو گناہ گار ہوگی۔

مسئلہ ۸:[6] اگر بھولے سے چار رکعتیں پڑھ لیں تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہے تب تو دو رکعتیں فرض کی ہوگئیں اور دو رکعتیں نفل کی ہوجاویں گی اور سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔ اور اگر دو رکعت پر نہ بیٹھی ہو تو چاروں رکعتیں نفل ہوگئیں، فرض نماز پھر سے پڑھے۔

---

① دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۲ باب ہذا۔

② ولو كانت المسافة ثلاثا بالسير المعتاد فسار اليها على الفرس جريا حثيثا فوصل في يومين او اقل قصر. [الهندية ۱/۱۳۹]

③ وفرض المسافر في الرباعية ركعتان...... ولا قصر في السنن...... وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن، والمختار انه لا يأتي بها في حال الخوف ويأتي بها في حال القرار. [الهندية ۱/۱۳۹ والبحر ۲/۲۰۲ والدّر المختار ۲/۷۲۶]

④ واحترز بالفرض عن السنن والوتر وبالرباعي عن الفجر والمغرب. [ردّ المحتار ۲/۷۲۶]

⑤ والقصر واجب عندنا. [الهندية ۱/۱۳۹] وروى عن ابى حنيفة انه قال: من اتم الصلوة فقد اساء وخالف السنة. [ردّ المحتار ۲/۷۲۶]

⑥ فلو اتم مسافر: ان قعد في الأولىٰ تم فرضه ولكنه اساء لو عامدا، ومازاد نفل، وان لم يقعد بطل فرضه. [الدّر المختار ۲/۷۳۳]

مسئلہ ۹:[1] اگر راستہ میں کہیں ٹھہر گئی تو اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو برابر وہ مسافر رہے گی، چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھتی رہے۔ اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی ہے تو اب وہ مسافر نہیں رہی، پھر اگر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے چلے جانے کا ارادہ ہوگیا تب بھی مسافر نہ بنے گی نمازیں پوری پوری پڑھے۔ پھر جب یہاں سے چلے تو اگر یہاں سے وہ جگہ تین منزل ہو جہاں جاتی ہے تو پھر مسافر ہو جاوے گی اور جو اس سے کم ہو تو مسافر نہیں ہوئی۔

مسئلہ ۱۰:[2] تین منزل جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلی، لیکن گھر ہی سے یہ بھی نیت[3] ہے کہ فلانے گاؤں میں پندرہ دن ٹھہروں گی تو مسافر نہیں رہی راستہ بھر پوری نمازیں پڑھے۔ پھر اگر گاؤں میں پہنچ کے پورے پندرہ دن نہیں ٹھہرنا ہوا تب بھی مسافر نہ بنے گی۔

مسئلہ ۱۱:[4] تین منزل جانے کا ارادہ ہے لیکن پہلی منزل یا دوسری منزل پر اپنا گھر پڑے گا، تب بھی مسافر نہیں ہوئی۔

مسئلہ ۱۲:[5] چار منزل جانے کی نیت سے چلی لیکن پہلی دو منزلیں حیض کی حالت میں گزریں تب بھی وہ مسافر نہیں ہے، اب نہا دھو کر پوری چار رکعتیں پڑھے۔ البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد بھی وہ جگہ اگر تین منزل ہو یا چلتے وقت پاک تھی، رستہ میں حیض آ گیا ہو تو وہ البتہ مسافر ہے، نماز مسافروں کی طرح پڑھے۔

مسئلہ ۱۳:[6] نماز پڑھتے پڑھتے نماز کے اندر ہی پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ہو گئی تو مسافر نہیں رہی، یہ نماز بھی پوری پڑھے۔

---

① ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الإقامة فى بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر، وان نوى اقل من ذلك قصر. [الهداية ۱/۳۶۳ والدّر المختار ۲/۷۲۸]

② قال العلامة ابن عابدين بعد نقل كلامهم: والحاصل ان إنشاء السفر يبطل وطن الإقامة اذا كان منه، اما لو انشأه من غيره: فان لم يكن فيه مرور على وطن الاقامة او كان ولكن بعد سير ثلاثة ايام فكذلك، ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر. [ردّ المحتار ۲/۷٤۰]

③ یعنی یہ نیت ہے کہ ایک دو منزل کے بعد فلاں گاؤں میں پندرہ دن ٹھہروں گی تو مسافر نہ ہوگی۔ (ف) ④ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۰ باب ہذا۔

⑤ طهرت الحائض وبقى لمقصدها يومان تم فى الصحيح. [الدّر المختار ۲/۷٤٦]

⑥ لو نوى المسافر الاقامة فى الصلوٰة فى الوقت اتمها منفرداً. [الهندية ۱/۱٤۱ والدّر المختار ۲/۷۲۸]

مسئلہ ۱۴[①]: دوچار دن کے لیے رستہ میں کہیں ٹھہرنا پڑا، لیکن کچھ ایسی باتیں ہوجاتی ہیں کہ جانا نہیں ہوتا ہے روز یہ نیت ہوتی ہے کہ کل پرسوں چلی جاؤں گی لیکن نہیں جانا ہوتا۔ اسی طرح پندرہ یا بیس دن یا ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ رہنا ہوگیا لیکن پورے پندرہ دن رہنے کی کبھی نیت نہیں ہوئی، تب بھی مسافر رہے گی چاہے جتنے دن اسی طرح گزر جاویں۔

مسئلہ ۱۵[②]: تین منزل جانے کا ارادہ کر کے چلی، پھر کچھ دور جا کر کسی وجہ سے ارادہ بدل گیا اور گھر لوٹ آئی تو جب سے لوٹنے کا ارادہ ہوا ہے تب ہی سے مسافر نہیں رہی۔

مسئلہ ۱۶[③]: کوئی اپنے خاوند کے ساتھ ہے، راستہ میں جتنا وہ ٹھہرے گا اتنا ہی یہ ٹھہرے گی بے اسکے زیادہ نہیں ٹھہر سکتی تو ایسی حالت میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہے، اگر شوہر کا ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر نہیں رہی چاہے ٹھہرنے کی نیت کرے یا نہ کرے، اور اگر مرد کا ارادہ کم ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر ہے۔

مسئلہ ۱۷[④]: تین منزل چل کے کہیں پہنچی تو اگر وہ اپنا گھر ہے تو مسافر نہیں رہی چاہے کم رہے یا زیادہ۔ اور اگر اپنا گھر نہیں ہے تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تب بھی مسافر نہیں رہی، اب نمازیں پوری پوری پڑھے۔ اور اگر نہ اپنا گھر ہے نہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہاں پہنچ کر بھی مسافر رہے گی، چار رکعت فرض کی دو رکعتیں پڑھتی رہے۔

مسئلہ ۱۸[⑤]: راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے، دس دن یہاں، پانچ دن وہاں، بارہ دن وہاں، لیکن پورے پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کا ارداہ نہیں تب بھی مسافر رہے گی۔

---

① ولو دخل مصرا على عزم ان يخرج غداً او بعد غد ولم ينو مدة الإقامة حتى بقى على ذلك سنين قصر. [الهداية ۱/۳٦٤ والدّر المختار ۲/۷۳۱]

② فلو عزم على الرجوع الى بلده قبل سيره ثلاثة ايام على قصد قطع السفر فانه يتم، و كذا لو رجع الى بلدته لأخذ حاجة نسيها. [ردّ المحتار ۲/۷۳۳]

③ والمعتبر نية المتبوع كامرأة مع زوج وفّاها مهرها المعجل والأوجه انها تبع مطلقا. [الدّر المختار وردّ المحتار بحذف ۲/۷٤۱]

④، ⑤ صلى الفرض الرباعى ركعتين ولو عاصيا بسفره حتى يدخل موضع مقامه او ينوى اقامة نصف شهر. [الدّر المختار ۲/۷۲٦]

مسئلہ ۱۹: [۱] کسی نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا کسی دوسری جگہ گھر بنالیا اور وہیں رہنے سہنے لگی، اب پہلے شہر سے اور پہلے گھر سے کچھ مطلب نہیں رہا تو اب وہ شہر اور پردیس دونوں برابر ہیں، تو اگر سفر کرتے وقت رستہ میں وہ پہلا شہر پڑے اور دو چار دن وہاں رہنا ہو تو مسافر رہے گی، نمازیں سفر کی طرح پڑھے۔

مسئلہ ۲۰: [۲] اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہوگئیں تو گھر پہنچ کر بھی ظہر، عصر، عشا کی دو ہی دو رکعتیں قضا پڑھے۔ اور اگر سفر سے پہلے مثلاً ظہر کی نماز قضا ہوگئی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں اس کی قضا پڑھے۔

مسئلہ ۲۱: [۳] بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنی سسرال رہنے لگی تو اس کا اصلی گھر سسرال ہے، تو اگر تین منزل چل کر میکے گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ کرے، اور اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کیلئے دل میں نہیں ٹھانا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہی اب بھی اصلی رہیگا۔

مسئلہ ۲۲: [۴] دریا میں کشتی چل رہی ہے اور نماز کا وقت آ گیا تو اسی چلتی کشتی پر نماز پڑھ لے، اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں سر گھومے تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ ۲۳: [۵] ریل پر نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے کہ چلتی ریل پر نماز پڑھنا درست ہے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھنے سے سر گھومے یا گرنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ ۲۴: [۶] نماز پڑھتے میں ریل پھر گئی اور قبلہ دوسری طرف ہوگیا تو نماز ہی میں گھوم جاوے اور قبلہ کی طرف منہ کرلے۔

مسئلہ ۲۵: [۷] اگر تین منزل جانا ہو تو جب تک مردوں میں سے کوئی اپنا محرم یا شوہر ساتھ نہ ہو اس وقت تک سفر کرنا

---

[۱] والوطن الأصلي هو موطن ولادته او تأهله او توطنه يبطل بمثله اذا لم يبق له بالأول اهل، فلو بقي لم يبطل بل يتم فيها لا غير. [الدّر المختار ۲/۷۳۹]

[۲] ومن فاته صلوٰة في السفر قضاها في الحضر ركعتين، ومن فاته في الحضر قضاها في السفر اربعا. [الهداية ۱/۳۶۹]

[۳] حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۹ باب ہذا دیکھو۔　[۴]، [۵] ومن صلى في السفينة قاعدا من غير علة اجزأه عند أبي حنيفة والقيام افضل، وقالا: لا يجزيه الا من عذر. [الهداية ۱/۳۵۰ والدّر المختار ۲/۶۹۰]

[۶] ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت. [الدّر المختار ۲/۶۹۰]

[۷] ولا تسافر المرأة بغير محرم ثلاثة ايام وما فوقها. [الهندية ۱/۱۴۲]

درست نہیں ہے، بے محرم کے ساتھ سفر کرنا بڑا گناہ ہے۔ اور اگر ایک منزل یا دو منزل جانا ہو تب بھی بے محرم کے ساتھ جانا بہتر نہیں[۱] حدیث میں اس کی بھی بڑی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ ۲۶:[۲] جس محرم کو خدا رسول ﷺ کا ڈر نہ ہو اور شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۷:[۳] یکہ یا بہلی جا رہی ہے اور نماز کا وقت آ گیا تو بہلی سے اتر کر کسی الگ جگہ پر کھڑی ہو کر نماز پڑھ لیوے۔ اسی طرح اگر بہلی پر وضو نہ کر سکے تو اتر کر کہیں آڑ میں بیٹھ کر وضو کرے۔ اگر برقع پاس نہ ہو تو چادر وغیرہ میں خوب لپٹ کر اترے اور نماز پڑھے، ایسا گہرا پردہ جس میں نماز قضا ہو جاوے حرام ہے۔ ہر بات میں شریعت کی بات کو مقدم رکھے، پردہ کی بھی وہی حد رکھے جو شریعت نے بتلائی ہے۔ شریعت کی حد سے آگے بڑھنا اور خدا سے زردرُو ہونا بڑی بیوقوفی اور نادانی ہے، البتہ بلاضرورت پردہ میں کمی کرنا بے غیرتی اور گناہ ہے۔

مسئلہ ۲۸:[۴] اگر ایسی بیمار ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے تب بھی چلتی بہلی پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور اگر بہلی ٹھہرا لی لیکن جُوا بیلوں کے کندھوں پر رکھا ہوا ہے تب بھی اس پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے، بیل الگ کر کے نماز پڑھنا چاہیے۔ یکّہ کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک گھوڑا کھول کر الگ نہ کر دیا جائے اس وقت تک اس پر نماز پڑھنا درست نہیں۔

مسئلہ ۲۹:[۵] اگر کسی کو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہو تو پالکی اور میانے پر بھی پڑھنا درست ہے، لیکن پالکی جس وقت کہاروں کے کندھوں پر ہو اس وقت پڑھنا درست نہیں، زمین پر رکھوا لیوے تب پڑھے۔

مسئلہ ۳۰:[۶] اگر اونٹ سے یا بہلی سے اترنے میں جان یا مال کا اندیشہ ہے تو بدون اترے بھی نماز درست ہے۔

---

① فی الصحیحین: "لا تسافر امرأة ثلاثا الا ومعها محرم"، وزاد مسلم فی روایة: او زوج. [البحر ۲/۴۹۰]

② ویشترط فی حج المرأة من سفر زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق. [البحر ۲/۴۹۱]

③، ④، ⑤ واما الصلوٰة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر او لا تسیر فهی صلوة علی الدابة، فیجوز فی حالة العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرها، وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز، هذا فی الفرض، واما فی النفل فیجوز علی المحمل والعجلة مطلقا. [الدّر المختار ۲/۵۹۱-۵۹۵] ⑥ ومن الأعذار ان یخاف لو نزل عن الدابة علی نفسه او علی ثیابه او دابته لصاً او سبعاً او عدوّاً الخ. [الهندیة ۱/۱۴۳ والدّر المختار ۲/۵۹۲]

باب بست و دوم [۲۲]

گھر میں موت ہو جانے کا بیان

مسئلہ [۱]: جب آدمی مرنے لگے تو اس کو چت لٹا دو اور اس کے پیر قبلہ کی طرف کر دو اور سر اونچا کر دو تا کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جاوے اور اس کے پاس بیٹھ کر زور زور سے کلمہ پڑھو تا کہ تم کو پڑھتے سن کر خود بھی کلمہ پڑھنے لگے۔ اور اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کرو، کیونکہ وہ وقت بڑا مشکل ہے نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل جاوے۔

مسئلہ ۲ [۲]: جب وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو چپ ہو رہو، یہ کوشش نہ کرو کہ برابر کلمہ جاری رہے اور پڑھتے پڑھتے دم نکلے، کیونکہ مطلب تو فقط اتنا ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے کلمہ ہونا چاہیے اس کی ضرورت نہیں کہ دم ٹوٹنے تک کلمہ برابر جاری رہے۔ ہاں اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد پھر کوئی دنیا کی بات چیت کرے تو پھر کلمہ پڑھنے لگو، جب وہ پڑھ لیوے تو پھر چپ ہو رہو۔

مسئلہ ۳ [۳]: جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے اور ٹانگیں ڈھیلی پڑ جاویں کہ کھڑی نہ ہو سکیں اور ناک ٹیڑھی ہو جاوے اور کنپٹیں بیٹھ جاویں تو سمجھو اس کی موت آ گئی، اس وقت کلمہ زور زور سے پڑھنا شروع کرو۔

مسئلہ ۴ [۴]: سورۂ یٰس پڑھنے سے موت کی سختی کم ہو جاتی ہے۔ اس کے سرہانے یا اور کہیں اس کے پاس بیٹھ کر پڑھ دو یا کسی سے پڑھوا دو۔

---

① یوجه المحتضر القبلة على يمينه هو السنة وجاز الاستلقاء على ظهره وقدماه اليها، وهو المعتاد فى زماننا، ويرفع رأسه قليلا، وقيل: يوضع كما تيسر على الأصح، وان شق عليه ترك على حاله، ويلقن بذكر الشهادتين عنده من غير امره بها. [الدّر المختار ۳/۹۱ ـ ۹٤]

② واذا قالها مرة كفاه، ولا يكرر عليه ما لم يتكلم ليكون آخر كلامه "لا اله الا اللّٰه". [الدّر المختار ۳/۹٤]

③ وعلامات الاحتضار أن يسترخى قدماه فلا تنتصبان ويتعوج انفه و ينخسف صدغاه. الخ [الهندية ۱/۱۵۷]

④ ويستحب قراءة يٰس عنده. [الهندية ۱/۱۵۷]

مسئلہ ۵:[۱] اس وقت کوئی ایسی بات نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہوجاوے، کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضری کا وقت ہے۔ ایسے کام کرو، ایسی باتیں کرو کہ دنیا سے دل پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوجاوے کہ مردہ کی خیر خواہی اسی میں ہے۔ ایسے وقت بال بچوں کو سامنے لانا یا اور کوئی جس سے اس کو زیادہ محبّت تھی اسے سامنے لانا۔ ایسی باتیں کرنا کہ دل اس کا انکی طرف متوجہ ہوجائے اور ان کی محبّت اسکے دل میں سما جائے بڑی بری بات ہے۔ دنیا کی محبّت لے کے رخصت ہوئی تو نعوذ باللہ! بری موت مری۔

مسئلہ ۶:[۲] مرتے وقت اگر اس کے منہ سے خدانخواستہ کفر کی کوئی بات نکلے تو اس کا خیال نہ کرو، نہ اس کا چرچا کرو بلکہ یہ سمجھو کہ موت کی سختی سے عقل ٹھکانے نہیں رہی، اس وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ اور عقل جاتے رہنے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے، اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرتی رہو۔

مسئلہ ۷:[۳] جب مرجائے تو سب عضو درست کردو اور کسی کپڑے سے اس کا منہ اس ترکیب سے باندھ دو کہ کپڑا ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لے جاؤ اور گرہ لگادو تا کہ منہ پھیل نہ جائے، اور آنکھیں بند کردو اور پیر کے دونوں انگوٹھے ملا کے باندھ دو تا کہ ٹانگیں پھیلنے نہ پاویں، پھر کوئی چادر اڑھا دو اور نہلانے اور کفنانے میں جہاں تک ہوسکے جلدی کرو۔

مسئلہ ۸:[۴] منہ وغیرہ بند کرتے وقت یہ دعا پڑھو: **بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ.**

مسئلہ ۹:[۵] مرجانے کے بعد اس کے پاس لوبان وغیرہ کچھ خوشبو سلگادی جائے اور حیض ونفاس والی عورت اور

---

① عن ام سلمة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول الله ﷺ: اذا حضرتم المريض او الميت فقولوا خيراً؛ فان الملئكة يؤمنون علىٰ ما تقولون. رواه مسلم. [مشكوة ص ١٤٠] قلت: ومن الخير له ما ذكره المؤلف كما لا يخفى. (ف)

② وما ظهر منه من كلمات كفرية يغتفر فى حقه، ويعامل معاملة موتى المسلمين حملا على انه فى حال زوال عقله. [الدّر المختار ٣/٩٦]

③ فاذا مات شدوا لحييه وغمضوا عينيه ويتولى ارفق اهله به اغماضه بأسهل مما يقدر عليه ويشد لحياه بعصابة عريضة يشدها فى لحيه الاسفل ويربطها فوق رأسه. [الهندية ١/١٥٧]

④ ويقول مغمضه: بسم الله وعلى ملّة رسول الله. [الهندية ١/١٥٧]

⑤ ويحضر عنده الطيب، ويخرج من عنده الحائض والنفساء والجنب. [الدّر المختار ٣/٩٧]

جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کے پاس نہ رہے۔

مسئلہ:[1] مرجانے کے بعد جب تک اسکو غسل نہ دیا جاوے اسکے پاس قرآن مجید پڑھنا درست نہیں ہے۔

باب بست وسوم ۲۳

نہلانے کا بیان

مسئلہ:[2] جب گور و کفن کا سب سامان ہو جائے اور نہلانا چاہو تو پہلے کسی تخت یا بڑے تختہ کو لوبان یا اگر کی بتّی وغیرہ خوشبودار چیز کی دھونی دے دو۔ تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ چاروں طرف دھونی دے کر مُردے کو اس پر لٹا دو اور کپڑے اتارلو، اور کوئی کپڑا ناف سے لے کر زانو تک ڈال دو کہ اتنا بدن چھپا رہے۔

مسئلہ ۲: اگر نہلانے[3] کی کوئی جگہ الگ ہے کہ پانی کہیں بہہ جاوے گا تو خیر، نہیں تو تخت کے نیچے گڑھا کھد والو کہ سارا پانی اسی میں جمع رہے۔ اگر گڑھا نہ کھدوایا اور پانی سارے گھر میں پھیلا تب بھی کوئی گناہ نہیں، غرض فقط یہ ہے کہ آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو اور کوئی پھسل کر گر نہ پڑے۔

مسئلہ ۳:[4] نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مردے کو استنجا کرادو لیکن اس کی رانوں اور استنجے کی جگہ اپنا ہاتھ مت لگاؤ اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالو بلکہ اپنے ہاتھ میں کوئی کپڑا لپیٹ لو۔ اور جو کپڑا ناف سے لے کر زانو تک پڑا ہے اس کے اندر اندر دھلاؤ، پھر اس کو وضو کرادو لیکن کلی نہ کراؤ، نہ ناک میں پانی ڈالو، نہ گٹے تک ہاتھ دھلاؤ بلکہ

---

(۱) تكره القراءة عنده حتى يغسل. [الدّر المختار ۳/۹۸]

(۲) ويوضع على سرير مجمر وترا قبل وضع الميت عليه. ويجرد الميت اذا اريد غسله. وتستر عورته بخرقة من السرّة الى الركبة. [الهندية ۱/۱۵۸] (۳) هذه المسئلة ظاهرة لا تحتاج لنقل. [ف]

(۴) وصورة استنجائه ان يلف الغاسل على يديه خرقةً ويغسل السوءة؛ لأن مس العورة حرام كالنظر إليها، ولا ينظر الرجل الى فخذ الرجل، وكذا المرأة لاتنظر الى فخذ المرأة، ثم يوضأ وضوءه للصلوة، إلا اذا كان صغيرا لايصلى فلا يوضأ، ويبدأ بغسل وجهه لا بغسل اليدين، ولا يمضمض ولا يستنشق. ومن العلماء من قال: يجعل الغاسل على اصبعه خرقة رقيقة، ويدخل الإصبع فى فمه ويمسح بها أسنانه وشفتيه ولهاته ولثته وينقيها، ويدخل فى منخريه ايضاً. [الهندية ۱/۱۵۸]

پہلے منہ دھلاؤ، پھر ہاتھ کہنی سمیت، پھر سر کا مسح، پھر دونوں پیر۔ اور اگر تین دفعہ روئی تر کر کے دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر دی جائے اور ناک کے دونوں سوراخوں میں پھیر دی جائے تو بھی جائز ہے[1] (اور اگر مردہ نہانے کی حاجت میں یا حیض ونفاس میں مرجائے تو اس طرح سے منہ اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے) اور[2] ناک اور منہ اور کانوں میں روئی بھر دو تا کہ وضو کراتے اور نہلاتے وقت پانی نہ جانے پاوے۔ جب وضو کرا چکو تو سر کو گُلِ خیرو سے یا کسی اور چیز سے جس سے صاف ہو جاوے جیسے بیسن یا کھلی یا صابون سے مَل کر دھووے اور صاف کر کے پھر مردے[3] کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا پانی نیم گرم تین[4] دفعہ سر سے پیر تک ڈالے، یہاں تک کہ بائیں کروٹ تک پانی پہنچ جاوے۔ پھر داہنی کروٹ پر لٹاوے اور اسی طرح سر سے پیر تک تین مرتبہ اتنا پانی ڈالے کہ داہنی کروٹ تک پہنچ جاوے۔ اسکے بعد مردے کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلاوے اور اسکے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملے اور دباوے، اگر کچھ پاخانہ نکلے تو اس کو پونچھ کے دھو ڈالے اور وضو اور غسل میں اسکے نکلنے سے کچھ نقصان نہیں، اب نہ دہراؤ۔ اسکے بعد پھر اس کو بائیں کروٹ پر لٹاوے اور کافور پڑا ہوا پانی سر سے پیر تک تین دفعہ ڈالے پھر سارا بدن کسی کپڑے سے پونچھ کے کفنا دو۔

مسئلہ ۴:[5] اگر بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا پانی نہ ہو تو یہی سادہ نیم گرم پانی کافی ہے۔ اسی سے اسی طرح تین

---

① ولو كان جنبا او حائضا او نفساء فُعِلا (المضمضمة والاستنشاق) اتفاقا تتميما للطهارة. [الدّر المختار ۳/۱۰۲]

② ولا بأس بان يجعل القطن على وجهه وان يحشى به مخارقه كالدبر والقبل والأذنين والفم. ويغسل رأسه ولحيته بالخطمي، وان لم يكن فبالصابون ونحوه. [الهندية ۱/۱۵۸]

③ ثم يضجع على شقه الايسر، فيغسل بالماء والسدر حتى يرى ان الماء قد وصل الى ما يلي التخت منه، ثم يضجع على شقه الأيمن فيغسل بالماء والسدر حتى يرى ان الماء قد وصل الى ما يلي التخت منه...... ثم يجلسه ويسنده اليه ويمسح بطنه مسحا رفيقا تحرزاً عن تلويث الكفن، فان خرج منه شيء غسله ولا يعيد غسله ولا وضوءه. [الهندية ۱/۱۵۸]

④ ويصب عليه الماء عند كل اضجاع ثلاث مرات. [الدّر المختار ۳/۱۰٤] اختلفوا في شيء، وهو انه في الهداية لم يفصل في الغسلات بين القراح وغيره، وهو ظاهر كلام الحاكم، وذكر شيخ الاسلام أن الأولى بالقراح اي: الماء الخالص، والثانية بالمغلى فيه سدر، والثالثة بالذى فيه كافور، قال في الفتح: والأولى كون الأوليين بالسد ركما هو ظاهر الهداية لما في ابى داود بسند صحيح: "ان ام عطية تغسل بالسدر مرتين"، والثالث بالماء والكافور. [ردّ المحتار ۳/۱۰۳]

⑤ ويغلى الماء بالسدر او بالحرض، فان لم يكن فالماء القراح. [الهداية ۱/٤۰۹]

دفعہ نہلا دیوے اور بہت تیز گرم پانی سے مردے کو نہ نہلاوے۔ اور نہلانے کا یہ طریقہ① جو بیان ہوا سنت ہے، اگر کوئی اس طرح تین دفعہ نہ نہلاوے بلکہ ایک دفعہ سارے بدن کو دھوڈالے، تب بھی فرض ادا ہوگیا۔

مسئلہ ۵:② جب مردے کو کفن پر رکھو تو سر پر عطر لگا دو۔ اگر مردہ مرد ہو تو ڈاڑھی پر بھی عطر لگا دو، پھر ماتھے اور ناک اور دونوں ہتھیلی اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مَل دو۔ بعضے بعضے کفن میں عطر لگاتے ہیں اور عطر کی پھریری کان میں رکھ دیتے ہیں یہ سب جہالت ہے، جتنا شرع میں آیا ہے اس سے زائد مت کرو۔

مسئلہ ۶:③ بالوں میں کنگھی نہ کرو، نہ ناخن کاٹو، نہ کہیں کے بال کاٹو سب اسی طرح رہنے دو۔

مسئلہ ۷:④ اگر کوئی مرد⑤ مرگیا اور مردوں میں سے کوئی نہلانے والا نہیں تو بیوی کے علاوہ اور کسی عورت کو اس کو غسل دینا جائز نہیں، اگر چہ محرم ہی ہو۔ اگر بیوی بھی نہ ہو تو اس کو تیمّم کرادو لیکن اس کے بدن میں ہاتھ نہ لگاؤ بلکہ اپنے ہاتھ میں پہلے دستانے پہن لو تب تیمّم کراؤ۔

مسئلہ ۸:⑥ کسی کا خاوند مرگیا تو اس کی بی بی کو اس کا نہلانا اور کفنانا درست ہے⑦ اور اگر بیوی مرجائے تو خاوند کو بدن چھونا اور ہاتھ لگانا درست⑧ نہیں، البتہ دیکھنا درست ہے اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا بھی درست ہے۔

---

① والواجب هو الغسل مرة واحدة، والتكرار سنة حتى لو اكتفى بغسلة واحدة او غمسة واحدة في ماء جار جاز. [الهندية ١/١٥٨]

② ويجعل الحنوط على رأسه ولحيته والكافور على مساجده. [الهداية ١/٤١٠]

③ ولا يسرح شعر الميت ولا يقص ظفره ولا شعره. [الهداية ١/٤١١]

④ قال في البدائع: وان لم يكن معهن ذلك فانهن لا يغسلنه، سواء كن ذوات رحم محرم او لا. [بدائع ٢/٣٤] ومثله في العالمگيرية [١/١٦٠] وغيرها. (ف)

⑤ مسئلہ نمبر ۷ کی عبارت میں حسب اجازتِ مؤلف ترمیم کی گئی۔ اس مسئلہ پر اشکال اور اس کا جواب امداد الفتاویٰ مبوب جلد اول ص ۴۶۹ میں شائع ہوا ہے۔ (شبیر علی)

⑥ ويجوز للمرأة ان تغسل زوجها اذا لم يحدث بعد موته ما يوجب البينونة من تقبيل ابن زوجها أو أبيه، وان حدث ذلك بعد موته لم يجز لها غسله. [الهندية ١/١٦٠]

⑦ ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر اليها. [الدّر المختار ٣/١٠٥]

⑧ اور اسی طرح نہلانا بدرجہ اولیٰ درست نہیں۔

مسئلہ ۹:[1] جوعورت حیض یا نفاس سے ہو وہ مردے کو نہ نہلاوے کہ یہ مکروہ اور منع ہے۔

مسئلہ ۱۰:[2] بہتر یہ ہے کہ جس کا رشتہ زیادہ قریب ہو وہ نہلاوے اور اگر وہ نہ نہلا سکے تو کوئی دیندار نیک عورت نہلاوے۔

مسئلہ ۱۱:[3] اگر نہلانے میں کوئی عیب دیکھے تو کسی سے نہ کہے۔ اگر خدانخواستہ مرنے سے اس کا چہرہ بگڑ گیا اور کالا ہوگیا تو یہ بھی نہ کہے اور بالکل اس کا چرچا نہ کرے کہ یہ سب ناجائز ہے۔ ہاں اگر وہ کھلم کھلا کوئی گناہ کرتی ہو جیسے ناچتی تھی یا گانے بجانے کا پیشہ کرتی تھی یا رنڈی تھی تو ایسی باتیں کہہ دینا درست ہیں کہ اور لوگ ایسی باتوں سے بچیں اور توبہ کریں۔[4]

باب بست و چہارم ۲۴

کفنانے کا بیان

مسئلہ ۱:[5] عورت کو[6] پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے: ایک کرتہ، دوسرے ازار، تیسرے سربند، چوتھے چادر، پانچویں سینہ بند۔ ازار[7] سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیے اور چادر اس سے ایک ہاتھ بڑی ہو اور کرتا گلے سے

---

[1]،[2] ویکرہ ان یغسله جنب او حائض، والأولی کونه اقرب الناس الیه، فان لم یحسن الغسل فأهل الأمانة والورع. [ردّ المحتار ۳/۱۱۱]

[3] وینبغی للغاسل ولمن حضر اذا رأی ما یحب المیت ستره ان یستره ولا یحدث به؛ لأنه غیبة، وكذا اذا كان عیبا حادثا بالموت كسواد وجه ونحوه ما لم یكن مشهورا ببدعة، (أمّا إذا كان مشهورا ببدعة) فلا بأس بذكره تحذیرا من بدعته. [ردّ المحتار ۳/۱۱۲]

[4] اور اگر کوئی اچھی بات دیکھے جیسے چہرہ پر نورانیت اور رونق کا ہونا تو اس کا ظاہر کرنا مستحب ہے۔ [کذا فی الشامی ۱/۹۰۱]

[5] وكفن المرأة سنةً: درع، وازار، وخمار، ولفافة، وخرقة تربط بها ثدیاها. [الهندیة ۱/۱۶۰]

[6] اور مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے: ایک ازار، ایک کرتہ، ایک چادر۔ (ف)

[7] والإزار من القرن الی القدم، والقمیص من اصل العنق الی القدمین بلا دخریص وكمین، واللفافة تزید علیٰ ما فوق القرن والقدم لیلف فیها المیت. [ردّ المحتار ۳/۱۱۲]

لے کر پاؤں تک ہو لیکن نہ اس میں کلی ہوں نہ آستین۔ اور سر بند[۱] تین ہاتھ لمبا ہو اور سینہ بند[۲] چھاتیوں سے لے کر رانوں تک چوڑا اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جاوے۔

مسئلہ ۲:[۳] اگر کوئی پانچ کپڑوں میں نہ کفناوے بلکہ فقط تین کپڑے کفن میں دیوے: ایک ازار، دوسرے چادر، تیسرے سر بند، تو یہ بھی درست ہے اور اتنا کفن بھی کافی ہے۔ اور تین کپڑوں سے بھی کم دینا مکروہ اور برا ہے، ہاں اگر کوئی مجبوری[۴] اور لاچاری ہو تو کم دینا بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳:[۵] سینہ بند اگر چھاتیوں سے لیکر ناف تک ہو تب بھی درست ہے، لیکن رانوں تک ہونا زیادہ اچھا ہے۔

مسئلہ ۴:[۶] پہلے کفن کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ لوبان وغیرہ کی دھونی دے دو تب اس میں مُردے کو کفنا دو۔

مسئلہ ۵:[۷] کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر بچھاؤ، پھر ازار، اسکے اوپر کرتا۔ پھر مُردے کو اس پر لے جاکے پہلے کرتا پہناؤ اور سر کے بالوں کو دو حصے کر کے کُرتے کے اوپر سینے پر ڈال دو، ایک حصہ داہنی طرف، ایک بائیں طرف۔ اسکے بعد سر بند سر پر اور بالوں پر ڈال دو، اس کو نہ باندھو نہ لپیٹو، پھر ازار لپیٹ دو پہلے بائیں طرف لپیٹو، پھر داہنی طرف، اس کے بعد سینہ بند باندھ دو۔ پھر چادر لپیٹو پہلے بائیں طرف، پھر داہنی طرف۔ پھر کسی دھجی سے پیر اور سر کی طرف کفن کو باندھ دو اور ایک بند سے کمر کے پاس بھی باندھ دو کہ رستہ میں کہیں کھل نہ پڑے۔

---

① و مقداره (اى الخمار) حالة الموت ثلاثة اذرع بذراع الكرباس يرسل على وجهها ولا يلف. [ردّ المحتار ۳/۱۱۳]

② والأولى ان تكون من الثديين الى الفخذين. [ردّ المحتار ۳/۱۱۳]

③ وان اقتصروا على ثلاثة اثواب جاز، وهى ثوبان وخمار وهو كفن الكفاية، ويكره اقل من ذلك. [الهداية ۱/۴۱۴]

④ وكفن الضرورة لهما ما يوجد، واقله ما يعم البدن. [الدّر المختار ۳/۱۱۵]

⑤ حاشیہ مسئلہ نمبر ۱ باب ہذا دیکھو۔

⑥ وتجمر الأكفان قبل ان يدرج فيها الميت وترا. [الهداية ۱/۴۱۴]

⑦ واما المرأة فتبسط لها اللفافة والإزار...... ثم توضع على الإزار وتلبس الدرع، ويجعل شعرها ضفيرتين على صدرها فوق الدرع، ثم يجعل الخمار فوق ذلك. ثم يعطف الإزار من قبل اليسار ثم من قبل اليمين، ثم الخرقة بعد ذلك تربط فوق الأكفان فوق الثديين وان خيف انتشار الكفن يعقد بشيء. [الهندية ۱/۱۶۱]

مسئلہ ۶:[1] سینہ بند کو اگر سر بند کے بعد ازار لپیٹنے سے پہلے ہی باندھ دیا تو یہ بھی جائز ہے اور اگر سب کفنوں کے اوپر سے باندھے تو بھی درست ہے۔

مسئلہ ۷: جب کفنا چکو تو رخصت کرو کہ مرد لوگ نماز پڑھ کر دفنا دیویں۔

مسئلہ ۸:[2] اگر عورتیں جنازے کی نماز پڑھ دیں تو بھی جائز ہے، لیکن چونکہ ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوتا ہے اس لیے ہم نماز اور دفنانے کے مسئلے بیان نہیں کرتے۔

مسئلہ ۹:[3] کفن میں یا قبر کے اندر عہد نامہ یا اپنے پیر کا شجرہ یا اور کوئی دعا رکھنا درست نہیں۔ اسی طرح کفن پر یا سینہ پر کافور سے یا روشنائی سے کلمہ وغیرہ کوئی دعا لکھنا بھی درست نہیں، البتہ کعبہ شریف کا غلاف یا اپنے پیر کا رومال وغیرہ کوئی کپڑا تبرکاً رکھ دینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۰:[4] جو بچہ زندہ پیدا ہوا پھر تھوڑی ہی دیر میں مر گیا یا فوراً پیدا ہونے کے بعد ہی مر گیا تو وہ بھی اسی قاعدے سے نہلایا جاوے اور کفنا کے نماز پڑھی جاوے، پھر دفن کر دیا جاوے اور اس کا نام بھی کچھ رکھا جاوے۔

مسئلہ ۱۱:[5] جو بچہ ماں کے پیٹ سے مرا ہی پیدا ہوا، پیدا ہوتے وقت زندگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی، اس کو

---

① قال في الفتح: ولم يذكر الخرقة: وفي شرح الكنز فوق الأكفان كيلا تنتشر، وعرضها ما بين ثدى المرأة الى السرة، وقيل: ما بين الثدى الى الركبة كيلا ينتشر الكفن عن الفخذين وقت المشي، وفي التحفة: تربط الخرقة فوق الأكفان عند الصدر فوق الثديين. وقال في الجوهرة: وقول الخجندى "تربط فوق الأكفان" يحتمل ان يراد به تحت اللفافة وفوق الإزار والقميص وهو الظاهر. وفي الاختيار: تلبس القميص ثم الخمار فوقه، ثم تربط الخرقة فوق القميص. ومفاد هذه العبارات الاختلاف في عرضها وفي محل وصفها وفي زمانه تأمل. [الشامية ۱۱٦/۳]

② الصلوة على الجنازة فرض كفاية، اذا قام به البعض واحدا كان او جماعة، ذكرا كان او انثى سقط عن الباقين، واذا ترك الكل أثموا. [الهندية ۱٦۲/۱]

③ وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن "يٰس والكهف" ونحوهما خوفا من صديد الميت. الخ. [ردّ المحتار ۱۸٦/۳]

④ ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه ويرث ويورث ويسمى ان استهل، وان لا يستهل غسل وسمي وادرج في خرقة ودفن ولم يصل عليه. [الدّر المختار ۱۵۲/۳] ⑤ حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۰ باب ہذا دیکھو۔

بھی اسی طرح نہلاؤ لیکن قاعدے کے موافق کفن نہ دو بلکہ کسی ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دو اور نام اس کا بھی کچھ نہ کچھ رکھ دینا چاہیے۔

نوٹ: مسئلہ نمبر ۱۲، ۱۳ صفحہ ۲۸۶ پر درج ہیں۔

مسئلہ ۱۴①: اگر چھوٹی لڑکی مرجاوے جو ابھی جوان نہیں ہوئی، لیکن جوانی کے قریب پہنچ گئی ہے تو اس کے کفن کے بھی وہی پانچ کپڑے سنت ہیں جو جوان عورت کے لیے ہیں۔ اگر پانچ کپڑے نہ دو تین ہی کپڑے دو، تب بھی کافی ہے۔ غرض یہ کہ جو حکم سیانی عورت کا ہے وہ ہی کنواری اور چھوٹی لڑکی کا بھی حکم ہے، مگر سیانی کیلیے وہ حکم تاکیدی ہے اور کم عمر کے لیے بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۵②: جو لڑکی بہت چھوٹی ہو جوانی کے قریب بھی نہ ہوئی ہو، اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ پانچ کپڑے دیئے جاویں، دو کپڑے دینا بھی درست ہے: ایک ازار، اور ایک چادر۔

مسئلہ ۱۶③: اگر کوئی لڑکا مرجاوے اور اس کے نہلانے اور کفنانے کی تم کو ضرورت پڑے تو اسی ترکیب سے نہلا دو جو اوپر بیان ہو چکی۔ اور کفنانے کا بھی وہی طریقہ جو اوپر تم کو معلوم ہوا، بس اتنا ہی فرق ہے کہ عورت کا کفن پانچ کپڑے ہیں اور مرد کا کفن تین کپڑے: ایک چادر، ایک ازار، ایک کرتہ۔

مسئلہ ۱۷④: مرد کے کفن میں اگر دو ہی کپڑے ہوں یعنی چادر اور ازار، اور کرتہ نہ ہو تب بھی کچھ حرج نہیں، دو کپڑے بھی کافی ہیں اور دو سے کم دینا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی مجبوری اور لاچاری ہو تو مکروہ بھی نہیں۔

مسئلہ ۱۸⑤: جو چادر جنازے کے اوپر یعنی چارپائی پر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے۔ کفن فقط اتنا ہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔

---

① والصبی المراهق فی التکفین کالبالغ، والمراهقة کالبالغة. [الهندیة ۱/ ۱٦۰]

② وادنی ما یکفن به الصبی الصغیر ثوب واحد والصبیة ثوبان. [الهندیة ۱/ ۱٦۰]

③ واما کفن الرجل سنةً: ازار وقمیص ولفافة، وکفایةً: ازار ولفافة، وضرورةً: ما وجد. [الهندیة ۱/ ۱٦۰]

④، ⑤ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۶ باب ہذا۔

مسئلہ ۱۹:[1] جس شہر میں کوئی مرے وہیں اس کا گوروکفن کیا جاوے، دوسری جگہ لے جانا بہتر[2] نہیں ہے البتہ اگر کوئی جگہ کوس آدھ کوس دور ہو تو وہاں لے جانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

مسائل ذیل کو پڑھانے کا طریقہ

اگر پڑھانے والا مرد ہو تو ان مسائل کو خود نہ پڑھاوے یا تو اپنی بیوی کی معرفت سمجھاوے یا پڑھنے والی کو ہدایت کردے کہ ان مسائل کو بطور خود دیکھ لینا۔ اور اگر پڑھنے والا کم عمر لڑکا ہو اس کو بھی نہ پڑھادیں بلکہ ہدایت کردیں کہ بعد کو دیکھ لے۔ فقط

مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب بست و پنجم ۲۵

حیض اور استحاضہ کا بیان

مسئلہ ۱:[3] ہر مہینہ میں جو آگے کی راہ سے معمولی خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲:[4] کم سے کم حیض تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات ہے۔ کسی کو تین دن تین رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے کہ کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہے۔ اور اگر

---

① ویستحب الدفن فی مقبرۃ محل مات بہ او قتل، فان نقل قبل الدفن قدر میل او میلین لا بأس بہ، و کرہ نقلہ لأکثر منہ ای اکثر من المیلین، کذا فی الظھیریۃ وقال شمس الائمۃ السرخسی: وقول محمد فی الکتاب لا بأس ان ینقل المیت قدر میل او میلین بیان ان النقل من بلد الی بلد مکروہ، وقال الطحطاوی: ای تحریما؛ لأن قدر المیلین فیہ ضرورۃ ولا ضرورۃ فی النقل الی بلد آخر. [مراقی الفلاح والطحطاوی ص ۶۱۳]

② ہاں اگر کوئی مجبوری ہو تو کچھ حرج نہیں۔ (محشی)

③ فالحیض دم ینفضہ رحم بالغۃ لا داء بھا ولا حبل ولم تبلغ سن الإیاس. [مراقی الفلاح ۱۳۸]

④ اقل الحیض ثلاثۃ ایام ولیالیھا، وما نقص من ذلک فھو استحاضۃ، واکثرہ عشرۃ ایام ولیالیھا، والزائد استحاضۃ. [الھدایۃ ۱/۱۱۰]

دس دن رات سے زیادہ خون آیا ہے تو جے دن دس[۱] سے زیادہ آیا ہے وہ بھی استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۳:[۱] اگر تین دن تو ہو گئے لیکن تین راتیں نہیں ہوئیں جیسے جمعہ کو صبح سے خون آیا اور اتوار کو شام کے وقت بعد مغرب بند ہو گیا، تب بھی یہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ اگر تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو تو وہ حیض نہیں جیسے جمعہ کو سورج نکلتے وقت خون آیا اور دوشنبہ کو سورج نکلنے سے ذرا پہلے بند ہو گیا تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۴:[۲] حیض کی مدت کے اندر سرخ، زرد، سبز، خاکی یعنی مٹیالا سیاہ، جو رنگ آوے سب حیض ہے، جب تک گدی بالکل سپید نہ دکھلائی دے۔ اور جب بالکل سپید رہے جیسی کہ رکھی گئی تھی تو اب حیض سے پاک ہو گئی۔

مسئلہ ۵:[۳] نو برس سے پہلے اور پچپن برس کے بعد کسی کو حیض نہیں آتا ہے، اس لیے نو برس سے چھوٹی لڑکی کو جو خون آوے وہ حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے۔ اگر پچپن برس کے بعد کچھ نکلے تو اگر خون[۴] خوب سرخ یا سیاہ ہو تو حیض ہے اور اگر زرد یا سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ[۵] ہے۔ البتہ اگر اس عورت کو اس عمر سے پہلے

---

① قوله: (والناقص) اى ولو بيسير، قال القهستاني: فلو رأت المبتدأة الدم حين طلع نصف قرص الشمس وانقطع في اليوم الرابع حين طلع ربعه كان استحاضة الى ان يطلع نصفه، فحينئذ يكون حيضاً. [ردّ المحتار ۱/۵۲۴]

② وما تراه من لون ككدرة وتربية في مدته المعتادة سوى بياض خالص ولو المرئي طهرا متخللا بين الدمين فيها حيض. [الدّر المختار ۱/۵۲۹] لما روى ان النساء كن يبعثن الى عائشة ﷺ بالدرجة فيها الكرسف فيه الصفرة من دم الحيض، فتقول: لا تعجلن حتى ترين القصة البيضاء، تريد بذلك الطهر من الحيض. [زيلعی ۱/۵۵]

③ ويتوقف كونه حيضا على امور: منها الوقت وهو من تسع سنين الى الإياس، هكذا في البدائع. والإياس مقدر بخمس وخمسين سنة وهو المختار. [الهندية ۱/۳۶]

④ وما رأته بعدها اى المدة المذكورة فليس بحيض في ظاهر المذهب الا اذا كان دماً خالصا كالاسود والاحمر القاني فحيض، [الدّر مع الشامية: ۱/۵۵۳] وقيدوه بأن يكون احمر واسود، فلو اصفر او اخضر او تربية لا يكون حيضا، ومنهم من لم يتصرف فيه فقال: اذا رأته على العادة الجارية وهو يفيد انها اذا كانت عادتها قبل الاياس اصفر فرأته كذلك كان حيضا، والذى يظهر هو الثاني. [ردّ المحتار ۱/۵۵۲]

⑤ اسکا مطلب یہ ہے کہ نو برس سے پہلے تو بالکل حیض نہیں آتا، اسلیے جو خون نو برس سے پہلے آوے گا وہ کسی صورت میں حیض نہیں ہو سکتا۔

بھی زرد یا سبز یا خاکی رنگ آتا ہو تو پچپن برس کے بعد بھی یہ رنگ حیض سمجھے جاویں گے۔ اور اگر عادت کے خلاف ایسا ہوا تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ (۱) ہے۔

مسئلہ: (۲) کسی کو ہمیشہ تین دن یا چار دن خون آتا تھا، پھر کسی مہینہ میں زیادہ آ گیا لیکن دس دن سے زیادہ نہیں آیا وہ سب حیض ہے، اور اگر دس دن سے بھی بڑھ گیا تو جے دن پہلے سے عادت کے ہیں اتنا تو حیض ہے، باقی سب استحاضہ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ہمیشہ تین دن حیض آنے کی عادت ہے، لیکن کسی مہینہ میں نو دن یا دس دن رات خون آیا تو یہ سب حیض ہے اور اگر دس دن رات سے ایک لحظہ بھی زیادہ خون آوے تو وہی تین دن حیض کے ہیں اور باقی دنوں کا سب استحاضہ ہے، ان دنوں کی نمازیں قضا پڑھنا واجب ہیں۔

مسئلہ: (۳) ایک عورت ہے جس کی کوئی عادت مقرر نہیں ہے کبھی چار دن خون آتا ہے کبھی سات دن، اسی طرح بدلتا رہتا ہے، کبھی دس دن بھی آجاتا ہے، تو یہ سب حیض ہے ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن رات سے زیادہ خون آوے تو دیکھو کہ اس سے پہلے مہینہ میں کتنے دن حیض آیا تھا، بس اتنے ہی دن حیض کے اور باقی سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ: (۴) کسی کو ہمیشہ چار دن حیض آتا تھا، پھر ایک مہینہ میں پانچ دن خون آیا اور اس کے بعد دوسرے مہینہ میں پندرہ دن خون آیا تو اس پندرہ دن میں سے پانچ دن حیض کے ہیں اور دس دن (۵) استحاضہ ہے اور پہلی عادت

= اور پچپن برس کے بعد عام طور پر جو عادت ہے وہ یہی ہے کہ حیض نہیں آتا لیکن آنا ممکن ہے، اس لیے اگر پچپن برس کے بعد خون آجاوے تو ان خاص صورتوں میں جن کا ذکر متن میں کیا گیا ہے اس کو حیض کہا جاوے گا۔ (تصحیح الاغلاط)

(۱) کذا فی الشامیة.

(۲) ولو زاد الدم علی عشرة ایام ولها عادة معروفة دونها ردت الی ایام عادتها، والذی زاد استحاضة. [الهداية ۱/۱۱۸]

(۳) اما اذا لم یتجاوز الأكثر فیهما فهو انتقال للعادة فیهما، فیکون حیضا ونفاسا. [ردّ المحتار ۱/۵۲٤]

(۴) اما المعتادة فترد لعادتها، وكذا الحیض فان انقطع علی اکثرهما او قبله فالکل نفاس، وكذا حیض ان ولیه طهر تام والا فعادتها وهی تثبت وتنتقل بمرة، به یفتی. [الدّر المختار ۱/۵٤۷] لو زاد علی العادة ولم یزد علی الأكثر فالکل حیض اتفاقا بشرط ان یکون بعده طهر صحیح. [ردّ المحتار ۱/۵٤۸]

(۵) اس صورت میں دس دن تک انتظار کرے خون بند ہونے کا۔ اب چونکہ دس دن کے بعد خون بند نہیں ہوا تو پانچ دن کی نماز قضا پڑھے اور ان دس دنوں کے بعد نہاوے اور نماز ادا کرے۔

کا اعتبار نہ کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ عادت بدل گئی اور پانچ دن کی عادت ہوگئی۔

مسئلہ ۹:[۱] کسی کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور اس کو اپنی پہلی عادت بالکل یاد نہیں کہ پہلے مہینے میں کے دن خون آیا تھا، تو اس کے مسئلے بہت باریک ہیں جن کا سمجھنا مشکل ہے اور ایسا اتفاق بھی کم پڑتا ہے، اس لیے ہم اس کا حکم بیان نہیں کرتے، اگر کبھی ضرورت پڑے تو کسی بڑے عالم سے پوچھ لینا چاہیے اور کسی ایسے ویسے معمولی مولوی سے ہرگز نہ پوچھے۔

مسئلہ ۱۰:[۲] کسی لڑکی نے پہلے پہل خون دیکھا تو اگر دس دن یا اس سے کچھ کم آوے سب حیض ہے اور جو دس دن سے زیادہ آوے تو پورے دس دن حیض ہے اور جتنا زیادہ ہو وہ سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۱۱:[۳] کسی نے پہلے پہل خون دیکھا اور وہ کسی طرح بند نہیں ہوا، کئی مہینے تک برابر آتا رہا تو جس دن خون آیا ہے اس دن سے لے کر دس دن رات حیض ہے، اس کے بعد بیس دن استحاضہ ہے، اسی طرح برابر دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جاوے گا۔

مسئلہ ۱۲:[۴] دو حیض کے درمیان میں پاک رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ سو اگر کسی وجہ سے کسی کو حیض آنا بند ہو جاوے تو جتنے مہینے تک خون نہ آوے گا پاک رہے گی۔

مسئلہ ۱۳:[۵] اگر کسی کو تین دن رات خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی، پھر تین دن رات خون آیا تو تین دن پہلے اور تین دن یہ جو پندرہ دن کے بعد ہیں حیض کے ہیں اور بیچ میں پندرہ دن پاکی کا زمانہ ہے۔

---

① احکام المحیرة والمضللة مذكورة فى ردّ المحتار ۵۲۶/۱ لايليق ذكرها ههنا. (ف)

② وان ابتدأت مع البلوغ مستحاضة فحيضها عشرة ايام من كل شهر، والباقى استحاضة. [الهداية ۱۱۹/۱]

③ والحاصل ان المبتدأة اذا استمر دمها فحيضها فى كل شهر عشرة، وطهرها عشرون، كما فى عامة الكتب. الخ. [ردّ المحتار ۵۲۶/۱]

④ واقل الطهر خمسة عشر يوما، ولا غاية لأكثره؛ لانه يمتد الى سنة وسنتين، فلا يتقدر بتقدير الا اذا استمر بها الدم. [الهداية ۱۱۷/۱]

⑤ اعلم ان الطهر المتخلل بين الدمين اذا كان خمسة عشر يوماً فأكثر يكون فاصلا بين الدمين فى الحيض اتفاقا، فما بلغ من كل الدمين نصابا جعل حيضا، وانه اذا كان اقل من ثلاثة أيام لا يكون فاصلا وان كان اكثر من الدمين اتفاقا، واختلفوا فيما بين ذلك على ستة اقوال. الخ. [ردّ المحتار ۵۳۱/۱]

مسئلہ ۱۴:[1] اور اگر ایک یا دو دن خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی، پھر ایک یا دو دن خون آیا تو بیچ میں پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہی ہے، ادھر ادھر ایک یا دو دن جو خون آیا ہے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۱۵:[2] اگر ایک دن یا کئی دن خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی، اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے، بلکہ یوں سمجھیں گے گویا اول سے آخر تک برابر خون جاری رہا۔ سو جتنے دن حیض آنے کی عادت ہو اتنے دن تو حیض کے ہیں، باقی سب استحاضہ ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ کسی کو ہر مہینہ کی پہلی اور دوسری اور تیسری تاریخ حیض آنے کا معمول ہے، پھر کسی مہینہ میں ایسا ہوا کہ پہلی تاریخ کو خون آیا، پھر چودہ دن پاک رہی، پھر ایک دن خون آیا تو ایسا سمجھیں گے کہ سولہ دن گویا برابر خون آیا کیا۔ سو اس میں سے تین دن اول کے تو حیض کے ہیں اور تیرہ[3] دن استحاضہ ہے۔ اور اگر چوتھی، پانچویں، چھٹی تاریخ حیض کی عادت تھی تو یہی تاریخیں حیض کی ہیں اور تین دن اول کے اور دس دن بعد کے استحاضہ کے ہیں۔ اور اگر اس کی کچھ عادت نہ ہو بلکہ پہلے پہل خون آیا ہو تو دس دن حیض ہے اور چھ دن استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۱۶:[4] حمل کے زمانہ میں جو خون آوے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے چاہے جے دن آوے۔

مسئلہ ۱۷:[5] بچہ پیدا ہونے کے وقت بچہ نکلنے سے پہلے جو خون آوے وہ بھی استحاضہ ہے بلکہ جب تک بچہ آدھے

---

① اعلم ان الطهر المتخلل بين الدمين اذا كان خمسة عشر يوماً فأكثر يكون فاصلا بين الدمين في الحيض اتفاقا، فما بلغ من كل الدمين نصابا جعل حيضا، وانه اذا كان اقل من ثلاثة أيام لا يكون فاصلا وان كان اكثر من الدمين اتفاقا، واختلفوا فيما بين ذلك على ستة اقوال. الخ. [ردّ المحتار ١/٥٣١]

② دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۸، ۹ ص ۲۷۳، ۲۷۴

③ مگر یہ بات کہ اتنا حیض ہے اور اتنا استحاضہ سولہویں دن سے پہلے معلوم نہ ہوا تھا تو ایسی حالت میں اول بار جب خون دیکھا تو نماز چھوڑ دے، اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ حیض کا خون ہو، پھر جب ایک دن کے بعد بند ہوا تو احتمال ہے کہ استحاضہ کا خون تھا اور احتمال ہے کہ حیض ہو، اس لیے ایک دن کی نماز قضا پڑھے قاعدہ کی رو سے۔ پھر چودہ روز کے بعد جو خون آیا تو معلوم ہوا کہ وہ پہلا خون حیض کا تھا، اس لیے اس وقت تک کی نمازیں بیکار گئیں جن میں تین دن کی معاف ہو گئیں اور ان تین دن سے زائد کی قضا کرے۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ ان تین دن کے بعد اس نے غسل کیا تھا یا نہیں؟ اگر غسل کر کے نمازیں پڑھی تھیں تب تو ان تیرہ دنوں کی نمازیں سب درست ہو گئیں اور اگر غسل نہیں کیا تھا تو باقی تیرہ دن کی نمازیں قضا پڑھے اور اب جو خون دیکھا تو اسمیں نماز نہ چھوڑے، غسل کر کے نماز پڑھے اگر غسل پہلے نہ کیا ہو اور اب وہ مستحاضہ شمار ہوگی۔

④، ⑤ وما تراه حامل ولو قبل خروج اكثر الولد استحاضة. [الدّر المختار ١/٥٢٤]

سے زیادہ نہ نکل آوے تب تک جو خون آوے گا اس کو استحاضہ ہی کہیں گے۔

باب بست و ششم ۲۶

حیض کے احکام کا بیان

مسئلہ۱: ⓵ حیض کے زمانہ میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست نہیں۔ اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے، پاک ہونے کے بعد بھی اس کی قضا واجب نہیں ہوتی، لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا پاک ہونے کے بعد قضا رکھنی پڑے گی۔

مسئلہ۲: ⓶ اگر فرض نماز پڑھتے میں حیض آ گیا تو وہ نماز بھی ⓷ معاف ہوگئی پاک ہونے کے بعد اس کی قضا نہ پڑھے، اور اگر نفل یا سنت میں حیض آ گیا تو اس کی قضا پڑھنا پڑے گی۔ اور اگر آدھے روزہ کے بعد حیض آیا تو وہ روزہ ٹوٹ گیا، جب پاک ہو تو قضا رکھے۔ اگر نفل روزہ میں حیض آ جاوے تو اس کی بھی قضا رکھے۔

مسئلہ۳: ⓸ اگر نماز کے اخیر وقت میں حیض آیا اور ابھی نماز نہیں پڑھی ہے تب بھی معاف ہوگئی۔

مسئلہ۴: ⓹ حیض ⓺ کے زمانہ میں مرد کے پاس رہنا یعنی صحبت کرنا درست نہیں، اور صحبت کے سوا اور سب باتیں

⓵ والحیض یسقط عن الحائض الصلوٰۃ، ویحرّم علیها الصوم وتقضی الصوم ولا تقضی الصلوۃ. [الهدایة ۱/۱۱۲]

⓶ ولو شرعت تطوعا فی الصلوۃ والصوم قضتهما، اما الفرض ففی الصوم تقضیه دون الصلوۃ، وان مضی من الوقت ما یمکن اداؤها فیه؛ لان العبرة عندنا لآخر الوقت. [ردّ المحتار ۱/۵۳۳]

⓷ اب اس نماز سے ہٹ جاوے اور ادا نہ کرے۔ ⓸ دیکھو حاشیہ مسئلہ۲ باب ہذا۔

⓹ ویحرم بالحیض والنفاس: الجماع والاستمتاع بما تحت السرة الی الرکبة.[مراقی الفلاح: ۱۴۱-۱۴۵] قلت: هذا الحکم فی مباشرة الرجل لها، واما مباشرتها له ففیها تردد، وتفصیله فی ردّ المحتار [۱/۵۳۵] وحقق المسئلة ایضا المولوی حبیب احمد فی تصحیح الأغلاط فی ضمیمة هذا الجزء ص ۳۰۴ بما لا مزید علیه، فلیراجع الیه من شاء. (ف)

⓺ عورت کو مرد کی ناف سے گھٹنے تک بدن کو بھی دیکھنا، اس کو ہاتھ لگانا اور اس کا بوسہ لینا وغیرہ جائز ہے، لیکن یہ جائز نہیں کہ عورت کا بدن ناف سے گھٹنے تک مرد کے کسی عضو سے مس کرے۔

درست ہیں (جن میں عورت کے ناف سے لے کر گھٹنے تک کا جسم مرد کے کسی عضو سے مس نہ ہو) یعنی ساتھ کھانا پینا لیٹنا وغیرہ درست ہے۔

مسئلہ ۵:[1] کسی کی عادت پانچ دن کی یا نو دن کی تھی، سو جتنے دن کی عادت تھی اتنے ہی دن خون آیا پھر بند ہوگیا، تو جب تک نہانہ لیوے تب تک صحبت کرنا درست نہیں، اگر غسل نہ کرے تو جب ایک نماز کا وقت گذر جائے[2] کہ ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہوجاوے، تب صحبت درست ہے اس سے پہلے درست نہیں۔

مسئلہ ۶:[3] اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار ہی دن آ کے بند ہوگیا تو نہا کے نماز پڑھنا واجب ہے، لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہولیں تب تک صحبت کرنا درست نہیں ہے کہ شاید پھر خون آجاوے۔

مسئلہ ۷:[4] اور اگر پورے دس دن رات حیض آیا تو جب سے خون بند ہوجاوے اسی وقت سے صحبت کرنا درست ہے، چاہے نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو۔

مسئلہ ۸:[5] اگر ایک یا دو دن خون آ کر بند ہوگیا تو نہانا واجب نہیں وضو کر کے نماز پڑھے، لیکن ابھی صحبت کرنا درست نہیں۔ اگر پندرہ دن گذرنے سے پہلے خون آجاویگا تو اب معلوم ہوگا کہ وہ حیض کا زمانہ تھا، حساب سے جتنے دن حیض کے ہوں ان کو حیض سمجھے اور اب غسل کر کے نماز پڑھے۔ اور اگر پورے پندرہ دن بیچ میں گذر گئے اور خون نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ وہ استحاضہ تھا، سو ایک دن یا دو دن خون آنے کی وجہ سے جو نمازیں نہیں پڑھیں اب ان کی قضا پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ ۹:[6] تین دن حیض آنے کی عادت ہے، لیکن کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہوچکے اور ابھی خون

---

① واذا انقطع دم الحيض لاقل من عشرة ايام لم تحل وطؤها حتى تغتسل، ولولم تغتسل ومضى عليها ادنى وقت الصلوة بقدر ان تقدر على الاغتسال والتحريمة حل وطؤها. [الهداية ١/١١٦] ② اس کا بیان آگے آتا ہے۔

③ ولو انقطع دمها دون عادتها يكره قربانها، وان اغتسلت حتى تمضي عادتها، وعليها ان تصلي وتصوم للاحتياط. [الهندية ١/٣٩]

④ وان انقطع الدم لعشرة ايام حل وطؤها قبل الغسل. [الهداية ١/١١٦]

⑤ مسئلہ نمبر ۶ باب ہذا دیکھو اور حاشیہ مسئلہ نمبر ۲، نمبر ۱۳، ۱۴ باب حیض اور استحاضہ کے بیان میں ص ۲۷۱-۲۷۵ پر دیکھو۔

⑥ فاذا رأت بين طهرين دما لا على عادتها بالزيادة او النقصان او بالتقدم او التأخر او بهما معا انتقلت العادة الى ايام دمها =

بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے، نہ نماز پڑھے، اگر پورے دس دن رات پر یا اس سے کم میں خون بند ہو جاوے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں، کچھ قضا نہ پڑھنا پڑے گی اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی، اسلیے یہ سب دن حیض کے ہونگے، اور اگر گیارہویں دن بھی خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن تھے، یہ سب استحاضہ ہے۔ پس گیارہویں دن نہاوے اور سات دن کی نمازیں قضا پڑھے اور اب نمازیں نہ چھوڑے۔

مسئلہ ۱۰[1]: اگر دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہے کہ جلدی اور پھرتی سے نہا دھوڈالے[2] تو نہانے کے بعد بالکل ذرا سا وقت بچے گا جس میں صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ کے نیت باندھ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی، تب بھی اس وقت کی نماز واجب ہو جاوے گی اور قضا پڑھنی پڑے گی۔[3] اور اگر اس سے بھی کم وقت ہو تو نماز معاف ہے اس کی قضا پڑھنا واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۱[4]: اور اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ بالکل ذرا سا بس اتنا وقت ہے کہ ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی اور نہانے کی بھی گنجائش نہیں تو بھی نماز واجب ہو جاتی ہے، اس کی قضا پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۲[5]: اگر رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے۔

= حقیقیا کان الدم او حکمیا، هذا اذا لم یجاوز العشرة، وان جاوز فمعروفتها حیض، وما رأت علی غیرها استحاضة، فلا تنتقل العادة. [الهندیة ۱/۳۹ والدّر المختار ۱/۵۲۴]

[1] ولو انقطع لعشرة فتقضی الصلوة ان بقی قدر التحریمة فقط، والحاصل ان زمن الغسل من الحیض لو انقطع لأقله انما تطهر بعد الغسل، فاذا أدرکت من آخر الوقت قدر ما یسع الغسل فقط لم یجب علیها قضاء تلك الصلوة؛ لأنها لم تخرج من الحیض فی الوقت، بخلاف ما اذا کان یسع التحریمة ایضا؛ لأن التحریمة من الطهر فیجب القضاء ایضا، واما اذا انقطع لأکثره فإنها تخرج من الحیض بمجرد ذلك، فیکون زمن الغسل من الطهر والا لزم ان تزید مدة الحیض علی العشرة، فاذا أدرکت من آخر الوقت قدر التحریمة وجب القضاء وان لم تتمکن من الغسل؛ لأنها ادرکت بعد الخروج من الحیض جزءاً من الوقت. [ردّ المحتار ۱/۵۴۲]

[2] یہاں اس قدر وقت مراد ہے جس میں غسل کے فرائض ادا کر سکے۔

[3] اگر غسل کرنے کے بعد اللہ اکبر کہنے اور نیت کا وقت باقی ہو تو نیت باندھ کر نماز شروع کر دے اور اگرچہ بعد نیت باندھنے کے وہ وقت نکل بھی جاوے تو بھی نماز پوری کر لے، لیکن صبح کے وقت میں اگر نیت باندھنے کے بعد سورج نکل آوے تو وہ نماز ٹوٹ گئی پھر سے قضا کرے۔

[4] دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۰ باب ہذا۔ [5] وإذا قدم المسافر او طهرت الحائض فی بعض النهار امسکا بقیة یومهما. [الهدایة ۲/۱۲۹]

شام تک روزہ داروں کی طرح سے رہنا واجب ہے، لیکن یہ دن روزہ میں محسوب نہ ہوگا بلکہ اس کی بھی قضا رکھنی پڑے گی۔

مسئلہ ۱۳:[1] اور اگر رات کو پاک ہوئی اور پورے دس دن رات حیض آیا ہے تو اگر اتنی ذرا سی رات باقی ہو جس میں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہ کہہ سکے تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے۔ اور اگر دس دن سے کم حیض آیا ہے تو اگر اتنی رات باقی ہو کہ پھرتی سے غسل تو کرلے گی، لیکن غسل کے بعد ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہ کہہ پاوے گی تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے، اگر اتنی رات تو تھی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ نہ توڑے بلکہ روزہ کی نیت کرلے اور صبح کو نہالیوے۔ اور جو اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کر سکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں ہے لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہے پھر اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ ۱۴:[2] جب خون سوراخ سے باہر کی کھال میں نکل آوے تب سے حیض شروع ہو جاتا ہے، اس کھال سے باہر چاہے نکلے یا نہ نکلے اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے تو اگر کوئی سوراخ کے اندر روئی وغیرہ رکھ لیوے جس سے خون باہر نہ نکلنے پاوے تو جب تک سوراخ کے اندر ہی اندر خون رہے اور باہر والی روئی وغیرہ پر خون کا دھبہ نہ آوے تب تک حیض کا حکم نہ لگاویں گے۔ جب خون کا دھبہ باہر والی کھال میں آجاوے یا روئی وغیرہ کھینچ کر باہر نکال لے تب سے حیض کا حساب ہوگا۔

مسئلہ ۱۵:[3] پاک عورت نے رات کو فرجِ داخل[4] میں گدی رکھ لی تھی جب صبح ہوئی تو اس پر خون کا دھبہ دیکھا تو

---

① وهل تعتبر التحريمة في الصوم؟ الأصح لا، وهي من الطهر مطلقا، وكذا الغسل لو لأكثره، والا فمن الحيض، فتقضى ان بقي قدر الغسل والتحريمة، ولو لعشرة فقدر التحريمة فقط. [الدّر المختار ١/٥٤٢]

② قوله: (وركنه بروز الدم من الرحم) اى ظهوره منه الى خارج الفرج الداخل، ولو نزل الى الفرج الداخل فليس بحيض فى ظاهر الرواية، وبه يفتى. [ردّ المحتار ١/٥٢٢]

③ كما ينقض لو حشا احليله بقطنة وابتل الطرف الظاهر، وكذا الحكم فى الدبر والفرج الداخل، وان ابتل الطرف الداخل لا ينقض. [الدّر المختار ١/٣٠٦] باب نواقض الوضوء فقس على هذا دم الحيض. (ف)

④ "فرج داخل" کی قید اس مرتبہ اضافہ ہوئی۔ (شبیر علی)

جس وقت[1] سے دھبہ دیکھا ہے اسی وقت سے حیض کا حکم لگاویں گے۔

باب بست و ہفتم ۲۷

استحاضہ کے احکام کا بیان

مسئلہ:[2] استحاضہ کا حکم ایسا ہے جیسے کسی کے نکسیر پھوٹے اور بند نہ ہو۔ ایسی عورت نماز بھی پڑھے، روزہ بھی رکھے، قضا نہ کرنا چاہیے اور اس سے صحبت کرنا بھی درست ہے۔

نوٹ: استحاضہ کے احکام بالکل معذور کے احکام کی طرح ہیں جو حصہ اول ص ۹۰ میں بیان ہو چکے ہیں۔

باب بست و ہشتم ۲۸

نفاس کا بیان

مسئلہ:[3] بچہ پیدا ہونے کے بعد آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں، زیادہ سے زیادہ نفاس کے چالیس دن ہیں اور کم کی کوئی حد نہیں۔ اگر کسی کو ایک آدھ گھڑی آ کر خون بند ہو جاوے تو وہ بھی نفاس ہے۔

مسئلہ ۲:[4] اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی کو بالکل خون نہ آوے تب بھی جننے کے بعد نہانا واجب ہے۔

مسئلہ ۳:[5] آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا لیکن ابھی پورا[6] نہیں نکلا، اس وقت جو خون آوے وہ بھی نفاس ہے۔ اور اگر آدھے سے کم نکلا تھا اس وقت خون آیا تو وہ استحاضہ ہے۔ اگر ہوش[7] و حواس باقی ہوں تو اس وقت بھی نماز

---

① لو نامت طاهرة وقامت حائضة حكم بحيضها مذ قامت وبعكسه مذ نامت احتياطا. [الدّر المختار ۱/ ۵۳۳]

② ودم استحاضة حكمه كرعاف دائم، لايمنع صوما وصلوٰة وجماعا. [الدّر المختار ۱/ ۵۴۴]

③ والنفاس هو الدم الخارج عقب الولادة او خروج اكثر الولد، واكثره اربعون يوما ولاحد لأقله. [مراقى الفلاح ص ۱۳۹]

④ فلولم تره (اى دما) هل تكون نفساء؟ المعتمد نعم. [الدّر المختار ۱/ ۵۴۵]

⑤ لو خرج اكثر الولد تكون نفساء والا فلا. [الهندية ۱/ ۳۷]

⑥ اور اگر آدھا نکل آیا تب بھی یہی حکم ہے وہ خون نفاس ہوگا۔

⑦ فتوضأ ان قدرت او تيمم وتؤمى بصلوة ولا تؤخر. [الدّر المختار ۱/ ۵۴۵]

پڑھے، نہیں تو گناہ گار ہوگی، نہ ہو سکے تو اشارہ ہی سے پڑھے قضا نہ کرے۔ لیکن اگر نماز پڑھنے سے بچہ کے ضائع ہو جانے کا ڈر ہو تو نماز نہ پڑھے۔

مسئلہ ۴:[1] کسی کا حمل گر گیا: تو اگر بچہ کا ایک آدھ عضو بن گیا ہو تو گرنے کے بعد جو خون آوے گا وہ بھی نفاس ہے۔ اور اگر بالکل نہیں بنا، بس گوشت[2] ہی گوشت ہے تو یہ نفاس نہیں، پس اگر وہ خون حیض بن سکے تو حیض ہے اور اگر حیض بھی نہ بن سکے مثلاً تین[3] دن سے کم آوے یا پاکی کا زمانہ ابھی پورے پندرہ دن نہیں ہوا تو وہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۵:[4] اگر خون چالیس دن سے بڑھ گیا تو اگر پہلے پہل یہی بچہ ہوا تو چالیس دن نفاس کے ہیں اور جتنا زیادہ آیا ہے وہ استحاضہ ہے، پس چالیس دن کے بعد نہا ڈالے اور نماز پڑھنا شروع کرے، خون بند ہونے کا انتظار نہ کرے۔ اور اگر یہ پہلا بچہ نہیں بلکہ اس سے پہلے جن چکی ہے اور اس کی عادت معلوم ہے کہ اتنے دن نفاس آتا ہے تو جتنے دن نفاس کی عادت[5] ہو اتنے دن نفاس کے ہیں اور جو اس سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۶:[6] کسی کی عادت تیس دن نفاس آنے کی ہے، لیکن تیس دن گذر گئے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی نہ نہاوے۔ اگر پورے چالیس دن پر خون بند ہو گیا تو یہ سب نفاس ہے اور اگر چالیس دن سے زیادہ ہو جاوے تو فقط تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے، اس لیے اب فوراً غسل کر ڈالے اور دس دن کی نمازیں قضا پڑھے۔

---

[1] والسقط ان ظهر بعض خلقه من اصبع او ظفر او شعر ولد فتصير به نفساء، وان لم يظهر شيء من خلقه فلا نفاس لها، فإن امكن جعل المرئي حيضا يجعل حيضا والا فهو استحاضة. [الهندية ۱/۳۷]

[2] گوشت ہونے کی قید بطور مثال کے ہے، احترازی نہیں ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

[3] والمرئي حيض ان دام ثلاثاً وتقدمه طهر تام والا استحاضة. [الدّر المختار ۱/۵۵۱]

[4] والزائد على اكثره استحاضة لو مبتدأة، اما المعتادة فترد لعادتها. [الدّر المختار ۱/۵۴۷]

[5] مگر یہ بات چالیس روز گذرنے کے بعد معلوم ہوگی۔

[6] الاصل فيه ان المخالفة للعادة ان كانت في النفاس: فان جاوز الدم الأربعين فالعادة باقية ترد اليها، والباقي استحاضة، وان لم يجاوز انتقلت العادة الى ما رأته والكل نفاس. [ردّ المحتار ۱/۵۴۸]

مسئلہ ۷:[1] اگر چالیس دن سے پہلے خون نفاس کا بند ہوجاوے تو فوراً غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کرے اور اگر غسل نقصان کرے تو تیمّم کر کے نماز شروع کرے، ہرگز کوئی نماز قضا نہ ہونے دے۔

مسئلہ ۸:[2] نفاس میں بھی نماز بالکل معاف ہے اور روزہ معاف نہیں بلکہ اس کی قضا رکھنا چاہیے۔ اور روزہ و نماز اور صحبت کرنے کے یہاں بھی وہی مسئلے ہیں جو اوپر[3] بیان ہوچکے ہیں۔

مسئلہ ۹:[4] اگر چھ مہینے کے اندر اندر آگے پیچھے دو بچے ہوں تو نفاس کی مدت پہلے بچہ سے لی جائے گی۔ اگر دوسرا بچہ[5] دس بیس دن یا دو ایک مہینے کے بعد ہوا تو دوسرے بچہ سے نفاس کا حساب نہ کریں گے۔

باب بست و نہم ۲۹

نفاس اور حیض وغیرہ کے احکام کا بیان

مسئلہ ۱:[6] جو عورت حیض سے ہو یا نفاس سے ہو اور جس پر نہانا واجب ہو اس کو مسجد میں جانا اور کعبہ شریف کا طواف کرنا اور کلامِ مجید کا پڑھنا اور کلام مجید کا چھونا درست نہیں، البتہ اگر کلام مجید جزدان میں یا رومال میں لپٹا ہو یا اس پر کپڑے وغیرہ کی چولی چڑھی ہوئی ہو اور جلد کے ساتھ سلی ہوئی نہ ہو بلکہ الگ ہو کہ اتارے سے اتر سکے تو اس حال میں قرآن مجید کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔

مسئلہ ۲:[7] جس کا وضو نہ ہو اس کو بھی کلام مجید کا چھونا درست نہیں، البتہ زبانی پڑھنا درست ہے۔

---

① عن انس انه ﷺ وقت للنفساء اربعين يوما الا ان ترى الطهر قبل ذلك. [ردّ المحتار ۱/ ۵۴۷]

② وحكمه (اى النفاس) كالحيض في كل شيء الا في سبعة. [الدّر المختار ۱/ ۵۴۶] ③ یعنی حیض کے احکام میں۔

④ والنفاس لأم توأمين من الاول، هما ولدان بينهما دون نصف حول، وكذا الثلاثة ولوبين الأول والثالث اكثر منه فى الأصح. [الدّر المختار ۱/ ۵۴۹] ⑤ یہ مثال ہے اصل مسئلہ کی توضیح کے لیے۔ (تصحیح الاغلاط)

⑥، ⑦ ولا تدخل (اى الحائض) المسجد، وكذا الجنب، ولا تطوف بالبيت ولا يأتيها زوجها، وليس للحائض والجنب والنفساء قراءة القرآن، وليس لهم مس المصحف الا بغلافه، ولا اخذ درهم فيه سورة من القران الّا بصرته، وكذا المحدث لا يمس المصحف الا بغلافه، وغلافه ما يكون متجافياً عنه دون ما هو متصل به كالجلد المشرز. [الهداية ۱/ ۱۱۳]

مسئلہ ۳:[1] جس روپیہ یا پیسہ میں یا طشتری میں یا تعویذ میں یا اور کسی چیز میں قرآن شریف کی کوئی آیت لکھی ہو اس کو بھی چھونا ان لوگوں کے لیے درست نہیں، البتہ اگر کسی تھیلی میں یا برتن وغیرہ میں رکھے ہوں تو اس تھیلی اور برتن کو چھونا اور اٹھانا درست ہے۔

مسئلہ ۴:[2] کُرتے کے دامن اور دوپٹہ کے آنچل سے بھی قرآن مجید کو پکڑنا اور اٹھانا درست نہیں، البتہ اگر بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو جیسے رومال وغیرہ اس سے پکڑ کے اٹھانا جائز ہے۔

مسئلہ ۵:[3] اگر پوری آیت نہ پڑھے بلکہ آیت کا ذرا سا لفظ یا آدھی آیت پڑھے تو درست ہے، لیکن وہ آدھی آیت اتنی بڑی نہ ہو کہ کسی چھوٹی سی آیت کے برابر ہو جاوے۔

مسئلہ ۶:[4] اگر الحمد کی پوری سورت دعا کی نیت سے پڑھے یا اور دعائیں جو قرآن میں آئی ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھے، تلاوت کے ارادہ سے نہ پڑھے تو درست ہے اس میں کچھ گناہ نہیں ہے جیسے یہ دعا: رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور یہ دعا: رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا آخر تک جو سورۂ بقرہ کے آخر میں لکھی ہے یا اور کوئی دعا جو قرآن شریف میں آئی ہو دعا کی نیت سے سب کا پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ ۷:[5] دعائے قنوت کا پڑھنا بھی درست ہے۔

---

① ولا تدخل (ای الحائض) المسجد، وكذا الجنب، ولا تطوف بالبيت ولا يأتيها زوجها، وليس للحائض والجنب والنفساء قراءة القرآن، وليس لهم مس المصحف الا بغلافه، ولا اخذ درهم فيه سورة من القران الّا بصرته، وكذا المحدث لا يمس المصحف الا بغلافه، وغلافه ما يكون متجافياً عنه دون ما هو متصل به كالجلد المشرز. [الهداية ١/١١٣]

② ويكره مسه بالكم هو الصحيح كذا فى [الهدايه ١/١١٥] التقييد بالكم اتفاقى؛ فانه لا يجوز مسه بغير الكم ايضا من بعض ثياب البدن. [ردّ المحتار ١/٥٣٧]

③ حاشیہ مسئلہ نمبر ۱ باب ہذا دیکھو۔

④ فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء اوشيئا من الآيات التى فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به. [ردّ المحتار ١/٥٣٥]

⑤ ولا يكره قراءة القنوت فى ظاهر الرواية، وعليه الفتوى. [الهندية ١/٣٨]

مسئلہ ۸:[1] اگر کوئی عورت لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھاتی ہو تو ایسی حالت میں ہجے لگوانا درست ہے اور رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے، بلکہ ایک ایک دو دو لفظ کے بعد سانس توڑ دے اور کاٹ کاٹ کر کے آیت کا رواں کہلاوے۔

مسئلہ ۹:[2] کلمہ اور درود شریف پڑھنا اور خدا تعالیٰ کا نام لینا، استغفار پڑھنا، اور کوئی وظیفہ پڑھنا جیسے: **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** پڑھنا منع نہیں ہے، یہ سب درست ہے۔

مسئلہ ۱۰:[3] حیض کے زمانہ میں مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کر کے کسی پاک جگہ تھوڑی دیر بیٹھ کر اللہ اللہ کر لیا کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹ جاوے، اور پاک ہونے کے بعد نماز سے جی گھبراوے نہیں۔

مسئلہ ۱۱:[4] کسی کو نہانے کی ضرورت تھی اور ابھی نہانے نہ پائی تھی کہ حیض آ گیا تو اب اس پر نہانا واجب نہیں، بلکہ جب حیض سے پاک ہو تب نہاوے، ایک ہی غسل دونوں باتوں کی طرف سے ہو جاوے گا۔

باب سی ام ۳۰

نجاست کے پاک کرنے کا بیان (بقیہ ص ۱۸۴)

مسئلہ ۱۷:[5] بدن میں یا کپڑے میں منی لگ کر سوکھ گئی تو کھرچ کر خوب مل ڈالنے سے پاک ہو جاوے گا اور اگر ابھی سوکھی نہ ہو تو فقط دھونے سے پاک ہوگا۔ لیکن اگر کسی نے پیشاب کر کے استنجا نہیں کیا تھا ایسے وقت منی نکلی تو وہ ملنے سے پاک نہ ہوگی، اس کو دھونا چاہیے۔

---

[1] واذا حاضت معلمة فينبغي لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة، وتقطع بين الكلمتين، ولا يكره لها التهجي بالقرآن. [الهندية ١/٣٨]

[2] ولا بأس لحائض وجنب بقراءة ادعية ومسها وحملها وذكر اللّٰه تعالىٰ والتسبيح. [الدّر المختار ١/٥٣٦]

[3] ويستحب للحائض اذا دخل وقت الصلوة ان تتوضأ وتجلس عند مسجد بيتها تسبح وتهلّل قدر ما يمكنها اداء الصلوة لو كانت طاهرة. [الهندية ١/٣٨]

[4] واذا اجنبت المرأة ثم ادركها الحيض: فان شاءت اغتسلت، وان شاءت اخرت حتى تطهر. [البحر ١/١٣٨وقاضي خان ١/٤٥]

[5] والمني اذا اصاب الثوب فان كان رطباً يجب غسله، وان جف على الثوب أجزأ فيه الفرك استحساناً. ولو كان رأس ذكره نجسا بالبول لا يطهر بالفرك. [الهندية ١/٤٤ والدّر المختار ١/٥٦٥]

باب سی ویکم [۳۱]

نماز کا بیان

مسئلہ: [۱] کسی کے لڑکا پیدا ہورہا ہے، لیکن ابھی سب نہیں نکلا کچھ باہر نکلا ہے [۲] اور کچھ نہیں نکلا، ایسے وقت بھی اگر ہوش وحواس باقی ہوں تو نماز پڑھنا فرض ہے قضا کر دینا درست نہیں، البتہ اگر نماز پڑھنے سے بچہ کی جان کا خوف ہو تو نماز قضا کر دینا درست ہے، اسی طرح دائی جنائی کو اگر یہ خوف ہو کہ اگر میں نماز پڑھنے لگوں گی تو بچہ کو صدمہ پہنچے گا تو ایسے وقت دائی کو بھی نماز قضا کر دینا درست ہے، لیکن ان سب کو پھر جلدی قضا پڑھ [۳] لینا چاہیے۔

باب سی ودوم [۳۲]

جوان ہونے کا بیان

مسئلہ: [۴] جب کسی لڑکی کو حیض آگیا یا ابھی تک کوئی حیض تو نہیں آیا، لیکن اس کے پیٹ رہ گیا یا پیٹ بھی نہیں رہا، لیکن خواب میں مرد سے صحبت کراتے دیکھا اور اس سے مزہ آیا اور منی [۵] نکل آئی۔ ان تینوں صورتوں میں وہ

---

① قال الحصكفي في الدر ١/٥٤٥: فتتوضأ ان قدرت او تيمم وتومئ بصلوة ولا تؤخر. وقال في المراقي: اذا خافت القابلة موت الولد او تلف عضو منه او أمه بتركها وجب عليها تأخير الصلوة عن وقتها وقطعها لو كانت فيها، والا فلا بأس بتأخيرها الصلوة وتقبل على الولد، وقال الطحطاوي: ومثلها (اى القابلة) الام، فلا وجه لمن اوجب عليها الصلوة ولو بتيمم ولو بحفر حفيرة تضع فيها رأس المولود النازل؛ لأن الأم اولى بالتأخير من القابلة.[٣٧٢] فتامل.

② مطلب یہ ہے کہ آدھے سے کم نکلا کیونکہ اگر آدھے سے زیادہ نکل آیا تو وہ شرع سے نفاس والی ہوگئی اس سے نماز معاف ہوگئی۔ اسی طرح اگر آدھا نکل آیا تب بھی وہ نفاس والی ہوگئی۔

③ یعنی دائی کو ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اور جننے کے بعد اور جننے والی کو پاک ہونے کے بعد جلدی کرنی چاہیے۔ (تصحیح الاغلاط)

④ والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، ولم يذكر الانزال صريحاً؛ لأنه قلما يعلم منها، فان لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى. [الدّر المختار ٩/٢٦٠]

⑤ اگر جاگتے میں منی شہوت سے بغیر صحبت کے نکل آوے جب بھی بالغ سمجھی جاوے گی۔

جوان ہوگئی، روزہ نماز وغیرہ شریعت کے سب حکم احکام اس پر لگائے جاویں گے۔ اور اگر تینوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی گئی، لیکن اس کی عمر پورے پندرہ برس کی ہو چکی ہے تب بھی وہ جوان سمجھی جاوے گی اور جو حکم جوان پر لگائے جاتے ہیں اس پر لگائے جاویں گے۔

مسئلہ ۲:[1] جوان ہونے کو شریعت میں بالغ ہونا کہتے ہیں، نو برس سے پہلے کوئی عورت جوان نہیں ہوسکتی۔ اگر اس کو خون بھی آوے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے جس کا حکم اوپر بیان ہو چکا ہے۔

باب سی وسوم ۳۳

کفنانے کا بیان (بقیہ ص ۲۷۰)

مسئلہ ۱۲:[2] اگر حمل گر جاوے تو اگر بچہ کے ہاتھ پاؤں منہ ناک وغیرہ عضو کچھ نہ بنے ہوں تو نہ نہلاوے اور نہ کفناوے، کچھ بھی نہ کرے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر ایک گڑھا کھود کر گاڑ دو، اور اگر اس[3] بچہ کے کچھ عضو بن گئے ہیں تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا ہے یعنی نام رکھا جاوے اور نہلا دیا جاوے، لیکن قاعدہ کے موافق کفن نہ دیا جائے، نہ نماز پڑھی جاوے بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر کے دفن کر دیا جاوے۔

مسئلہ ۱۳:[4] لڑکے کا فقط سر نکلا، اس وقت وہ زندہ تھا پھر مر گیا، تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ پیدا ہونے کا حکم ہے، البتہ اگر زیادہ حصہ نکل آیا اس کے بعد مرا تو ایسا سمجھیں گے کہ زندہ پیدا ہوا۔ اگر سر کی طرف سے پیدا ہوا تو سینہ تک نکلنے سے سمجھیں گے کہ زیادہ حصہ نکل آیا۔ اور اگر الٹا پیدا ہوا تو ناف تک نکلنا چاہیے۔

دوسرا حصہ بہشتی زیور کا تمام ہوا

---

[1] وما تراه صغيرة دون تسع على المعتمد وآيسة على ظاهر المذهب وحامل استحاضة. [الدّر المختار ١/٥٢٤]

[2] والسقط يلف ولا يكفن كالعضو من الميت. [الدّر المختار ٣/١١٧]

[3] واذا استبان بعض خلقه غسل وادرج فى خرقة ولم يصل عليه. [الدّر المختار ٣/١٥٤]

[4] فلو خرج راسه وهو يصيح، ثم مات لم يرث ولم يصل عليه ما لم يخرج أكثر بدنه حيا، وحد الاكثر من قبل الرجل سرته ومن قبل الرأس صدره. [ردّ المحتار ٣/١٥٢]

ضمیمۂ اولیٰ اصلی بہشتی زیور مسماۃ بہ ''بہشتی جوہر'' کا دوسرا حصّہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:٤٥) یعنی بیشک نماز روک دیتی ہے بے حیائی اور گناہ سے، غرض یہ ہے کہ نماز باقاعدہ پڑھنے سے ایسی برکت ہوتی ہے جس سے نمازی تمام گناہوں سے باز رہتا ہے۔ اگرچہ اور بھی بعض عبادتیں ایسی ہیں جن سے یہ برکت حاصل ہوتی ہے، مگر نماز کو اس میں خاص دخل ہے اور نماز کو اس باب میں اعلیٰ درجہ کی تاثیر ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ نماز سنت کے موافق عمدہ طور سے ادا کی جاوے، نمازی کے دل میں اللہ پاک کی عظمت پائی جاوے، ظاہر اور باطن سکون و عاجزی سے بھرا ہو، ادھر ادھر نہ دیکھے۔ جس درجہ نماز کو کامل ادا کرے گا اسی درجہ کی برکت حاصل ہوگی۔ کوئی عبادت نماز سے زیادہ محبوب حق تعالیٰ کو نہیں ہے۔ پس مسلمان کو ضرور ہے کہ ایسی عبادت جو تمام گناہوں سے روک دے اور دوزخ سے نجات دلا دے اس کو نہایت التزام سے ادا کرے اور کبھی قضا نہ کرے۔

حدیث (۱)[1] حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے (حضرت امام حسن بصری بڑے درجہ کے عالم اور درویش ہیں اور صحابہ کے دیکھنے والے ہیں۔ حافظ محدث ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حالات میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے) کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ایسی نماز پڑھی کہ اس نماز نے اس نمازی کو بے حیائی کے (کاموں) اور گناہ (کی باتوں) سے نہ روکا تو وہ شخص اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اور کسی بات میں نہ بڑھا اس نماز کے سبب، یعنی اس کو نماز کے سبب قربِ خداوندی اور ثواب میسّر نہ ہوگا بلکہ اللہ میاں سے دوری

① اخرج الامام ابن جریر الطبری فی تفسیرہ عن الحسن قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من صلی صلوٰۃ لم تنهه عن الفحشاء والمنکر لم یزدد بها من اللّٰہ الا بعدا. [تفسیر الطبری: ۱۴۵/۱۰ من المکتبة الشاملة]

بڑھے گی اور یہ سزا ہے اس بات کی کہ اس نے ایسی پیاری عبادت کی قدر نہ کی اور اس کا حق ادا نہ کیا۔ پس معلوم ہوا کہ نماز قبول ہونے کی کسوٹی اور پہچان یہ ہے کہ نمازی نماز پڑھنے کے سبب گناہوں سے باز رہے اور اگر کبھی اتفاق سے کوئی گناہ ہوجاوے تو فوراً توبہ کرلے۔

حدیث (۲)[1] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (یہ بڑے درجہ کے صحابی اور بڑے عالم اور متقی ہیں) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حال یہ ہے کہ اس نمازی کی نماز مقبول نہیں ہوتی (اور اس کو ثواب نہیں ملتا، گو بعضی صورتوں میں فرض سر سے اتر جاتا ہے اور کچھ ثواب بھی مل جاتا ہے) جو نماز کی تابعداری نہ کرے۔ اور نماز کی تابعداری (کی پہچان یا اس کا اثر) یہ ہے کہ نماز نمازی کو بے حیائی (کے کاموں) اور گناہ (کی باتوں) سے روک دے۔

حدیث (۳) حدیث میں ہے کہ ایک مرد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تحقیق فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے (یعنی شب بیدار اور عبادت گذار ہے) پھر جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: بے شک عنقریب نماز اس کو اس کام سے روک دے گی جسے تو بیان کرتا ہے۔ (یعنی چوری کرنا چھوڑ دے گا اور گناہ سے باز آوے گا) اخرجه احمد وابن حبان والبيهقي **عن ابی هريرة** رضی الله عنه **بلفظ قال (ای ابو هريرة) جاء رجل الی النبی** ﷺ **فقال: ان فلانا يصلی بالليل، فاذا اصبح سرق، قال: انه سينهاه ما تقول.** اورده الامام السيوطی فی الدر المنثور [۸/ ٤٠ من المكتبة الشاملة]

حدیث (۴) حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ (یہ صحابی ہیں) سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس وقت بندہ وضو کرتا ہے، پس عمدہ وضو کرتا ہے (یعنی سنت کے موافق اچھی طرح وضو کرتا ہے) پھر نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، پس پورے طور پر نماز کا رکوع کرتا ہے اور پورے طور پر نماز کا سجدہ کرتا ہے اور پورے طور پر نماز میں قرآن پڑھتا ہے (یعنی رکوع، سجدہ، قراءت اچھی طرح ادا کرتا ہے) تو نماز کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تیری

[1] اخرج الامام ابن جرير الطبری فی تفسيره عن ابن مسعود عن النبی ﷺ انه قال: لا صلوة لمن لم يطع الصلوة، وطاعة الصلوة ان تنهى عن الفحشاء والمنكر. [تفسير الطبری: ١٠/ ١٤٥ من المكتبة الشاملة]

حفاظت کرے جیسی تو نے میرے حفاظت کی (یعنی میرا حق ادا کیا، مجھے ضائع نہ کیا) پھر وہ نماز آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے اس حال میں کہ اس میں چمک اور روشنی ہوتی ہے اور اسکے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (تا کہ اندر پہنچ جاوے اور مقبول ہو جائے) اور جب کہ بندہ اچھی طرح وضو نہیں کرتا اور رکوع اور سجدہ اور قراءت اچھی طرح ادا نہیں کرتا تو وہ (نماز) کہتی ہے: خدا تجھے ضائع کرے جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا۔ پھر وہ آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے اس حال میں کہ اس پر اندھیرا ہوتا ہے اور دروازے آسمان کے بند کر دیئے جاتے ہیں (تا کہ وہاں نہ پہنچے اور مقبول نہ ہو)، پھر لپیٹ دی جاتی ہے جیسے کہ پرانا کپڑا جو بیکار ہوتے ہی لپیٹ دیا جاتا ہے، پھر وہ نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔[1] (یعنی قبول نہیں ہوتی اور اس کا ثواب نہیں ملتا)

حدیث (۵) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ (صحابی) سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: چوروں میں بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز چراتا ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کس طرح اپنی نماز کو چراتا ہے؟ فرمایا: پورے طور سے اس کا رکوع اور اس کا سجدہ نہیں ادا کرتا۔ اور بخیلوں میں بڑا بخیل وہ شخص ہے جو سلام سے بخل کرے (رواه الطبرانی فی الثلاثة، ورجاله ثقات، كذا فی مجمع الزوائد) غرض یہ ہے کہ نماز جیسی سہل اور عمدہ عبادت کا حق ادا نہ کرنا بڑی چوری ہے جس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔ مسلمانوں کو غیرت چاہیے کہ نماز پورے طور ادا نہ کرنے سے ان کو ایسا برا خطاب دیا گیا۔

حدیث (۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (یہ صحابی ہیں) جن کا ذکر ضمیمہ حصہ اول میں گذر چکا ہے ان سے روایت ہے کہ باہر تشریف لائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس دیکھا ایک مرد کو مسجد میں کہ اپنا رکوع اور اپنا سجدہ پورے طور سے ادا نہیں کرتا۔ سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: نہیں قبول کی جاتی نماز اس مرد کی جو پورے طور پر اپنا رکوع اور سجدہ نہیں ادا کرتا (رواه الطبرانی فی الاوسط والصغیر، وفيه ابراهيم بن عباد الكرمانی ولم اجد من ذكره، كذا فی مجمع الزوائد)۔

---

[1] رواه الطبرانی فی الكبير والبزار بنحوه، وفيه الاحوص بن حكيم وثقه ابن المدینی والعجلی وضعفه جماعة وبقية رجاله موثقون، كذا فی مجمع الزوائد.

حدیث (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بڑے درجہ کے عالم اور بڑے عبادت گذار اور بڑے ذکر کرنے والے اور صحابی ہیں۔ صحابہ میں حضرت ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ حدیث کے جاننے والے تھے، اور کوئی صحابی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حدیث کا جاننے والا نہ تھا۔ ان کا نام عبدالرحمٰن ہے، ابو ہریرہ کنیت[۱] ہے اور ابتدائے حال میں یہ تنگدست تھے، یہاں تک کہ فاقوں اور بھوک کی تکلیف بھی اٹھائی۔ انکے اسلام لانے کا قصہ طویل ہے۔ ابتدا میں باوجود ضرورت کے بوجہ تنگدستی کے نکاح بھی نہ کر سکے۔ پھر بعد وفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی دنیاوی حالت درست ہوگئی اور مال میں ترقی ہوئی اور مدینہ منورہ کے حاکم مقرر کیے گئے۔ حاکم ہونے کی حالت میں لکڑیوں کا گٹھا لے کر بازار میں گذرتے تھے اور فرماتے تھے کہ راستہ کشادہ کردو حاکم کے لیے، یعنی میرے نکلنے کے لیے راستہ چھوڑ دو۔ دیکھو باوجود اتنے بڑے عہدہ دار ہونے کے اپنا کام اور وہ بھی اس طرح کہ معمولی عزت دار آدمی اس طرح کام کرنے سے اپنی ذلت سمجھتا ہے خود کرتے تھے اور ذرا بڑائی کا خیال نہ تھا کہ میں کلکٹر ہوں، کسی ماتحت یا نوکر سے یہ کام لے لوں۔ یہ طریقہ ہے ان حضرات کا جنھوں نے سالارِ انبیاء، احمدِ مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم پائی تھی اور آپ کی صحبت اٹھائی تھی۔ آج ہر شخص اپنے کو ذرا سا رتبہ حاصل ہونے پر بہت بڑا سمجھنے لگتا ہے اور پھر دعویٰ اسلام اور دعویٰ محبّت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے۔ مگر حقیقت میں محبّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو ہے جو آپ کے احکام کی تعمیل کرتا ہے اور آپ کی سنت کی ہر کام میں تابعداری کرتا ہے، خوب کہا ہے ؎

وکل یدّعی وصلاً بلیلیٰ ولیلیٰ لا تقرّ لھم بذاك

یعنی ہر شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے لیلےٰ کا وصال ہوگیا، اور لیلیٰ اس بات کا ان لوگوں کے لیے اقرار نہیں کرتی، سو ان لوگوں کا دعویٰ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کا مدعی ہو اور حدیث وقرآن کے خلاف عمل کرے، اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دعویٰ کی تکذیب[۲] کریں تو اس کا دعویٰ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ حدیث میں صاف مذکور ہے کہ طریقِ حق وہ ہے جس پر میں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرے

---

(۱) کنیت جو لقب ابن یا اب کے ساتھ ہو۔ (۲) جھٹلانا۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔اس حدیث سے خوب واضح ہے کہ جو طریقہ خلافِ طریق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو وہ گمراہی ہے اور اس پر عمل کرنے والے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناخوش ہیں۔اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پرورش پائی اس حال میں کہ میں یتیم تھا، اور میں نے ہجرت کی (مدینہ کو) اس حال میں کہ مسکین تھا اور میں غزوان کی بیٹی کا نوکر تھا کھانے کی عوض اور اس شرط پر کہ کبھی سفر میں پیدل چلوں اور کبھی سوار ہولوں۔ میں ان کے اونٹ ہانکتا تھا شعر پڑھ کر (عرب میں اشعار پڑھ کر اونٹوں کو چلاتے ہیں جس سے اونٹ بسہولت چلے جاتے ہیں) اور میں لکڑیاں لاتا تھا ان کے (یعنی اپنے مالک کے گھر والوں کے) لیے جب وہ اترتے تھے (یعنی کہیں پڑاوَ ڈالتے تھے) پس شکر ہے اس اللہ کا جس نے دین کو مضبوط کیا اور ابو ہریرہ کو امام اور پیشوا بنایا، یعنی دین اسلام قبول کر کے یہ دولت حاصل ہوئی کہ امامتِ دین میسّر ہوئی اور یہ خدا کی نعمت کا شکر ادا فرمایا، بطور تکبّر اور فخر کے اپنے کو پیشوا نہیں کہا۔اور خدا کی نعمت کا اظہار کرنے اور اس کا شکر یہ ادا کرنے کو کہ جتنا درجہ انسان کو حاصل ہوا اس کا ظاہر کرنا ثواب ہے اور باعتبار فخر و تکبّر منع اور حرام ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان غنیموں[1] کے مال میں سے ہم سے کیوں نہیں مانگتے؟ پس میں نے عرض کیا: میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ آپ مجھے علم سکھلائیں اس علم میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھلایا ہے۔سو اتار لیا آپ نے اس کملی کو جو میری پشت پر تھی (یعنی میں اس کو اوڑھے ہوئے تھا) پھر اسے بچھایا میرے اور اپنے درمیان، یہاں تک کہ گویا کہ تحقیق میں دیکھتا ہوں جوؤں کی طرف جو چلتی تھیں اس پر۔ پھر آپ نے مجھ سے کچھ کلمات فرمائے (تبرکاً) یہاں تک کہ جب آپ وہ کلمات پورے فرما چکے تو فرمایا کہ اس کو اکٹھا کر لے اور سمیٹ لے، پھر اس کو اپنے سینے سے لگا لے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ میں ایسا ہو گیا کہ میں ایک حرف نہیں ساقط کرتا ہوں اس (علم) سے جو مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا (یعنی حافظہ بہت عمدہ ہو گیا) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار بارہ ہزار بار روزانہ کرتا ہوں، یعنی استغفر اللّٰہ و اتوب الیہ یا اسکی مثل کچھ اور

[1] غنیمت کا مال وہ کہلاتا ہے جو کفار سے جہاد کر کے لیا جاتا ہے۔(ف)

الفاظ بارہ ہزار بار روزانہ پڑھتے تھے۔ اور انکے پاس ایک ڈورہ[1] تھا جس میں دو ہزار گرہ لگی تھیں، سوتے نہیں تھے جب تک کہ اس قدر یعنی دو ہزار بار سبحان اللہ نہ پڑھ لیتے، یعنی سونے سے پہلے اس قدر سبحان اللہ پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو بڑے درجہ کے صحابی اور عالم ہیں اور سنت کی تابعداری کا اس قدر شوق تھا کہ آپ نے طریقہ سنت کا اس قدر تلاش کیا کہ لوگوں کو یہ اندیشہ تھا کہ اس محنت میں شاید ان کی عقل جاتی رہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ **نعم الرجل عبد الله لو كان يصلي من الليل** یعنی اچھا مرد ہے عبداللہ بن عمر کاش کہ نماز پڑھتا تہجد کی، جب سے آپ نے تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑی اور رات کو کم سوتے تھے، سو وہ فرماتے ہیں کہ اے ابو ہریرہ! تم بیشک زیادہ رہنے والے تھے ہم لوگوں (یعنی صحابہ) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور زیادہ جاننے والے تھے ہم لوگوں میں آپ کی حدیث کے۔

حضرت طفاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں چھ ماہ تک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان رہا، سو نہ دیکھا میں نے کسی مرد کو صحابہ میں سے کہ بہت مستعد ہو اور بہت خدمت کرے مہمان کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ۔ اور حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سات روز تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان رہا، سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی بیوی اور آپ کا خادم یکے بعد دیگرے رات کے تین حصوں میں نوبت بنوبت جاگتے تھے (یعنی ایک شخص) نماز پڑھتا تھا، پھر دوسرے کو جگاتا تھا (اور خود آرام کرتا تھا) پس (وہ) نماز پڑھتا تھا دوسرا (آرام کرتا تھا اور) تیسرے کو جگاتا تھا (اور وہ نماز پڑھتا تھا، یہ قصے تذکرۃ الحفاظ بخاری وغیرہ سے لکھے گئے ہیں)۔

سو ان سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اگر تم میں کسی کی یہ ستون مِلک ہوتا تو وہ شخص اس بات کو برا جانتا کہ وہ ستون خراب کر دیا جائے۔ سو کیونکر تم میں سے کوئی (ایسا کام کرتا ہے کہ) اپنی نماز خراب کرتا ہے، ایسی نماز کہ وہ اللہ کے لیے ہے۔ پس تم پورے طور پر (باقاعدہ) اپنی نماز ادا کرو، اس لیے کہ بے شک اللہ نہیں قبول کرتا مگر کامل کو۔ (یعنی ناقص نماز اور تمام ناقص عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں) رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن۔

[1] یہ حدیث اصل ہے تسبیح متعارف کی۔

حدیث (۸) حضرت عبداللہ بن عمرو سے (جو صحابی ہیں) روایت ہے کہ تحقیق ایک مرد حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پوچھا افضل اعمال سے؟ (یعنی افضل عمل دین میں کون سا ہے بعد ایمان کے) سو فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے: نمازِ (فرض)۔ اس نے عرض کیا: پھر (اس کے بعد) کون سا؟ (عمل افضل ہے) فرمایا کہ نماز۔ اس نے عرض کیا: پھر کون سا؟ (عمل افضل ہے) فرمایا: نماز۔ (یہ ارشاد) تین بار فرمایا (نماز کی فضیلت اس قدر تاکید سے نماز کے عظیم الشان ہونے کی وجہ سے آپ نے بیان فرمائی، تا کہ لوگ اس کا خوب اہتمام کریں اور ضائع نہ ہونے دیں) پھر جب غلبہ کیا اس نے آپ پر (یعنی بار بار پوچھا کہ اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ اور یہ سوال بظاہر چوتھی بار ہوگا) تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جہاد اللہ کے رستہ میں (یعنی نماز کے بعد کافروں سے لڑنا اس لیے کہ خدا کا دین غالب ہو، نہ اس لیے کہ مجھے کچھ نفع، مال، تعریف وغیرہ حاصل ہو اگرچہ مال وغیرہ مل جاوے لیکن نیت یہ نہ ہونی چاہیے۔ سو یہ سب اعمال سے بعد فرض نماز کے افضل ہے)۔

اس مرد نے عرض کیا: پھر یہ گذارش ہے کہ میرے والدین (زندہ) ہیں (ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: تجھے والدین سے بھلائی کرنے کا حکم کرتا ہوں (یعنی ان سے نیکی کر اور ان کو تکلیف نہ پہنچا کہ ان کو تکلیف دینا حرام ہے۔ اس قدر حق والدین کا فرض اور ضروری ہے کہ جس کام میں ان کو تکلیف ہو وہ نہ کرے، بشرطیکہ وہ کوئی ایسا کام نہ ہو جس کا درجہ والدین کے حق ادا کرنے سے بڑا ہو، اور اس میں حق تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، اور تکلیف سے مراد وہ تکلیف ہے جس کو شریعت نے تکلیف شمار کیا ہے۔ اور اس سے زیادہ حق ادا کرنا مستحب ہے ضرور نہیں، خوب سمجھ لو اس مسئلہ میں عام لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں۔ اور اس کو مفصل طور پر رسالہ "ازالة الرین عن حقوق الوالدین" میں بیان کیا ہے) اس (مرد) نے عرض کیا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں البتہ ضرور جہاد کروں گا اور بے شک ضرور ان دونوں (والد اور والدہ) کو چھوڑ جاؤں گا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: تو خوب جاننے والا ہے۔ (یعنی والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور جہاد کرنے میں سے جس طرف تیری طبیعت راغب ہو اس کو کر)۔

اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد کا درجہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے بڑھ کر ہے۔ اور بعضی حدیثوں میں بعد نماز فرض کے حقوق والدین کے ادا کرنے کا بڑا درجہ وارد ہوا ہے، اس کے بعد جہاد کا مرتبہ۔ سو جواب یہ ہے کہ یہاں جہاد سے حقوق والدین کے افضل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حقوق والدین چونکہ بندوں کے حق ہیں جو بغیر معافیٔ بندوں کے معاف نہیں ہوسکتے۔ اس اعتبار سے ان کا مرتبہ جہاد سے بڑھ کر ہے کہ اگر کوئی فرض جہاد ادا نہ کرے اور اس کا وقت نکل جاوے تو توبہ کر لینے سے یہ گناہ معاف ہو جاوے گا، مگر حقوق[1] العباد فقط توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جناب رسولِ مقبول ﷺ کی خدمت میں مختلف قسم کے سائل حاضر ہوتے تھے اور آپ ہر شخص کو اس کی حالت کے موافق جواب دیتے تھے (رواہ احمد وفیہ ابن لهيعة على زنة فعيلة وهو ضعيف، وقد حسن له الترمذی، وبقية رجاله رجال الصحيح، كذا فی مجمع الزوائد).

حدیث (۹) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (یہ صحابی ہیں مدینہ میں اول ان ہی کے مکان میں حضور سرورِ عالم ﷺ نے نزول فرمایا تھا جب مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تھے) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ بے شک ہر نماز (نمازی کے) ان گناہوں کو جو اس نماز کے آگے ہیں مٹا دیتی ہے (رواہ احمد باسناد حسن) مطلب یہ ہے کہ ہر نماز پڑھنے سے وہ گناہِ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں جو اس نماز سے دوسری نماز پڑھنے تک کرے۔

حدیث (۱۰) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ باہلی (صحابی) سے روایت ہے کہ میں نے سنا ہے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہ فرماتے تھے ایک فرض نماز دوسری نماز کی ساتھ مل کر مٹا دیتی ہے (ان گناہوں) کو جو اس (نماز) سے پہلے ہوئے (یعنی اس نماز سے پہلے جو گناہ صغیرہ ہوئے وہ معاف ہوگئے۔ اسی طرح اور دوسری نماز تک جو گناہ صغیرہ ہوئے وہ اس سے معاف ہوگئے) اور (نماز) جمعہ مٹا دیتی ہے ان (گناہوں) کو جو اس (جمعہ) سے پہلے ہوئے یہاں تک کہ دوسرا جمعہ پڑھے۔ (اور بعضی حدیثوں میں اس سے آگے تین دن آگے تک گناہ معاف ہو جانا وارد ہے یعنی جمعہ کی نماز سے تین دن آگے کے گناہ صغیرہ معاف کیے جاتے ہیں) اور (روزہ) ماہ رمضان

[1] بندوں کے حق۔ (شبیر علی)

کا مٹا دیتا ہے ان (گناہوں) کو جو اس (رمضان) سے پہلے ہوئے یہاں تک کہ دوسرے رمضان کے روزے رکھے۔ اور حج مٹا دیتا ہے ان (گناہوں) کو جو اس سے پہلے ہوئے یہاں تک کہ دوسرا حج کرے۔ پھر کہا (راوی نے) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: نہیں جائز ہے کسی مسلمان عورت کو حج کرنا مگر ہمراہ خاوند کے یا ذی محرم کے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ المفضل[1] بن صدقۃ وھو متروك الحدیث) اگر کوئی کہے: جس شخص کے گناہ صغیرہ نہ ہوں تو اس کو کیا فضیلت حاصل ہوگی؟ دوسرے یہ کہ نمازوں کے ادھر ادھر کے سب گناہ معاف ہوئے تو جمعہ وغیرہ سے کون سے گناہ معاف ہوں گے؟ اب تو کوئی گناہ ہی نہ رہا جو صغیرہ ہو۔ جواب یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں درجے بلند ہوں گے۔

حدیث (۱۱) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے: مثال پانچوں نمازوں کی ایسی ہے جیسے میٹھے (غیر کھاری) پانی کی نہر جو جاری ہو تم میں سے کسی کے دروازے پر اور (وہ) نہائے اس میں روزمرہ پانچ بار۔ سو کیا باقی رہے گا اس پر کچھ میل؟ (رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ عفیر بن معدان وھو ضعیف جدا، کذا فی مجمع الزوائد)

حدیث (۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے: بے شک اول وہ چیز کہ اس کا بندہ سے حساب لیا جائے گا (روز قیامت وہ) اس کی نماز ہے۔ پس اگر درست ہوگی (حساب میں) درست ہوں گے اس کے باقی اعمال۔ (اس لیے کہ نمازی کے نماز کے سوا باقی اعمال بھی نماز کی برکت سے درست ہوجاتے ہیں) اور اگر خراب ہوگی تو خراب ہوں گے اس کے باقی اعمال، پھر فرمائے گا (حق تعالیٰ): دیکھو (اے فرشتو!) کیا میرے بندہ کی کچھ نفل نمازیں (بھی نامۂ اعمال میں) ہیں؟ سو اگر ہوں گی اس کی کچھ نفل نمازیں تو ان نفلوں سے فرض (نماز) کی (خرابی کو) پورا کیا جائے گا۔ پھر (باقی) فرائض بھی اسی طرح (حساب لیے جائیں گے اور نوافل سے کمی پوری کی جائے گی جیسے فرض روزہ، نفل روزہ، فرض صدقہ، نفل صدقہ

---

[1] قلت: قال ابن عدی ما اری بحدیثه باسا و کان احمد بن شعیب یثنی علیه ثناء تاما. قال عطاء بن مسلم: قال یحیی بن معین: لیس بشیء، وقال: هین متروك، كذا فی المیزان ملخصا.

وغیرہا) بسبب مہربانی اور رحمت اللہ تعالیٰ کے (یعنی یہ خدا کی رحمت ہے کہ فرض کو نفل سے پورا کیا جاوے گا) ورنہ قاعدہ تو یہی چاہتا ہے کہ فرض نفل سے پورا نہ ہو، اور جب پورا نہ ہو تو عذاب دیا جاوے گا مگر سبحان اللہ! کیا رحمت خداوندی ہے۔ اور جس کے فرائض درست نہ ہونگے اور نوافل بھی نہ ہوں گے تو اسے عذاب دیا جاوے گا۔ ہاں! اگر خدائے تعالیٰ رحم کردے تو یہ دوسری بات ہے (رواہ ابن عساکر بسند حسن کذا فی کنزالعمال)

حدیث (۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ[1] سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز افضل ان عبادتوں کی ہے جن کو اللہ نے (بندوں پر) مقرر فرمایا ہے۔ سو جو طاقت رکھے بڑھانے کی، سو چاہیے کہ بڑھاوے (یعنی کثرت سے پڑھے تاکہ ثواب کثرت سے ملے)

حدیث (۱۴) حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میرے پاس جبرائیل اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس سے آئے، پس کہا: اے محمد! تحقیق اللہ عزوجل فرماتا ہے: بے شک میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کردیں، جس شخص نے ان کو پورا (ادا) کیا ان کے وضو کے ساتھ اور ان کے وقتوں کے ساتھ اور ان کے رکوع کے ساتھ اور ان کے سجدہ کے ساتھ ہوگیا اس کے لیے ذمہ بسبب ان نمازوں کے اس بات کا کہ میں اس کو داخل کروں بسبب ان نمازوں کے جنّت میں۔ اور جو ملا مجھ سے اس حال میں کہ بے شک کمی کی ہے اس نے اس میں سے کچھ، سو نہیں ہے اس کے لیے میرے پاس ذمہ اگر چاہوں اسے عذاب دوں اور اگر چاہوں اس پر رحم کروں۔ (کنز العمال)

حدیث (۱۵) حدیث میں ہے کہ جس نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا، پھر نماز پڑھی دو رکعت اس طرح کہ نہ بھولے اور سہو نہ ہوا ان دونوں میں، بخش دے گا اللہ اس کے گذشتہ گناہ (رواہ احمد وابوداود والحاکم عن زید بن خالد الجھنی، کذا فی الکنز) دو رکعت نماز پڑھنی اس اہتمام سے کہ اس میں سہو نہ ہو ممکن ہے اور سہولت سے ادا ہوسکتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ غفلت سے نہ ہو، اکثر سہو غفلت سے ہی ہوتا ہے۔

---

[1] ولفظہ: الصلوۃ خیر موضوع (قال المناوی باضافۃ خیر الی موضوع: ای افضل ما وضعہ اللہ ای شرعہ لعبادہ من العبادۃ) فمن استطاع ان یستکثر (منھا) فلیستکثر (فانھا افضل العبادات بعد الایمان) رواہ الطبرانی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بسند صحیح۔

حدیث (۱۶) حدیث میں ہے مرد (عورت) کی نماز نور (پیدا کرتی) ہے، سو جو چاہے تم میں سے روشن کرے اپنے دل کو۔[1]

حدیث (۱۷) حدیث میں ہے[2] کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے نہیں فرض کی کوئی چیز زیادہ بزرگ توحید (یعنی خدا کو اس کی ذات وصفات وافعال میں یکتا ماننا) اور نماز سے اور اگر اس (مذکور) سے افضل کوئی چیز ہوتی البتہ فرض کرتا اس کو اپنے فرشتوں پر، کوئی ان (فرشتوں) میں سے رکوع کر رہا ہے اور کوئی انہیں سے سجدہ کر رہا ہے۔ یعنی فرشتے چونکہ پاکیزہ اور اللہ کے مقرب بندے ہیں اور ان میں عبادت ہی کا مادہ رکھا گیا ہے جس سے ان کو عبادت سے بہت بڑا تعلّق ہے، سو اگر کوئی عبادت نماز سے افضل ہوتی تو ان پر فرض کی جاتی اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجموعی ہیئت سے نماز جس طرح ہم پر فرض ہے اس طرح ملائکہ[3] پر نہیں، بلکہ اس نماز کے بعض اجزاء بعض ملائکہ پر فرض ہیں۔ سو ہماری کیسی خوش نصیبی ہے کہ وہ اجزاءِ نفیسہ عبادت کے جو ملائکہ کو تقسیم کیے گئے مجموعی ہیئت سے ہم کو عطا ہوئے، سو اس نعمت کی بڑی قدر کرنی چاہیے۔

حدیث (۱۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اپنی نماز میں موت کو یاد کر، اس لیے کہ بے شک مرد (یا عورت) جب موت کو یاد کرے گا اپنی نماز میں البتہ لائق ہے وہ اس بات کے کہ اچھی نماز ادا کرے۔ اور نماز پڑھ اس مرد کی جیسی نماز جو نہیں گمان کرتا ہے نماز پڑھنے کا سوا اس نماز کے (جسے ادا کر رہا ہے) اور بچا تو اپنی ذات کو ایسے کام سے کہ جس سے معذرت کی جاتی ہے (یعنی ایسا کام نہ کر جس سے ندامت ہو اور معذرت کرنی پڑے) رواہ الدیلمی عن انس مرفوعا وحسنہ الحافظ ابن حجر.

حدیث (۱۹) حدیث میں ہے کہ افضل نماز وہ ہے کہ جس میں قیام طویل ہو (یعنی قیام زیادہ ہو اور قرآن زیادہ پڑھا جاوے) رواہ الطحاوی[4] وسعید بن منصور.

---

[1] ولفظہ: صلوۃ الرجل نور فی قلبہ، فمن شاء منکم فلینور قلبہ. رواہ الدیلمی عن ابی عمر مرفوعاً.

[2] ولفظہ: ان اللہ تعالیٰ لم یفترض شیئا افضل من التوحید والصلوۃ، ولو کان شیء افضل لافترضھا اللّٰہ علی الملئکۃ، منھم راکع ومنھم ساجد. رواہ الدیلمی عن ابی سعید مرفوعاً.

[3] فرشتوں۔ [4] رواہ الطبرانی مرفوعاً بسند صحیح بلفظ افضل الصلوٰۃ طول القنوت.

حدیث (۲۰) حدیث میں ہے[1] کہ اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو اپنی نماز میں عاجزی نہیں کرتا۔ تخشع کا لفظ جو حدیث میں ہے جس کا ترجمہ عاجزی سے کیا گیا، اصل یہ ہے کہ اس کے معنی سکون کے ہیں، مگر چونکہ سکون کے ساتھ نماز پڑھنا بغیر عاجزی کے میسّر نہیں ہوسکتا اس لیے عاجزی سے ترجمہ کیا گیا، کیونکہ یہ زیادہ مشہور ہے۔ اور سکون بغیر عاجزی اس لیے میسّر نہیں ہوسکتا کہ جب آدمی بے دھڑک اور بے باکی سے اٹھے بیٹھے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ ادھر ادھر نہ دیکھے، بلاضرورت ہلے جلے نہیں بلکہ آزاد رہے گا اور جب عاجزی ہوگی تو ادب کے ساتھ بغیر ادھر ادھر دیکھے اچھی طرح نماز ادا کرے گا۔

حدیث (۲۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح روایت ہے کہ آخر کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ (اہتمام رکھو) نماز کا اور خدا سے ڈرو لونڈی غلاموں کے بارے میں (کنز العمال)۔ یہ دونوں باتیں اس قدر اہتمام کے لائق تھیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے روانگی کے وقت بھی اس کا اہتمام فرمایا، اس لیے کہ نماز میں لوگ کوتاہی زیادہ کرتے ہیں۔ نیز لونڈی غلاموں (نوکر، بیوی، بچوں) کے تکلیف دینے اور ان کے حقیر سمجھنے کو بھی معمولی بات خیال کرتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو اس طرف بڑا اہتمام کرنا چاہیے۔

اللہ پاک کے بعضے نیک اور بزرگ بندوں کو تو نماز سے اس قدر شوق تھا کہ حضرت منصور بن زاذان (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں لکھا ہے کہ آفتاب نکلنے سے عصر تک برابر نماز پڑھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ فرض تو اس درمیان میں فقط دو نمازیں تھیں: ظہر اور عصر، باقی نفل پڑھتے تھے۔ پھر بعد عصر مغرب تک سبحان اللہ پڑھتے رہتے تھے، پھر مغرب پڑھتے تھے۔ اور ان کی یہ حالت تھی کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ ملک الموت دروازے پر ہیں تو اپنے عمل میں کچھ زیادتی نہ فرما سکتے (یعنی اپنے دینی کاموں کو موت کے قریب ہونے سے بڑھا نہیں سکتے تھے، اس لیے کہ بڑھا وہ سکتا ہے جو موت سے غافل ہو اور تمام وقت یادِ الٰہی میں صرف نہ کرتا ہو۔ تو جب وہ موت کا نزدیک آنا سنے گا عمل میں ترقی کرے گا۔ اور جس کا کوئی وقت ہی خالی نہیں اور ہر وقت یادِ حق میں مصروف ہے اور موت کو ہر وقت پاس ہی سمجھتا ہے سو وہ کس طرح ترقی کرے) اور یہ عالم بھی بڑے تھے اور

[1] لفظه: لا صلوٰة لمن لا يتخشع في صلوته. رواه الديلمي عن ابي سعيد مرفوعاً.

بڑے بڑے علماء نے ان سے حدیث حاصل کی ہے۔

اور حضرت منصور بن المعتمر یہ بھی تابعی اور بڑے عالم اور پارسا ہیں۔ ان کے حال میں لکھا ہے کہ چالیس۴۰ سال تک ان کا یہ حال رہا ہے کہ یہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو جاگتے تھے (یعنی عبادت کرتے تھے) اور تمام رات (گناہوں کے عذاب کے خوف سے) روتے تھے۔ اگر ان کو کوئی نماز پڑھتے دیکھتا تو یہ خیال کرتا کہ ابھی مرجاویں گے (یعنی اس قدر آہ وزاری و اہتمام سے نماز ادا کرتے تھے) اور جب صبح ہوتی تو دونوں آنکھوں میں سرمہ لگاتے اور دونوں ہونٹوں کو آبدار (یعنی تر) کر لیتے اور سر میں تیل ڈالتے۔ پس ان کی ماں ان سے فرماتیں کہ کیا تم نے کسی کو مار ڈالا ہے جو ایسی صورت بناتے ہو (کہ رات کو عبادت کرنے اور رونے سے جو صورت ہوگئی اس کو بدلتے ہو) سو عرض کرتے ہیں: خوب جانتا ہوں اس چیز کو جو میرے نفس نے کیا ہے (یعنی نفس کو خواہش ہے یا اس کا احتمال ہے کہ یہ خواہش کرے کہ میری شہرت ہو۔ لوگوں میں عبادت کا چرچا ہو، لوگ بزرگ سمجھیں اور صورت سے عبادت کرنا ثابت ہو جاوے۔ یا یہ مطلب کہ میرے نفس نے کچھ عبادت اچھی نہیں کی، سو وہ کس شمار میں ہے اور میری صورت سے عبادت گذاری معلوم ہوتی ہے، سو لوگ دیکھ کر دھوکہ میں پڑیں گے اور مجھے بزرگ سمجھیں گے حالانکہ میں ایسا نہیں اس لیے صورت بدلتا ہوں) اور یہ روتے روتے چندھے ہوگئے تھے۔ امیر عراق نے ان کو بلایا تاکہ ان کو کوفہ (ایک شہر کا نام ہے ملک شام میں اس) کا قاضی بنادے، انھوں نے انکار کیا تو ان کے بیڑیاں ڈالی گئیں، پھر چھوڑ دیا گیا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو مہینے (مجبوری کو) قاضی رہے (یہ دونوں قصّے تذکرۃ الحفاظ جلد اول میں ہیں) صاحبو! ذرا غور کرو کہ ان بزرگ کو خدا کی عبادت سے کیسی کچھ رغبت تھی اور دنیا سے کیسی نفرت تھی کہ حکومت کا عہدہ ان کو بغیر طلب اور بغیر کوشش کیے ملتا تھا جس میں بہت بڑی عزت اور آمدنی تھی اور جس کے لیے لوگ بڑی بڑی کوشش کرتے ہیں، مگر انھوں نے پرواہ نہ کی اور بیڑیاں ڈلوانی گوارہ کیں۔ مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ بقدر ضرورت کھانے پہننے کا بندوبست کرلے، باقی وقت یادِ الٰہی میں صرف کرے۔

حدیث (۲۲): حدیث میں ہے کہ جس نے بارہ رکعت نماز دن رات میں ایسی پڑھی جو فرض نہیں ہے (یہاں

سنتِ مؤکدہ مراد ہیں دو فجر کی، چھ ظہر کی یعنی چار قبل ظہر اور دو بعد ظہر، اور دو بعد مغرب، اور دو بعد عشا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مکان جنّت میں تیار کریں گے۔ (رواہ فی الجامع الصغیر بسند صحیح)

حدیث (۲۳) حدیث میں ہے جس نے مغرب اور عشا کے درمیان چھ رکعت پڑھیں اس طرح کہ ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کی تو وہ بارہ برس کی (نفل) عبادت کی برابر (ثواب میں) کی جائیں گی۔ (رواہ فی الجامع الصغیر بسند ضعیف) یعنی ان چھ رکعات پڑھنے کا ثواب بارہ سال کی نفل عبادت کے برابر ہوگا۔

حدیث (۲۴) حدیث میں ہے کہ جس نے دو رکعت نماز پڑھی تنہا جگہ میں جہاں نمازی کو اللہ کے سوا اور (ان) فرشتوں کے (جو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں اور پیشاب و پاخانہ و جماع کے وقت جدا ہو جاتے ہیں انکے) سوا کوئی اس (نمازی) کو نہیں دیکھتا لکھی جائے گی اسکے لیے نجات دوزخ سے۔ (رواہ الامام السیوطی بسند ضعیف) یعنی گناہ سے بچنے کی توفیق ہو جائے گی جس سے جہنّم میں نہ جائے گا، مگر پڑھتا رہے جب یہ برکت حاصل ہوگی۔

حدیث (۲۵) حدیث میں ہے جو چاشت کی بارہ رکعت نماز پڑھے تو اللہ اس کے لیے ایک محل سونے کا جنّت میں تیار فرمائے گا۔ (جامع صغیر)

حدیث (۲۶) حدیث میں ہے جس نے چار رکعت چاشت اور چار رکعت (سوائے سنت مؤکدہ کے) قبل ظہر پڑھیں اس کے لیے جنّت میں ایک مکان بنایا جائے گا۔ (رواہ الطبرانی باسناد حسن)

حدیث (۲۷) حدیث میں ہے جو مغرب اور عشاء کے درمیان میں بیس رکعت نفل پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مکان جنّت میں بنائیں گے۔ (رواہ الامام السیوطی باسناد ضعیف)

حدیث (۲۸) حدیث میں ہے: **من صلی قبل العصر اربعا حرمه اللّٰه علی النار** یعنی جس نے نماز (نفل) پڑھی عصر سے پہلے چار رکعت حرام کردے گا اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر۔ (رواہ الطبرانی عن ابن عمرو مرفوعاً باسناد حسن) مطلب یہ ہے کہ اس نماز کو ہمیشہ پڑھنے سے نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی توفیق ہوگی جس کی برکت سے جہنّم سے نجات ملے گی۔ مگر یہ ضرور ہے کہ عبادت اس قدر کرے جس کا نباہ ہمیشہ ہو سکے، اگرچہ تھوڑی ہی ہو۔ یوں کبھی کسی مجبوری سے ناغہ ہو جائے وہ دوسری بات ہے۔ سو جب نوافل پڑھنا شروع

کرے تو ہمیشہ اس کو نباہنا ضرور ہے شروع کر کے چھوڑ دینا بہت بری بات ہے، اور شروع نہ کرنے سے یہ فعل زیادہ برا ہے۔

حدیث (۲۹) حدیث میں ہے: **رحم اللّٰہ امرأ صلی قبل العصر اربعا** یعنی رحم کرے اللہ اس مرد (عورت) پر جس نے نماز پڑھی قبل عصر کے چار رکعت (رواہ الامام السیوطی باسناد صحیح) **اے مسلمان** بھائیو اور اے دینی بہنو! اس حدیث کے مضمون پر فدا ہو جاؤ۔ دیکھو تھوڑی سی محنت میں کس قدر درجہ ملتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کی دعا کی برکت اور گناہوں سے بچنے کی توفیق۔ اس کی جو کچھ بھی قدر کی جاوے اور جس قدر بھی ایسی عبادت مقرر کرنے پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاوے وہ کم ہے، جناب رسول اللہ ﷺ کی دعا کسی خوش نصیب ہی کو میسّر ہوتی ہے۔ دونوں وقت یعنی صبح و شام ہمارے نامۂ اعمال حضرت رسولِ مکرّم نبی معظّم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں، جو شخص نیکی کرتا ہے اور آپ کی رغبت دلائی ہوئی عبادت کو بجالاتا ہے، اس سے آپ بہت خوش ہوتے ہیں اور آپ کی خوشنودی اور رضامندی سے دونوں جہاں میں رحمت اور چین میسّر ہوتا ہے۔ خوب کہا ہے ؎

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

یعنی آپ کی سخاوت اور بخشش میں تو دنیا اور اس کی مقابل یعنی آخرت موجود ہے اور آپ کے علوم میں لوح محفوظ (یعنی جس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھا ہوا ہے اس کا) علم موجود ہے۔ غرض یہ ہے کہ آپ کی توجہ اور سخاوت سے دین و دنیا کی نعمتیں میسّر آسکتی ہیں، اور آپ کی تعلیم سے لوحِ محفوظ کا علم میسّر ہوسکتا ہے۔ اور اس علم کے میسّر ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ آپ کی فرمائی ہوئی حدیثوں میں غیبی اسرار موجود ہیں اور اللہ کے خاص بندوں کو منکشف ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ علاوہ ان اسرار کے حق تعالیٰ کی عنایت اور آپ کی احادیث پڑھنے کی برکت اور اس پر عمل کرنے کے سبب اور غیبی بھید بھی طالبانِ حق پر کھل جاتے ہیں خوب سمجھ لو اور عمل کرو۔ فقط پڑھنے سے بغیر عمل کچھ زیادہ فائدہ نہیں، اصل فائدہ تو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

حدیث (۳۰) حدیث میں ہے کہ رات کی نماز (یعنی تہجد کی) اپنے اوپر لازم کرلو۔ اگر چہ ایک ہی رکعت ہو۔ (رواہ الامام السیوطی بسند صحیح) مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز اگر چہ تھوڑی ہی ہو مگر ضرور پڑھ لیا کرو، اس لیے کہ اس کا ثواب بہت ہے گو فرض نہیں ہے۔ اور یہ غرض نہیں کہ ایک رکعت پڑھ لو، اس لیے کہ ایک رکعت نماز کا پڑھنا درست نہیں کم از کم دو رکعت پڑھے۔

حدیث (۳۱) حدیث میں ہے کہ رات کے قیام کو (یعنی نمازِ تہجد کو) اپنے ذمہ لازم کرلو اس لیے کہ وہ عادت ان نیکوں کی ہے جو تم سے پہلے تھے، اور نزدیکی (کرنے والی) ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور گناہ سے روکنے کا ذریعہ ہے اور مٹاتی ہے گناہوں (صغیرہ) کو اور ہٹانے والی ہے مرض کو جسم سے۔ (رواہ السیوطی بسند صحیح) ذرا غور کرو کہ کس قدر نفع ہے اس نماز کے پڑھنے میں کہ ثواب بھی، گناہوں کی معافی اور گناہوں سے روک دینا بھی، اور جسمانی مرض کی شفا بھی، اور باطنی بیماریوں کی تو شفا ہے ہی۔ اس لیے کہ حدیث میں ہے: خدا کا ذکر دلوں[1] (کی بیماری) کے لیے شفا ہے اور نماز اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے اور کچھ دشوار بھی نہیں۔ تہجد کے وقت خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے، ضرور پڑھنا چاہیے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے، رات بھر خدا کی عبادت کرتے تھے۔

حدیث (۳۲) حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک سے روایت فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم[2]! تو چار رکعت (نفل) پڑھ میرے لیے (یعنی اخلاص سے) اول دن میں، تو میں تجھے (تیرے کاموں میں) کفایت کرونگا آخر دن تک۔ (رواہ الترمذی وغیرہ) یہ اشراق کی نماز کی فضیلت ہے اور اسکے پڑھنے کا طریقہ اصل کتاب (یعنی بہشتی زیور) میں تحریر[3] ہو چکا ہے۔ دیکھو! ثواب بھی ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کاموں کو پورا بھی فرماتے ہیں۔ دین و دنیا کی نعمتیں میسّر آتی ہیں۔ لوگ مصیبت میں اِدھر اُدھر مارے پھرتے ہیں، مخلوق کی خوشامد کرتے ہیں، کاش کہ وہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کریں اور اسکے بتلائے ہوئے وظیفے اور نمازیں پڑھیں تو دنیا کے کام بھی خوب درست ہو جاویں اور ثواب بھی میسّر ہو اور مخلوق کی خوشامد کی ذلت سے بھی نجات ملے۔

---

[1] ولفظہ: ذکر اللہ شفاء القلوب. رواہ السیوطی بسند حسن۔ [2] آدم کا بیٹا۔ (شبیر علی) [3] دیکھو حصہ ۲ ص ۲۲۷ مسئلہ ۱۰۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر قوم کا ایک پیشہ ہے (جس سے وہ لوگ معاش حاصل کرتے ہیں) اور ہمارا پیشہ تقوی اور توکّل[1] ہے۔ تقوی پرہیزگاری اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کو کہتے ہیں۔ اور توکّل کے معنی ہیں خدا پر بھروسا کرنا، اور اس کا مفصّل بیان ساتویں حصّہ کے ضمیمہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ غرض یہ ہے کہ دینداری سے دنیا کی مشقتیں اور مصیبتیں بھی جاتی رہتی ہیں۔

مسئلے

مسئلہ ۱: آدمی کے بال اگر اکھاڑے جاویں تو ان بالوں کا سرناپاک ہے بوجہ اس چکنائی کے جو اس میں لگی ہوئی ہوتی ہے۔ (شامی)

مسئلہ ۲: عیدین کی نماز جہاں واجب ہے وہاں کے سب مرد وعورت کو قبل نماز عیدین کے نماز فجر کے بعد کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔ (البحر الرائق)

مسئلہ ۳: حالتِ جنابت میں ناخن کاٹنا اور ناف کے نیچے کے یا اور کسی مقام کے بال دور کرنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری مصطفائی، جلد ۶ ص ۲۳۸)

مسئلہ ۴: نابالغ بچوں کو نماز وغیرہ ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جوان کو تعلیم کرے اسے تعلیم کا ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ ۵: جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ان وقتوں میں اگر قرآن[2] مجید کی تلاوت کرے تو مکروہ نہیں ہے۔ یا بجائے تلاوت کے درود شریف پڑھے یا ذکر کرے۔ (صغیری مجتبائی ص ۲۵۸)

مسئلہ ۶: اگر نماز میں پہلی رکعت میں کسی سورت کا کچھ حصّہ پڑھے اور دوسری رکعت میں اس سورت کا باقی حصّہ پڑھے تو بلا کراہت درست ہے اور اسی طرح اگر اول رکعت میں کسی سورت کا درمیانی حصّہ یا ابتدائی حصّہ پڑھے، پھر دوسری رکعت میں کسی دوسری سورت کا درمیانی حصّہ یا کوئی پوری چھوٹی سورت پڑھے تو بلا کراہت درست ہے۔ (صغیری ص ۲۵۶) مگر اس عادت کا ڈالنا خلافِ اولیٰ ہے، بہتر ہے کہ ہر رکعت میں مستقل سورت پڑھے۔

---

① کذا فی ظفر الجلیل۔ ② یہاں عبارت اس مرتبہ درست کی گئی ہے۔

مسئلہ: تراویح میں قرآن پڑھتے وقت کوئی آیت یا سورت غلطی سے چھوٹ جاوے اور اس آیت یا سورت کے آگے پڑھنے لگے اور پھر یاد آوے کہ فلاں آیت یا سورت چھوٹ گئی تو مستحب یہ ہے کہ چھوٹی ہوئی آیت یا سورت کو پڑھے۔ پھر جس قدر قرآن شریف چھوٹ جانے کے بعد پڑھ لیا تھا اس کو دوبارہ پڑھے تاکہ قرآن مجید باترتیب ختم ہو۔ (عالمگیری مصطفائی ۱/۱۰۷) اور چونکہ ایسا کرنا مستحب ہی ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے بوجہ اس کے کہ بہت زیادہ پڑھنے کے بعد یاد آیا تھا کہ فلانی جگہ کچھ رہ گیا اور اس وجہ سے وہاں سے یہاں تک کل کا پڑھنا گراں ہے، اس لیے فقط اسی رہے ہوئے کو پڑھ کر پھر آگے سے پڑھنا شروع کر دیا تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ ۸: مرتے وقت پیشانی پر پسینہ آنا اور آنکھوں سے پانی بہنا اور ناک کے نتھنوں کے پردہ کا کشادہ ہو جانا اچھی موت کی علامت ہے اور فقط پیشانی پر پسینہ آنا بھی اچھی موت کی نشانی ہے۔ (تذکرۃ[1] الموتی والقبور از جامع ترمذی وغیرہ)۔

مسئلہ ۹: راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے، بشرطیکہ اس میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۱۰: مستعمل پانی یعنی ایسا پانی کہ جس سے کسی بے وضو نے وضو کیا ہو یا جس سے کسی نہانے کی حاجت والے نے غسل کیا ہو یا جس سے کسی باوضو شخص نے ثواب کے لیے پھر وضو کیا ہو یا جس سے کوئی شخص بلا غسل واجب ہونے کے نہایا ہو ثواب کے لیے، مثلاً جمعہ کے دن محض ثواب کے لیے نہایا ہو حالانکہ اسے نہانے کی حاجت نہ تھی، سو ایسے پانی سے وضو غسل جائز نہیں، اور ایسے پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے (شامی) یہ جو بیان ہوا کہ نہانے کی حاجت والے نے غسل کیا ہو، یہ جب ہے کہ نہانے والے کے بدن پر نجاستِ حقیقیہ نہ لگی ہو اور جو لگی ہو تو اس کا دھوون ناپاک ہے اور اس کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال حرام ہے۔

تمام شد ضمیمہ اولی اصلی مکمّل و مدلل بہشتی زیور حصّہ دوم

[1] مؤلفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ۔

اضافۂ جدیدہ از

زندگی اور موت کا شرعی دستور العمل

مرنے کا شرعی دستور العمل

نزع کے وقت سورۂ یٰسٓ شریف پڑھو اور قریب موت داہنی کروٹ پر قبلہ رخ لٹاؤ کہ مسنون ہے جبکہ مریض کو تکلیف نہ ہو ورنہ اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اور چت لٹانا بھی جائز ہے کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہوں اور سر کسی قدر اونچا کر دیا جائے اور پاس بیٹھنے والے **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کسی قدر بلند آواز سے پڑھتے رہیں۔ میت کو کلمہ پڑھنے کے لیے کہیں نہیں، کبھی وہ ضد میں آ کر منع کر دے۔ مرنے پر ایک چوڑی پٹی لے کر اور ٹھوڑی کے نیچے کو نکال کر سر پر لا کر گرہ دے دو اور آنکھیں بند کر دو، اور پیروں کے انگوٹھے ملا کر دھجی سے باندھ دو، اور ہاتھ داہنے بائیں سیدھے رکھو، سینے پر نہ رہیں۔ اور لوگوں کو مرنے کی خبر کر دو، اور دفن میں بہت جلدی کرو۔ سب سے پہلے قبر کا بندوبست کرو اور کفن دفن کے لیے سامانِ ذیل کی فراہمی کر لو جس کو اپنے اپنے موقعہ پر صرف کرو۔

تفصیل اس کی یہ ہے: گھڑے دو عدد (اگر گھر میں برتن موجود ہوں تو کورے کی حاجت نہیں) لوٹا (اگر موجود ہو تو حاجت نہیں) تختۂ غسل کا (اکثر مساجد میں رہتا ہے) لوبان ایک تولہ، روئی آدھی چھٹانک، گل خیرو ایک چھٹانک، کافور چھ ماشہ، تختہ یا لکڑی برائے پٹاؤ قبر، بقدر پیائش قبر، بوریا ایک عدد بقدر قبر، کفن جس کی ترکیب مرد کے لیے یہ ہے کہ مُردے کے قد کے برابر ایک لکڑی لو اور اس میں ایک نشان کندھے کے مقابل لگا لو اور ایک تاگہ سینے کے مقابل رکھ کر جسم کی گولائی میں کو نکال لو کہ دونوں سرے اس تاگے کے دونوں طرف کی پسلیوں پر پہنچ جاویں اور اس کو وہاں سے توڑ کر رکھ لو۔ پھر ایک کپڑا لو جس کا عرض اسی تاگے کے برابر یا قریب برابر کے ہو، اگر عرض اس قدر نہ ہو تو اس میں جوڑ لگا کر پورا کر لو، اور اس لکڑی کے برابر ایک چادر پھاڑ لو، اس کو ازار کہتے ہیں۔ اس طرح دوسری چادر پھاڑو جو عرض میں تو اسی قدر ہو البتہ طول میں ازار سے چار گرہ زیادہ ہو

(اس کو لفافہ کہتے ہیں)۔ پھر ایک کپڑا لو جس کا عرض بقدر چوڑائی جسم مُردہ کے ہو اور لکڑی کے نشان سے اخیر تک جس قدر طول ہے اس کا دوگنا پھاڑ لو اور دونوں سرے کپڑے کے ملا کر اتنا چاک کھولو کہ سر کی طرف سے گلے میں آجاوے (اس کو قمیص یا کفنی کہتے ہیں)۔

عورت کیلئے یہ کپڑے تو ہیں ہی اسکے علاوہ دو اور ہیں: ایک سینہ بند، دوسرا سر بند جسے اوڑھنی کہتے ہیں۔ سینہ بند زیر بغل سے گھٹنے تک اور تاگے مذکورہ کے بقدر چوڑا۔ سر بند نصف ازار سے تین گرہ زیادہ لمبا اور بارہ گرہ چوڑا، یہ تو کفن ہوا۔ اور کفنِ مسنون اسی قدر ہے اور بعض چیزیں کفن کے متعلقات سے ہیں جنکی تفصیل ذیل میں ہے: تہبند بدن کی موٹائی سے تین گرہ زیادہ، بڑے آدمی کیلئے سوا گز طول کافی ہے اور عرض میں ناف سے پنڈلی تک چودہ گرہ عرض کافی ہے، یہ دو ہونے چاہئیں، دستانہ چھ گرہ طول اور تین گرہ عرض ہو بقدر پنجہ دست بنالیں، یہ بھی دو عدد ہوں، چادر عورت کے گہوارہ کی جو بڑی عورت کیلئے ساڑھے تین گز طول اور دو گز عرض کافی ہے۔

تنبیہ: کفن اور اس کے متعلقات کا بندوبست بھی گھڑوں وغیرہ کے ساتھ کردیں۔

تنبیہ: اب مناسب ہے کہ بڑے شخص کے کفن کو یکجائی طور پر لکھ دیا جائے تاکہ اور آسانی ہو۔

نمبر	نام پارچہ	طول	عرض	اندازہ پیمائش	کیفیت
۱	ازار	اڑھائی گز	سوا گز سے ڈیڑھ گز تک	سر سے پاؤں تک	چودہ یا پندرہ یا سولہ گرہ عرض کا کپڑا ہو تو ڈیڑھ پاٹ میں ہوگا۔
۲	لفافہ	پونے تین گز	سوا گز سے ڈیڑھ گز تک	ازار سے چار گرہ زیادہ	چودہ یا پندرہ یا سولہ گرہ عرض کا کپڑا ہو تو ڈیڑھ پاٹ میں ہوگا۔
۳	قمیص یا کفنی	اڑھائی گز تا پونے تین گز	ایک گز	کندھے سے نصف ساق تک	چودہ گرہ یا ایک گز کے عرض کی تیار ہوتی ہے، دو برابر حصہ کرکے اور چاک کھول کر گلے میں ڈالتے ہیں۔
۴	سینہ بند[①]	دو گز	سوا گز	زیر بغل سے ساق تک	بغل سے پنڈلیوں تک باندھا جاتا ہے۔
۵	سر بند[②]	ڈیڑھ گز	بارہ گرہ	جہاں تک آجائے	سر کے بال کے دو حصے کرکے اور اس میں لپیٹ کر دائیں بائیں جانب سینہ پر رکھے جاتے ہیں۔

① کفنی کے نیچے کا کپڑا جو مُردہ عورت کے سینہ پر باندھا جاتا ہے۔ ② یعنی اوڑھنی۔

تنبیہ: تخمیناً مرد کے کفنِ مسنون میں ایک گز عرض کا کپڑا دس گز صَرف ہوتا ہے اور عورت کے لیے مع چادر گہوارہ ساڑھے اکیس گز اور تہبند اور دستانہ اس سے جدا ہیں اور بچہ کا کفن اس کے مناسبِ حال مثل سابق لے لو۔ فقط۔

غسل اور کفنانے کا طریقہ

ایک گھڑے میں دو مٹھی بیری کے پتے ڈال کر پانی جوش دے لو اور اس کے دو گھڑے بنا لو۔ اور ایک گڑھا شمالاً جنوباً لمبا کھودو (یہ ضروری نہیں اگر کوئی ایسا موقع ہو کہ پانی کسی نالی وغیرہ کے ذریعہ سے بہہ جائے تو اس کے قریب تختہ رکھ لینا کافی ہے) اور اس پر تختہ اسی رخ سے بچھا کر تین دفعہ لوبان کی دھونی دے لو اور مُردے کو اس پر لٹاؤ اور کرتہ انگرکھا[1] وغیرہ کو چاک[2] کر کے نکال لو۔ اور تہبند ستر پر ڈال کر استعمالی پارچہ اندر ہی اندر اُتار لو۔ اور پیٹ پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرو، نجاست خارج ہو یا نہ ہو دونوں صورت میں مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے استنجا کرو۔ پھر[3] پانی سے استنجا کرو مگر ہاتھ میں دستانہ یعنی تھیلی پہن لو، بلا تھیلی کے ستر پر ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔

پھر روئی کا پھایہ تر کر کے ہونٹوں اور دانتوں پر پھیر کر پھینک دو، اسی طرح تین مرتبہ کرو۔ اسی صورت سے تین مرتبہ ناک اور رخساروں پر پھیرو، پھر منہ اور ناک اور کانوں میں روئی رکھ دو کہ پانی نہ جاوے، پھر سر اور ڈاڑھی کو گل خیرو[4] یا صابن سے دھودو۔ پھر وضو کراؤ، اول میت کا منہ دھوؤ، پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ، پھر سر کا مسح، پھر دونوں پاؤں دھودو۔ پھر سارے بدن پر پانی بہاؤ، پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر پانی بہاؤ، پھر داہنی کروٹ

① ایک لمبا مردانہ لباس جس کے دو حصے ہوتے ہیں: چولی، اور دامن۔ (از مصحح)

② اگر ضرورت ہو تو قینچی سے کاٹ کر نکال لو۔ (ف)

③ اس مرتبہ اس جگہ کی عبارت کی اصلاح کی گئی ہے۔ (ف)

④ یا خطمی کے بیج سے دھوئے۔ بیجوں کو گرم پانی میں بھگودو، جب پھول جائیں تو مل کر ان کا لعاب نکال لو۔ بیجوں کو نکال دو، لعاب ڈال کر سر اور ڈاڑھی کو دھوؤ اس سے بال صاف اور نرم ہو جاتے ہیں۔ (ف)

پر ایسا ہی کرو۔ پھر دوسرا[1] دستانہ پہن کر بدن کو صاف کر دو اور تہبند دوسرا بدل دو۔

پھر چار پائی بچھا کر اس پر اول لفافہ، اس پر ازار، پھر اس پر نیچے کا حصہ کفنی کا بچھا کر باقی حصہ بالائی کو سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو۔ پھر مُردے کو تختہ سے باآہستگی اٹھا کر اس پر لٹاؤ اور کفنی کے حصے کو سر کی طرف الٹ دو کہ گلے میں آجاوے اور پیروں کی طرف بڑھا دو اور تہبند نکال دو اور کافور سر اور ڈاڑھی اور سجدہ کے موقعوں پر (پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلی، دونوں کہنی، دونوں پنجے) مل دو، پھر ازار کا بایاں پلہ لوٹ کر اس پر دایاں پلہ لوٹ دو۔ اور لفافہ کو بھی ایسے ہی کرو اور ایک کترلے کر سرہانے اور پائینتی چادر کے گوشہ چن کر باندھ دو۔ سینہ بند سے عورت کی چھاتیاں لپیٹ دو۔ سر بند کا ذکر نقشہ میں ہو گیا۔ عورت کے گہوارے پر چادر ڈالی جاتی ہے جس کا ذکر اوپر ہو گیا۔

تنبیہ: بعض کپڑے لوگوں نے کفن کے ساتھ ضروری سمجھ رکھے ہیں حالانکہ وہ کفن مسنون سے خارج ہیں، ترکۂ میت سے ان کا خریدنا جائز نہیں، وہ یہ ہیں:

جائے نماز: طول سوا گز، عرض چودہ گرہ۔ پٹکا: طول ڈیڑھ گز، عرض چودہ گرہ، یہ مُردہ کے قبر میں اتارنے کے لیے ہوتا ہے۔ بچھونا: طول اڑھائی گز، عرض سوا گز، یہ چار پائی پر بچھانے کے لیے ہوتا ہے۔ دامنی: طول دو گز، عرض سوا گز، بقدر استطاعت چار سے سات تک محتاجین کو دیتے ہیں جو محض عورت کے لیے مخصوص ہیں۔ چادر کلاں مرد کے جنازے پر: طول تین گز، عرض پونے دو گز جو چار پائی کو ڈھانک لیتی ہے، البتہ عورت کے لیے ضروری ہے مگر ہے کفن سے خارج، اس لیے اس کا ہم رنگِ کفن ہونا ضروری نہیں۔ پردہ کے لیے کوئی سا کپڑا کافی ہے۔

تنبیہ: اگر جائے نماز وغیرہ کی ضرورت کبھی خیال میں آئے تو گھر کے کپڑے کارآمد ہو سکتے ہیں۔ ترکۂ میت سے ضرورت نہیں یا کوئی عزیز اپنے مال سے خرید دے۔

---

[1] اس کے بعد میت کو سر کی طرف سے اٹھاؤ کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ اوپر سے نیچے کو ہاتھ سے دباؤ کہ جو کچھ پیٹ سے نجاست نکلنے والی ہو نکل جائے، اس کو پانی سے صاف کر دو، نجاست کے نکلنے سے غسل کے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ف)

مسئلہ: سامانِ غسل وکفن میں سے اگر کوئی چیز گھر موجود ہو اور پاک صاف ہو تو اس کے استعمال میں حرج نہیں۔

مسئلہ: کپڑا کفن کا اسی حیثیت کا ہونا چاہیے جیسا کہ مُردہ اکثر زندگی میں استعمال کرتا تھا، تکلفات فضول ہیں۔

مسئلہ: جو بچہ علامت زندگی کی ظاہر ہو کر مر گیا تو اس کا نام اور غسل اور نماز سب ہوگی اور اگر کوئی علامت نہ پائی گئی تو غسل دے کر اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر بدون[1] نماز دفن کر دیں گے۔

قبر میں مُردے کو قبلہ رخ اس طرح کہ تمام جسم کو کروٹ دی جاوے لٹاویں اور کفن کی گرہ کھول دیں اور سلفِ صالحین رحمہم اللہ کے موافق ایصالِ ثواب کریں۔ وہ اس طرح کہ کسی رسم کی قید اور کسی دن کی تخصیص نہ کریں، اپنی ہمت کے موافق حلال مال سے مساکین کی خفیہ مدد کریں اور جس قدر توفیق ہو بطور خود قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر اس کو ثواب پہنچاویں۔ اور قبل دفن قبرستان میں جو فضول وقت خرافات باتوں میں گزارتے ہیں اس وقت کلمہ کلام پڑھتے اور ثواب بخشتے رہا کریں۔ فقط۔

[1] اس کے بعد کچھ عبارت تھی جو بوجہ غلط ہونے کے حذف کر دی گئی۔ (ف)

تصحیح متعلقہ مسئلہ نمبر ۷ حصہ دوم بہشتی زیور مندرجہ صفحہ ۲۶۶

باب بست وسوم

نہلانے کا بیان

سوال: از (ابوالمظفر مولانا) سعید احمد (صاحب مفتی) مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

یہ مسئلہ نصوصِ کتبِ فقہ کے خلاف ہے، بظاہر جہاں تک کتبِ فقہیہ کو دیکھا گیا اسکے خلاف ہی ملا۔ اسکے متعلق یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا گیا ہے؟ عباراتِ کتبِ فقہیہ مندرجہ ذیل ملاحظہ فرماویں:

فی البدائع: **وان لم یکن معهن ذلك فانهن لا یغسلنه، سواء كن ذوات رحم محرم او لا؛ لأن المحرم فی حكم النظر الی العورة والأجنبیة سواء، فكما لا تغسله الأجنبیة فكذا ذوات محارمه ولكن ییممنه.** (۳٤/۲)

وفی العالمگیریة (۱/ ۱٦۰): **والاصل فیه ان كل من یحل له وطؤها لو كان حیاً بالنكاح یحل لها ان تغسله والا فلا.** ومثله فی نور الایضاح.

یہ مضمون حضرتِ اقدس کی خدمت میں تھانہ بھون بھیجا گیا تھا، اس کا مندرجہ ذیل جواب مولانا ظفر احمد صاحب کے قلم کا لکھا ہوا موصول ہوا۔

جواب: از حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی: عباراتِ فقہ تمام کتابوں میں قریباً وہی ہیں جن کو آپ نے نقل کیا ہے۔ اس لحاظ سے بہشتی زیور کا مسئلہ واقعی مخدوش ہے، مگر درایۃً اس کے غلط ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی، کیونکہ دو قاعدے کتاب الکراھیۃ ''درمختار'' میں مصرح ہیں: **نظر المرأة من الرجل كنظر الرجل الیه**[1] **وما جاز النظر الیه جاز لمسه.**[2]

[1] الدّر المختار ۶۱۲/۹ [2] الدّر المختار ۶۰۶/۹

اس مجموعہ کا حاصل یہ ہے کہ **ما سوی السرة الی الرکبة** کا تو عورتِ محرم مس کر سکتی ہے اور **ما تحت السرة الی الرکبة** کا عدم مس جیسا عورت محرم کے لیے ممنوع ہے رجل کے لیے بھی ممنوع ہے، اور جس حیلہ خرقہ سے مرد غسل دیتا ہے عورت بھی غسل دے سکتی ہے۔ **اللھم الا ان یقال: ان حکم غسل المیت مفترق عن حکم النظر والمس فی الحیاة کما یدل علیه قول البدائع: الجنس یغسل الجنس، ولا یغسل الجنس خلاف الجنس.** [بدائع الصنائع ۲/۳۳] **واللّٰہ اعلم. ولعل اللّٰہ یحدث بعد ذلك امرا.**

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۸/صفر ۱۳۴۸ھ

اس کے بعد رسالہ ''النور'' بابت ماہ جمادی الاخری ۱۳۵۱ھ میں یہ سوال اور خود حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا جواب ترجیح الراجح کے سلسلہ میں النور کے ص ۵ پر شائع ہوا بذیل سرخی۔

فصل دوم

در تحقیق غسل دادن زنان محارم مرد میت را

مضمون بہشتی زیور حصہ دوم ص ۷۷ طبع ثانی اشرف المطابع

الجواب: واقعی نقل میں غلطی ہوگئی جس کی وجہ خیال میں نہیں آئی، منقول وہی ہے جو آپ نے لکھا۔

تتمہ: اس تحریر کے بعد بعض احباب نے ذیل کی تحریر پیش کی وهی هذه: ولیکن شامی باب الرضاع ص ۶۷۰ ج ۲ میں ہے: **(فییممها) ای بلا خرقة اذا ماتت بین رجال فقط. اما غیر المحرم فییممها بخرقة، وقیل: تغسل فی ثیابها افاده طحطاوی.**[1] اس روایتِ طحطاوی سے بہشتی زیور کی تائید ہوتی ہے، و نیز مسئلہ

[1] ردّ المحتار ۴/۴۰۰

بہشتی زیور درایت کے بھی موافق ہے، کیونکہ غیر محرم کو چھونا جائز نہیں اور جتنا دبیز کپڑا لپیٹنے کے بعد چھونا جائز ہے اس کے بعد غسل متعذر ہے، اور محرم کو مابین السرة والركبة کے علاوہ چھونا جائز ہے اس لیے غسل کا فریضہ ترک کرنے کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم! میں کہتا ہوں کہ یا تو مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور یا نهي عن الغسل مقيد ہے اس صورت کے ساتھ جب کہ حائل نہ ہو اور جوازِ غسل کی روایت میں حائل کی قید (یعنی ثیاب کا بدن پر ہونا) مصرح ہے۔

کتبہ اشرف علی

۷/ج ۲ ۱۳۵۱ھ

ترجیح الراجح بابت ماہ صفر ۱۳۴۲ھ نمبر ۱۰ ج ۳

سوال: گذارش یہ ہے جناب والا بہشتی زیور کی ایک جگہ میں ایک مسئلہ کم فہمی کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آتا ہے، مہربانی فرما کر اس کا مطلب تحریر فرمادیں۔ بہشتی زیور دوسرا حصہ ص ۲۱۵ مسئلہ ۲ نماز میں ''آہ'' یا ''اوہ'' یا ''اف'' یا ''ہائے'' کہے یا زور سے روئے تو نماز جاتی رہتی ہے، البتہ اگر جنت دوزخ کو یاد کرنے سے دل بھر آیا اور زور سے آواز نکل پڑی تو نماز نہیں ٹوٹی۔ اس عبارت کے معنی میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر نماز میں ''آہ'' یا ''اوہ'' یا ''اف'' یا ''ہائے'' کہے یا زور سے روئے تو نماز جاتی رہتی ہے اور جنت دوزخ یاد کرنے سے دل بھر آیا اور زور سے رونے کی آواز نکل پڑی تو نماز نہیں ٹوٹی اور ''آہ'' یا ''اف'' یا 'ہائے'' کہے تو بھی نماز جاتی رہتی ہے۔ میری سمجھ صحیح ہے یا غلط، تحریر فرمادیں۔

الجواب: فی الدر المختار: **والانين والتأوه والتأفيف والبكاء بصوت يحصل به حروف لوجع او مصيبة قيد للاربعة الا لمريض لا يملك نفسه عن انين وتأوه؛ لأنه حينئذ كعطاس وسعال وجشاء وتثاؤب وان حصل حروف للضرورة لا لذكر جنة او نار.** فی ردالمحتار: **قوله: (لا لذكر جنة او نار) لأن الأنين ونحوه اذا كان بذكرهما صار كأنه قال: اللهم انى اسئلك**

الجنة، وان كان من وجع او مصيبة صار كأنه يقول: انا مصاب فعزوني، كذا في الكافي.[1]

ملخصاً ص ۶۴۷ ج ا۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جنت دوزخ کی یاد سے اگر ''آہ'' یا ''اُف'' وغیرہ بھی منہ سے نکل جاوے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ پس عبارت بہشتی زیور کی صاف نہیں، جہاں اس میں یہ ہے کہ زور سے آواز نکل پڑے وہاں یہ بھی بڑھانا چاہیے تھا کہ یا ''آہ'' وغیرہ نکل گیا۔

اشرف علی عفی عنہ

ترجیح الراجح بابت ماہ محرم ۱۳۴۶ھ

سوال: مسئلہ ذیل اور روایتِ ذیل میں تعارض معلوم ہوتا ہے، اس کی تحقیق مطلوب ہے۔

مسئلہ: سجدہ کرنے کے لیے تکیہ وغیرہ کوئی اونچی چیز رکھ لینا اور اس پر سجدہ کرنا نہ چاہیے، جب سجدہ کی قدرت نہ ہو تو بس اشارہ کرلیا کرے، تکیہ کے اوپر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ حصہ۲ ص ۲۵۳ مسئلہ ۳۔

روایت: ولا يرفع الى وجهه شيئا يسجد عليه فانه يكره تحريما. (الدرّ المختار) قوله: (فانه يكره تحريما) قال في البحر: واستدل للكراهة في المحيط بنهيه ﷺ عنه، وهو يدل على كراهة التحريم، وتبعه في النهر. اقول: هذا محمول على ما اذا كان يحمل الى وجهه شيئا يسجد عليه، بخلاف ما اذا كان موضوعا على الارض يدل عليه ما في الذخيرة حيث نقل عن الاصل الكراهة في الاول. ثم قال: فان كانت الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليها جازت صلوته، فقد صح ان ام سلمة رضي الله عنها كانت تسجد على مرفقة موضوعة بين يديها لعلة كانت بها، ولم يمنعها رسول الله ﷺ من ذلك.

فان مفاد هذه المقابلة والاستدلال عدم الكراهة في الموضوع على الارض المرتفع، ثم رأيت القهستاني صرح بذلك. (ردالمحتار جلد اول ۵۰۹ باب صلوة المريض)[2]

---

① ردّ المحتار ۱/۴۵۶　② الدّر المختار وردّ المحتار ۲/۶۸۵

الجواب: فی مراقی الفلاح: **وجعل ایماء ہ برأسہ للسجود اخفض من ایماء ہ برأسہ للرکوع، وکذا لو عجز عن السجود وقدر علی الرکوع یؤمی بھما؛ لأن النبی ﷺ عاد مریضا فرآہ یصلی علی وسادۃ، فاخذھا ورمی بھا، فاخذ عودا لیصلی علیہ فرمی بہ، وقال: صل علی الأرض ان استطعت، والا فاوم ایماء، واجعل سجودک اخفض من رکوعک** (رواہ البزار والبیہقی عن جابر، کذا فی نصب الرایۃ ۱/۳۰٤ قالہ المجیب) الی قولہ: **فان فعل ای وضع شیئا فسجد علیہ وخفض رأسہ للسجود عن ایماء للرکوع صح، ای صحت صلوتہ لوجود الایماء لکن مع الاساءۃ لما روینا.**[1] [۱/۲۵۰]

وفی حاشیۃ الطحطاوی علیہ: **قولہ: (وجعل ایماء ہ للسجود اخفض) تمییزا بینھما، ولایلزمہ ان یبالغ فی الانحناء أقصی ما یمکنہ، بل یکفیہ أدنی الانحناء فیھما.** نھر عن المجتبی. صفحۂ مذکورہ بہشتی زیور کی اس میں صریح تائید ہے۔ پس تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ کراہت عدمِ عذر کی حالت میں ہو۔ اور عدمِ کراہت عذر کی حالت میں ہو۔ عذر یہ کہ بدون تکیہ کے جھکانے میں تکلیف ہو۔ **وفی عبارۃ الحاشیۃ نفی لما کتبت فی المکتوب السابق من لزوم اقصی ما یمکن من الانحناء فالنص یقضی علی الرأی.**

(مولانا) اشرف علی (صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

[1] مراقی الفلاح: ٤٣٢

ضمیمہ ثانیہ اصلی بہشتی زیور حصہ دوم مسماۃ بہ تصحیح الاغلاط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱: اصل مسئلہ ۴ ص ۲۷۶ حیض کے زمانہ میں الخ۔

تحقیق: اس مقام کی یہ ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو اُس وقت تمتع کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ متمتع مرد ہو اور فعل اس کی جانب سے پایا جاوے، اور دوسرا یہ کہ متمتع عورت ہو اور فعل اس کی جانب سے پایا جاوے۔ سو اگر متمتع مرد ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو اپنی عورت حائضہ سے جماع کرنا اور مابین السرة الى الركبة سے بذریعہ مباشرۃ وغیرہ متمتع ہونا ناجائز ہے، جیسا کہ بہشتی گوہر میں مصرح ہے۔ اور اگر متمتع عورت ہے جیسا کہ بہشتی زیور میں فرض کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں عورتوں کے احکام بیان کیے گئے ہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس طرح مرد کو عورت کے ما بین السرة الى الركبة سے بذریعہ مس بالید ونظر وغیرہ کے تمتع ناجائز تھا اس طرح عورت کے لیے ناجائز نہیں ہے، بلکہ اس کو مرد کے ما بین السرة الى الركبة کو دیکھنا، اُس کو ہاتھ لگانا، اس کا بوسہ لینا وغیرہ امور جائز ہیں لیکن یہ عورت کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی ما بین السرة الى الركبة سے مرد کے کسی عضو کو مس کرے۔

قال في الشامي: فكذا هي لها ان تلمس بجميع بدنها حتى بذكره الا ما تحت الازار جميع بدنه حتى ذكره، والا فلو كان لمسها لذكره حراما لحرم عليها تمكينه من لمسه بذكره لما عدا تحت الازار منها، واذا حرم عليه مباشرة ما تحت ازارها حرم عليها تمكينه منها، فيحرم عليها مباشرتها له بما تحت ازارها بالاولى[1] یہ تو تحقیق تھی اس مسئلہ کی۔

اب ہم بہشتی زیور کے مسئلہ کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ مسئلہ مذکور مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے جو کہ بہشتی زیور کے جامع ہیں یہ مسئلہ غالباً البحر الرائق سے اخذ کیا ہے اور البحر الرائق کی

[1] ردّ المحتار ۱/ ۵۳۵

عبارت علی مافی الشامی یہ ہے: **لم ار لهم حكم مباشرتها له، ولقائل ان يمنعه بأنه لما حرم تمكينها من استمتاعه بها حرم فعلها به بالاولىٰ، ولقائل ان يجوزه بان حرمته عليها لكونها حائضا، وهو مفقود في حقه فحل لها الاستمتاع به، ولأن غاية مسها لذكره انه استمتاع بكفها وهو جائز قطعًا.**① اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبِ ''بحر'' کا میلان جواز کی طرف ہے، نیز انکی تعلیلِ اول سے جس میں کہ جواب ہے حجّت مانعین کا، متبادر ہے کہ وہ **مباشرتِ حائض للزوج** کو مطلقاً جائز کہتے ہیں، خواہ **بمادون السرة** ہو یا **بما فوق السرة** (باستثناء جماع) مع ہذا یہ عبارت محتمل التاویل بھی ہے اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ **مباشرة حائض للزوج بغير ما بين السرة والركبة** جائز ہے جیسا کہ صاحبِ ''نہر'' نے سمجھا ہے گو یہ توجیہ بظاہر تعلیل اول کے خلاف ہے۔

پس اگر عبارت ''بہشتی زیور'' و ''بحر'' کو اپنے ظاہر پر رکھا جاوے تو کہا جائے گا کہ مسئلہ بہشتی زیور غلط ہے مگر مصنف بہشتی زیور پر کوئی الزام نہ ہوگا، کیونکہ اُنہوں نے اس میں البحر الرائق کی تقلید کی ہے۔ اور اگر عبارت البحر الرائق اور بہشتی زیور کو مؤوّل کہا جاوے تو پھر کوئی اعتراض ہی نہیں ہے، اور اگر عبارت البحر الرائق کو مؤول کہا جاوے اور عبارت بہشتی زیور کو ظاہر رکھا جاوے تو یہ مکابرہ صریح ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ عبارت البحر الرائق اور عبارت بہشتی زیور دونوں کو مصروف عن الظاہر کہا جاوے تا کہ دونوں عبارتیں اعتراض سے محفوظ رہیں، اس وقت عبارت بہشتی زیور کا مطلب یہ ہوگا: حیض کے زمانہ میں مرد کے پاس جانا یعنی صحبت کرنا درست نہیں اور صحبت کے سوا اور سب باتیں جن میں عورت کے **ما بين السرة الى الركبة** کا مرد کے کسی عضو سے مس نہ ہو درست ہیں، یعنی کھانا، پینا، لیٹنا وغیرہ درست ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب!

جب یہ بھی معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ حمقاءِ زمانہ کو اس مقام پر التباس ہوا اور انہوں نے اس مسئلہ کو جو فعل عورت سے تعلّق رکھتا ہے فعلِ مرد سے متعلق سمجھ کر اس پر اعتراض کیا کہ یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ علاوہ صحبت (جماع) کرنے کے **مباشرة مابين الركبة والسرة** بمذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

---

① ردّ المحتار ۱/۵۳۵

وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ناجائز ہے جیسا کہ عامۂ کتب سے واضح ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ مولانا نے خلافِ تحقیق وخلافِ قول مفتی بہ لکھا ہے، **انتھی ھذیانھم**. یہ اُن کی نہایت واضح حماقت ہے کیونکہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فعلِ زوج سے متعلق ہے نہ کہ فعلِ زوجہ سے، کیونکہ فعلِ زوجہ کی نسبت البحرالرائق میں لکھا ہے: **لم ار لھم حکم مباشر تھا لہ** بلکہ مباشرت زوجہ کا حکم متاخرین نے استنباط کیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بہشتی زیور کے مسئلہ میں جو خدشہ تھا اس تک حمقاء زمانہ کی رسائی نہیں ہوئی اور جو اُنہوں نے اعتراض کیا ہے وہ مسئلہ بہشتی زیور سے تعلق نہیں رکھتا۔

۲: اصل[۱] ص ۱۸۱: چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ پاک ہے۔

تحقیق: **دلیلہ فی الدر المختار حیث قال: إلا بول الخفاش وخرء ہ فطاھر، وما فی البدائع وغیرہ حیث قالوا: بول الخفافیش وخرء ھا لیس بنجس[۲] الخ فلا اعتراض علی بھشتی زیور.**

۳: اصل[۳] ص ۱۸۱: اگر پھیلاؤ میں روپے کے برابر......الخ۔

تحقیق: روپے سے مراد یا تو شرعی روپیہ ہے جس کو درہم کہتے ہیں یا سکّہ رائج، پہلی صورت میں تو اعتراضِ حمقاء ساقط ہے۔ رہی دوسری صورت، سواس کی توجیہ یہ ہے کہ سکّہ رائج تقریباً مقعر کف کے برابر ہوتا ہے، سواب بھی کوئی اعتراض نہیں۔

۴: اصل[۴] ص ۱۸۳: اگر پیشاب کی چھینٹیں ......الخ۔

تحقیق: اس مسئلہ میں سوئی کی نوک کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ مقصود بیان غایت صغر رشاش ہے اور دیکھنے سے نہ دکھائی دیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دیکھنے سے بے تکلّف نہ دکھائی دیں، اگر دکھائی دیں تو غور سے دیکھنے سے دکھائی دیں، اور مقصود یہ ہے کہ اگر چھینٹیں بہت چھوٹی ہوں اور بے تکلّف نہ دکھائی دیں تو ان کا اعتبار نہیں، کیونکہ **کرؤوس الابر** کی تمثیل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی تھی، اور دکھائی نہ دینے کی قید امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اور مقصود دونوں کا بعنوانات مختلفہ بیان صغر رشاش تھا۔ اس لیے مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے جمع بین القولین

---

① مسئلہ نمبر ۵ باب اول۔ ② الدرّ المختار ورد المحتار ۱/ ۵۷٤ ③ مسئلہ نمبر ٦ باب اول۔ ④ مسئلہ نمبر ۱۱ باب اول۔

کے لیے دونوں عبارتیں لے لیں، یہ ہے صحیح مطلب بہشتی زیور کا۔

مگر حمقاءِ زمانہ نے سوئی کی نوک کو قیدِ احترازی قرار دیکر سوئی کے دوسرے سرے کو خارج کیا ہے۔ اور نہ دکھلائی دینے کی قید کو احترازی قرار دیکر اُن چھینٹوں کو نکالا ہے جو دکھلائی دیتی ہیں، خواہ بغور دکھلائی دیں یا بدون غور کے۔ اور اس طرح کلام میں تحریف کر کے اس پر اعتراض کیا ہے، سو یہ اُن کا جہل ہے۔

۵: اصل[1] ص ۱۸۳: اگر پیشاب کے مثل کوئی نجاست لگ گئی...... الخ۔

تحقیق: واضح ہو کہ دلدار ترجمہ ہے ذی جرم کا اور ذی جرم کی تعریف درمختار میں یہ کی ہے: **هو كل ما يرى بعد الجفاف ولو من غيرها كخمر وبول اصابه تراب.** [الدّر المختار ۱/ ۵٦٢] اس بنا پر غیر ذی جرم کی تعریف یہ ہوگی: **هو كل ما لا يرى بعد الجفاف.**

جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سنو کہ غایۃ البیان میں نجاست مرئیہ وغیر مرئیہ کی تعریف یوں کی گئی ہے: **المرئية ما يكون مرئيا بعد الجفاف، وغير المرئية ما لا يكون مرئيا بعد الجفاف كالبول ونحوه.**

پس اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ نجاست ذی جرم اور مرئیہ ایک چیز ہیں اور غیر ذی جرم وغیر مرئیہ ایک چیز۔

پس عبارت بہشتی زیور پر یہ اعتراض کرنا حماقت ہے کہ فقہاء نے مرئیہ اور غیر مرئیہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لہٰذا بہشتی زیور میں دلدار اور غیر دلدار کا استعمال غلط ہے، اس تقریر سے حمقاءِ زمانہ کا اعتراض اول ساقط ہوگیا۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ نجاست غیر مرئیہ کی تطہیر کے بارے میں اصل مذہب تو یہی ہے کہ جب طہارت کا ظن غالب ہوجاوے اُس وقت پاک ہوجاوے گا، لیکن چونکہ اس میں فی الجملہ دشواری تھی اور اغلب احوال میں تین مرتبہ دھونے سے طہارت کا غلبۂ ظن حاصل ہوجاتا تھا۔ بنابریں تین مرتبہ دھونے کو قائم مقام حصول غلبۂ ظن قرار دیا گیا **تيسيرا للامر على الناس وقطعا للوسوسة.**

چنانچہ غنیۃ میں ہے: **فعلم بهذا ان المذهب هو اعتبار غلبة الظن، وانها مقدرة بالثلاث لحصولها بها في الغالب وقطعا للوسوسة، فانه من اقامة السبب الظاهر مقام المسبب الذي**

---

[1] مسئلہ نمبر ۱۴ باب اول۔

فی الاطلاع علی حقیقته عسر کالسفر مقام المشقة وامثال ذلك الخ. [غنیة المستملی: ۱۸۳]

اس سے معلوم ہوا کہ بہشتی زیور میں تین مرتبہ دھونے کا حکم خلافِ مذہب اور اعتبار غلبۂ ظن کے معارض نہیں ہے بلکہ سراسر موافقِ مذہب ہے اور موافقِ اعتبار غلبۂ ظن ہے۔ اس تقریر سے حمقاء زمانہ کا دوسرا اعتراض بھی ساقط ہوگیا۔

جب یہ بھی معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ بہشتی زیور میں صرف تیسری مرتبہ مبالغہ کے ساتھ نچوڑنے کا حکم دیا ہے اور ہر مرتبہ میں مبالغہ کا حکم نہیں دیا۔ سو وجہ اس کی یہ ہے کہ شامی میں ہے: **جعلها فی الدرر شرطا للمرة الثالثة فقط، وکذا فی الایضاح لابن الکمال وصدر الشریعة وکافی النسفی، وعزاه فی الحلیة الی فتاوی ابی اللیث وغیرها.** [ردّ المحتار ۱/۵۹٤]

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ صرف تیسری مرتبہ میں مبالغہ شرط ہے نہ کہ ہر مرتبہ میں۔ پس ان فقہاء کے خلاف ان لوگوں کی رائے حجت نہ ہوگی جنہوں نے قاضی خان کی عبارت سے، جس میں مبالغہ کی بالکل نفی ہے نہ کہ صرف تیسری مرتبہ میں مبالغہ کی، دھوکہ کھا کر جمہور فقہاء کے خلاف ایک مسلک نکالا ہے اور ہر مرتبہ میں مبالغہ شرط کیا ہے۔ اس تقریر سے حمقاء زمانہ کا اعتراضِ ثالث بھی ساقط ہوگیا اور بہشتی زیور کا مسئلہ بے غبار رہا۔

۶: اصل[۱] ص۱۸۴: کپڑا اور بدن فقط دھونے ہی سے پاک ہوتا ہے۔

تحقیق: یعنی اصل حکم یہی ہے، رہے مواقع ضرورت وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ بہشتی زیور کا یہ مسئلہ ایسا ہے جیسا کہ فقہاء کہتے ہیں کہ نماز کے لیے طہارت شرط ہے، کیونکہ اس کے معنی بھی یہی ہوتے ہیں کہ اصل حکم یہی ہے مگر مواقعِ ضرورت اس سے مستثنیٰ ہیں۔ پس جس طرح فقہاء کے اس حکم پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا یوں ہی بہشتی زیور کے مسئلہ پر بھی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

۷: اصل[۲] ص۱۸۶: ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی ......الخ۔

---

[۱] مسئلہ نمبر ۲۰ باب اول۔ [۲] مسئلہ نمبر ۲۶ باب اوّل۔

تحقیق: اس مسئلہ کی صحت پر حمقاء زمانہ کو اعتراض نہیں ہے بلکہ اُنہوں نے اور بیہودہ بکواس کی ہے جس کے جواب کے لیے تحقیقات مفیدہ موضوع ہے نہ کہ تصحیح الاغلاط و تنقیح الاخلاط، اس لیے ہم اس کے متعلق اس جگہ پر کچھ نہیں لکھتے۔

۸: اصل[۱] ص ۱۸۶: نجس مٹی سے جو برتن کمہار نے بنائے...... الخ۔

تحقیق: اس مسئلے کا ماخذ تنویر الابصار ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: **کطین تنجس فجعل منه کوز بعد جعله علی النار.** [الدرّ المختار ۱/۵۷۱] اور چونکہ اس عبارت میں ذہابِ اثر کی قید نہیں ہے اس لیے بہشتی زیور میں بھی نہیں لگائی گئی۔ پس اگر بہشتی زیور پر اعتراض ہے تو تنویر الابصار پر بھی ہونا چاہیے، اور اگر تنویر الابصار کی عبارت کا کوئی جواب ہے تو بہشتی زیور کی عبارت کا جواب کیوں نہیں؟

خلاصہ یہ ہے کہ تنویر الابصار پر اعتراض نہ کرنا اور بہشتی زیور پر اعتراض کرنا سراسر بے انصافی اور ہٹ دھرمی ہے۔ اگر اعتراض ہو تو دونوں پر ہونا چاہیے، اور اگر نہ ہو تو دونوں پر نہ ہونا چاہیے۔ یہ گفتگو علی سبیل التنزل ہے۔ اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ بہشتی زیور کی عبارت میں اس قید کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ جب کمہار آوے میں برتن پکا لیتے ہیں تو نجاست کا اثر باقی ہی نہیں رہتا تا کہ شرط لگانے کی ضرورت پڑے اور یہی وجہ ہے کہ تنویر میں یہ شرط نہیں لگائی کیونکہ **جعله علی النار** سے مراد جعل مخصوص ہے، یعنی متعارف پکانا نہ کہ مطلق طبخ وجعل، اور دُرّ مختار میں جو شرط لگائی ہے وہ بالنظر الی المفہوم العام ہے، کیونکہ مطلق جعل علی النار اور طبخ شامل ہے پورے طور پر پکانے اور کسی قدر پکانے وغیرہ کو۔ فلا اعتراض۔

۹: اصل[۲] ص ۱۸۶: شہد، شیرہ، یا گھی، تیل ناپاک ہو گیا...... الخ۔

تحقیق: اس مقام کی یہ ہے شامی میں ہے: قال فی الدرر: **ولو تنجس العسل فتطهیره ان یصب فیه ماء بقدره فیغلی حتی یعود الی مکانه، والدهن یصب علیه الماء فیغلی، فیعلو الدهن الماء فیرفع بشیء، هکذا ثلاث مرات. وهذا عند ابی یوسف خلافا لمحمد، وهو اوسع وعلیه**

[۱] مسئلہ نمبر ۲۸ باب اول۔ [۲] مسئلہ نمبر ۲۹ باب اول۔

الفتوی کما فی شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاویٰ.[1]

اور کبیری میں ہے: **الا یری الی ما روی عن ابی یوسف فی تطهیر الدهن النجس أي المتنجس انه اذا جعل الدهن فی اناء فصب علیه الماء، فیعلو الدهن علی وجه الماء، فیرفع بشئ ویراق الماء، ثم یفعل هکذا حتی اذا فعل کذلك ثلاث مرات یحکم بطهارة الدهن.**[2]

اور مجمع الروایۃ وشرح قدوری میں ہے: **یصب علیه مثله ماء ویحرك**.[3] اور درِ مختار میں ہے: **ویطهر لبن وعسل ودبس ودهن یغلی ثلاثا.** [الدّر المختار ۵۹۷/۱] **وقال فی الفتاویٰ الخیریة: ظاهر الخلاصة عدم اشتراط التثلیث.**

ان روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طہارتِ دہن وغیرہ کے لیے فی الحقیقۃ نہ غلیان ضروری ہے نہ تحریک، بلکہ ان کی ضرورت اگر کسی درجہ میں ہے تو محض اس لیے کہ روغن وغیرہ پانی کے اوپر آ جاوے اور پانی سے جدا ہو سکے۔ پس یہ مقصود جس طریق سے بھی حاصل ہو جاوے کافی ہے اور اس کے سوا دوسرے طریق کی ضرورت نہ ہوگی۔

دلیل ہمارے اس بیان کی یہ ہے کہ بعض فقہاء نے غلیان کا ذکر کیا ہے اور بعض نے تحریک کا اور کبیری نے نہ غلیان کا ذکر کیا نہ تحریک کا۔ پس معلوم ہوا کہ غلیان وتحریک مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ اسلیے مقصود ہیں کہ روغن وغیرہ اوپر آ جاوے اور تیل اور پانی جدا ہو جاویں، **ویدل علیه قول الدرر فیغلی فیعلو الدهن الخ.**

نیز عباراتِ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرطِ تثلیث مختلف فیہ ہے: بعض کے نزدیک ضروری ہے، اور بعض کے نزدیک ضروری نہیں، پس ہم کو ترجیح کی ضرورت ہے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ اشتراطِ تثلیث امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ **کما یظهر من الدرر والمنیة وشرحها** اور عدم اشتراط خلاصہ وغیرہ کا۔ اور ظاہر ہے کہ صاحبِ مذہب کا قول دیگر علماء سے مقدم ہے، اس لیے اشتراط راجح ہوگا، بالخصوص اسوقت جبکہ منشأ عدم اشتراط خود غلط ہو، کیونکہ اس کا منشأ قیاس علی الثوب ہے اور یہ دو وجہ سے غلط ہے: اول اس لیے کہ ثوب میں

[1] ردّ المحتار ۵۹۷/۱ [2] الکبیري ص ۱۷۳ [3] ردالمحتار ۵۹۷/۱

بھی تثلیث شرط ہے **كما تبين سابقاً في مسئلة تطهير الثوب**. دوسرے اس لیے کہ قیاسِ دھن علی الثوب قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ دہن وغیرہ کی نجاست، نجاستِ ثوب سے اقوی ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تطہیر روغن وغیرہ کو جائز نہیں رکھتے حالانکہ وہ تطہیر ثوب کو جائز رکھتے ہیں۔ نیز صاحب درِ مختار تطہیر ثوب میں غلبۂ ظن کا اعتبار کرتے ہیں، مگر روغن میں تثلیث کو شرط کرتے ہیں۔ پس فرق ظاہر ہے۔

جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ظاہر روایاتِ مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدارِ آب میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مقدار روغن وغیرہ کے برابر ہونا ضروری ہے، بعض کے نزدیک برابری شرط نہیں۔ لیکن ہم نظر کو غائر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس کسی نے ابتداءً **قدره من الماء** کہا ہے اس نے قید ''**قدره**'' کو احترازاً نہیں بیان کیا بلکہ اتفاقاً بیان کیا ہے۔ اور جنہوں نے اس کے بعد اس قید کا ذکر کیا ہے اُنہوں نے شخصِ مذکور کی تقلید کی ہے۔ اور جس نے اس قید کا ذکر نہیں کیا اس نے حقیقت پر نظر کی ہے۔

دلیل اس کی دو ہیں: اول یہ کہ اشتراطِ مساواۃ بے دلیل ہے۔ دوم یہ کہ بعض روایتوں میں **قدرا من الماء** منصوص ہے اور اس کو **تضعيف قدره** کہنا بلادلیل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قید مذکورہ **قدره من الماء** اتفاقی ہے اور جنہوں نے اس کو احترازی سمجھا ہے اُنہوں نے دھوکہ کھایا ہے۔

پس حاصل تحقیق ہذا یہ نکلا کہ تطہیر دہن وغیرہ کے لیے نہ غلیان ضروری ہے اور نہ تحریک، نہ مقدارِ خاص ہاں تثلیث بیشک ضروری ہے۔

جب یہ امر محقق ہو چکا تو اب سمجھو کہ بہشتی زیور کی تشقیق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلیان یا تحریک ضروری نہیں ہے کما ہو الحق، رہی مقدار کی تعیین سو وہ محض اتفاقی ہے نہ کہ احترازی جیسا کہ دیگر فقہاء کے کلام میں موجود ہے، اور قیدِ تثلیث ضروری ہے۔ اس تحقیق کے بعد حمقاءِ زمانہ کے اعتراضات کا خاتمہ ہو گیا، اور ان کے کلام کا فساد ظاہر ہو گیا۔

۱۰: اصل[1] ص ۱۸۸: نجس مہندی ہاتھوں پیروں میں لگائی......الخ۔

---

[1] مسئلہ نمبر ۳۷ باب اوّل۔

تحقیق: تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ شامی میں ہے کہ **قد ذکر سیدی عبد الغنی کلاماً حسناً سبقه الیه صاحب الحلیة، وهو أن مسئلة الاختضاب......الیٰ قوله: لم نر من رجّح خلافه، فافهم.** [ردّ المحتار ۱/۵۹۱] یہ عبارت بتلاتی ہے کہ مسئلہ حناء میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ پانی صاف گرنے لگے تب پاک ہوگا، خواہ کتنی ہی مرتبہ میں ہو۔ اور دوسرا یہ کہ تین مرتبہ دھونا کافی ہے، خواہ پانی صاف گرنے لگے یا نہ، اور مفتی بہ اُمیں قولِ اول ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ بہشتی زیور میں جو کہا ہے کہ ''تین دفعہ خوب دھوڈالنے سے ہاتھ پیر پاک ہوجائیں گے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تین مرتبہ اس قدر دھولیا گیا کہ پانی صاف گرنے لگے (**کما یدل علیه قوله: " خوب" لانه یدل علی المبالغة وهو یستلزم صفو الماء**) تو ہاتھ پاؤں پاک ہوجاویں گے۔ اور اس میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں مسلکوں کی رعایت کی ہے تاکہ دونوں پر عمل ہوجاوے، اور ہاتھ پاؤں بالاتفاق پاک ہوجاویں۔ **فلا اعتراض علیه کما یفعله حمقاء زماننا.**

شاید کسی کو شبہ ہو کہ[1] ص ۱۸۶ مسئلہ ۳۰ میں یہ مذکور ہے: ''نجس رنگ میں کپڑا رنگا.....الخ'' اور اس میں تین مرتبہ کی قید نہیں لگائی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مواقع اختلاف میں رعایت اختلاف اولیٰ ہے نہ کہ واجب۔ پس وہاں اختلاف کی رعایت نہ کرنا قابلِ اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اس مسئلہ کی تحقیق مزید تحقیقاتِ مفیدہ میں کی جاوے گی۔

۱۱: اصل[2] ص ۱۸۹: اگر لکڑی کا تختہ الخ۔

تحقیق: یہ مسئلہ غنیۃ المستملی سے ماخوذ ہے اور عبارت اس کی یہ ہے: **ومثله ایضاً، ای مثل الحکم المذکور وهو عدم الفساد، اذا حلت النجاسة بخشبة فقلبها وصلی علی الوجه الطاهر، فإنه ان کان غلظ الخشبة بحیث تقبل القطع، ای یمکن ان ینشر نصفین فیما بین الوجه الذی فیه النجاسة والوجه الآخر، فیجوز الصلوٰة علیها حینئذ والا فلا؛ لأنها بمنزلة اللبنة فی الوجه**

---

[1] مسئلہ نمبر ۳۰ باب اوّل۔ [2] مسئلہ نمبر ۴۴ باب اوّل۔

الاول و بمنزلة الثوب فی الوجه الثانی. [غنية المستملی ۱/۲۰۲]

لیکن حلیہ میں اشبہ بالحق مطلقاً جواز کو کہا ہے اور اس کے انہوں نے دلائل بھی بیان کیے ہیں جن کا ہم کو علم نہیں ہوسکا، تاکہ ہم دونوں کے دلائل کو دیکھ کر فیصلہ کرسکتے کہ حق صاحب منیہ وغنیۃ کی طرف ہے یا صاحبِ حلیہ کی طرف۔ نیز چونکہ اصل مؤلف بہشتی زیور یعنی مولوی احمد علی صاحب کا انتقال ہوچکا ہے اس لیے ہم کو یہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا کہ اُنہوں نے کس بناپر صاحب غنیۃ کے بیان کو ترجیح دی ہے، ہاں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اختیار مسلک صاحب غنیۃ اقرب الی الاحتیاط ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی مسئلہ بہشتی زیور پر معترض ہوتو اس کو چاہیے کہ وہ دلائل سے صاحب غنیۃ کے مسئلہ کی غلطی ثابت کرے۔ اور یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ ''حلیہ'' میں اس کے خلاف کو حق کہا ہے، کیونکہ اس کا جواب یہ ہے غنیۃ میں اس کے خلاف کو اختیار کیا ہے لہٰذا وہ اقرب الی الاحتیاط بھی ہے، پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ صاحب غنیۃ کے بیان کو چھوڑ دیا جائے۔ اس تفصیل سے حمقاء زمانہ کی خرافات کا جواب معلوم ہوگیا۔

۱۲: اصل[1] ص ۱۹۰: ڈھیلے سے استنجا کرنے کا الخ۔

تحقیق: درمختار میں ہے: **ولا یتقید باقبال وادبار، شتاء وصیفا** اور اس کے ذیل میں شامی نے لکھا ہے: **ای بناء علی ما ذکر من أن المقصود هو الانقاء، فلیس له کیفیة خاصة، وهذا عند بعضهم، وقیل: کیفیتهُ فی المقعدة فی الصیف للرجل ادبار الحجر الاول والثالث واقبال الثانی، وفی الشتاء بالعکس. وهکذا تفعل المرأة فی الزمانین کما فی المحیط، وله کیفیات أخر فی النظم والظهیریة وغیرهما، وفی الذکر ان یأخذه بشماله ویمره علی حجر او جدار او مدر کما فی الزاهدی. قهستانی. واختار ما ذکره الشارح فی المجتبیٰ والفتح والبحر وقال فی الحلیة: انه الأوجه، الخ.** [الدرّ المختار مع الشامیة ۱/۶۰۲]

اور صاحبِ وقایہ وصاحبِ شرح وقایہ اور صاحبِ عمدۃ الرعایہ نے سنیتِ عدد کی نفی کی ہے۔

[1] مسئلہ نمبر ۴ باب دوم۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حق اور مختار مذہب یہی ہے کہ استنجے کے لیے کوئی کیفیت مخصوص نہیں اور نہ کوئی عدد مسنون ہے بلکہ مقصود انقاء ہے، وہ جس طریق سے بھی حاصل ہوجاوے کافی ہے۔ رہا بعض فقہاء کا کیفیات بتلانا سواُن کا مقصود یہ نہیں ہے کہ یہ کیفیات مقصود ہیں بلکہ اُنہوں نے اپنے ذہن میں جس کیفیت کو معین فی الانقاء سمجھا اس کو بتلادیا۔ پس حاصل اُن کے کلام کا یہ ہے کہ مقصود انقاء ہے اور کوئی کیفیت مقصود نہیں، لیکن ہماری رائے میں یہ کیفیات معین فی الانقاء ہیں۔ اس لیے اگر اس کیفیت سے استنجا کیا جاوے تو اس سے حصولِ مقصود میں اعانت کی پوری توقع ہے، سو یہ بہشتی زیور کے خلاف نہیں کما ہو ظاہر۔ پس حمقاءِ زمانہ کا اعتراض ساقط ہوگیا اور بہشتی زیور کا مسئلہ بے غبار رہا، مزید تفصیل اس کی تحقیقاتِ مفیدہ میں ہے۔

۱۳: اصل[۱] ص ۱۹۵: جب تک ہر چیز کا سایہ دونا نہ ہوجاوے الخ۔

تحقیق: دلیله ما فی التنویر: **وقت الظهر من زواله الى بلوغ الظل مثليه فی الوقاية وغيرها. وقال فی ردّ المحتار جواباً لمن خالف هذا المسلك: فيه ان الأدلّة تكافأت ولم يظهر ضعف دليل الامام بل ادلته قوية ايضا كما يعلم من مراجعة المطولات وشرح المنية.** [الدّر المختار ۲/۱۹]

وقد قال فی البحر: **لا يعدل عن قول الامام الى قولهما او قول احدهما أو غيرهما الا لضرورة من ضعف دليل او تعامل بخلافه كالمزارعة وان صرح المشائخ بان الفتوى على قولهما كما هنا.** [البحر الرائق ۱/۴۸۷]

وقال ايضا تحت قول المصنف: **الى بلوغ الظل مثليه. هذا ظاهر الرواية عن الامام. نهاية، وهو الصحيح، (بدائع ومحيط وينابيع) وهو المختار غياثية، واختاره الامام المحبوبی، وعول عليه النسفی وصدر الشرعة. (تصحيحُ قاسم) واختاره أصحاب المتون، وارتضاه الشارحون، فقول الطحاوی: "وبقولهما نأخذ" لايدل على انه المذهب، وما فی الفيض من انه يفتى بقولهما فی العصر والعشاء مسلم فی العشاء فقط.**[۲]

---

① مسئلہ نمبر۲ باب چہارم۔ ② هذا هو مفهوم ما فی البحر، لا عبارته بعينها. (از مصحح)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ جمہور ائمہ حنفیہ کا مسلک وہی ہے جو بہشتی زیور میں اختیار کیا ہے **فلا یعترض علیه بما اعترض به جهلة زماننا.**

۱۴: اصل[۱] ص ۱۹۵: جب تک پچھم کی طرف آسمان کے کنارے...... الخ۔

تحقیق: یہ مسئلہ بھی تنویر الابصار وغیرہ سے ماخوذ ہے، چنانچہ تنویر الابصار میں ہے: **والمغرب منه الى الشفق وهو الحمرة** ۲۲/۱ اور درّ مختار میں ہے: **عندهما، وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما فى شروح المجمع وغيرها، فكان هو المذهب.** [الدر المختار ۲۳/۱]

اور گو ابن الہمام وعلامہ قاسم نے اس میں کلام کیا ہے، مگر عامۂ فقہاء مثل صاحب نہر ونقایہ ووقایہ ودرر واصلاح ودرر البحار وامداد ومواہب وبرہان وغیرہم کا مسلک یہی ہے۔ اور امام صاحب سے ایک روایت بھی اس کے موافق ہے۔ **فيكون هو المعتمد، فلا اعتراض عليه بما اعترض جهلة زماننا.**

۱۵: اصل[۲] ص ۱۹۸: فقط منہ اور دونوں ہتھیلی اور دونوں پیر کے سوا...... الخ۔

تحقیق: ہتھیلی سے باطن کف وظاہرِ کف دونوں مراد ہیں نہ کہ صرف باطن، اور دلیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ کنز الدقائق میں ہے: **الا وجهها وكفها وقدمها** اور وقایہ میں ہے: **الا الوجه والكف والقدم واقره فى شرح الوقاية** اور تنویر الابصار میں ہے: **خلا الوجه والكفين والقدمين.** مزید تحقیق اس مسئلہ کی تحقیقاتِ مفیدہ میں ہے۔

۱۶: اصل[۳] ص ۲۰۳: اگر بے سوچے نماز پڑھ لیوے گی تو نماز نہ ہوگی...... الخ۔

تحقیق: دلائل اس مسئلہ کے یہ ہیں:

تنویر الابصار میں ہے: **وان شرع بلا تحر لم يجز وان اصاب.** [التنوير مع الدرّ ۱۴۷/۱] اور شرحِ وقایہ میں ہے: **وان شرع بلا تحرلم يجز وان اصاب؛ لأن قبلته جهة تحريه ولم يتحر.** [۱۵۷/۱] **واليه مال ابن الهمام فى بعض تحريراته، وقال تلميذه قاسم بن قطلوبغا فى رسالته**

---

[۱] مسئلہ نمبر ۳ باب ۴۔ [۲] مسئلہ ۱ باب ۵۔ [۳] مسئلہ ۱ باب ۶۔

"الفوائد الجلة فی اشتباه القبلة" وصاحب الهداية فی مختارات النوازل كما فی عمدة الرعاية. [۱۵۷/۱] وتمام الكلام على هذه المسئلة فی التحقیقات المفيدة.

۱۷: اصل① ص ۲۰۸: نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں، نیت باندھتے وقت اللہ اکبر کہنا۔

تحقیق: مطلب یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ فرض ہے نہ کہ خاص یہ لفظ۔ اور چونکہ نمازیں علی العموم اللہ اکبر سے شروع کی جاتی ہیں اور عام نمازوں میں تکبیرِ تحریمہ اللہ اکبر ہی ہوتا ہے اس لیے اس کو فرائض میں شمار کیا گیا۔ اور چھ کا عدد فرائضِ متفق علیہا کے لیے ہے، یعنی متفق علیہ فرض چھ ہیں۔ نیز اس سے حصر مقصود نہیں ہے فلا اعتراض۔ اس کی تفصیل تحقیقات مفیدہ میں ہے۔

۱۸: اصل② ص ۲۱۰: سجدہ کے وقت اگر ناک اور ماتھا دونوں زمین پر نہ رکھے، فقط ماتھا زمین پر رکھے اور ناک نہ رکھے تو بھی نماز درست ہے......الخ۔

تحقیق: قال خاتم علماء فرنگی محل فی عمدة الرعاية معلقا على قول صاحب الوقاية: "والسجود بالجبهة والأنف وبه اخذ". قوله: "وبه اخذ" ای اخذ به المشائخ وافتوا به. وهذا الكلام لا يخلو عن مسامحة؛ لان المفهوم من ظاهر قوله: (والسجود بالجبهة والأنف) عند تعداد الفرائض أن وضع الجبهة والأنف كليهما فرض، وانه المفتی به مع انه ليس مذهبا لاحد من ائمتنا؛ فإن أباحنيفة جوز الاكتفاء بالأنف وخالفه فيه صاحباه. واما الاكتفاء بالجبهة فهو متفق بينهم على جوازه، وبالجملة اتفقوا على أن المسنون هو وضع الجبهة والأنف كليهما، وعلى انه يكفی وضع الجبهة فقط الا انه يكره، وانما اختلفوا فی الاكتفاء بالأنف الى آخر ما قال [عمدة الرعاية مع شرح الوقاية ۱/ ۱٦٠] خاتم علماء فرنگی محل کا یہ قول مسئلہ بہشتی زیور کی واضح دلیل ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل تحقیقات مفیدہ میں کی جاوے گی۔

۱۹: اصل③ ص ۲۱۲: کسی نماز کے لیے کوئی سورت مقرر نہ کرے۔

① مسئلہ ۲ باب ۷۔ ② مسئلہ ۱۲ باب ۷۔ ③ مسئلہ ۲۰ باب ۷۔

تحقیق: قال فی الھدایۃ: ویکرہ ان یوقت بشیئ من القرآن لشیئ من الصلوۃ. [الھدایۃ ۱/۲۲۹]
وقال فی الفتح: والحق ان المداومۃ مطلقا مکروھۃ، سواء رآہ حتما یکرہ غیرہ او لا؛ لأن دلیل الکراھۃ لایفصل. الخ اور درِّ مختار میں ہے: ویکرہ التعیین کـ"السجدۃ"[1] و"ھل[2] اتی" و"الفجر"[3] کل جمعۃ، بل یندب قراء تھا احیانا. [۱/۳۲۵] اور شامی میں ہے: لأن الشارع اذا لم یعین علیہ شیئا تیسیرا علیہ کرہ لہ ان یعین الخ. [الشامیۃ ۱/۳۲۵]
یہ عبارت بہشتی زیور کی واضح دلیل ہے اور حمقاءِ زمانہ کا اعتراض ساقط ہے۔ مزید تفصیل اس کی تحقیقات مفیدہ میں کی جاوے گی۔

۲۰: اصل[4] ص ۲۳۴: بلا کسی عذر کے قضا پڑھنے میں دیر لگانا گناہ ہے۔

تحقیق: لعل ھذہ المسئلۃ مبنیۃ علی مذھب الکرخی، واختارہ ھھنا للاحتیاط وزجرا للعوام عن التکاسل تبعا لصاحب الدر المختار والشامی.

۲۱: اصل[5] ص ۲۴۰: جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے......الخ۔

تحقیق: اس پر مولوی احمد حسن صاحب نے لکھا تھا: خدا جانے اس وقت یہ تین دفعہ کی مقدار کہاں سے لکھی تھی۔ طحطاوی اور ردالمحتار میں ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار لکھی ہے پس اسی پر عمل لازم ہے۔
اس لیے اس مسئلہ کی مفصّل تحقیق کی جاتی ہے۔ وھو ہذا: ردالمحتار میں ایک دفعہ کی مقدار میری نظر سے نہیں گذری، شاید مولوی صاحب نے اس کے کسی مقام سے استنباط کیا ہو۔ اور طحطاوی[6] میرے سامنے نہیں ہے کہ اس میں دیکھا جاتا۔ لیکن ردالمحتار وغیرہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشتی زیور میں جو مقدار لکھی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ تفکر موجب سہو اسی لیے ہے کہ وہ مستلزم ہے تاخیرِ واجب کو، اس

[1] یعنی سورۂ سجدہ۔ [2] یعنی سورۂ ہل اتی۔ [3] یعنی سورۃ الفجر۔ [4] مسئلہ نمبر ۱ باب ۱۷۔ [5] مسئلہ نمبر ۱۰ باب ۱۸۔

[6] طحطاوی علی الدر میں دیکھا گیا تو اس میں تو صرف یہ لکھا ہے وھو مقدر بسبحان اللہ، پھر جب مراقی الفلاح میں دیکھا گیا تو اس میں صاف تصریح تین تسبیحات کی مل گئی۔ دیکھو ص ۲۷۵ طحطاوی علی المراقی۔

لیے اس کا اور زیادۃ علی التشہد کا حکم یکساں ہونا چاہیے، اور یہ صرف میری رائے نہیں ہے بلکہ انکا تماثل مصرح بھی ہے جیسا کہ آئندہ[1] معلوم ہوگا۔ نیز فقہ میں واقعہ **"جھر فی موضع المخافتة"** اور **"مخافتة فی موضع الجھر"** کو بھی اس کے مماثل بتایا گیا ہے۔ اس بناء پر اگر یوں کہا جاوے کہ **"تلبس بالنجاسة فی الصلوٰة وانکشاف عورة"** بھی اسکے مماثل ہیں تو صحیح ہے، کیونکہ یہ امر سب میں مشترک ہے کہ زمانِ قلیل بوجہ ضرورت تسہیل علی الامۃ سب میں معفو ہے، اور زمانِ کثیر بوجہ عدم ضرورت کے غیر معفو۔ پس جس زمانہ کو ایک مسئلہ میں کثیر سمجھا جاوے گا اس کو سب میں کثیر ہونا چاہیے۔ اور جس زمانہ کو ایک میں قلیل سمجھا گیا ہے اس کو سب میں قلیل ہونا چاہیے، ورنہ وجہ فرق ہونا چاہیے، اور وجہ فرق کوئی ہے نہیں تو لامحالہ جو زمانہ ایک میں قلیل سمجھا گیا ہے وہ سب میں قلیل ہوگا۔ اور جو زمانہ ایک میں کثیر سمجھا گیا ہے وہ سب میں کثیر ہوگا۔

اور اگر یہ فرق کیا جاوے کہ بعض میں چونکہ ضرورت کم ہے اس لیے وہاں کم زمانہ کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور بعض میں ضرورت زیادہ ہے اس لیے وہاں زیادہ زمانہ لیا گیا ہے، تو یہ فرق اس کو مقتضی ہے کہ تفکر کا زمانہ سب سے زیادہ ہو، کیونکہ یہ سب سے زیادہ کثیر الوقوع ہے۔ بہرحال زمانہ تفکر کسی طرح **"زمانہ زیادۃ علی التشھد وجھر موضع مخافتة وتلبس بالنجاسة وانکشاف عورة"** وغیرہ سے کم نہیں ہوسکتا یا ان کے برابر ہوگا یا ان سے زائد۔ جب یہ امر معلوم ہوگیا تو اب ہم ان تمام متشابہ اور متماثل مسائل پر کلام کرتے ہیں۔

بحث مسئلہ تفکر

منیۃ المصلی اور اُس کی شرح غنیۃ المستملی ص۴۳۷ میں ہے: **ومن شك فی حال القیام انه هل كبر للافتتاح ام لا، فتفكر فی ذلك وطال تفكره مقدار اداء ركن ...... الی ان قال: فعلیه**

---

[1] قال صاحب الغنية في بحث الزيادة على التشهد في القعدة الاولى كما سننقله والصحيح ان قدر زيادة الحروف ونحوه غير معتبر في جنس ما يجب به سجود السهو، وانما المعتبر قدر ما يودى فيه ركن كما في الجهر في ما يخافت وعكسه وكما في التفكر حالة الشك ونحوه.

السهو؛ لان تفكره يستلزم تأخير الواجب، وهو القراءة ...... الىٰ ان قال: ثم الأصل في حكم التفكر انه ان منعه عن اداء ركن كقراءة آية اوثلاث او ركوع اوسجود اوعن اداء واجب كالقعود يلزمه السهو؛ لاستلزام ذلك ترك الواجب، وهو الاتيان بالركن او الواجب في محله، وان لم يمنعه عن شئ من ذلك بأن كان يؤدى الأركان ويتفكر لا يلزمه السهو. وقال بعض المشائخ وهو الامام الصفار: ان منعه التفكر عن القراءة او عن التسبيح يجب عليه سجود السهو، وان كان لا يمنعه بان كان يقرأ ويتفكر او يسبح ويتفكر لا يجب عليه سجود السهو، فعلى هذا القول لو شغله التفكر عن تسبيح الركوع وهو راكع مثلا يلزمه السجود، وعلى القول الأول لا يلزمه؛ لأنه لم يمنعه عن اداء ركن ولا واجب، انتهى بحذف الزوائد[1] (اقول فيه نظر) لأن ايجاب الصفار سجود السهو على الراكع الذى شغله التفكر عن التسبيح ليس لأجل انه شغله عن التسبيح، بل لأنه شغله عن القومة التى هى واجبة؛ لان اطالة الركوع كان مشروعا له لأجل التسبيح، فلما تركه لم يكن له اطالة الركوع، بل كان عليه ان ينتقل منه الى القومة، فلما تركه أخر الواجب عن محله فيلزم عليه سجود السهو، فحينئذٍ لا مخالفة بين الجمهور والصفار. فتدبر (من حبيب احمد).اور ردالمحتار ص۷۸۹ میں ہے: والحاصل انه اختلف فى التفكر الموجب للسهو، فقيل: ما لزم منه تاخير الواجب او الركن عن محله بأن قطع الاشتغال بالركن او الواجب قدر اداء الركن، وهو الاصح.[2] انتهى بقدر الضرورة.

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ تفکر مطلقاً موجبِ سہو نہیں ہے، بلکہ اس وقت ہے جبکہ وہ تاخیرِ رکن یا واجب کو مستلزم ہوجاوے۔ اور تاخیر کا زمانہ مقدار اداءِ رکن ہے، مگر اداءِ رُکن کا زمانہ نہیں بتلایا گیا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اسکے نظائر میں غور کیا جاوے۔ سومنجملہ اسکے نظائر کے ایک نظیر مسئلہ انکشاف عورۃ فی الصلوۃ ہے

① غنية المستملى ٤٢٤ ② ردّ المحتار ٦٧٨/١

اس کی تفصیل یہ ہے، درّ مختار ص۴۲۳ میں ہے: ویمنع حتی انعقادها کشف ربع عضو قدر اداء رکن. شامی نے اس کے تحت میں لکھا ہے: قوله: (اداء رکن) ای بسنته فیه، قال شارحها: وذلك قدر ثلاث تسبیحات. وکأنه قید بذلك حملا للرکن علی القصیر منه للاحتیاط...... الی ان قال: ثم ما ذکره الشارح قول ابی یوسف، واعتبر محمد اداء الرکن حقیقة، والأول المختار للاحتیاط کما فی شرح المنیة.[۱] بحذف الزوائد. غنیۃ فی شرح المنیہ ص۲۱۳ میں ہے: وان انکشف عضو هو عورة فی الصلوٰة، فستر من غیر لبث لا یضره ذلك، ولا یفسد صلوته؛ لان الانکشاف الکثیر فی الزمان القلیل عفو کالانکشاف القلیل فی الزمن الکثیر، وان ادی معه، ای مع الانکشاف رکنا.[۲] کالقیام ان کان فیه او الرکوع او غیرهما یفسد ذلك الانکشاف صلوته، وان لم یؤد مع الانکشاف رکنا ولکن مکث مقدار ما (ای زمن) یؤدی فیه رکنا بسنته، وذلك مقدار ثلاث تسبیحات، فلم یستر ذلك العضو فسدت صلوته عند ابی یوسف خلافا لمحمد رحمه الله وکذا اذا وقع الرجل المصلی للمزاحمة فی صف النساء او وقع امام، ای قدام الامام او رفع نجاسة، ثم القی ای تلك النجاسة.

فعلی هذا الخلاف المذکور ان مکث قدر اداء رکن من غیر ان یؤدیه تفسد عند ابی یوسف خلافا لمحمد، وقد تقدم الدلیل من الجانبین فی بحث النجاسة، وان المختار قول ابی یوسف فی الجمیع للاحتیاط.[۳] انتهی بقدر الضرورة.

ان عبارتوں سے اداءِ رکن کا زمانہ معلوم ہوگیا کہ مقدار تین تسبیحات ہے اور اس سے زمانۂ تفکر کی بھی شرح ہوگئی۔ دوسری نظیر تلبس بالنجاسۃ فی الصلوۃ ہے، اس میں بھی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا وہی اختلاف ہے جو کشفِ عورت کے بارے میں ہے چنانچہ غنیۃ ص۱۹۹ میں ہے: وقال محمد: تجوز ما لم یؤد رکنا

---

۱ ردّ المحتار ۲/۱۰۰

۲ والظاهر ان المراد بالرکن مطلق جزء الصلوة، سواء کان فرضاً او واجباً او سنة کالتشهد والصلوٰة والتسبیح وغیرها.

۳ غنیة المستملی مع المنیة: ۲۱۵

على ذلك الحال؛ لانه لم يؤد جزء من الصلٰوة مع المانع، فلا تفسد. ولأبى يوسف أن المعفو هو المقدار القليل من الزمان، والذى يمكن فيه اداء الركن كثير فلا يعفى، سواء ادى الركن او لم يؤد.[1]

اس سے معلوم ہوا کہ مقدارِ زمان قلیل دونوں کے نزدیک معاف ہے، مگر امام محمد کے نزدیک قلیل وہ ہے جو حقیقۃً اداء رکن سے کم ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قلیل وہ ہے جو تین تسبیحات سے کم ہو، پس چونکہ تفکر فی الزمان القلیل بھی معاف ہے اس لیے اس میں بھی یہی اختلاف ہوگا۔ اور چونکہ امام ابو یوسف کے نزدیک قلیل وہ ہے جو تین تسبیحات سے کم ہو، اور یہی مختار بھی ہے اس لیے اگر زمانِ تفکر تین تسبیحات سے کم ہے تو معاف ہوگا اور اگر تین تسبیحات کے برابر یا اس سے زائد ہو تو معاف نہ ہوگا۔

اب تیسری نظیر کو دیکھیے، تیسری نظیر "جهر فى موضع المخافتة وبالعكس" ہے اس کے متعلق درّ مختار ص۶۷۷ میں ہے: والاصح تقديره بقدر ما يجوز به الصلوٰة فى الفصلين، وقيل: قائله قاضى خان، يجب السهو بهما، اى بالجهر والمخافتة مطلقا، اى قل اوكثر، وهو ظاهر الرواية التى نقله الثقات من اصحاب الفتاوى. زاد المصنف فى منحه: وانما عولنا على الأول تبعاً للهداية وانا أعجب من كثير من كمل الرجال كيف يعدل عن ظاهر الرواية الذى هو بمنزلة نص صاحب المذهب الى ما هو كالرواية الشاذة. اقول: لا عجب من كمل الرجال كصاحب الهداية والزيلعى وابن الهمام، حيث عدلوا عن ظاهر الرواية لما فيه من الحرج، وصححوا الرواية الاخرى للتسهيل على الأمّة، وكم له من نظير.

ولذا قال القهستانى: يجب السهو بمخافتة كلمة لكن فيه شدة. وقال فى شرح المنية: والصحيح ظاهر الرواية، وهو التقدير بما تجوز به الصلوٰة من غير تفرقة؛ لأن القليل من الجهر فى موضع المخافتة عفو ايضا. ففى حديث ابى قتادة فى الصحيحين "انه ﷺ

[1] غنية المستملى ص ۲۰۱

کان یقرأ فی الظهر فی الأولیین بأم القرآن وسورتین، وفی الأخریین بام الکتاب ویسمعنا الآیة احیانا. ففیه التصریح بان ما صححه فی الهدایة ظاهر الروایة ایضا، فان ثبت ذلك فلا کلام، والا فوجه تصحیحه ما قلنا وتأییده بحدیث الصحیحین، وقد قدمنا فی واجبات الصلوٰة عن شرح المنیة انه لا ینبغی ان یعدل عن الدرایة، ای الدلیل اذا وافقتها روایة. (هذا ما فی الشامی)[1]

اس سے معلوم ہوا کہ جہر ومخافت کے مسئلہ میں قابلِ تصحیح یہ امر ہے کہ ماتجوز بہ الصّلوٰۃ کثیر ہے اور اس سے کم قلیل۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ماتجوز بہ الصّلوٰۃ سے اس جگہ کیا مراد ہے، سو واضح ہو کہ ماتجوز بہ الصّلوٰۃ میں اختلاف ہے: ایک روایت امام کی تو یہ ہے کہ ایک ایسی آیت جو کم از کم چھ حروف کی ہو خواہ تحقیقاً جیسے: "**ثم نظر**" یا تقدیراً جیسے: "**لم یلد**" بشرطیکہ ایک کلمہ نہ ہو، اس سے نماز جائز ہے۔ اور دوسری روایت ان کی یہ ہے کہ جس مقدار پر قرآن کا اطلاق آسکے اور اس سے قصدِ خطاب کا دھوکہ نہ ہو، اس سے نماز جائز ہے۔ اس روایت کو قدوری نے امام کا صحیح مذہب سمجھا ہے اور زیلعی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہ اقرب الی القواعد الشرعیہ ہے۔ اور تیسری روایت امام صاحب کی اور صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی آیت سے نماز جائز ہے، ان میں مذہب امام صاحب مرجوح اور اس کا خلاف راجح ہے کیونکہ منشاءِ عفو تسہیل علی الامۃ ہے۔ اور تسہیل مذہبِ مخالف میں ہے نہ کہ مذہب امام صاحب میں۔ اس لیے وہی مذہب مختار ہوگا اور کہا جاوے گا کہ اگر تین چھوٹی آیتوں کے برابر جہر یا مخافت ہوئی ہے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، ورنہ نہیں اور تین چھوٹی آیتیں یا تو "**ثم نظر، ثم نظر، ثم نظر**" ہیں جن کے (اٹھارہ) حروف ہیں یا "**ثم نظر، ثم عبس وبسر، ثم ادبر واستکبر**" جن کے ملفوظی حروف (اُنتیس) ہیں۔ پہلی صورت میں زمانہ جہر ومخافت دو مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر ہوگا۔ اور اگر جلدی سبحان اللہ کہا جاوے تو تین مرتبہ بھی کہا جاسکتا ہے اور دوسری صورت میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر، کیونکہ اس کے حروف ملفوظی (نو) ہیں اور گو ۹×۳ = ۲۷ ہوتے ہیں مگر ۲۷، اور ۲۹ میں کوئی معتد بہ فرق نہیں ہے، اس لیے اس مسئلہ کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر جلدی یا اطمینان کے ساتھ تین

---

[1] الدرّ المختار مع ردّ المحتار ۶۵۸/۲

مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار جہر ومخافت وقوع میں آئی ہیں تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، ورنہ نہیں۔

اس مقام پر ایک شبہ کا ازالہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو کہ ہمارے بیانِ سابق سے پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مسئلہ انکشافِ عورت وغیرہ میں امام محمد کے نزدیک اداءِ رُکن حقیقتاً معتبر ہے اور مسئلہ جہر ومخافت میں مقدار ماتجوز بہ الصّلوٰۃ، تو اس سے ہر دو مسائل میں فرق ثابت ہوا، اور تم فرق نہیں کرتے بلکہ سب کو یکساں سمجھتے ہو، اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرتے ہو۔

اسکا جواب اولاً یہ ہے کہ ان مسائل میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ نہیں ہے، بلکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے، پس اگر ان کے قول پر فرق ہو بھی تو ہمیں مضر نہیں ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ ماتجوز بہ الصّلوٰۃ سے امام محمد کے نزدیک تین آیتیں مراد نہیں ہیں بلکہ وہ پوری قراءت مراد ہے جو وہ اس رکعت میں کرتا ہے، کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جس قدر قراءت ایک رکعت میں کی جاوے خواہ طویلہ ہو یا قصیرہ سب فرض واقع ہوتی ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک تین چھوٹی آیتوں کی مقدار مراد ہے جو کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر ہے۔ اسوقت نہ امام محمد کے نزدیک فرق ہوگا اور نہ امام ابو یوسف کے نزدیک۔ واللہ اعلم!

حاصل اس تقریر کا یہ ہے کہ مفتی بہ اور قابلِ اعتماد مذہب مسئلہ جہر ومخافت میں بھی یہی ہے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر جہر یا مخافت ہو تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ پس اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ تفکر میں مقدار ثلاث تسبیحات معتبر ہے۔

چوتھی نظیر اس کی زیادۃ علی التشہد الاول ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ غنیۃ شرحِ منیۃ ص ۳۲۱ میں ہے: **فان زاد علی قدر التشهد، قال بعض المشائخ: ان قال: اللهم صل علی محمد ساهيا يجب عليه سجدتا السهو، وعن ابی حنيفة فيما رواه الحسن: ان زاد حرفا واحدا فعليه سجدتا السهو، قال المصنف: واكثر المشائخ علی هذا، ای علی انه يلزمه السهو بزيادة حرف واحد، وفی الخلاصة: والمختار انه يلزمه السهو ان قال اللّٰهم صل علی محمد، قال البزازی: لانه ادی سنة وكيدة، فيلزم تأخير الركن، ای وبتأخير الركن يجب سجدة السهو.**

وهذا باطلاقه يصلح دليلا لمن اختار رواية الحسن، فإن مطلق تأخير الركن موجود في زيادة الحرف ونحوه، ولايخص ما اختاره هو وصاحب الخلاصة من التقييد بقوله: اللّٰهم صلّ على محمد. والصحيح ان قدر زيادة الحرف ونحوه غير معتبر في جنس ما يجب به سجود السهو، وانما المعتبر قدر ما يؤدى فيه ركن كما في الجهر في ما يخافت وعكسه، وكما في التفكر حالة الشك ونحوه على ما عرف في باب السهو. وقوله: "اللّٰهم صل على محمد" يشغل من الزمان ما يمكن، أي يؤدى فيه ركن، بخلاف ما دونه؛ لأنه زمن قليل يعسر الاحتراز عنه، فبهذا يتم مراد البزازى، ويعلم منه انه لايشترط التكلم بذلك؛ بل لومكث مقدار ما يقول: اللّٰهم صل على محمد يجب السهو؛ لانه اخر الركن بمقدار ما يؤدى فيه ركن۔[1]

درّ مختار ص۵۳۲ فصل اذا اراد الشروع میں ہے: ولا يزيد في الفرض على التشهد في القعدة الاولى اجماعاً، (فان زاد عامدا كره) فتجب الاعادة (اوساهيا) وجب عليه سجود السهو اذا قال: اللّٰهم صل على محمد فقط على المذهب المفتى به۔[2]

اور باب سجود السہو ص۵۷۷ میں ہے: وتاخير قيام الى الثالثة بزيادة على التشهد بقدر ركن وقيل بحرف، وفي الزيلعي: الاصح وجوبه بـ"اللّٰهم صل علىٰ محمد".

شامی میں ہے: قوله: "وفي الزيلعي" جزم به المصنف في متنه في فصل "اذا اراد الشروع" وقال: انه المذهب، واختاره في البحر تبعا للخلاصة والخانية، والظاهر انه لاينافي قول المصنف هنا بقدر ركن. تأمّل. وقدمنا عن القاضي الامام انه لايجب ما لم يقل. "وعلى آل محمد" وفي شرح المنية الصغير: إنه قول الاكثر، وهو الأصح، قال الخير الرملي فقد اختلف التصحيح كما ترى، وينبغي ترجيح ما قاله القاضي الامام. وفي

[1] غنية المستملي: ۳۳۰ [2] الدر المختار ۲/۲٦۹

التاتارخانية عن الحاوی: وعلی قولهما لایجب السهو ما لم يبلغ الى قوله: حميد مجيد.
(هذا مافی الشامی)[1] ان عبارات سے معلوم ہوا کہ زیادۃ علی التشہد کے موجبِ سہو ہونے میں چار قول ہیں: ایک یہ کہ ایک حرف کی زیادتی سے سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے، اور دوسرا یہ کہ اللهم صل علی محمد کی زیادتی سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، اور تیسرا یہ کہ اللّٰهم صلی علی محمد وعلیٰ آل محمد کی زیادتی سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، اور چوتھا یہ کہ الفاظ حميد مجيد تک پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔ ان میں سے مذہبِ اول ورابع تو ناقابلِ اعتماد ہیں، رہے ثانی وثالث سو میرے نزدیک وہ دونوں ایک ہیں کیونکہ دونوں کا حاصل یہ ہے کہ مقدار اداء رکن مؤخر کرنے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے، اور مقدار اداء رُکن تین تسبیحات کا زمانہ ہے كماصرح به الشامی وصاحب الغنية فی مسئلة انكشاف العورة وغيرها.

پس جن لوگوں نے یہ دیکھا کہ جتنی دیر میں مصلّٰی اللهم صلی علی محمد کہتا ہے اتنی دیر میں جلدی جلدی تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکتا ہے، اُنہوں نے اتنی مقدار پر سجدۂ سہو کو واجب کہا۔ اور جنہوں نے دیکھا کہ اطمینان کے ساتھ تین مرتبہ سبحان اللہ اتنی دیر میں کہا جا سکتا ہے جتنی دیر میں اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد کہا جاتا ہے (کیونکہ سبحان اللہ کے حروف نو ہیں، اور نو کو تین سے ضرب دینے سے ستائیس ہوتے ہیں اب اگر اللّٰهم صلی علیٰ محمد وعلیٰ ال محمد میں دونوں تنوینوں کو حذف کر دیا جائے تو کل تیس حروف ہوتے ہیں، اور اگر دونوں کو پڑھا جاوے تو بتیس ہوتے ہیں، اور اگر ایک کو پڑھا جائے تو اکتیس ہوتے ہیں۔ پہلی صورت میں تین حروف کا فرق ہوگا، اور دوسری صورت میں پانچ کا، اور تیسری میں چار کا۔ (سو یہ تفاوت کوئی تفاوت نہیں ہے) انہوں نے اللهم صل علیٰ محمد کے پڑھنے پر سجدۂ سہو کو واجب کہا۔

حاصل یہ ہے کہ زیادۃ علی التشہد میں بھی مقدار اداء رکن معتبر ہے، بعضے کہتے ہیں کہ اداء رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا اتنی دیر میں ممکن ہے جتنی دیر میں اللّٰهم صل علیٰ محمد کہا جاتا ہے، نیز وہ تین آیاتِ قصیرہ یعنی "ثم نظر، ثم نظر، ثم نظر" کے برابر ہے، کیونکہ دونوں کے حروف اٹھارہ ہیں اسی لیے اتنی

[1] الدرّالمختار مع ردالمحتار ۲/۶۵۷

مقدار سے سجدۂ سہو لازم ہو جاوے گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اطمینان کے ساتھ تین مرتبہ سبحان اللہ اتنی دیر میں کہا جاسکتا ہے جتنی دیر میں **اللّٰھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد** کہا جاوے، نیز وہ تین آیاتِ قصیرہ "**ثم نظر ثم عبس وبسر ۔ ثم ادبر واستکبر**" کے تقریباً برابر ہے اس لیے اتنی مقدار سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ یہ اختلافِ تخریج ہے نہ کہ اختلافِ اصل۔ نیز اول میں احتیاط کو مدنظر رکھا گیا ہے اور ثانی میں تسہیل کا لحاظ کیا گیا ہے۔ پس جب کہ زیادۃ علی التشہد کا حکم معلوم ہوگیا کہ اس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے یا تین آیاتِ قصیرہ کی تلاوت کا زمانہ معتبر ہے تو اس سے مسئلۂ تفکر کا زمانہ بھی معلوم ہوگیا۔

اس تمام تفاصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ **طریان مفسد صلوۃ مثل تلبس بالنجاسۃ وانکشاف عورۃ** وغیرہ اور **جھر فیما یخافت وبالعکس وتاخیر واجب مثل تفکر فی الصلوٰۃ وزیادۃ تشھد** تمام مسائل متشابہ اور متماثل ہیں اور سب کا حکم یکساں ہے اور انمیں امام صاحب کا مذہب مختار نہیں ہے بلکہ صاحبین کا مذہب مختار ہے، یعنی اگر قدر اداء الرکن تلبس وتاخیر رکن ہے تو قابل اعتبار ہے اور اگر اس قدر نہیں تو قابل اعتبار نہیں۔ مگر اس کی تشریح میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ میں اختلاف ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ اداءِ رُکن حقیقتاً معتبر ہے، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے یا تین آیاتِ قصیرہ کی تلاوت کے برابر معتبر ہے۔ ان دونوں مذہبوں میں امام ابو یوسف کا مذہب مختار ہے۔ اس کے بعد امام ابو یوسف کے مذہب کی تفصیل میں علماء کا اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے مراد جلدی جلدی کہنا ہے اور تین آیاتِ قصیرہ سے مراد "**ثم نظر ثم نظر ثم نظر**" ہے۔ اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ اطمینان سے تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا اور "**ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر**" کا تلاوت کرسکنا مراد ہے۔ (ان دونوں مذہبوں میں میرے نزدیک مذہب ثانی مختار ہے اور میں خیر رملی کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں)

ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ مسئلۂ تفکر میں تین تسبیحوں کی مقدار صحیح ہے، اور جنہوں نے اس کی مقدار ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا بتائی ہے وہ نہ امام صاحب کے مسلک پر صحیح ہے کہ وہ ادنیٰ تاخیر وادنیٰ جہر وادنیٰ تلبس کو معتبر کہتے ہیں **کما یستفاد من نقل مذھبہ فی زیادۃ التشھد والجھر**، اور نہ صاحبین کے قول

پر، بلکہ یہ اُن کا ذاتی اجتہاد واستنباط ہے۔ واللہ اعلم!

اس مقام پر ایک بات اور بھی قابلِ تنبیہ ہے، کیونکہ ناظرین کے مغالطہ میں پڑ جانے کا خطرہ ہے وہ یہ کہ شامی نے زیادت تشہد کے بارے میں اول تین قول نقل کیے ہیں: ایک یہ کہ زیادتِ حرف واحد موجب ہے سہو کا۔ دوم یہ کہ **اللھم صل علیٰ محمد** موجبِ سہو ہے، اور سوم یہ کہ **اللھم صل علیٰ محمد وعلی ال محمد** موجبِ سہو ہے۔ اس کے بعد کہا ہے: **ھذا کلہ علیٰ قول ابی حنیفة، والا ففی التاتارخانیة عن الحاوی انه علیٰ قولھما لا یجب السھو ما لم یبلغ الیٰ قوله: حمید مجید**.[1] شامی ص۵۳۲۔

لیکن یہ نقل صحیح نہیں ہے کیونکہ **اللّٰھم صلی علی محمد وعلیٰ ال محمد** اور **اللّٰھم صل علیٰ محمد** کا موجبِ سہو ہونا بنا بر مذہب ابی یوسف ہے نہ کہ بنا بر مذہب ابی حنیفہ اور **حمید مجید** تک کا موجبِ سہو ہونا بنا بر اصول امام محمد ہے نہ کہ بنا بر مذہب ابی یوسف، کیونکہ امام محمد کا یہ اصول ہے کہ جس رُکن یعنی جزوِ صلوٰۃ میں وہ مشغول ہو خواہ سنت ہو یا واجب یا فرض، اس کے پورا کرنے تک کا زمانہ کثیر ہے اور اس سے کم قلیل۔ اس لیے جب اس نے درود کو شروع کیا تو جب اس کو پورا کرلے گا تب اس زمانہ کو کثیر سمجھا جاوے گا، ورنہ قلیل ہوگا۔ **فتدبر، واللّٰہ اعلم.**

حبیب احمد کیرانوی

[1] ردّ المحتار ۲/۶۵۷

اصلی مدلل و مکمل بہشتی زیور کا تیسرا حصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل[1]

روزے کا بیان

حدیث شریف میں روزے کا بڑا ثواب آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا بڑا رُتبہ ہے۔ نبی علیہ السلام[①] نے فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ثواب سمجھ کر رکھے تو اُس کے سب اگلے گناہِ صغیرہ بخش دیے جاویں گے۔ اور نبی علیہ السلام[②] نے فرمایا کہ روزے دار کے منہ کی بدبو[③] اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے، قیامت کے دن روزہ کا بے حد ثواب ملے گا۔ روایت[④] ہے کہ روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن عرش کے تلے دسترخوان چُنا جاوے گا، وہ لوگ اُس پر بیٹھ کر کھانا کھاویں گے اور سب لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوں گے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھانا کھا پی

---

① عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه. [المشكوٰة ص ۱۷۳]

② ولخلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسك. [المشكوٰة ص ۱۷۳]

③ یعنی قیامت کے روز روزہ کی بدبو کے عوض مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو روزہ دار کو مرحمت ہوگی اور وہ خدا کو محبوب ہوگی، اور یہ بدبو اس خوشبو کے حاصل ہونیکا سبب ہے، اس لیے یہ بھی حق تعالیٰ کو دنیا میں مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔ اس سے یہ غرض نہیں کہ مسواک نہ کرے اور منہ میں بدبو قائم رکھے۔ (محشی)

④ واخرج ابن ابی الدنيا في كتاب الجوع عن انس قال: قال رسول الله ﷺ: الصائمون... توضع لهم يوم القيامة مائدة تحت العرش، فيأكلون منها والناس في شدة. واخرج الاصبهانی في الترغيب من طريق احمد ابن ابی الحواری عن ابی سليمان قال: جاء نی ابو علی الاصم باحسن حديث سمعته في الدنيا، قال: توضع للصوّام مائدة يأكلون والناس في الحساب، فيقولون: يا رب! نحن نحاسب وهؤلاء يأكلون؟ فيقول: طالما صاموا وافطرتم وقاموا ونمتم. (الدرالمنثور جلد اوّل)

رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں؟ اُن کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم لوگ روزہ نہ رکھتے تھے۔ یہ روزہ بھی دینِ اسلام کا بڑا رُکن (یعنی بڑا حصّہ) ہے، جو کوئی رمضان کے روزے نہ رکھے گا بڑا گناہ ہوگا اور اُس کا دین کمزور ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۱:[1] رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان پر جو مجنون اور نابالغ نہ ہو فرض ہیں، جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے۔ اور اگر کوئی روزہ کی نذر کرلے تو نذر کرلینے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ اور قضا اور کفارے کے روزے بھی فرض ہیں اور اس کے سوا اور سب روزے نفل ہیں، رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں، البتہ عید[2] اور بقرعید کے دن اور بقرعید سے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

مسئلہ ۲:[3] جب سے فجر کی نماز کا وقت آتا ہے اُس وقت سے لے کر سورج ڈوبنے تک روزے کی نیت سے سب کھانا اور پینا چھوڑ دے اور مرد سے ہمبستر بھی نہ ہو (یعنی صحبت نہ کراوے) شرع میں اسکو روزہ کہتے ہیں۔

مسئلہ ۳:[4] زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور دن بھر نہ کچھ کھایا نہ پیا، نہ ہمبستر ہوئی تو اس کا روزہ ہوگیا۔ اور اگر کوئی زبان سے بھی کہہ دے کہ یا اللہ! میں کل تیرا روزہ رکھوں گی یا عربی میں یہ کہہ دے: وبصَومِ غَدٍ نَوَیْتُ تو بھی کچھ حرج نہیں، یہ بھی بہتر ہے۔

مسئلہ ۴:[5] اگر کسی نے دن بھر نہ تو کچھ کھایا نہ پیا، صبح سے شام تک بھوکی پیاسی رہی، لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہ تھا بلکہ بھوک نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا۔ اگر دل میں روزہ کا ارادہ کرلیتی تو روزہ ہو جاتا۔

---

① صوم رمضان فرض على كل مسلم مكلف اداء وقضاء، وصوم النذر والكفارة واجب، وغيرهما نفل. [شرح الوقاية ۳۰۴/۱ وردّ المحتار ۳۸۸/۳ و الهندية ۱۹٤/۱]

② والمكروه تحريما كالعيدين [الدّر المختار ۳۹۱/۱] عن ابی هريرة: ان رسول الله ﷺ نهى عن صيام يومين: يوم الفطر، ويوم الاضحى. [موطأ مالك ۱۹۰/۱]

③ اما تفسيره فهو عبارة عن ترك الاكل والشرب والجماع من الصبح الى غروب الشمس بنية التقرب من الاهل. [الهندية ۱۹٤/۲]

④ والنية معرفته بقلبه ان يصوم كذا، والسنة ان يتلفظ بها. [الهندية ۱۹٥/۱ والدّر المختار ۳۹۸/۳]

⑤ وشرط صحة الاداء النية والطهارة عن الحيض والنفاس. [الهندية ۱۹٥/۱]

مسئلہ ۵: (۱) شرع سے روزہ کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، اس لیے جب تک صبح نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب کچھ جائز ہے۔ بعضی عورتیں پچھلے کو سحری کھا کر نیت کی دعا پڑھ کر لیٹ رہتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ اب نیت کر لینے کے بعد کچھ کھانا پینا نہ چاہیے، یہ خیال غلط ہے۔ جب تک صبح (۲) نہ ہو برابر کھا پی سکتی ہے، چاہے نیت کر چکی ہو یا ابھی نہ کی ہو۔

باب دوم ۲

رمضان شریف کے روزے کا بیان

مسئلہ ۱: (۳) رمضان شریف کے روزے کی اگر رات سے نیت کر لے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ صبح ہو گئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہ رکھوں گی، پھر دن چڑھے خیال آ گیا کہ فرض چھوڑ دینا بُری بات ہے اس لیے اب روزہ کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا، لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی چکی ہو تو اب نیت نہیں کر سکتی۔

مسئلہ ۲: (۴) اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو دن کو ٹھیک دو پہر ایک گھنٹہ (۵) پہلے پہلے رمضان کے روزے کی نیت کر لینا درست ہے۔

---

(۱) ووقتہ من حین یطلع الفجر الثانی، وهو المستطیر المنتشر في الافق الی غروب الشمس. [الهندیة ۱/۱۹٤ وردّ المحتار ۳/۳۸٤]

(۲) قال اللّٰه تعالی: کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر. [البقرة: ۱۸۷]

(۳)،(۴) فیصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیة من اللیل الی الضحوة الکبری لا بعدها ولا عندها اعتباراً لاکثر الیوم. [الدّر المختار ۳/۳۹۳]

(۵) قاعدہ اس کا یہ ہے کہ اول دیکھ لیا جاوے کہ صبح صادق کتنے بجے ہوتی ہے اور سورج کتنے بجے غروب ہوتا ہے، ان کے درمیان کے گھنٹوں کو شمار کر کے ان کا نصف لے لیا جاوے، اس نصف کے اندر اندر اگر نیت کر لی گئی تو روزہ ہو جاوے گا اور اگر نصف وقت پورا یا اس سے زیادہ گذر جاوے گا تو روزہ نہ ہوگا۔ ایک گھنٹہ کی مقدار احتیاطاً لی گئی ہے، اس مسئلہ پر ایک اشکال اور اس کا جواب امداد الفتاوی مبوب جلد دوم ص ۹۹ میں درج ہے۔ (تصحیح الاغلاط) جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے۔ (شبیر علی)

مسئلہ ۳:[1] رمضان شریف کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے، بس اتنی ہی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔ اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۴:[2] رمضان کے مہینے میں اگر کسی نے یہ نیت کی کہ میں کل نفل کا روزہ رکھوں گی، رمضان کا روزہ نہ رکھوں گی بلکہ اس روزہ کی پھر کبھی قضا رکھ لوں گی، تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا اور نفل کا نہیں ہوا۔

مسئلہ ۵:[3] پچھلے رمضان کا روزہ قضا ہو گیا تھا اور پورا سال گذر گیا اب تک اس کی قضا نہیں رکھی، پھر جب رمضان کا مہینہ آ گیا تو اسی قضا کی نیت سے روزہ رکھا، تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا قضا کا روزہ نہ ہوگا، قضا کا روزہ رمضان کے بعد رکھے۔

مسئلہ ۶:[4] کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جاوے تو میں اللہ تعالیٰ کے لیے دو روزے یا ایک روزہ رکھوں گی، پھر جب رمضان کا مہینہ آیا تو اُس نے اُسی نذر کے روزے رکھنے کی نیت کی رمضان کے روزے کی نیت نہیں کی، تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا نذر کا روزہ ادا نہیں ہوا، نذر کے روزے رمضان کے بعد پھر رکھے۔ سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ رمضان کے مہینے میں جب کسی روزے کی نیت کرے گی تو رمضان ہی کا روزہ ہوگا اور کوئی روزہ صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ ۷:[5] شعبان کی اُنتیسویں تاریخ کو اگر رمضان شریف کا چاند نکل آوے تو صبح کو روزہ رکھو اور اگر نہ نکلے یا

---

① جاز صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية صوم ذلك اليوم او بنية مطلق الصوم او بنية النفل من الليل الى ما قبل نصف النهار. [الهندية ۱/۱۹۵]

② (يصح صوم رمضان) وبنية نفل لعدم المزاحم ويخطأ في وصف كنية واجب آخر في اداء رمضان فقط لتعينه بتعيين الشارع، قال عليه الصلوٰة والسلام: اذا انسلخ شعبان فلا صوم الا رمضان . [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/۳۹٤]

③، ④ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۴ باب ہذا۔

⑤ وينبغي للناس ان يلتمسوا الهلال في اليوم التاسع والعشرين من شعبان، فان رأوه صاموا، وان غم عليهم اكملوا عدة شعبان ثلاثين يوما ثم صاموا. [الهداية ۲/۹٦]

آسمان پر اَبر ہو اور چاند نہ دکھائی دے تو صبح کو جب [1] تک یہ شبہ رہے کہ رمضان شروع ہوا یا نہیں، روزہ نہ رکھو بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کرو۔

مسئلہ ۸: [2] اُنتیسویں تاریخ کو ابر کی وجہ سے رمضان شریف کا چاند نہیں دکھائی دیا تو صبح کو نفل روزہ بھی نہ رکھو، ہاں اگر ایسا اتفاق پڑا کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات یا کسی اور مقرر دن کا روزہ رکھا کرتی تھی اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے، پھر [3] اگر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو اُسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو گیا اب اُس کی قضا نہ رکھے۔

مسئلہ: [4] بدلی یعنی ابر کی وجہ سے اُنتیس تاریخ کو رمضان کا چاند نہیں دکھائی دیا تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ نہ کھاؤ نہ پیو۔ اگر کہیں سے خبر آ جاوے تو اب روزہ کی نیت کرلو اور اگر خبر نہ آوے تو کھاؤ اور پیو۔

مسئلہ: [5] اُنتیسویں تاریخ چاند نہیں ہوا تو یہ خیال نہ کرو کہ کل کا دن رمضان کا تو ہے نہیں، لاؤ میرے ذمہ جو پار سال کا ایک روزہ تھا اُس کی قضا ہی رکھ لوں یا کوئی نذر مانی تھی اُس کا روزہ رکھ لوں، اُس دن قضا کا روزہ اور کفارہ کا روزہ اور نذر کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے، کوئی روزہ نہ رکھنا چاہیے۔ اگر قضا یا نذر کا روزہ رکھ لیا پھر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہو گیا، قضا اور نذر کا روزہ پھر سے رکھے، اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزہ کی نیت کی تھی وہی ادا ہو گیا۔

---

[1] یہاں کی عبارت اس مرتبہ درست کی گئی۔ (شبیر علی)

[2] (ولا يصام يوم الشك) هو يوم الثلاثين من شعبان وان لم يكن علة (الا نفلا) والتنفل فيه احب ان وافق صوما يعتاده كما لو كان عادته ان يصوم يوم الخميس او الاثنين فوافق ذلك يوم الشك. [كذا في التنوير وشرحه وهامشه ۳/۳۹۹]

[3] ثم ان ظهر ان اليوم من رمضان يجزئه؛ لانه شهد الشهر وصامه، وان ظهر انه من شعبان كان تطوعا. [الهداية ۲/۹۶]

[4] المختار ان يصوم المفتي بنفسه اخذا بالاحتياط، ويفتي العامة بالتلوم الى وقت الزوال ثم بالافطار، والتلوم الانتظار. [ردالمحتار ۳/۴۰۳]

[5] ولو صامه لواجب آخر كره تنزيها، ويقع عنه في الاصح ان لم تظهر رمضانيته، والا فعنه لو مقيما. [الدّر المختار ۳/۴۰۰]

باب سوم ۳

چاند دیکھنے کا بیان

مسئلہ: ① اگر آسمان پر بادل ہے یا غبار ہے اس وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہیں آیا، لیکن ایک دیندار پرہیزگار سچے آدمی نے آکر گواہی دی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو چاند کا ثبوت ہوگیا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو۔

مسئلہ ۲: ② اور اگر بدلی کی وجہ سے عید کا چاند نہ دکھائی دیا تو ایک شخص کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے چاہے جتنا بڑا معتبر آدمی ہو، بلکہ جب دو معتبر اور پرہیزگار مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں اپنے چاند دیکھنے کی گواہی دیویں تب چاند کا ثبوت ہوگا۔ اور اگر چار عورتیں گواہی دیں تو بھی قبول نہیں۔

مسئلہ ۳: ③ جو آدمی دین کا پابند نہیں برابر گناہ کرتا رہتا ہے، مثلاً نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا یا جھوٹ بولا کرتا ہے یا اور کوئی گناہ کرتا ہے، شریعت کی پابندی نہیں کرتا تو شرع میں اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے چاہے جتنی قسمیں کھا کر کے بیان کرے، بلکہ ایسے اگر دو تین آدمی ہوں اُن کا بھی اعتبار نہیں۔

مسئلہ ۴: ④ یہ جو مشہور ہے کہ جس دن رجب کی چوتھی اُس دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے، شریعت میں اس کا بھی کچھ اعتبار نہیں ہے اگر چاند نہ ہو تو روزہ نہ رکھنا چاہیے۔

مسئلہ ۵: ⑤ چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ چاند بہت بڑا ہے کل کا معلوم ہوتا ہے، بری بات ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ قیامت کی نشانی ہے، ⑥ جب قیامت قریب ہوگی تو لوگ ایسا کہا کریں گے۔ خلاصہ یہ کہ چاند کے بڑے

---

① واذا كان بالسماء علة قبل الإمام شهادة الواحد العدل في رؤية الهلال، رجلا كان او امرأة، حرا كان او عبدا. [الهداية ۲/۱۰۰]

② واذا كان بالسماء علة لم تقبل في هلال الفطر الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين. [الهداية ۲/۱۰۳]

③ وتشترط العدالة في الكل؛ لان قول الفاسق في الديانات التى يمكن تلقيها من العدول غير مقبول، كالهلال ورواية الاخبار ولو تعدد كفاسقين فاكثر. [كذا في البحر الرائق ۲/۴۲۰] ④ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۵ باب ہذا۔

⑤ ولا عبرة بقول الموقتين ولو عدولا على المذهب. [الدّر المختار ۳/۴۰۸]

⑥ اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑی نشانیاں جو قیامت کے قریب ہوں گی اُن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ (محشی)

چھوٹے ہونے کا بھی کچھ اعتبار نہ کرو، نہ ہندوؤں کی اس بات کا اعتبار کرو کہ آج دوج ہے آج ضرور چاند ہے، شریعت سے یہ سب باتیں واہیات ہیں۔

مسئلہ ۶:[1] اگر آسمان بالکل صاف ہو تو دو چار آدمیوں کے کہنے اور گواہی دینے سے بھی چاند ثابت نہ ہوگا، چاہے رمضان کا چاند ہو چاہے عید کا، البتہ اگر اتنی کثرت سے لوگ اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ دل گواہی دینے لگے کہ یہ سب کے سب بات بنا کر نہیں آئے ہیں، اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا کسی طرح نہیں ہوسکتا تب چاند ثابت ہوگا۔

مسئلہ ۷:[2] شہر بھر میں یہ خبر مشہور ہے کہ کل چاند ہوا بہت سے لوگوں نے دیکھا، لیکن بہت ڈھونڈا تلاش کیا پھر بھی کوئی آدمی ایسا نہیں ملتا جس نے خود چاند کو دیکھا ہو تو ایسی خبر کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ ۸:[3] کسی نے رمضان شریف کا چاند اکیلے دیکھا سوائے اس کے شہر بھر میں کسی نے نہیں دیکھا، لیکن یہ شرع کی پابند نہیں ہے تو اس کی گواہی سے شہر والے تو روزہ نہ رکھیں لیکن خود یہ روزہ رکھے۔[4] اور اگر اس اکیلی دیکھنے والی نے تیس ۳۰ روزے پورے کر لیے، لیکن ابھی عید کا چاند نہیں دکھائی دیا تو اکتیسواں ۳۱ روزہ بھی رکھے اور شہر والوں کے ساتھ عید کرے۔

مسئلہ ۹:[5] اگر کسی نے عید کا چاند اکیلے دیکھا، اس لیے اس کی گواہی کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا تو اس دیکھنے والے آدمی کو بھی عید کرنا درست نہیں ہے، صبح کو روزہ رکھے اور اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے اور روزہ نہ توڑے۔

---

① واذا لم تكن بالسماء علة لم تقبل الشهادة حتى يراه جمع كثير يقع العلم بخبرهم. [الهداية ۲/۱۰۲]

② قال الرحمتي: معنى الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون، كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية، لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعه، كما قد تشيع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها. [ردّ المحتار ۳/٤۱۳]

③ ومن رأى هلال رمضان وحده صام وان لم يقبل الامام شهادته. [الهداية ۲/۹۹]

④ ولو اكمل هذا الرجل ثلاثين يوما لم يفطر الا مع الامام. [الهندية ۱/۱۹۸]

⑤ رجل رأى هلال الفطر وشهد ولم تقبل شهادته كان عليه ان يصوم. [الهندية ۱/۱۹۸]

باب چہارم[۴]

قضا روزے کا بیان

مسئلہ ۱:[۱] جو روزے کسی وجہ سے جاتے رہے ہوں رمضان کے بعد جہاں تک جلدی ہو سکے ان کی قضا رکھ لے دیر نہ کرے، بے وجہ قضا رکھنے میں دیر لگانا گناہ ہے۔

مسئلہ ۲:[۲] روزے کی قضا میں دن تاریخ مقرر کر کے قضا کی نیت کرنا کہ فلاں تاریخ کے روزے کی قضا رکھتی ہوں یہ ضروری نہیں ہے، بلکہ جتنے روزے قضا ہوں اُتنے ہی روزے رکھ لینا چاہیے، البتہ اگر دو رمضان کے کچھ کچھ روزے قضا ہو گئے اس لیے دونوں سال کے روزوں کی قضا رکھنا ہے تو سال کا مقرر کرنا ضروری ہے، یعنی اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے روزوں کی قضا رکھتی ہوں۔

مسئلہ ۳:[۳] روزے میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے، اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو قضا صحیح نہیں ہوئی، بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا، قضا کا روزہ پھر سے رکھے۔

مسئلہ ۴:[۴] کفارے کے روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ رات سے نیت کرنا چاہیے، اگر صبح ہونے کے بعد نیت کی تو کفارہ کا روزہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ ۵:[۵] جتنے روزے قضا ہو گئے ہیں چاہے سب کو ایک دم سے رکھ لیوے، چاہے تھوڑے تھوڑے کر کے

---

① وقضاء رمضان ان شاء فرقه وان شاء تابعه لاطلاق النص، لكن المستحب المتابعة مسارعة الى اسقاط الواجب. [الهداية ۲/۱۲۱]

② ولو نوى قضاء رمضان ولم يعين اليوم صح، ولو عن رمضانين كقضاء الصلوة صح ايضا، (وان لم ينو) في الصلوة (اول صلوة عليه او آخر صلوة عليه) كذا في الكنز قال المصنف: قال الزيلعي: والاصح اشتراط التعيين في الصلوة وفي رمضانين. [الدر المختار مسائل شتى ۱۰/۴۸۸]

③ والضرب الثاني ما ثبت في الذمة كقضاء شهر رمضان وصوم الكفارة، فلا يجوز الا بنية من الليل. [الهداية ۲/۹۴]

④ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۳ باب ہذا۔

⑤ وقضاء رمضان: ان شاء فرقه وان شاء تابعه، لكن المستحب المتابعة مسارعة الى اسقاط الواجب، وان اخره حتى دخل رمضان الاخر صام الثاني؛ لانه في وقته، وقضى الاول بعده؛ لانه وقت القضاء، ولا فدية عليه؛ لان وجوب القضاء على التراخي. [الهداية ۲/۱۲۱]

رکھے دونوں باتیں درست ہیں۔

مسئلہ ۶:[1] اگر رمضان کے روزے ابھی قضا نہیں رکھے اور دوسرا رمضان آگیا تو خیر اب رمضان کے ادا روزے رکھے اور عید کے بعد قضا رکھے، لیکن اتنی دیر کرنا بُری بات ہے۔

مسئلہ ۷:[2] رمضان کے مہینے میں دن کو بے ہوش ہوگئی اور ایک دن سے زیادہ بے ہوش رہی تو بے ہوش ہونے کے دن کے علاوہ جتنے دن بے ہوش رہی ہوا تنے دنوں کی قضا رکھے۔[3] جس دن بے ہوش ہوئی اس ایک دن کی قضا واجب نہیں ہے، کیونکہ اُس دن کا روزہ بوجہ نیت کے درست ہوگیا۔ ہاں اگر اُس دن روزے سے نہ تھی یا اُس دن حلق میں کوئی دوا ڈالی گئی اور وہ حلق سے اُتر گئی تو اُس دن کی قضا بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۸:[4] اور اگر رات کو بیہوش ہوئی ہو تب بھی جس رات کو بے ہوش ہوئی اُس ایک دن کی قضا واجب نہیں ہے، باقی اور جتنے دن بیہوش رہی سب کی قضا واجب ہے، ہاں اگر اُس رات کو صبح کا روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا صبح کو کوئی دوا حلق میں ڈالی گئی تو اُس دن کا روزہ بھی قضا رکھے۔

مسئلہ ۹:[5] اگر سارے رمضان بھر بے ہوش رہے، تب بھی قضا رکھنا چاہیے، یہ نہ سمجھے کہ سب روزے معاف ہوگئے، البتہ اگر جنون ہوگیا اور پورے رمضان بھر سڑن دیوانی رہی تو اس رمضان کے کسی روزے کی قضا واجب نہیں۔ اور اگر رمضان شریف کے مہینے میں کسی دن جنون جاتا رہا اور عقل ٹھکانے ہوگئی تو اب سے روزے رکھنے شروع کرے، اور جتنے روزے جنون میں گئے ان کی قضا بھی رکھے۔

---

① وقضاء رمضان: ان شاء فرقه وان شاء تابعه، لكن المستحب المتابعة مسارعة الى اسقاط الواجب، وان اخره حتى دخل رمضان الاخر صام الثاني؛ لانه في وقته، وقضى الاول بعده؛ لانه وقت القضاء، ولا فدية عليه؛ لان وجوب القضاء على التراخي. [الهداية ۲/۱۲۱]

② ومن اغمى عليه في رمضان لم يقض اليوم الذى حدث فيه الاغماء لوجود الصوم فيه، وهو الامساك المقرون بالنية؛ اذ الظاهر وجودها منه، وقضى ما بعده لانعدام النية. [الهداية ۲/۱۲۶]

③ بجائے (تین دن تک برابر بیہوش رہی) کے (ایک دن سے زیادہ) بعد تحقیق لکھا گیا ہے۔ (شبیر علی) یہاں کی عبارت بھی اس مرتبہ درست کی گئی۔ (شبیر علی)

④ وان اغمى عليه اول ليلة منه قضاه كله غير يوم تلك الليلة. [الهداية ۲/۱۲۶]

⑤ ومن اغمى عليه في رمضان كله قضاه، ومن جن في رمضان كله لم يقضه، وان افاق المجنون في بعضه قضى ما مضى. [الهداية ۲/۱۲۶]

باب پنجم ۵

نذر کے روزے کا بیان

مسئلہ ۱:[۱] جب کوئی روزہ کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے، اگر نہ رکھے گی تو گناہ گار ہوگی۔

مسئلہ ۲:[۲] نذر دو طرح کی ہے: ایک تو یہ کہ دن تاریخ مقرر کرکے نذر مانی کہ یا اللہ! اگر آج فلاں کام ہوجاوے تو کل ہی تیرا روزہ رکھوں گی، یا یوں کہا کہ یااللہ! میری فلاں مراد پوری ہوجاوے تو پرسوں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گی، ایسی نذر میں اگر رات سے روزہ کی نیت کرے تو بھی درست ہے۔ اور اگر رات سے نیت نہ کی تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے نیت کرلیوے، یہ بھی درست ہے، نذر ادا ہوجاوے گی۔

مسئلہ ۳:[۳] جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور جب جمعہ آیا تو بس اتنی نیت کرلی کہ آج میرا روزہ ہے، یہ مقرر نہیں کیا کہ یہ نذر کا روزہ ہے، یا کہ نفل کی نیت کرلی، تب بھی نذر کا روزہ ادا ہوگیا۔ البتہ[۴] اس جمعہ کو اگر قضا روزہ رکھ لیا اور نذر کا روزہ رکھنا یاد نہ رہا، یا یاد تو تھا مگر قصداً قضا کا روزہ رکھا تو نذر کا روزہ ادا نہ ہوگا بلکہ قضا کا روزہ ہوجاوے گا، نذر کا روزہ پھر رکھے۔

مسئلہ ۴:[۵] اور دوسری نذر یہ ہے کہ دن تاریخ مقرر کرکے نذر نہیں مانی، بس اتنا ہی کہا: یااللہ! اگر میرا فلاں کام

---

① (ومن نذر نذرا مطلقا ومعلقا بشرط وكان من جنسه واجب وهو عبادة مقصودة، ووجد الشرط لزم الناذر) لحديث "من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى" (كصوم وصلوٰة وصدقة واعتكاف) [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/۱۰۱]

② اما القسم الذى لا يشترط فيه تعيين النية لما يصومه ولا تبييتها فهو اداء رمضان واداء النذر المعين زمانه، كقوله: للّٰه عليّ صوم يوم الخميس من هذه الجمعة، فاذا اطلق النية ليلته او نهاره الى ما قبل نصف النهار صح، وخرج به عن عهدة المنذور. [مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى ص ٦٤٢]

③ ويصح ايضا كل من اداء رمضان والنذر المعين والنفل بمطلق النية من غير تقييد بوصف للمعيارية، والنذر معتبر بايجاب اللّٰه تعالى وبنية النفل. [مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى ص ٣٥٣]

④ النذر المعين اذا صامه بنية واجب آخر كقضاء رمضان والكفارة كان عن الواجب وعليه قضاء ما نذر. [الهندية ۱/۱۹٦]

⑤ واما القسم الثانى وهو ما يشترط له تعيين النية وتبييتها فهو قضاء رمضان وقضاء ما افسده من نفل، وصوم الكفارات بانواعها، والنذر المطلق عن تقييده بزمان كقوله: للّٰه عليّ صوم يوم. [مراقى الفلاح ص ٦٤٥]

ہو جاوے تو ایک روزہ رکھوں گی یا کسی کام کا نام نہیں لیا ویسے ہی کہہ دیا کہ پانچ روزے رکھوں گی، ایسی نذر میں رات سے نیت کرنا شرط ہے۔ اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو نذر کا روزہ نہیں ہوا بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا۔

باب ششم ۶

نفل روزے کا بیان

مسئلہ ۱: [1] نفل روزے کی نیت اگر یہ مقرر کر کے کرے کہ میں نفل کا روزہ رکھتی ہوں تو بھی صحیح ہے اور اگر فقط اتنی نیت کرے کہ میں روزہ رکھتی ہوں، تب بھی صحیح ہے۔

مسئلہ ۲: [2] دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک نفل کی نیت کر لینا درست ہے، تو اگر دس بجے دن تک مثلاً روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا، لیکن ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں، پھر جی میں آ گیا اور روزہ رکھ لیا تو بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳: [3] رمضان شریف کے مہینے کے سوا جس دن چاہے نفل کا روزہ رکھے، جتنے زیادہ رکھے گی زیادہ ثواب پاوے گی۔ البتہ عید کے دن اور بقرعید کی دسویں، گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں، سال بھر میں فقط پانچ دن روزے رکھنے حرام ہیں، اس کے سوا سب روزے درست ہیں۔

مسئلہ ۴: [4] اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھنے کی منت مانے تب بھی اس دن کا روزہ درست نہیں۔ اس کے بدلے کسی اور دن رکھ لیوے۔

مسئلہ ۵: [5] اگر کسی نے یہ منت مانی کہ میں پورے سال کے روزے رکھوں گی، سال میں کسی دن کا روزہ بھی نہ چھوڑوں گی، تب بھی یہ پانچ روزے نہ رکھے، باقی سب رکھ لے، پھر ان پانچ روزوں کی قضا رکھ لیوے۔

---

① دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۳ باب پنجم۔ ② والنفل كله يجوز بنية قبل الزوال. [الهداية ۲/۹۵]

③ (واما النفل فهو ماسوى ذلك) الذى بيناه (مما) اى صوم لم يثبت عن الشارع كراهيته ولا تخصيصه بوقت. [مراقى الفلاح ص ٦٤٠] والمكروه تحريما كالعيدين وايام التشريق. [الدّر مع الشامية: ۳/۳۹۱]

④ واذا قال: للّٰه عليّ صوم يوم النحر افطر وقضى. [الهداية ۲/۱۳٦]

⑤ ولو قال: للّٰه عليّ صوم هذه السنة، افطر يوم الفطر ويوم النحر وايام التشريق وقضاها. [الهداية ۲/۱۳۹]

مسئلہ ۶:[1] نفل کا روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ سو اگر صبح صادق سے پہلے یہ نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے، پھر اس کے بعد توڑ دیا تو اب اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ ۷:[2] کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل روزہ رکھوں گی، لیکن پھر صبح صادق ہونے[3] سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو قضا واجب نہیں۔

مسئلہ ۸:[4] بے شوہر کی اجازت[5] کے نفل روزہ رکھنا درست نہیں، اگر بے اس کی اجازت روزہ رکھ لیا تو اس کے تڑوانے سے توڑ دینا درست ہے، پھر جب وہ کہے تب اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ ۹:[6] کسی کے گھر مہمان گئی یا کسی نے دعوت کر دی اور کھانا نہ کھانے سے اس کا جی برا ہوگا، دل شکنی ہوگی تو اس کی خاطر سے نفل روزہ توڑ دینا درست ہے اور مہمان کی خاطر سے گھر والی کو بھی توڑ دینا درست ہے۔[7]

مسئلہ ۱۰:[8] کسی نے عید کے دن نفل روزہ رکھ لیا اور نیت کر لی، تب بھی توڑ دے اور اسکی قضا رکھنا بھی واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۱:[9] محرم کی دسویں تاریخ میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی یہ روزہ رکھے

---

① ومن دخل في صلوٰة التطوع اوفي صوم التطوع ثم افسده قضاه. [الهداية ۲/۱۲۳]

② لو نوى من الليل، ثم رجع عن نيته قبل طلوع الفجر صح رجوعه في الصيامات كلها. [الهندية ۱/۱۹۵]

③ یعنی جب دن میں دوپہر سے پہلے نیت کی ہو، اور اگر رات کی نیت کی تو واجب نہیں ہوا، صبح صادق سے پہلے پہلے اپنے ارادہ کو بدل دینے کا اختیار ہے جیسے کہ اگلے مسئلہ میں بیان کیا گیا ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

④ ولا تصوم المرأة نفلا الا باذن الزوج إلا عند عدم الضرر به ولو فطرها وجب القضاء باذنه او بعد البينونة. [الدرالمختار ۳/۴۷۸]

⑤ یہ حکم جب ہے جب کہ شوہر مکان پر موجود ہو۔ (محشی)

⑥ والضيافه عذر للضيف... والمضيف ان كان صاحبها ممن لا يرضى بمجرد حضوره ويتاذى بترك الافطار فيفطر، والا لا هو الصحيح من المذهب. [الدرالمختار ۳/۴۷۶]

⑦ یعنی جب کہ مہمان کا دل برا ہو میزبان کے ساتھ نہ کھانے سے۔ (محشی)

⑧ ولزم نفل شرع فيه قصداً اداء او قضاء... الا في العيدين وايام التشريق فلا يلزمه [الدّر المختار ۳/۴۷۶] ومن اصبح يوم النحر صائما ثم افطر: لاشيء عليه. [الهداية ۲/۱۴۰ وفي المراقي: ۶۴۰] والثاني الذى كره تحريما صوم العيدين وايام التشريق.

⑨ واما المسنون فهو صوم عاشوراء، فانه يكفر السنة الماضية مع صوم التاسع لصومه ﷺ العاشر، وقال: لئن بقيت الى قابل لاصومن التاسع. [المراقي ص ۶۳۹]

اس کے گذرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (اور[1] اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، صرف دسویں کو روزہ رکھنا مکروہ ہے)

مسئلہ ۱۲:[2] اسی طرح بقرعید کی نویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا بھی بڑا ثواب ہے، اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور اگر شروع چاند سے نویں تک برابر روزہ رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۳:[3] شب برات کی پندرہویں اور عید کے چھ دن نفل روزہ رکھنے کا بھی اور نفلوں[4] سے زیادہ ثواب ہے۔

مسئلہ ۱۴:[5] اگر ہر مہینے[6] کی تیرہویں، چودہویں، پندرہویں تین دن روزہ رکھ لیا کرے تو گویا اس نے سال بھر برابر روزے رکھے۔ حضور ﷺ یہ تین روزے رکھا کرتے تھے، ایسے ہی ہر دوشنبہ و جمعرات کے دن بھی روزہ رکھا کرتے تھے، اگر کوئی ہمت کرے تو ان کا بھی بہت ثواب ہے۔

بابِ ہفتم

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

اور جن سے ٹوٹ جاتا ہے اور قضا یا کفارہ لازم آتا ہے ان کا بیان

مسئلہ:[7] اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھالیوے یا پی لیوے یا بھولے سے خاوند سے ہم بستر ہوجاوے تو اس کا

---

① بین القوسین عبارت ترجیح الراجح سے اس مرتبہ اضافہ ہوئی۔ (شبیر علی) ② ویستحب صوم تسعة ایام من اول ذی الحجة. [الهندية ۱/۲۰۱]

③ المرغوبات من الصيام انواع: اولها صوم المحرم، والثانی صوم رجب، والثالث صوم شعبان. [الهندية ۱/۲۰۱] واما المندوب فهو صوم ثلاثة ايام من كل شهر ليكون كصيام جميعه من جاء بالحسنة فله عشر امثالها، ويندب كونها ای الثلاثة الايام البيض وهی الثالث عشر والرابع عشر والخامس عشر، سميت بذلك لتكامل ضوء الهلال وشدة البياض فيها لما في ابی داود: كان رسول الله ﷺ يأمرنا ان نصوم البيض ثلاث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة قال: وقال هو كهيئة الدهر ای كصيام الدهر، ومن هذا القسم صوم يوم الاثنين ويوم الخميس وصوم ست من شوّال. [المراقي ص ٦٣٩]

④ یعنی ان نفل روزوں سے جن کی کوئی خاص بزرگی ثابت نہیں۔ (محشی) ⑤ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۳ باب ہذا۔

⑥ پہلے نسخوں میں بارہویں، تیرہویں، چودہویں چھپ گیا ہے، وہ غلط ہے۔ (منہ)

⑦ اذا اكل الصائم او شرب او جامع نهاراً ناسيا لم يفطر. [الهداية ۲/۱۰۵ والدّر المختار ۳/۴۱۹ والهندية ۱/۲۰۲]

روزہ نہیں گیا۔ اگر بھول کر پیٹ بھر بھی کھاپی لیوے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر بھول کر کئی دفعہ کھاپی لیا تب بھی روزہ نہیں گیا۔

مسئلہ ۲:[1] ایک شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا، تو اگر وہ اس قدر طاقت ور ہے کہ روزہ سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاد دلا دینا واجب ہے اور اگر کوئی ناطاقت ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد نہ دلاوے، کھانے دیوے۔

نوٹ: مسئلہ ۳ صفحہ ۴۴۷ پر درج کیا گیا۔

مسئلہ ۴:[2] دن کو سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو سونگھنا درست ہے، اس سے روزہ میں کچھ نقصان نہیں آتا چاہے جس وقت ہو۔ بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تھوک میں یا رینٹھ میں سرمہ کا رنگ دکھلائی دے تو بھی روزہ نہیں گیا، نہ مکروہ ہوا۔

نوٹ: مسئلہ ۵ صفحہ ۴۴۷ پر درج کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۶:[3] حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا آپ ہی آپ دھواں چلا گیا یا گرد وغبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا، البتہ اگر قصداً ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ:[3] لوبان وغیرہ کوئی دھونی سلگائی، پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سونگھا کی تو روزہ جاتا رہا۔ اسی طرح حقہ

---

[1] رجل نظر الی صائم یاکل ناسیا ان رأی فیه قوة یمکنه ان یتم الصوم الی اللیل، فالمختار انه یکره ان لا یذکره (قال فی البحر ٤٢٦/٢: والظاهر انها تحریمیة) ان کان یضعف فی الصوم بان کان شیخا کبیرا یسعه ان لا یخبره. [الهندیة ٢٠٢/١ والدّر المختار ٤٢٠/٣]

[2] (ولا یفسد اذا) ادهن او اکتحل ولو وجد طعمه فی حلقه اولونه فی بزاقه او نخامته فی الاصح وهو قول الاکثر، سواء کان مطیباً أو غیره، وتقید مسئلة الاکتحال ودهن الشارب الآتیة انه لا یکره للصائم شم رائحة المسك والورد ونحوه مما لا یکون جوهرا متصلا کالدخان. [مراقی الفلاح: ٦٥٩]

[3]،[3] او دخل حلقه غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرزعنه، ومفاده انه لو ادخل حلقه الدخان افطر ایّ دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا، حتی لو تبخر ببخور فآواه الی نفسه واشتمه ذاکراً لصومه افطر. [الدّر المختار والشامیة ٤٢١/٣]

پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے، البتہ اس دھوئیں کے سوا عطر کیوڑہ گلاب پھول وغیرہ اور خوشبو سونگھنا جس میں دھواں نہ ہو درست ہے۔

مسئلہ ۸: [1] دانتوں میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا ڈلی کا دھورا (چھالی) وغیرہ کوئی اور چیز تھی اس کو خلال سے نکال کر کھا گئی، لیکن منہ سے باہر نہیں نکالا، آپ ہی آپ حلق میں چلی گئی تو دیکھو: اگر چنے سے کم ہے تب تو روزہ نہیں گیا، اور اگر چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو جاتا رہا، البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا، پھر اس کے بعد نگل گئی تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ گیا، چاہے وہ چیز چنے کے برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو، دونوں کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ ۹: [2] تھوک نگلنے سے روزہ نہیں جاتا، چاہے جتنا ہو۔

مسئلہ ۱۰: [3] اگر پان کھا کر خوب کلی غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا، لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو اس کا کچھ حرج نہیں، روزہ ہو گیا۔ (ق)

نوٹ: مسئلہ ۱۱ صفحہ ۳۴۷ پر درج کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۱۲: [4] ناک کو اتنے زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا، اسی طرح منہ کی رال سڑک کر کے نگل جانے سے روزہ نہیں جاتا۔

مسئلہ ۱۳: [5] منہ میں پان دبا کر سو گئی اور صبح ہو جانے کے بعد آنکھ کھلی تو روزہ نہیں ہوا، قضا رکھے اور کفارہ واجب نہیں۔

---

[1] ولو اكل ما بين اسنانه: ان مثل حمصة فاكثر قضى فقط، وفي اقل منها لا يفطر، الا اذا اخرجه من فمه فأكله ولا كفارة. [الدّر المختار ۳/۴۵۲]

[2] لو جمع الريق قصدا ثم ابتلعه فانه لا يفسد صومه. [طحطاوی شرح المراقی ص ۶۶۲]

[3] اوبقى بلل في فيه بعد المضمضة وابتلعه مع الريق كطعم ادوية ومص اهليلج بخلاف نحو السكر. [الدّر المختار ۳/۴۲۱]
قلت: يفهم منه حكم ما بقى من حمرة التنبول في فم الصائم انه لم يفطر. (سعيد احمد)

[4] دخل انفه مخاط فاستنشقه عمداً وابتلعه: لا يفسد صومه. [مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی ۶۶۱]

[5] وان افطر خطأً كأن تمضمض فسبقه الماء او شرب نائما... قضى... فقط. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/۴۲۹]

مسئلہ ۱۴:① کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ جاتا رہا، قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۵:② آپ ہی آپ قے ہوگئی تو روزہ نہیں گیا چاہے تھوڑی سی قے ہوئی ہو یا زیادہ، البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور بھر منہ قے ہوئی تو روزہ جاتا رہا اور اگر اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی نہیں گیا۔

مسئلہ ۱۶:③ تھوڑی سی قے آئی، پھر آپ ہی آپ حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا، البتہ اگر قصداً لوٹا لیتی تو روزہ ٹوٹ جاتا۔

مسئلہ ۱۷:④ کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا وغیرہ کوئی ایسی چیز کھالی جس کو نہیں کھایا کرتے اور نہ اس کو کوئی بطور دوا کے کھاتا ہے تو اس کا روزہ جاتا رہا، لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں۔ اور اگر ایسی چیز کھائی یا پی جس کو لوگ کھایا کرتے ہیں یا کوئی ایسی چیز ہے کہ یوں تو نہیں کھاتے لیکن بطور دوا کے ضرورت کے وقت کھاتے ہیں تو بھی روزہ جاتا رہا اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

نوٹ: مسئلہ ۱۸، مسئلہ ۱۹ صفحہ ۴۴۷ پر درج کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۲۰:⑤ روزے کے توڑنے سے کفارہ جب ہی لازم آتا ہے جب کہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈالے اور رمضان شریف کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، چاہے جس طرح توڑے اگرچہ وہ روزۂ رمضان کی قضا ہی کیوں نہ ہو۔⑥ البتہ اگر اس روزہ کی نیت رات سے نہ کی ہو یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن حیض آگیا ہو تو اس کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں۔

① وان افطر خطأً كأن تمضمض فسبقه الماء او شرب نائما... قضى... فقط. [الدّر المختار وردّ المحتار ٣/٤٢٩]

②، ③ وان ذرعه القيء وخرج ولم يعد لا يفطر مطلقا ملأ او لا، فان عاد بلا صنعه ولو هو ملأ الفم مع تذكره للصوم لا يفسد خلافا للثاني، وان اعاده او قدر حمصة منه فاكثر: افطر اجماعا ولا كفارة ان ملأ الفم والا لا، وان استقاء عامدا: ان كان ملأ الفم فسد بالاجماع مطلقا، وان اقل لا، فان عاد بنفسه لم يفطر، وان اعاده ففيه روايتان. [الدّر المختار ٣/٤٥٠]

④ ومن ابتلع الحصاة او الحديد: افطر ولا كفارة عليه، ولو اكل او شرب ما يتغذى به او ما يداوى به: فعليه القضاء والكفارة. [الهداية ٢/١١١]

⑤ وليس في افساد صوم غير رمضان كفارة. [الهداية ٢/١١٥]

⑥ ثم انما يكفر ان نوى ليلا ولم يكن مكرها ولم يطرأ مسقط كمرض وحيض. [الدّر المختار ٣/٤٤٧]

مسئلہ ۲۱:[1] کسی نے روزہ میں ناس لیا یا کان میں تیل ڈالا یا جلاب میں عمل لیا اور پینے کی دوا نہیں پی تب بھی روزہ جاتا رہا، لیکن صرف قضا واجب ہے اور کفارہ واجب نہیں اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں گیا۔

نوٹ: مسئلہ ۲۲، مسئلہ ۲۳ صفحہ ۴۴۸ پر درج کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۲۴:[2] منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل گئی تو روزہ ٹوٹ گیا، البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۲۵:[3] اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا، لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر کسی کا شوہر بڑا بدمزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر سالن میں نمک پانی درست نہ ہوا تو ناک میں دم کر دے گا، اس کو نمک چکھ لینا درست ہے اور مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۲۶:[4] اپنے منہ سے چبا کر چھوٹے بچے کو کوئی چیز کھلانا مکروہ ہے، البتہ اگر اس کی ضرورت پڑے اور مجبوری و ناچاری ہو جاوے تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۲۷:[5] کوئلہ چبا کر[6] دانت مانجھنا اور منجن سے دانت مانجھنا مکروہ ہے۔ اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جاوے گا تو روزہ جاتا رہے گا اور مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے، چاہے سوکھی مسواک ہو یا تازی اسی وقت کی توڑی ہوئی، اگر نیب (نیم) کی مسواک ہے اور اسکا کڑوا پن منہ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔

---

① ومن احتقن او استعط او اقطر في اذنه: افطر ولا كفارة عليه، ولو اقطر في اذنيه الماء او دخلهما لا يفسد صومه. [الهداية ۲/۱۱۵]

② الدم اذا خرج من الاسنان ودخل حلقه: ان كانت الغلبة للبزاق لا يضره، وان كانت الغلبة للدم يفسد صومه، وان كانا سواء فسد ايضا. [الهندية ۱/۲۰۳] فإن غلب الدم او تساويا فسد والا لا، إلا اذا وجد طعمه، واستحسنه المصنف وهو ما عليه الأكثر. [الدّر المختار ۳/٤۲۳]

③ وكره ذوق شيء ومضغه بلا عذر، ومن العذر في الاول ما لو كان زوج المراة وسيدها سيء الخلق فذاقت المرقة، ومن العذر في الثاني ان لا تجد من يمضغ الطعام لصبيها من حائض او نفساء أو غيرهما ممن لا يصوم ولم يجد طبيخا ولا لبنا حليبا. [الهندية ۱/۱۹۹ والدّر المختار وردّ المحتار ۳/٤٥۳]

④ وكره ذوق شيء ومضغه بلا عذر. [الدّر المختار ۳/٤٥۳]

⑤ ولا باس بالسواك الرطب واليابس في الغداة والعشي. [الهندية ۱/۱۹۹] وكره مضغ علك ابيض ممضوغ ملتئم والا فيفطر. [الدّر المختار ۳/٤٥٤]

⑥ اس مسئلہ پر شبہ اور اسکا جواب امداد الفتاویٰ مبوب جلد دوم ص ۱۱۵ میں درج ہے۔ (تصحیح الاغلاط) جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے۔ (شبیر علی)

نوٹ: مسئلہ ۲۸ صفحہ ۴۴۸ پر درج کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۲۹: ① کسی نے بھولے سے کچھ کھالیا اور یوں سمجھی کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا، اس وجہ سے پھر قصداً کچھ کھالیا تو اب روزہ جاتا رہا، فقط قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۰: ② اگر کسی کو قے ہوئی اور وہ سمجھی کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا، اس گمان پر پھر قصداً کھالیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۱: ③ اگر سرمہ لگایا یا فصد لی یا تیل ڈالا، پھر سمجھی کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اور پھر قصداً کھالیا تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ ۳۲: ④ رمضان کے مہینے میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے، سارے دن روزے داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

مسئلہ ۳۳: ⑤ کسی نے رمضان میں روزہ کی نیت ہی نہیں کی، اس لیے کھاتی پیتی رہی، اس پر کفارہ واجب نہیں۔ کفارہ جب ہے کہ نیت کر کے توڑ دیوے۔

باب ہشتم ۸

سحری کھانے اور افطار کرنے کا بیان

مسئلہ: ⑥ سحری کھانا سنت ہے، اگر بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم سے کم دو تین چھوہارے ہی کھالیوے یا

---

① لو اكل او شرب او جامع ناسيا وظن أن ذلك فطره، فاكل متعمداً لا كفارة عليه. [فتاوىٰ هنديه ۱/۲۰۶ بل عليه قضاء فقط كما في الدر المختار ۳/۴۳۱-۴۳۹]

② ولو ذرعه القيء فظن انه يفطره فافطر، لا كفارة عليه. [الهندية ۱/۲۰۶]

③ واذا اكتحل او ادهن نفسه او شاربه ثم اكل متعمدا فعليه الكفارة. [الهندية ۱/۲۰۶]

④ (يجب) الامساك بقية اليوم على من فسد صومه ولو بعذر ثم زال. [مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى ص ۶۷۸]

⑤ ومن لم ينو فى رمضان كله لا صوما ولا فطرا فعليه قضاؤه. [الهداية ۲/۱۲۸ والدّر المختار ۳/۴۳۳]

⑥ (اختلف في التسحر): فقيل: مستحب، وقيل: سنة، واختار الاول في الظهيرية والثاني في البدائع، والسحور ما يؤكل في =

کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھالیوے، کچھ نہ سہی تو تھوڑا سا پانی ہی پی لیوے۔

مسئلہ ۲:[1] اگر کسی نے سحری نہ کھائی اور اٹھ کر ایک آدھ پان کھالیا تو بھی سحری کھانے کا ثواب مل گیا۔

مسئلہ ۳:[2] سحری میں جہاں تک ہو سکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے، لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شبہ پڑ جاوے۔

مسئلہ ۴:[3] اگر سحری بڑی جلدی کھالی، مگر اس کے بعد پان تمبا کو چائے پانی دیر تک کھاتی پیتی رہی، جب صبح ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تب کلی کر ڈالی، تب بھی دیر کر کے کھانے کا ثواب مل گیا اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو دیر کر کے کھانے کا حکم ہے۔

مسئلہ ۵:[4] اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلی، سب کے سب سو گئے تو بے سحری کھائے صبح کا روزہ رکھو، سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بڑی کم ہمتی کی بات اور بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ۶:[5] جب تک صبح نہ ہو اور فجر کا وقت نہ آئے جس کا بیان نمازوں کے وقتوں میں گذر چکا ہے تب تک سحری کھانا درست ہے، اس کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ ۷:[6] کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے اس گمان پر سحری کھالی، پھر معلوم ہوا

= السحر وهو السدس الاخير من الليل، ولم أر صريحا في كلامهم أن الماء وحده يكون محصلا لسنة السحور، وظاهر الحديث يفيده وهو ما رواه احمد عن ابى سعيد مسندا: السحور كله بركة، فلا تدعوه ولو ان يجرع احدكم جرعة من ماء، فان الله وملائكته يصلون على المتسحرين. [البحر الرائق شرح كنز الدقائق بحذف ۲/۴۵۸] عن انس ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: (وذلك عند السحور) يا انس! انى اريد الصيام، اطعمنى شيئا فاتيته بتمر واناء فيه ماء. [سنن النسائى: ۴/۱۴۷]

① دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱، باب ہٰذا۔

② ويستحب تأخيره لقوله ﷺ: ثلاث من اخلاق المرسلين: تعجيل الافطار، وتأخير السحور، و وضع اليمين على الشمال في الصلوٰة. [مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى ص ۶۸۳]

③ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱، باب ہٰذا۔ ④ هذه المسئلة ظاهرة لا تحتاج لدليل.

⑤ والمستحب تأخيره الا انه اذا شك فى الفجر، فالافضل ان يدع الاكل. [الهداية ۲/۱۳۱ والدّر المختار: ۳/۴۵۹] وقال الله تعالىٰ: كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود. [البقرة: ۱۸۷]

⑥ أو تسحر ظنه ليلا والفجر طالع او افطر كذلك والشمس حية: امسك يومه وقضى ولم يكفر. [كنز الدقائق مع البحر ۲/۴۵۶]

کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا، قضا رکھے اور کفارہ واجب نہیں، لیکن پھر بھی کچھ کھائے پیے نہیں، روزہ داروں کی طرح رہے۔ اسی طرح اگر سورج ڈوبنے کے گمان سے روزہ کھول لیا، پھر سورج نکل آیا تو روزہ جاتا رہا، اس کی قضا کرے، کفارہ واجب نہیں اور اب جب تک سورج نہ ڈوب جاوے کچھ کھانا پینا درست نہیں۔

مسئلہ ۸:[1] اگر اتنی دیر ہوگئی کہ صبح ہو جانے کا شبہ پڑ گیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے، اور اگر ایسے وقت کچھ کھالیا یا پانی پی لیا تو برا کیا اور گناہ ہوا۔ پھر اگر معلوم ہوگیا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو اس روزہ کی قضا رکھے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو، شبہ ہی شبہ رہ جاوے تو قضا رکھنا واجب نہیں ہے، لیکن احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس کی قضا رکھ لیوے۔

مسئلہ ۹:[2] مستحب یہ ہے کہ جب سورج یقیناً ڈوب جائے تو ترت یعنی فوراً روزہ کھول ڈالے، دیر کر کے روزہ کھولنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۰:[3] بدلی (ابر) کے دن ذرا دیر کر کے روزہ کھولو، جب خوب یقین ہو جاوے کہ سورج ڈوب گیا ہوگا تب افطار کرو اور صرف گھڑی گھڑیال وغیرہ پر کچھ اعتماد نہ کرو جب تک کہ تمہارا دل گواہی نہ دے دے، کیونکہ گھڑی شاید کچھ غلط ہوگئی ہو، بلکہ اگر کوئی اذان بھی کہہ دیوے لیکن ابھی وقت آنے میں کچھ شبہ ہے، تب بھی روزہ کھولنا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۱:[4] چھوہارے سے روزہ کھولنا بہتر ہے یا اور کوئی میٹھی چیز ہو اس سے کھولے، وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرے۔ بعضی عورتیں اور بعضے مرد نمک کی کنکری سے افطار کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں، یہ غلط عقیدہ ہے۔

مسئلہ ۱۲:[5] جب تک سورج کے ڈوبنے میں شبہ رہے تب تک افطار کرنا جائز نہیں۔

---

① دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۶، ۷، باب ہذا۔ ②، ③ ویستحب السحور وتأخیره وتعجيل الفطر الا في يوم غيم، ولا يفطر ما لم يغلب على ظنه غروب الشمس وان اذن المؤذنون. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/۴۵۹]

④ عن انس رضی اللہ عنہ: انه عليه الصلوٰة والسلام كان يفطر على رطبات قبل ان يصلى، فان لم تكن رطبات فتمرات، فان لم تكن تمرات حساحسوات من ماء. رواه احمد وابو داود والترمذى. [مشكوة المصابيح: ۱۷۵] [زیلعی ۱/ ۴۴۳]

⑤ ولو شك في غروب الشمس لا يحل له الفطر. [الهداية ۲/۱۳۳]

باب نہم ۹

کفارے کا بیان

مسئلہ[۱]: رمضان شریف کے روزے توڑ ڈالنے کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے برابر لگا تار روزے رکھے، تھوڑے تھوڑے کر کے روزے رکھنے درست نہیں۔ اگر کسی وجہ سے[۲] بیچ میں دو ایک روزے نہیں رکھے تو اب پھر سے دو مہینے کے روزے رکھے، ہاں جتنے روزے حیض کی وجہ سے جاتے رہے ہیں وہ معاف ہیں، ان کے چھوٹ جانے سے کفارہ میں کچھ نقصان نہیں آیا، لیکن پاک ہونے کے بعد ترت پھر روزے رکھنے شروع کرے اور ساٹھ روزے پورے کر لیوے۔

مسئلہ ۲[۳]: نفاس کی وجہ سے بیچ میں روزے چھوٹ گئے، پورے روزے لگا تار نہیں رکھ سکی تو بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا، سب روزے پھر سے رکھے۔

مسئلہ ۳[۴]: اگر دکھ بیماری کی وجہ سے بیچ میں کفارے کے کچھ روزے چھوٹ گئے تب بھی تندرست ہونے کے بعد پھر سے روزے رکھنے شروع کرے۔

مسئلہ ۴[۵]: اگر بیچ میں رمضان کا مہینہ آ گیا تب بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ ۵[۶]: اگر کسی کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح شام پیٹ بھر کے کھانا کھلا دیوے، جتنا ان

---

① والكفارة تحرير رقبة ولو كانت غير مؤمنة، فان عجز عنه صام شهرين متتابعين، ليس فيها يوم عيد ولا ايام التشريق، فان لم يستطع الصوم اطعم ستين مسكينا. [مراقي الفلاح ٦٦٩]

② فلو افطر يوما في خلال المدة بطل ما قبله ولزمه الاستقبال، سواء افطر لعذر او لا، وكذا في كفارة القتل والظهار للنص على التتابع الا لعذر الحيض؛ لانها لا تجد شهرين عادة لا تحيض فيهما، لكنها اذا تطهرت تصل بما مضى فان لم تصل استقبلت. [كذا في البحر الرائق ٢/٤٣٥]

③، ④ فان افطر بعذر كسفر ونفاس، بخلاف الحيض الا اذا أيست (او بغير عذر او وطئها فيهما مطلقا استانف الصوم). [الدّر المختار بحذف ٥/١٤٢ باب كفارة الظهار]

⑤ ليس فيهما رمضان وايام نهي عن صومها. [الدّر المختار ٥/١٤١]

⑥ فان عجز عن الصوم اطعم ستين مسكينا كالفطرة او قيمة ذلك، وان اراد الاباحة فغداهم وعشاهم جاز. [الدّر المختار ٥/١٤٤]

کے پیٹ میں سمائے خوب تن[1] کر کھالیویں۔

مسئلہ ۶:[2] ان مسکینوں میں اگر بعضے بالکل چھوٹے بچے ہوں تو جائز نہیں، ان بچوں کے بدلے اور مسکینوں کو پھر کھلا وے۔

مسئلہ ۷:[3] اگر گیہوں کی روٹی ہو تو روکھی روٹی کھلانا بھی درست ہے اور اگر جو، باجرہ جوار وغیرہ کی روٹی ہو تو اس کے ساتھ دال وغیرہ دینا چاہیے جس کے ساتھ روٹی کھاویں۔

مسئلہ ۸:[4] اگر کھانا نہ کھلاوے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کچا اناج دے دے تو بھی جائز ہے، ہر ایک مسکین کو اتنا اتنا دے جتنا صدقۂ فطر دیا جاتا ہے اور صدقۂ فطر کا بیان زکوۃ کے باب میں آوے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ ۹:[5] اگر اتنے اناج کی قیمت دے دے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۱۰:[6] اگر کسی اور سے کہہ دیا کہ تم میری طرف سے کفارہ ادا کردو اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو، اور اس نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یا کچا اناج دے دیا تب بھی کفارہ ادا ہو گیا۔ اور اگر بے اس کے کہے کسی نے اس کی طرف سے دے دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ ۱۱:[7] اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ ۶۰ دن تک صبح و شام کھانا کھلا دیا یا ساٹھ ۶۰ دن تک کچا اناج یا قیمت دیتی رہی تب بھی کفارہ صحیح ہو گیا۔

مسئلہ ۱۲:[8] اگر ساٹھ ۶۰ دن تک لگاتار کھانا نہیں کھلایا، بلکہ بیچ میں کچھ دن ناغہ ہو گئے تو کچھ حرج نہیں، یہ بھی درست ہے۔

---

① یعنی خوب پیٹ بھر کر کھالیویں کہ بالکل بھوک نہ رہے۔

② لو كان فيهم صبي لم يراهق لا يجزئ. [ردّ المحتار ١٤٤/٥]

③ ولا بدمن الادام في خبز الشعير والذرة ليمكنه الاستيفاء الى الشبع بخلاف خبز البر. [الهندية ٥١٤/١]

④،⑤ يطعم كل مسكين نصف صاع بر او صاع تمر او شعير او قيمته. [الهندية ٥١٣/١]

⑥ امر غيره ان يطعم عنه عن ظهاره، ففعل ذلك الغير صح، ولو اطعم عنه بلا امر لم يجز. [الدّر المختار وردّ المحتار ١٤٧/٥]

⑦ لو اعطى عن كفارة ظهاره مسكينا واحداً ستين يوما، كل يوم نصف صاع جاز. [الهندية ٥١٣/١ والدّر المختار١٤٦/٥]

⑧ ولو في اوقات متفرقة لحصول الواجب. [المراقي ص ٦٧٠]

مسئلہ ۱۳:[1] اگر ساٹھ دن کا اناج حساب کر کے ایک فقیر کو ایک ہی دن دے دیا تو درست نہیں۔ اسی طرح ایک ہی فقیر کو ایک ہی دن اگر ساٹھ دفعہ کر کے دے دیا تب بھی ایک ہی دن کا ادا ہوا، ایک کم ساٹھ مسکینوں کو پھر دینا چاہیے۔ اسی طرح قیمت دینے کا بھی حکم ہے، یعنی ایک دن میں ایک مسکین کو ایک روزے کے بدلے سے زیادہ دینا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۴:[2] اگر کسی فقیر کو صدقہ فطر کی مقدار سے کم دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ ۱۵:[3] اگر ایک ہی[4] رمضان کے دو یا تین روزے توڑ ڈالے تو ایک ہی کفارہ واجب ہے۔ البتہ اگر یہ دونوں روزے ایک رمضان کے نہ ہوں تو الگ الگ کفارہ دینا پڑے گا۔

باب دہم ۱۰

جن وجہوں سے روزہ توڑ دینا جائز ہے ان کا بیان

مسئلہ ۱:[5] اچانک ایسی بیمار پڑگئی کہ اگر روزہ نہ توڑے گی تو جان پر بن آوے گی یا بیماری بہت بڑھ جاوے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے، جیسے دفعۃً پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بیتاب ہوگئی یا سانپ نے کاٹ کھایا تو دوا پی لینا اور

---

① ولو اعطى مسكينا واحدا كله في يوم واحدا لا يجزئه الا عن يومه ذلك، وهذا في الاعطاء بدفعة واحدة واباحة واحدة من غير خلاف، اما اذا ملكه بدفعات فقد قيل: يجزئه، وقيل: لا يجزئه الا عن يومه ذلك وهو الصحيح. [الهندية ۱/۵۱۳ والدّر المختار ۵/۱۴۸]

② لو اعطى مسكينا اقل من نصف صاع لا يجزئه. [البحر الرائق ۴/۱۶۶]

③ ولو تكرر فطره ولم يكفر للاول يكفيه واحدة ولو في رمضانين عند محمد، وعليه الاعتماد، نقله في البحر عن الاسرار، ونقل قبله عن الجوهرة: لو جامع في رمضانين فعليه كفارتان وان لم يكفر للاول في ظاهر الرواية وهو الصحيح، قلت: فقد اختلف الترجيح كما ترى ويتقوى الثاني بانه ظاهر الرواية. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/۴۴۹]

④ اس مسئلہ کے متعلق سوال وجواب امداد الفتاوی مبوب جلد دوم ص ۱۱۰، ص ۱۱۱ میں درج ہیں اور ہم نے اس کی تحقیق جواب مذکور کی اصلاح میں کی ہے۔ (تصحیح الاغلاط) اور اس اصلاح میں مسئلہ ہذا کی تائید ہے۔ (شبیر علی)

⑤ المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر بالاجماع، وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا، وعليه القضاء اذا افطر. [الهندية ۱/۲۰۷]

روزہ توڑ دینا درست ہے، ایسے ہی اگر ایسی[1] پیاس لگی[2] کہ ہلاکت کا ڈر ہے تو بھی روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ ۲: حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی[3] جس سے اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ ۳:[4] کھانا پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ آئی اور اتنی بیتابی ہوگئی کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے۔ لیکن[5] اگر خود اس نے قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہوگئی تو گناہ گار[6] ہوگی۔

باب یازدہم

جن وجہوں سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے ان کا بیان

مسئلہ ۱:[7] اگر ایسی بیماری ہے کہ روزہ نقصان کرتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھے گی تو بیماری بڑھ جاوے گی یا دیر میں اچھی ہوگی یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے، جب اچھی ہو جاوے گی تو اس کی قضا رکھ لے، لیکن فقط اپنے دل سے ایسا خیال کر لینے سے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں ہے، بلکہ جب کوئی مسلمان دیندار[8] حکیم طبیب کہہ دے کہ روزہ تم کو نقصان کرے گا تب چھوڑنا چاہیے۔

---

① وجاز الفطر لمن حصل له عطش شديد او جوع مفرط يخاف منه الهلاك. [مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی ص ٦٨٥]

② یا ایسی بھوک لگی۔

③ الحامل والمرضع اذا خافتا على أنفسهما او ولدهما افطرتا وقضتا ولا كفارة عليهما. [الهندية ١/٢٠٧]

③ إن الحر الخادم او العبد او الذاهب لسد النهر او كريه اذا اشتد الحر وخاف الهلاك: فله الافطار كحرة او امة ضعفت للطبخ او غسل الثوب. [٣/٤٦٤]

⑤ لا يجوز ان يعمل عملا يصل به الى الضعف. [شرح ٣/٤٦٠]

⑥ مگر روزہ کھولنا اس حالت میں بھی درست ہے۔ (محشی)

⑦ لمسافر سفرا شرعيا ولو بمعصية او حامل او مرضع خافت على نفسها او ولدها او مريض خاف الزيادة لمرضه، وصحيح خاف المرض وخادمة خافت الضعف بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور، وقيل: عدالته شرط، وجزم به الزيلعي، وظاهر ما في البحر والنهر ضعفه. [الدّر المختار وردّ المحتار ٣/٤٦٣]

⑧ یا خود تجربہ سے ظن غالب نقصان کا ہے جیسا کہ مسئلہ نمبر ۳ میں مفصل ذکر آتا ہے۔

مسئلہ ۲: اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا شرع کا پابند نہیں ہے تو اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے، فقط اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑے۔①

مسئلہ ۳: اگر حکیم نے تو کچھ کہا نہیں، لیکن خود اپنا تجربہ ہے اور کچھ ایسی نشانیاں معلوم ہوئیں جن کی وجہ سے دل گواہی دیتا ہے کہ روزہ نقصان کرے گا، تب بھی روزہ نہ رکھے، اور اگر خود تجربہ کار نہ ہو اور اس بیماری کا کچھ حال معلوم نہ ہو تو فقط خیال کا اعتبار نہیں۔ اگر دیندار حکیم کے بغیر بتائے اور بے تجربے کے اپنے خیال ہی خیال پر رمضان کا روزہ توڑے گی تو کفارہ دینا پڑے گا اور اگر روزہ نہ رکھے گی تو گناہ گار ہوگی۔②

مسئلہ ۴: اگر بیماری سے اچھی ہوگئی، لیکن ابھی ضعف باقی ہے اور یہ غالب گمان ہے کہ اگر روزہ رکھا تو پھر بیمار پڑ جاوے گی، تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔③

مسئلہ ۵: اگر کوئی مسافرت میں ہو تو اس کو بھی درست ہے کہ روزہ نہ رکھے، پھر کبھی اس کی قضا رکھ لیوے، اور مسافرت کے معنے وہی ہیں جس کا نماز کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے، یعنی تین منزل جانے کا قصد ہو۔④

مسئلہ ۶: مسافرت میں اگر روزے سے کوئی تکلیف نہ ہو جیسے ریل پر سوار ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہنچ جاؤں گی یا اپنے ساتھ سب راحت وآرام کا سامان موجود ہے تو ایسے وقت سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے، اور اگر⑥ روزہ نہ رکھے تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ ہاں رمضان شریف کے روزے کی جو فضیلت ہے اس سے محروم رہے گی۔ اور اگر راستہ میں روزہ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی ہو تو ایسے وقت روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔⑤

مسئلہ ۷: اگر بیماری سے اچھی نہیں ہوئی، اسی میں مرگئی یا ابھی گھر میں نہیں پہنچی، مسافرت ہی میں مرگئی تو جتنے⑦

---

① اما الکافر فلا یعتمد علی قوله لاحتمال ان غرضه افساد العبادة. [ردّ المحتار ۳/۴٦۴]

②، ③ حاشیہ مسئلہ نمبر ۱ باب ہذا دیکھو۔

④، ⑤ ویندب لمسافر الصوم ان لم یضره، فان شق علیه او علی رفیقه فالفطر افضل. [الدّر المختار ۲/۴٦٦]

⑥ یہاں کی عبارت اس مرتبہ درست کی گئی۔ (شبیر علی)

⑦ فان ماتوا فیه، ای فی ذلك العذر فلا تجب علیهم الوصیة بالفدیة؛ لعدم ادراکهم عدة من ایام اخر، ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیة بقدر ادراکهم عدة من ایام اخر... فلو فاته عشرة ایام فقدر علی خمسة: فداها فقط. [الدّر المختار ۳/۴٦٦]

روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں آخرت میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا، کیونکہ قضا رکھنے کی مہلت ابھی اس کو نہیں ملی تھی۔

مسئلہ ۸: [1] اگر بیماری میں دس روزے گئے تھے، پھر پانچ دن اچھی رہی لیکن قضا روزے نہیں رکھے تو پانچ روزے تو معاف ہیں، فقط پانچ روزوں کی قضا نہ رکھنے پر پکڑی جاوے گی۔ اور اگر پورے دس دن اچھی رہی تو پورے دسوں دن کی پکڑ ہوگی، اس لیے ضروری ہے کہ جتنے روزوں کا مواخذہ اس پر ہونے والا ہے اتنے دنوں کا فدیہ دینے کے لیے کہہ کر مرے جب کہ اس کے پاس مال ہو۔ اور فدیہ کا بیان آگے آتا ہے۔

مسئلہ ۹: [2] اسی طرح اگر مسافرت میں روزے چھوڑ دیئے تھے، پھر گھر پہنچنے کے بعد مرگئی تو جتنے دن گھر میں رہی ہے فقط اتنے دن کی پکڑ ہوگی، اس کو بھی چاہیے کہ فدیہ کی وصیّت کر جاوے۔ اگر روزے گھر رہنے کی مدت سے زیادہ چھوٹے ہوں تو ان کا مواخذہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: [3] اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گئی تو اب روزہ چھوڑنا درست نہیں، کیونکہ شرع سے اب وہ مسافر نہیں رہی۔ البتہ [4] اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۱: حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا کچھ ڈر ہو تو روزہ نہ رکھے، [5] پھر کبھی قضا رکھ لیوے، لیکن اگر اپنا شوہر مالدار ہے کہ کوئی انا (یعنی دودھ پلانے والی) رکھ کر دودھ پلوا سکتا ہے تو

---

① فان ماتوا فيه، اى في ذلك العذر فلا تجب عليهم الوصية بالفدية؛ لعدم ادراكهم عدة من ايام اخر، ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايام اخر... فلو فاته عشرة ايام فقدر على خمسة: فداها فقط. [الدّر المختار ۳/۴٦٦]

② وان صح المريض أو اقام المسافر ثم ماتا لزمهما القضاء بقدر الصحة والاقامة. [الهندية ۱/۲۰۷]

③ ولو نوى مسافر الفطر او لم ينو فاقام ونوى الصوم في وقتها صح مطلقا، ويجب عليه الصوم لو كان في رمضان لزوال المرخص. [الدّر المختار ۳/۴۷۸]

④ ذكر العلامة الشامي في هذه المسئلة تنبيها فى ص ۳/۴۸۰ وحاصله انه لم ارها صريحا، وقال: ان مقتضى القواعد الجواز ما لم يوجد نقل صريح بخلافه.

⑤ قوله: أمًّا كانت او ظئراً، اما الظئر فلان الارضاع واجب عليها بالعقد، واما الأم فلوجوبه ديانة مطلقا، وقضاء اذا كان الاب معسرا، او كان الولد لا يرضع من غيرها. [ردّ المحتار ۳/۴٦۳]

دودھ پلانے کی وجہ سے ماں کو روزہ چھوڑنا درست نہیں۔ البتہ اگر وہ ایسا بچہ ہے کہ سوائے اپنی ماں کے کسی اور کا دودھ نہیں پیتا ہے تو ایسے وقت ماں کو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۲:[1] کسی انا نے دودھ پلانے کی نوکری کی، پھر رمضان آ گیا اور روزہ سے بچہ کی جان کا ڈر ہے تو انا کو بھی روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

نوٹ: مسئلہ ۱۳، مسئلہ ۱۴ صفحہ ۴۴۸ پر درج کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۱۵:[2] اسی طرح اگر کوئی دن کو مسلمان ہوئی یا دن کو جوان ہوئی تو اب دن بھر کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے اور اگر کچھ کھا لیا تو اس روزہ کی قضا رکھنا بھی نئی مسلمان اور نئی جوان کے ذمے واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۶:[3] مسافرت میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا، لیکن دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی اپنے گھر پہنچ گئی یا ایسے وقت میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے کہیں رہ پڑی اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو اب روزہ کی نیت کر لیوے۔

باب دوازدہم ۱۲

فدیہ کا بیان

مسئلہ:[4] جس کو اتنا بوڑھاپا ہو گیا ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا اتنی بیمار ہے کہ اب اچھے ہونے کی امید نہیں، نہ روزے رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزے نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر غلّہ دے دے یا صبح شام پیٹ بھر کے اس کو کھلا دیوے، شرع میں اس کو فدیہ کہتے ہیں اور اگر غلّہ کے بدلے

---

① دیکھو حاشیہ نمبر ۵ صفحہ گذشتہ۔

② واذا بلغ الصبی او اسلم الکافر فی رمضان: امسکا بقیة یومهما... ولو افطرا فیه لا قضاء علیهما. [الهداية ۱۲۴/۲]

③ واذا نوى المسافر الافطار، ثم قدم المصر قبل الزوال، فنوى الصوم: اجزأه... وان كان في رمضان فعليه ان يصوم. [الهداية ۱۲۵/۲]

④ وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر، ويفدى وجوبا ولو في اول الشهر بلا تعدد فقير كالفطرة لو موسرا، (الدر المختار) او المريض اذا تحقق اليأس من الصحة، فعليه الفدية لكل يوم من المرض. [ردّ المحتار ۴۷۱/۳]

اسی قدر غلّہ کی قیمت دے دے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ ۲:[1] وہ گیہوں[2] اگر تھوڑے تھوڑے کر کے کئی مسکینوں کو بانٹ دیوے تو بھی صحیح ہے۔

مسئلہ ۳:[3] پھر اگر کبھی طاقت آگئی یا بیماری سے اچھی ہوگئی تو سب روزے قضا رکھنے پڑیں گے اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ ۴:[4] کسی کے ذمہ کئی روزے قضا تھے اور مرتے وقت وصیّت کرگئی کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دے دینا تو اس کے مال میں سے اس کا ولی فدیہ دے دے اور کفن دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے اس کی ایک تہائی میں سے اگر سب فدیہ نکل آوے تو دینا واجب[5] ہوگا۔

مسئلہ ۵:[6] اگر اس نے وصیّت نہیں کی، مگر ولی نے اپنے مال میں سے فدیہ دے دیا تب بھی خدا سے امید رکھے کہ شاید قبول کر لے اور اب روزوں کا مواخذہ نہ کرے اور بغیر وصیّت کیے خود مردے کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تہائی مال سے فدیہ زیادہ ہوجاوے تو باوجود وصیّت کے بھی زیادہ دینا بدون رضامندی سب وارثوں کے جائز نہیں، ہاں اگر سب وارث خوش دلی سے راضی ہوجاویں تو دونوں صورتوں میں فدیہ دینا درست ہے، لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں، بالغ وارث اپنا حصّہ جدا کر کے اس میں سے دے دیں تو درست ہے۔

مسئلہ ۶:[7] اگر کسی کی نمازیں قضا ہوگئی ہوں اور وصیّت کر کے مرگئی کہ میری نمازوں کے بدلے میں فدیہ دے

---

[1] لو اعطی نصف صاع من بر عن یوم واحد لمساکین یجوز. [ردّ المحتار ۳/۴۷۲] [2] یعنی فدیہ کی گیہوں۔ (منہ)

[3] ولو قدر علی الصیام بعد ما فدی بطل حکم الفداء الذی فداہ حتی یجب علیہ الصوم. [الهندیة ۱/۲۰۷]

[4] ولـو مـاتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیة، وفدی لزوما عنہ ولیہ کالفطرة بعد قدرتہ علیہ وفوتہ بوصیتہ من الثلث، ای ثلث مالہ بعد تـجهیزہ وایفاء دیون العباد، فلو زادت الفدیة علی الثلث لا یجب الزائد الا باجازة الوارث. [الدّر المختار و ردّ المحتار ۳/۴۶۶]

[5] اور اگر سب فدیہ نہ نکلے تو جس قدر نکلے اس قدر دے دیا جاوے۔ (محشی)

[6] وان لم یوص وتبرع ولیہ بہ جاز ان شاء اللّٰہ. [الدّر المختار ۳/۴۶۷]

[7] ولـو مـات وعلیہ صلوات فائتة واوصی بالکفارة: یعطی لکل صلوٰة نصف صاع من بر کالفطرة، وکذا حکم الوتر والصوم، وانما یعطی من ثلث مالہ. [الدّر المختار ۲/۶۴۳]

دینا، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ:[1] ہر وقت کی نماز کا اتنا ہی فدیہ ہے جتنا ایک روزہ کا فدیہ ہے، اس حساب سے دن رات کے پانچ فرض اور ایک وتر، چھ نمازوں کی طرف سے ایک چھٹانک کم پونے گیارہ سیر گیہوں اسّی روپے کے سیر سے دیوے، مگر احتیاطاً پورے بارہ سیر دیوے۔

مسئلہ ۸:[2] کسی کے ذمہ زکوٰۃ باقی ہے، ابھی ادا نہیں کی تو وصیّت کر جانے سے اس کا بھی ادا کردینا وارثوں پر واجب[3] ہے۔ اگر وصیّت نہیں کی اور وارثوں نے اپنی خوشی سے دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں[4] ہوئی۔

مسئلہ ۹:[5] اگر ولی مردے کی طرف سے قضا روزے رکھ لیوے یا اس کی طرف سے قضا نمازیں پڑھ لیوے تو یہ درست نہیں، یعنی اس کے ذمہ سے نہ اتریں گی۔

مسئلہ ۱۰:[6] بے وجہ رمضان کا روزہ چھوڑ دینا درست نہیں اور بڑا گناہ ہے، یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدلے ایک روزہ قضا رکھ لوں گی، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے ایک روزے کے بدلے میں اگر سال بھر برابر روزے رکھتی رہے تب بھی اتنا ثواب نہ ملے گا جتنا رمضان میں ایک روزے کا ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ ۱۱:[7] اگر کسی نے شامت اعمال سے روزہ نہ رکھا تو اور لوگوں کے سامنے کچھ کھائے نہ پیے، نہ یہ ظاہر

---

① وفدية كل صلوة ولو وترا كصوم يوم على المذهب. [الدّر المختار ۳/۴۷۱]

② والحاصل ان كل ما كان عبادة بدنية فان الوصي يطعم عنه اى من الثلث لزوما ان اوصى والا جوازا، وكذا يقال فيما بعده بعد موته عن كل واجب كالفطرة، والمالية كالزكوٰة، يخرج عنه القدر الواجب. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/۴۷۱]

③ بعد کفن دفن وقرض ادا کرنے کے جو مال بچے اس کی تہائی میں سے زکوٰۃ بھی وصیّت کر جانے کی صورت میں نکالنا واجب ہے، جیسا کہ فدیہ روزہ کا تہائی مال میں سے نکالا جاتا ہے۔ (محشی)

④ مگر وارثوں کو ادا کر دینا بہتر ہے۔ علامہ شامی نے "سراج الوہاج" سے نقل کیا ہے کہ اگر وارث بلا وصیّت ادا کردیگا تو ادا ہو جاوے گی۔ (ف)

⑤ ولا يصوم عنه الولي ولا يصلي. [الهداية ص ۲/۱۲۳]

⑥ ابوهريرة ﷺ رفعه: من افطر يوما من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقضه صوم الدهر كله وان صامه. [البخاري وابو داود والترمذي بلفظه جمع الفوائد ۱/۱۶۹]

⑦ لأن اظهار المعصية معصية لحديث الصحيحين كل امتي معافى الا المجاهرين. [ردّ المحتار ۲/۶۵۰]

کرے کہ آج میرا روزہ نہیں ہے، اس لیے کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے، اگر سب سے کہہ دے گی تو دہرا گناہ ہوگا ایک تو روزہ نہ رکھنے کا، دوسرا گناہ ظاہر کرنے کا۔ یہ جو مشہور ہے کہ ''خدا کی چوری نہیں تو بندہ کی کیا چوری'' یہ غلط بات ہے، بلکہ جو کسی عذر سے روزہ نہ رکھے اس کو بھی مناسب ہے کہ سب کے روبرو نہ کھاوے۔

مسئلہ ۱۲: جب لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے لائق ہو جاویں تو ان کو بھی روزہ کا حکم کرے اور جب دس برس کی عمر ہو جاوے تو مار کر روزہ رکھاوے، اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھاوے۔[1]

مسئلہ ۱۳: اگر نابالغ لڑکا لڑکی روزہ رکھ کے توڑ ڈالے تو اس کی قضا نہ رکھاوے، البتہ اگر نماز کی نیت کر کے توڑ دے تو اس کو دہراوے۔[2]

باب سیز دہم ۱۳

اعتکاف کا بیان

رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کے دن چھپنے سے ذرا پہلے سے رمضان کی انتیس ۲۹ یا تیس ۳۰ تاریخ یعنی جس دن عید کا چاند نظر آجاوے اس تاریخ کے دن چھپنے تک اپنے گھر[3] میں جہاں نماز پڑھنے کے لیے جگہ مقرر کر رکھی ہو اس جگہ پر پابندی سے جم کر بیٹھے، اس کو ''اعتکاف''[4] کہتے ہیں، اس کا بڑا ثواب ہے۔ اگر اعتکاف

---

[1] ویؤمر الصبی بالصوم اذا اطاقه، ویضرب علیه ابن عشر کالصلوٰة فی الاصح. [الدّر المختار ۳/۴۴۲]

[2] الصبی اذا افسد صومه لا یقضی؛ لانه یلحقه فی ذلك مشقة، بخلاف الصلوٰة فانه یؤمر بالاعادة لانه لا یلحقه مشقة. [ردّ المحتار ۲/۴۴۲]

[3] اور مردوں کے لیے ایسی مسجد میں درست ہے جس میں پانچوں وقت جماعت ہوتی ہو۔

[4] هو (ای الاعتکاف) لبث ذکر فی مسجد جماعة او امرأة فی مسجد بیتها وهو المعد لصلاتها الذی یندب لها، ولکل احد اتخاذه، (الاعتکاف) سنة مؤکدة فی العشر الاخیر من رمضان. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/۴۹۲-۴۹۵] والمشهور عند مشائخنا ان یدخل المعتکف بعد العصر قبل غروب الشمس من الیوم العشرین من شهر رمضان لیدخل اللیلة الحادیة وعشرین فی الاعتکاف. [رسائل الارکان ص ۲۳۱]

شروع کرے تو فقط پیشاب پائخانہ[1] یا کھانے پینے کی ناچاری سے تو وہاں سے اٹھنا درست ہے، اور اگر کوئی[2] کھانا پانی دینے والا ہو تو اس کے لیے بھی نہ اٹھے، ہر وقت اسی جگہ رہے اور وہیں سووے۔ اور بہتر[3] یہ ہے کہ بیکار نہ رہے، قرآن پڑھتی رہے، نفلیں اور تسبیحیں جو توفیق ہو اس میں لگی رہے۔ اور اگر حیض یا نفاس[4] آجائے تو اعتکاف چھوڑ دے، اس میں درست[5] نہیں۔ اور اعتکاف[6] میں مرد سے ہم بستر ہونا لپٹنا چمٹنا بھی درست نہیں۔

باب چہاردہم ۱۴

زکوٰۃ کا بیان

جس کے پاس مال ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ نکالتی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی گناہ گار ہے، قیامت کے دن اس پر بڑا سخت عذاب ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[7] نے فرمایا ہے: جس کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جاویں گی، پھر ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کرکے اس کی دونوں کروٹیں اور پیشانی اور پیٹھ داغی جاوے گی، اور جب ٹھنڈی ہوجاویں گی پھر گرم کرلی

---

① ولا يخرج منه الا لحاجة شرعية او حاجة طبعية او ضرورية كانهدام المسجد واخراج ظالم كرها وتفرق اهله وخوف على نفسه او متاعه من المكابرين، فيدخل مسجدا غيره من ساعته. [مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی ص ۷۰۲]

② ورخّص المعتكف باكل وشرب ونوم وعقد احتاج إليه كبيع ونكاح ورجعة، فلو خرج لاجلها فسد لعدم الضرورة، وفي الظهيرية: وقيل يخرج بعد الغروب للاكل والشرب، وينبغي حمله على ما اذالم يجد من يأتي له به، فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/۵۰۶]

③ ويكره تحريما صمت وتكلم الا بخير كقراءة قرآن وحديث وعلم. [الدّر المختار ۳/۵۰۷]

④ فاللبث هو الركن، والكون في المسجد، والنية من مسلم عاقل طاهر من جنابة وحيض ونفاس شرطان. [الدّر المختار ۳/ ۴۹۴]

⑤ لیکن بعد پاک ہوجانے کے خاص اس دن کے اعتکاف کی قضا ضروری ہے، پھر اگر یہ قضا رمضان ہی میں کی تو رمضان ہی کا روزہ کافی ہوگا اور اگر بعد رمضان کے قضا کی تو اس دن روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا۔ (محشی)

⑥ وحرم الوطء ودواعيه. [المراقي ص ۷۰۵]

⑦ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدى منها حقها الا اذا كان يوم القيمة صفحت له صفائح من نار، فأحمي عليها في نار جهنم، فيكوى بها جنبه وجبينه وظهره، كلما ردت اعيدت له. الحديث. رواه مسلم. [المشكوٰة ص ۱۵۵]

جاویں گی۔ اور نبی ﷺ[1] نے فرمایا ہے: جس کو اللہ نے مال دیا اور اس نے زکوۃ نہ ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال بڑا زہریلا گنجا سانپ بنایا جاوے گا اور اس کی گردن میں لپٹ جاوے گا، پھر اس کے دونوں جبڑے نوچے گا اور کہے گا: میں ہی تیرا مال اور میں ہی تیرا خزانہ ہوں۔ خدا کی پناہ! بھلا اتنے عذاب کی کون سہار کر سکتا ہے؟ تھوڑے سے لالچ کے بدلے میں یہ مصیبت بھگتنا بڑی بیوقوفی کی بات ہے، خدا ہی کی دی ہوئی دولت کو خدا ہی کی راہ میں نہ دینا کتنی بیجا بات ہے۔

مسئلہ:[2] جس کے پاس ساڑھے[3] باون تولے (۵۲-۱/۲) چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو (یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر روپیہ ہو۔[4] شبیر علی) اور ایک[5] سال تک باقی رہے تو سال گذرنے پر اس کی زکوۃ دینا واجب ہے۔ اور اگر اس[6] سے کم ہو تو اس پر زکوۃ واجب نہیں، اور اگر اس سے زیادہ ہو تو بھی زکوۃ واجب ہے۔

---

① وعنه (ای عن ابی هريرة ﷺ) قال: قال رسول الله ﷺ: من آتاه الله مالا فلم يؤد زكوته مثل له ماله يوم القيمة شجاعا اقرع، له زبيبتان يطوّقه يوم القيمة، ثم يأخذ بلهزمتيه يعني شدقيه، ثم يقول: انا مالك، انا كنزك ثم تلا: ولا يحسبن الذين يبخلون. الآية. رواه البخاري. [المشكوٰة ص ١٥٥]

② نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتا درهم و كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل. [الدّر المختار ٣/٢٦٧]

③ یہ حساب ایک تولہ کو بارہ ماشہ کا مان کر کیا گیا ہے اگر وزن کسی اور چیز سے کیا جائے، مثلاً روپوں سے (کہ روپیہ ساڑھے گیارہ ماشہ ہی کا ہوتا ہے) یا کسی اور وزن سے تولا جاوے تو کمی بیشی کا حساب کر لیا جاوے۔

نوٹ: سن ۱۳۴۴ھ میں جب میں نے مکمل و مدلل بہشتی زیور چھاپا تھا تو اس حاشیہ میں روپوں کے وزن سے بھی حساب لکھ دیا تھا جس سے ناظرین کو تشویش ہوتی تھی۔ دوسرے اسی حاشیہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی رقم اس وقت کے چاندی کے بھاؤ سے مقرر کر کے لکھ دی تھی، پھر چاندی کا بھاؤ بڑھ گیا تو دوسرے حضرات نے اس وقت کے بھاؤ سے رقم لکھ دی، اس سے بھی خواہ مخواہ کی ناظرین کو الجھن ہوتی تھی۔ اس مرتبہ مہر فاطمی کی تحقیق مہر کے بیان کے حاشیہ میں کر دی گئی ہے، اس لیے سابقہ حاشیہ بالکل حذف کر دیا گیا۔ (شبیر علی)

④ الفاظ بین القوسین اس مرتبہ اضافہ ہوئے۔ (شبیر علی)

⑤ فاذا كانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم؛ لانه عليه السلام كتب الى معاذ ﷺ: خذ من كل مائتي درهم خمسة دراهم، ومن كل عشرين مثقالا من ذهب نصف مثقال. [الهداية ٢/٣٥]

⑥ وليس فيما دون مائتي درهم صدقة. [الهداية ٢/٣٥]

مسئلہ ۲:[1] کسی کے پاس آٹھ تولہ سونا چار مہینے یا چھ مہینے تک رہا، پھر وہ کم ہوگیا، اور دو تین مہینے کے بعد پھر مال مل گیا تب بھی زکوٰۃ دینا واجب ہے، غرض کہ جب سال کے اول وآخر میں مالدار ہوجاوے اور سال کے بیچ میں کچھ دن اس مقدار سے کم رہ جاوے تو بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ بیچ میں تھوڑے دن کم ہوجانے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی، البتہ اگر سب مال جاتا رہا ہے، اس کے بعد پھر مال ملے تو جب سے پھر ملا ہے تب سے سال کا حساب کیا جاوے گا۔

مسئلہ ۳:[2] کسی کے پاس آٹھ نو تولہ سونا تھا، لیکن سال گذرنے سے پہلے پہلے جاتا رہا، پورا سال نہیں گذرنے پایا تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ ۴: کسی کے[3] پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت ہے اور اتنے ہی روپوں کی وہ قرض دار ہے تو بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ ۵:[5] اگر اتنے کی قرض دار ہے کہ قرضہ ادا ہوکر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بچتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہے۔

مسئلہ ۶:[6] سونے چاندی کے زیور اور برتن اور سچا گوٹہ ٹھپہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے، چاہے پہنتی رہتی ہو یا بند رکھے ہوں اور کبھی نہ پہنتی ہو۔ غرض کہ چاندی وسونے کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے، البتہ اگر اتنی مقدار سے کم ہو جو اوپر بیان ہوئی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ ۷:[7] سونا چاندی اگر کھرا نہ ہو بلکہ اس میں کچھ میل ہو، جیسے مثلاً چاندی میں رانگا ملا ہوا ہے تو دیکھو چاندی

---

① واذا كان النصاب كاملا في طرفي الحول: فنقصانه فيما بين ذلك لا يسقط الزكوٰة. [الهداية ۲/٤١]

② بخلاف ما لوهلك الكل حيث يبطل حكم الحول ولا تجب الزكوٰة. [الهداية ۲/٤٢ والدّر المختار ۳/۲٤٧]

③ ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكوٰة عليه. [الهداية ۲/٦] ④ مسئلہ نمبر ۴، نمبر ۵ کی عبارت اس مرتبہ درست کی گئی۔ (شبیر علی)

⑤ وان كان ماله اكثر من دينه: زكّى الفاضل اذا بلغ نصابا. [الهداية ۲/٧]

⑥ وفي تبر الذهب والفضة وحليهما واوانيهما زكوٰة. [الهداية ۲/۳۹]

⑦ واذا كان الغالب على الورق الفضة فهو في حكم الفضة، واذا كان الغالب عليها الغش فهو في حكم العروض، يعتبر ان تبلغ قيمته نصابا. [الهداية ۱/۳۸]

زیادہ ہے یا رانگا، اگر چاندی زیادہ ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو چاندی کا حکم ہے، یعنی اگر اتنی مقدار ہو جو اوپر بیان ہوئی تو زکوٰۃ واجب ہے، اور اگر رانگا زیادہ ہے تو اس کو چاندی نہ سمجھیں گے۔ پس جو حکم پیتل، تانبے، لوہے، رانگے وغیرہ اسباب کا آگے آوے گا وہی اس کا بھی حکم ہے۔

مسئلہ ۸:[1] کسی کے پاس نہ تو پوری مقدار سونے کی ہے، نہ پوری مقدار چاندی کی، بلکہ تھوڑا سونا ہے اور تھوڑی چاندی، تو اگر دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جاوے یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو جاوے تو زکوٰۃ واجب ہے۔ اور اگر دونوں چیزیں اتنی تھوڑی تھوڑی ہیں کہ دونوں کی قیمت نہ اتنی چاندی کے برابر ہے نہ اتنے سونے کے برابر تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور اگر سونے اور چاندی دونوں کی مقدار پوری پوری ہے تو قیمت لگانے کی ضرورت[2] نہیں۔

مسئلہ ۹:[3] فرض کرو کہ کسی زمانہ میں پچیس ۲۵ روپے کا ایک تولہ سونا ملتا ہے اور ایک روپے کی ڈیڑھ تولہ چاندی ملتی ہے اور کسی کے پاس دو تولہ سونا اور پانچ روپے ضرورت سے زائد ہیں اور سال بھر تک وہ رہ گئے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، کیونکہ دو تولہ سونا پچاس ۵۰ روپے کا ہوا اور پچاس روپے کی چاندی پچھتر تولہ ہوئی، تو دو تولہ سونے کی چاندی اگر خریدو گی تو پچھتر تولہ ملے گی اور پانچ روپے تمہارے پاس ہیں، اس حساب سے اتنی مقدار سے بہت زیادہ مال ہو گیا جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ البتہ اگر فقط دو تولہ سونا ہو اس کے ساتھ روپے اور چاندی کچھ نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ ۱۰:[4] ایک روپیہ کی چاندی مثلاً دو تولہ ملتی ہے اور کسی کے پاس فقط تیس روپے چاندی کے ہیں تو اس پر

---

① ویضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة، وقالا بالاجزاء. [الدّر المختار ۳/۲۷۸]

② بلکہ سونے کی زکوٰۃ اس کے نصاب کا حساب کر کے الگ دے اور چاندی کی زکوٰۃ اس کے نصاب کا حساب کر کے الگ دے، اور اگر اس صورت میں بھی قیمت لگا کر دینا چاہے تو اس شرط سے جائز ہے کہ جس طرح قیمت لگانے میں غریبوں کا بھلا ہو اس طرح قیمت لگاوے، اور جو اس میں بکھیڑا سمجھے تو پھر دونوں کا الگ ہی حساب لگا کر دے دے۔ (محشی)

③ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۸ باب ہذا۔

④ والمعتبر وزنهما اداء ووجوبا لا قيمتها. [الدّر المختار ۳/۲۷۰]

زکوٰۃ واجب نہیں اور یہ حساب نہ لگاویں گے کہ تیس روپے کی چاندی ساٹھ تولہ ہوئی، کیونکہ روپیہ تو چاندی کا ہوتا ہے اور جب فقط چاندی یا فقط سونا پاس ہو تو وزن کا اعتبار ہے، قیمت کا اعتبار نہیں ہے (یہ حکم[1] اس وقت کا ہے جب روپیہ چاندی کا ہوتا تھا، آج کل عام طور پر روپیہ گلٹ کا مستعمل ہے اور نوٹ کے عوض میں بھی وہی ملتا ہے، اس لیے اب حکم یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اتنے روپیہ یا نوٹ موجود ہوں جن کی ساڑھے باون تولہ چاندی بازار کے بھاؤ کے مطابق آسکے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی)۔

مسئلہ ۱۱:[2] کسی کے پاس سو روپے ضرورت سے زائد رکھے تھے، پھر سال پورا ہونے سے پہلے پہلے پچاس روپے اور مل گئے تو ان پچاس روپے کا حساب الگ نہ کریں گے، بلکہ اسی سو روپے کے ساتھ اس کو ملا دیویں گے اور جب ان سو روپے کا سال پورا ہوگا تو پورے ڈیڑھ سو کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور ایسا سمجھیں گے کہ پورے ڈیڑھ سو پر سال گذر گیا۔

مسئلہ ۱۲:[3] کسی کے پاس سو تولہ چاندی رکھی تھی، پھر سال گذرنے سے پہلے دو چار تولہ سونا آگیا یا نو دس تولہ سونا مل گیا، تب بھی اس کا حساب الگ نہ کیا جاوے گا، بلکہ اس چاندی کے ساتھ ملا کر کے زکوٰۃ کا حساب ہوگا۔ پس جب اس چاندی کا سال پورا ہو جاوے گا تو اس سب مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ ۱۳:[4] سونے چاندی کے سوا اور جتنی چیزیں ہیں جیسے لوہا، تانبا، پیتل، گلٹ، رانگا، وغیرہ اور ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن وغیرہ اور کپڑے جوتے اور اس کے سوا جو کچھ اسباب ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو بیچتی اور سوداگری کرتی ہو تو دیکھو: وہ اسباب کتنا ہے، اگر اتنا ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہے تو جب سال گذر جائے تو اس سوداگری کے اسباب[5] میں زکوٰۃ واجب ہے، اور

---

① بین القوسین عبارت اس مرتبہ اضافہ ہوئی۔ (شبیر علی)

②،③ ومن كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول من جنسه ضمه اليه وزكاه به. [الهداية ٢/٢٩]

④ الزكوٰة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصابا من الورق او الذهب. [الهداية ٢/٤٠]

⑤ خواہ رات دن کا ضروری خرچ اسی آمدنی سے چلتا ہو یا اور کسی آمدنی سے چلتا ہے، اس مال پر ہر صورت زکوٰۃ واجب ہے۔ (منہ)

اگر اتنا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور اگر وہ مال[1] سوداگری کے لیے نہیں ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، چاہے جتنا مال ہو، اگر ہزاروں روپے کا مال ہو تب بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۴:[2] گھر کا اسباب جیسے پتیلی، دیگچہ، بڑی دیگ، سینی، لگن اور کھانے پینے کے برتن اور رہنے سہنے کا مکان اور پہننے کے کپڑے سچے موتیوں[3] کا ہار وغیرہ ان چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنا ہو اور چاہے روزمرہ کے کاروبار میں آتا ہو یا نہ آتا ہو، کسی طرح زکوٰۃ واجب نہیں۔ ہاں اگر یہ سوداگری کا اسباب ہو تو پھر اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ خلاصہ یہ کہ سونے چاندی کے سوا اور جتنا مال اسباب ہو، اگر وہ سوداگری کا مال اسباب ہے تو زکوٰۃ واجب ہے، نہیں تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۵:[4] کسی کے پاس دس پانچ گھر ہیں، ان کو کرایہ پر چلاتی ہے تو ان مکانوں پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں چاہے جتنی قیمت کے ہوں۔ ایسے ہی اگر کسی نے دو چار سو روپے کے برتن خرید لیے اور ان کو کرایہ پر چلاتی رہتی ہے تو اب اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں، غرض کہ کرایہ پر چلانے سے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۱۶:[5] پہننے کے دھراؤ جوڑے چاہے جتنے زیادہ قیمتی ہوں اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، لیکن اگر ان میں سچا کام ہے اور اتنا کام ہے کہ اگر چاندی چھوڑائی جاوے تو ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ نکلے گی تو اس

---

① وتشترط نية التجارة ليثبت الإعداد. [الهداية ۲/ ٤٠]

② وليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوٰة. [الهداية ۲/۸ والدّر المختار ۳/۲۱۷]

③ لا زكوٰة في اللآلى والجواهر وإن ساوت الفاً، الا ان تكون للتجارة . [الدّر المختار: ۲/ ۲۳۰]

④ ولو اشترى الرجل دارا او عبدا للتجارة ثم آجره: يخرج من ان يكون للتجارة؛ لانه لما آجره فقد قصد المنفعة، ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها او يؤاجرها لا تجب فيها الزكوٰة. [فتاوىٰ قاضى خان ۱/ ۲۵۱]

⑤ واللازم في مضروب كل منهما ومعموله، اى ما يعمل من نحو حلية سيف او من منطقة او لجام او سرج او الكواكب في المصاحف والاوانى وغيرها اذا كانت تخلص بالاذابة. وفي عرض تجارة قيمته نصاب. (الى قوله): ربع عشر. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/ ۲۷۰] والاصل ان ما عدا الحجرين والسوائم كالجواهر والعقارات والمواشى العلوفة والعبيد والثياب والامتعة ونحو ذلك من العروض، انما يزكى بنية التجارة. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/ ۲۳۰]

چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۷:[1] کسی کے پاس کچھ چاندی یا سونا ہے اور کچھ سوداگری کا مال ہے تو سب کو ملا کر دیکھو، اگر اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو جاوے تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۸:[2] سوداگری کا مال وہ کہلاوے گا جس کو اسی ارادہ سے مول لیا ہو کہ اس کی سوداگری کریں گے، تو اگر کسی نے اپنے گھر کے خرچ کے لیے یا شادی وغیرہ کے خرچ کے لیے چاول مول لئے، پھر ارادہ ہو گیا کہ لاؤ اس کی سوداگری کرلیں تو یہ مال سوداگری کا نہیں ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۹:[3] اگر کسی پر تمہارا قرض آتا ہے تو اس قرض پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، لیکن قرض کی تین قسمیں ہیں: ایک یہ کہ نقد روپیہ یا سونا چاندی کسی کو قرض دیا یا سوداگری کا اسباب بیچا، اس کی قیمت باقی ہے اور ایک سال کے بعد یا دو تین برس کے بعد وصول ہوا، تو اگر اتنی مقدار ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ان سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اور اگر یکمشت نہ وصول ہو تو جب اس میں سے گیارہ[4] تولہ چاندی کی قیمت وصول ہو تب اتنے کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر گیارہ[5] تولہ چاندی کی قیمت بھی متفرق ہی ہو کر ملے تو جب بھی یہ مقدار پوری ہو جائے اتنی مقدار کی زکوٰۃ ادا کرتی رہے۔ اور جب دیوے تو سب برسوں کی دیوے۔ اور اگر قرضہ اس سے کم

---

[1] وتضم قيمة العروض الى الذهب والفضة حتى يتم النصاب. [الهداية ۲/۴۲]

[2] ومن اشترى جارية للتجارة ونواها للخدمة بطلت عنها الزكوٰة، وان نواها للتجارة بعد ذلك لم تكن للتجارة حتى يبيعها فيكون في ثمنها زكوٰة. [الهداية ۲/۱۰]

[3] واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة: قوى، ومتوسط، وضعيف، فتجب زكوتها اذا تم نصابا وحال الحول، لكن لافورا، بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة، فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم، وعند قبض مائتين منه لغيرها، اى من بدل مال لغير تجارة وهو المتوسط، كثمن سائمة وعبيد خدمة ونحوهما مما هو مشغول بحوائجه الاصلية كطعام وشراب وأملاك في الاصح. [الدّر المختار ۳/۲۸۱]

[4] حساب سے گیارہ تولہ سے کچھ زائد ہوتا ہے، بوجہ کسر خفیف پورے گیارہ تولہ لکھے گئے، مگر احتیاط اس میں ہے کہ آٹھ تولہ چاندی کی قیمت وصولیابی پر دیدے (منہ)

[5] یہاں کی عبارت اس مرتبہ درست کی گئی۔ (شبیر علی)۔

ہوتو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، البتہ اگر اس کے پاس کچھ اور مال[1] بھی ہو اور دونوں ملا کر مقدار پوری ہو جاوے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ ۲۰:[2] اور اگر نقد نہیں دیا، نہ سوداگری کا مال بیچا، بلکہ کوئی چیز بیچی تھی جو سوداگری کی نہ تھی جیسے پہننے کے کپڑے بیچ ڈالے یا گھر ہستی کا اسباب بیچ دیا، اسکی قیمت باقی ہے اور اتنی ہے جتنی میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، پھر وہ قیمت کئی برس کے بعد وصول ہو تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر سب ایک دفعہ کر کے نہ وصول ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ملے تو جب تک[3] اتنی رقم نہ وصول ہو جاوے جو نرخ بازار سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت ہو تب تک زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جب مذکورہ رقم وصول ہو تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

مسئلہ ۲۱:[4] تیسری قسم یہ ہے کہ شوہر کے ذمہ مہر ہو، وہ کئی برس کے بعد ملا تو اس کی زکوٰۃ کا حساب ملنے کے دن سے ہے، پچھلے برسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں، بلکہ اگر اب اس کے پاس رکھا رہے اور اس پر سال گذر جاوے تو زکوٰۃ واجب ہوگی، نہیں تو واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۲:[5] اگر کوئی مالدار آدمی جس پر زکوٰۃ واجب ہے سال گذرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دے اور سال کے پورے ہونے کا انتظار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ اور اگر مال دار نہیں ہے بلکہ کہیں سے مال ملنے کی امید تھی، اس امید پر مال ملنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دی تو یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، جب مال مل جاوے اور اس پر سال گذر جاوے تو پھر زکوٰۃ دینا چاہیے۔

مسئلہ ۲۳:[6] مال دار آدمی اگر کئی سال کی زکوٰۃ پیشگی دیدے یہ بھی جائز ہے، لیکن اگر کسی سال مال بڑھ گیا تو

---

[1] اور وہ مال اس جنس سے ہو جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ (منہ)

[2] دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۹ باب ہذا۔　　[3] یہاں کی عبارت اس مرتبہ درست کی گئی۔ (شبیر علی)

[4] وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده، اى بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع، الا اذا كان عنده ما يضم الى الدين الضعيف. [الدّر المختار ۳/۲۸۳]

[5] وان قدم الزكوة على الحول وهو مالك للنصاب جاز. [الهداية ۲/۳٤]

[6] ولو عجل ذو نصاب زكوته لسنين او لنصب صح. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/۲٦۲]

بڑھتی کی زکوٰۃ پھر دینا پڑے گی۔

مسئلہ ۲۴:① کسی کے پاس ۱۰۰ سو روپے ضرورت سے زیادہ رکھے ہوئے ہیں اور ۱۰۰ سو روپے کہیں اور سے ملنے کی امید ہے، اس نے پورے ۲۰۰ دو سو روپے کی زکوٰۃ سال پورا ہونے سے پہلے ہی پیشگی دے دی یہ بھی درست ہے، لیکن② اگر ختم سال پر روپیہ نصاب سے کم ہوگیا تو زکوٰۃ معاف ہوگئی اور وہ دیا ہوا صدقہ نافلہ ہوگیا۔

مسئلہ ۲۵:③ کسی کے مال پر پورا سال گذر گیا، لیکن ابھی زکوٰۃ نہیں نکالی تھی کہ سارا مال چوری ہوگیا یا اور کسی طرح سے جاتا رہا تو زکوٰۃ بھی معاف ہوگئی۔ اگر خود اپنا مال کسی کو دے دیا یا اور کسی طرح اپنے اختیار سے ہلاک کر ڈالا تو جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی تھی وہ معاف نہیں ہوئی بلکہ دینا پڑے گی۔

مسئلہ ۲۶:④ سال پورا ہونے کے بعد کسی نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا تب بھی زکوٰۃ معاف ہوگئی۔

مسئلہ ۲۷:⑤ کسی کے پاس دو سو ۲۰۰ روپے تھے، ایک سال کے بعد اس میں سے ایک سو ۱۰۰ چوری ہوگئے یا ایک سو ۱۰۰ روپے خیرات⑥ کر دیئے تو ایک سو کی زکوٰۃ معاف ہوگئی، فقط ایک ۱۰۰ سو کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

باب پانزدہم ۱۵

زکوٰۃ کے ادا کرنے کا بیان

مسئلہ:⑦ جب مال پر پورا سال گزر جاوے تو فوراً زکوٰۃ ادا کر دے، نیک کام میں دیر لگانا اچھا نہیں کہ شاید

---

① ولو عجل ذو نصاب زكوته لسنين او لنصب صح. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/۲٦۲]

② لفظ ''لیکن اگر'' سے لفظ ''نافلہ ہوگیا'' تک عبارت اس مرتبہ اضافی ہوئی۔ (منہ)

③ وان هلك المال بعد وجوب الزكوة سقطت الزكوة. [الهداية ۲/۳۳] وفي الدّر المختار: ولا في هالك بعد وجوبها بخلاف المستهلك بعد الحول لوجود التعدى. [۳/۲٤۷]

④ ومن تصدق بجميع ماله لا ينوى الزكوة سقط فرضها عنه استحسانا. [الهداية ۲/۱۲]

⑤ وان هلك بعضه سقط حظه. [الدّر المختار ۳/۲٤۷ والهداية ۲/۳٤]　⑥ اور اگر ہبہ کر دیے یا خرچ کر لیے تو زکوٰۃ واجب رہے گی۔ (منہ)

⑦ وافتراضها عمرى، اى على التراخى، وصححه الباقانى وغيره، وقيل: فورى اى واجب على الفور، وعليه الفتوى. [الدّر المختار ۳/۲۲۷]

اچانک موت آجاوے اور یہ مواخذہ اپنی گردن پر رہ جاوے۔ اگر سال گذرنے پر زکوٰۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ دوسرا سال بھی گذر گیا تو گناہ گار ہوئی، اب بھی توبہ کر کے دونوں سال کی زکوٰۃ دے دے، غرض عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ضرور دے دے، باقی نہ رکھے۔

مسئلہ ۲: [1] جتنا مال ہے اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا واجب ہے، یعنی سَو روپے میں ڈھائی روپے اور چالیس [2] روپے میں ایک روپیہ۔

مسئلہ ۳: [3] جس وقت زکوٰۃ کا روپیہ کسی غریب کو دیوے اس وقت اپنے دل میں اتنا ضرور خیال کرلے کہ میں زکوٰۃ میں دیتی ہوں۔ اگر یہ نیت نہیں کی یوں ہی دے دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، پھر سے دینا چاہیے اور جتنا دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ ۴: [3] اگر فقیر کو دیتے وقت یہ نیت نہیں کی تو جب تک وہ مال فقیر کے پاس رہے اس وقت تک یہ نیت کرلینا درست ہے، اب نیت کرلینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔ البتہ جب فقیر نے خرچ کر ڈالا اس وقت نیت کرنے کا اعتبار نہیں ہے، اب پھر سے زکوٰۃ دیوے۔

مسئلہ ۵: [5] کسی نے زکوٰۃ کی نیت سے دو روپے نکال کر الگ رکھ لیے کہ جب کوئی مستحق ملے گا اس کو دے دوں گی، پھر جب فقیر کو دے دیا اس وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا بھول گئی تو بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ البتہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے نکال کر الگ نہ رکھتی تو ادا نہ ہوتی۔

مسئلہ ۶: [6] کسی نے زکوٰۃ کے روپے نکالے تو اختیار ہے، چاہے ایک ہی کو سب دے دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے

---

① في حديث: هاتوا ربع عشر اموالكم. [الدّر المختار ٣/٢٦٦]

② یہ حساب کا طریق ہے کہ اس طرح زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، ورنہ چالیس روپے میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (منہ)

③،④ وشرط صحة ادائها نية مقارنة له، اى للاداء، ولو كانت المقارنة حكما كما لو دفع بلا نية والمال قائم في يد الفقير، او نوى عند الدفع للوكيل ثم دفعه الوكيل بلانية، او دفعها لذمي ليدفعها للفقراء جاز. [الدّر المختار ٣/٢٢٢]

⑤ ولا يجوز اداء الزكوة الا بنية مقارنة للاداء او مقارنة لعزل مقدار الواجب. [الهداية ٢/١١]

⑥ ويصرف المزكي الى كلهم او الى بعضهم ولو واحداً. [الدّر المختار: ٣/٣٤١]

کئی غریبوں کو دیوے، اور چاہے اسی دن سب دے دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مہینے میں دیوے۔

مسئلہ:[۱] بہتر یہ ہے کہ ایک غریب کو کم سے کم اتنا دے دے کہ اس دن کے لیے کافی ہو جاوے، کسی اور سے مانگنا نہ پڑے۔

مسئلہ ۸:[۲] ایک ہی فقیر کو اتنا مال دے دینا جتنے مال کے ہونے سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے مکروہ ہے، لیکن اگر دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اس سے کم دینا جائز ہے، مکروہ بھی نہیں۔

مسئلہ ۹:[۳] کوئی عورت قرض مانگنے آئی اور یہ معلوم ہے کہ وہ اتنی تنگ دست اور مفلس ہے کہ کبھی ادا نہ کر سکے گی یا ایسی نادہند ہے کہ قرض لے کر کبھی ادا نہیں کرتی، اس کو قرض کے نام سے زکوٰۃ کا روپیہ دے دیا اور اپنے دل میں سوچ لیا کہ میں زکوٰۃ دیتی ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو گئی، اگرچہ وہ اپنے دل میں یہی سمجھے کہ مجھے قرض دیا ہے۔

مسئلہ ۱۰:[۴] اگر کسی کو انعام کے نام سے کچھ دیا، مگر دل میں یہی نیت ہے کہ میں زکوٰۃ دیتی ہوں تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

مسئلہ ۱۱:[۵] کسی غریب[۶] آدمی پر تمہارے دس روپے قرض ہیں اور تمہارے مال کی زکوٰۃ بھی دس روپے یا اس سے زیادہ ہے اس کو اپنا قرض زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، البتہ اس کو دس روپے زکوٰۃ کی نیت سے دے دو تو زکوٰۃ ادا ہو گئی، اب یہی روپے اپنے قرض میں اس سے لے لینا درست ہیں۔

---

① يندب دفع ما يغنيه يومه عن السوال، واعتبار حاله من حاجة وعيال. [الدّر المختار ۳/۳۵۸]

② ويكره ان يدفع الى واحد مائتى درهم فصاعدا، وان دفع جاز. [الهداية ۲/۷۸]

③ فلو سماها هبة او قرضا تجزيه في الاصح. [ردّ المحتار: ۳/۲۲۲]

④ ومن اعطى مسكينا دراهم وسماها هبة او قرضا ونوى الزكوة، فانها تجزيه وهو الاصح. [الهندية ۱/۱۷۱]

⑤ واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز، وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه. [الدّر المختار ۳/۲۲۵]

⑥ مطلب یہ ہے کہ قرض کو معاف کرنے سے دوسرے مال کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، رہا یہ امر کہ خود اس قرض کی بھی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں، اس مسئلہ سے یہاں تعرض نہیں کیا، مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ساقط ہو جاوے گی، اس مسئلہ پر شبہ اور اس کا جواب امداد الفتاوی مبوب جلد دوم ص ۳۹، ص ۴۰ میں درج ہے۔ (تصحیح الاغلاط)۔ جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے۔ (شبیر علی)

مسئلہ ۱۲: [۱] کسی کے پاس چاندی کا اتنا زیور ہے کہ حساب سے تین تولہ چاندی زکوٰۃ کی ہوتی ہے اور بازار میں تین تولہ چاندی دوٗروپے میں بکتی ہے تو زکوٰۃ میں دوٗروپے چاندی کے دے دینا درست نہیں، کیونکہ دوٗروپے کا وزن تین تولہ نہیں ہوتا، اور چاندی کی زکوٰۃ میں جب چاندی دی جاوے تو وزن کا اعتبار ہوتا ہے، قیمت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ہاں اس صورت میں اگر دوٗروپے کا سونا خرید کر کے دے دیا دوٗروپے گلٹ کے یا دو روپے کے پیسے یا دو روپے کی گلٹ کی ریزگاری یا دو روپے کا کپڑا یا اور کوئی چیز دے دی، یا خود تین تولہ چاندی دے دے تو درست ہے، زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۱۳: [۲] زکوٰۃ کا روپیہ خود نہیں دیا بلکہ کسی اور کو دے دیا کہ تم کسی کو دے دینا، یہ بھی جائز ہے اور اب وہ شخص دیتے وقت اگر زکوٰۃ کی نیت نہ بھی کرے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔

مسئلہ ۱۴: [۳] کسی غریب کو دینے کے لیے تم نے دوٗروپے کسی کو دیے، لیکن اس نے بعینہٖ وہی دوٗروپے فقیر کو نہیں دیئے جو تم نے دیے تھے، بلکہ اپنے پاس سے دوٗروپے تمہاری طرف سے دے دیے اور یہ خیال کیا کہ وہ روپے میں لے لوں گا، تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی بشرطیکہ تمہارے روپے اس کے پاس موجود ہوں اور اب وہ شخص اپنے دوٗ روپے کے بدلے میں تمہارے وہ دونوں روپے لے لیوے، البتہ اگر تمہارے دیئے ہوئے روپے اس نے پہلے خرچ کر ڈالے، اس کے بعد اپنے روپے غریب کو دیے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی یا تمہارے روپے اس کے پاس رکھے تو ہیں لیکن اپنے روپے دیتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ میں وہ روپے لے لوں گا، تب بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اب وہ دونوں روپے پھر زکوٰۃ میں دیوے۔

---

[۱] والمعتبر وزنهما اداء ووجوبا لا قيمتها. وهذا ان لم يؤد من خلاف الجنس والا اعتبرت القيمة اجماعا. [الدّر المختار وردّ المحتار ۳/ ۲۷۰]

[۲] وتعتبرنية الموكل في الزكوٰة دون الوكيل، فلو دفع الزكوٰة الى رجل وأمره ان يدفع الى الفقراء، فدفع ولم ينو عند الدفع جاز. [الهندية ۱/ ۱۷۱]

[۳] ولو تصدق (اى الوكيل) بدراهم نفسه اجزأه ان كان على نية الرجوع وكانت دراهم الموكل قائمة. [الدّر المختار ۳/ ۲۲٤]

مسئلہ ۱۵: [1] اگر تم نے روپے نہیں دیے لیکن اتنا کہہ دیا کہ تم ہماری طرف سے زکوٰۃ دے دینا، اس لیے اس نے تمہاری طرف سے زکوٰۃ دے دی تو ادا ہوگئی اور جتنا اس نے تمہاری طرف سے دیا ہے، اب تم سے لے لیوے۔

مسئلہ ۱۶: [2] اگر تم نے کسی سے کچھ نہیں کہا، اس نے بلا تمہاری اجازت کے تمہاری طرف سے زکوٰۃ دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اب اگر تم منظور بھی کرلو تب بھی درست نہیں، اور جتنا تمہاری طرف سے دیا ہے تم سے وصول کرنے کا اس کو حق نہیں۔

مسئلہ ۱۷: [3] تم نے ایک شخص کو اپنی زکوٰۃ دینے کے لیے دو روپے دیے تو اس کو اختیار ہے، چاہے خود کسی غریب کو دے دے یا کسی اور کے سپرد کردے کہ تم یہ روپیہ زکوٰۃ میں دے دینا اور نام کا بتلانا ضروری نہیں ہے کہ فلانی کی طرف سے یہ زکوٰۃ دینا۔ اور وہ شخص وہ روپیہ اگر اپنے کسی رشتہ دار یا ماں باپ کو غریب دیکھ کر دے دے تو بھی درست ہے۔ لیکن اگر وہ خود غریب ہو تو آپ ہی لے لینا درست نہیں، البتہ اگر تم نے یہ کہہ دیا ہو کہ جو چاہے کرو اور جسے چاہے دے دو تو آپ بھی لے لینا درست ہے۔

باب شانزدہم ۱۶

پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان

مسئلہ ۱: [4] کوئی شہر کافروں کے قبضہ میں تھا، وہی لوگ وہاں رہتے سہتے تھے، پھر مسلمان ان پر چڑھ آئے اور لڑ کر وہ شہر ان سے چھین لیا اور وہاں دین اسلام پھیلایا اور مسلمان بادشاہ نے کافروں سے لیکر شہر کی ساری زمین [5]

---

[1] لو امر غیره بالدفع عنه جاز. [ردّ المحتار ۳/۲۲٤]

[2] لو أدّى زكوٰة غيره بغير امره فبلغه فاجاز لم يجز. [ردّ المحتار ۳/۲۲۳]

[3] وللوكيل ان يدفع لولده الفقير وزوجته لا لنفسه الا اذا قال ربُّها: ضعها حيث شئت. [الدّر المختار ۳/۲۲٤]

[4] ارض العرب وما أسلم اهله طوعا او فتح عنوة وقسم بين جيشنا والبصرة عشرية. [الدّر المختار ٦/۲۷۸]

[5] یعنی وہ مسلمان جنہوں نے وہ ملک فتح کیا تھا اور یہی حکم ہے اگر ان کے سوا دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کردے۔ (منہ)

ان ہی مسلمانوں کو بانٹ دی تو ایسی زمین کو شرع میں ''عشری'' کہتے ہیں۔ اور اگر اس شہر کے رہنے والے لوگ سب کے سب اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے، لڑنے کی ضرورت نہیں پڑی تب بھی اس شہر کی سب زمین عشری کہلاوے گی اور عرب کے ملک کی بھی ساری زمین عشری ہے۔

مسئلہ ۲: [1] اگر کسی کے باپ دادا سے یہی عشری زمین برابر چلی آتی ہو یا کسی ایسے مسلمان سے خریدی جس کے پاس اسی طرح چلی آتی ہو تو ایسی زمین میں جو کچھ پیدا ہوا اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ اگر کھیت کو سینچنا نہ پڑے، فقط بارش کے پانی سے پیداوار ہو گئی یا ندی اور دریا کے کنارے پر ترائی میں کوئی چیز بوئی اور بے سینچے پیدا ہو گئی تو ایسے کھیت میں جتنا پیدا ہوا ہے اس کا دسواں حصہ خیرات کر دینا واجب ہے، یعنی دس من میں ایک من اور دس سیر میں ایک سیر۔ اور اگر کھیت کو پر چلا (چرسہ) کر کے یا کسی اور طریق سے سینچا ہے تو پیداوار کا بیسواں حصہ خیرات کرے، یعنی بیس من میں ایک من اور بیس سیر میں ایک سیر، اور یہی حکم ہے باغ کا۔ ایسی زمین میں کتنی ہی تھوڑی چیز پیدا ہوئی ہو، بہر حال یہ صدقہ خیرات کرنا واجب ہے، کم اور زیادہ ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے۔

مسئلہ ۳: [2] اناج، ساگ، ترکاری، میوہ، پھل، پھول وغیرہ جو کچھ پیدا ہو سب کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۴: [3] عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل سے اگر شہد نکالا تو اس میں بھی یہ صدقہ واجب ہے۔

مسئلہ ۵: [4] کسی نے اپنے گھر کے اندر کوئی درخت لگایا یا کوئی چیز ترکاری کی قسم سے یا اور کچھ بویا اور اس میں پھل آیا تو اس میں یہ صدقہ واجب نہیں ہے۔

---

[1] وتجب (العشر) في مسقى سماء اى مطر وسيح كنهر بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء، الا في نحو حطب وقصب وحشيش، ويجب نصفه (اى العشر) في مسقى غرب اى دلو كبير، ودالية اى دولاب لكثرة المؤنة. [الدّر المختار ۳/۳۱۶]

[2] ويجب العشر عندابى حنيفة ؒ في كل ما اخرجته الارض من الحنطة، والشعير، والدخن، والأرز، واصناف الحبوب والبقول، والرياحين، والاوراد، والرطاب، وقصب السكر والذريرة، والبطيخ، والقثاء، والخيار، والباذنجان والعصفر واشباه ذلك مماله ثمرة باقية او غير باقية قل او كثر. [الهندية ۱/۱۸۶]

[3] يجب العشر فى عسل ارض غير الخراج ولو غير عشرية كجبل ومفازة. [الدّر المختار ۳/۳۱۱]

[4] ولو كان في دار رجل شجرة مثمرة لا عشر فيها. [الهندية: ۱/۱۸۶]

مسئلہ ۶: (۱) اگر عشری زمین کوئی کافر خرید لے تو وہ عشری نہیں رہتی، پھر اگر اس سے مسلمان بھی خرید ے یا کسی اور طور پر اس کو مل جاوے تب بھی وہ عشری نہ ہوگی۔

مسئلہ ۷: (۲) یہ بات کہ یہ دسواں یا بیسواں حصہ کس کے ذمہ ہے، یعنی زمین کے مالک پر ہے یا پیداوار کے مالک پر ہے؟ اس میں بڑا عالموں کا اختلاف ہے، مگر ہم آسانی کے واسطے یہی بتلایا کرتے ہیں کہ پیداوار والے کے ذمہ ہے۔ سو اگر کھیت ٹھیکہ پر ہو خواہ نقد پر یا غلّہ پر تو کسان کے ذمہ ہوگا اور اگر کھیت بٹائی پر ہو تو زمیندار اور کسان دونوں اپنے اپنے حصہ کا دیں۔

باب ہفت دہم ۱۷

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان کا بیان

مسئلہ ۱: (۳) جس کے پاس ساڑھے (۴) باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اتنی ہی قیمت کا سوداگری کا اسباب ہو اس کو شریعت میں مالدار کہتے ہیں، ایسے شخص کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں اور اس کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا اور کھانا بھی حلال نہیں۔ اسی طرح جس کے پاس اتنی ہی قیمت کا کوئی مال ہو جو سوداگری کا اسباب تو نہیں، لیکن ضرورت سے زائد ہے وہ بھی مالدار ہے، ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں، اگرچہ خود اس قسم کے مالدار پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ ۲: (۵) اور جسکے پاس اتنا مال نہیں بلکہ تھوڑا مال ہے یا کچھ بھی نہیں، یعنی ایک دن کے گزارہ کے موافق بھی

---

(۱) واخذ الخراج من ذمي غير تغلبي اشترى ارضا عشرية من مسلم وقبضها. [الدّر المختار ۳/۳۱۸]

(۲) والعشر على المؤجر كخراج مؤظف، وقالا: على المستأجر كمستعير مسلم، وفي الحاوي: وبقولهما نأخذ، وفي المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه، ولو من العامل فعليهما بالحصة. [الدّر المختار ۳/۳۲۵]

(۳) ولا يجوز دفع الزكوٰة الى من يملك نصابا ايّ مال كان دنانير او دراهم او سوائم او عروضا للتجارة اولغير التجارة فاضلا عن حاجته في جميع السنة .[الهندية ۱/۱۸۹]　　(۴) دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ا باب ۱۴ ''زکوٰۃ کا بیان''۔ (شبیر علی)

(۵) مصرف الزكوٰة والعشر هو فقير، وهو من له ادنى شيء، اى دون نصاب او قدر نصاب غير تام مستغرق فى الحاجة، ومسكين من لا شيء له. [الدّر المختار ۳/۳۳۳]

نہیں، اسکو "غریب" کہتے ہیں، ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور ان لوگوں کو لینا بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳:[1] بڑی بڑی دیگیں اور بڑے بڑے فرش فروش اور شامیانے جن کی برسوں میں ایک آدھ دفعہ کہیں شادی بیاہ میں ضرورت پڑتی ہے اور روزمرہ ان کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ ضروری اسباب میں داخل نہیں۔

مسئلہ ۴:[2] رہنے کا گھر اور پہننے کے کپڑے اور کام کاج کے لیے نوکر چاکر اور گھر کی گھرستی جو اکثر کام میں رہتی ہے، یہ سب ضروری اسباب میں داخل ہیں، اس کے ہونے سے مالدار نہیں ہوگی، چاہے جتنی قیمت کی ہو، اس لیے اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے، اسی طرح پڑھے ہوئے آدمی کے پاس اس کی سمجھ اور برتاؤ کی کتابیں بھی ضروری اسباب میں داخل ہیں۔

مسئلہ ۵:[3] کسی کے پاس دس پانچ مکان ہیں جن کو کرایہ پر چلاتی ہے اور اس کی آمدنی سے گذر کرتی ہے یا ایک آدھ گاؤں ہے جس کی آمدنی آتی ہے، لیکن بال بچے اور گھر میں کھانے پینے والے لوگ اتنے زیادہ ہیں کہ اچھی طرح بسر نہیں ہوتی اور تنگی رہتی ہے اور اس کے پاس کوئی ایسا مال بھی نہیں جس میں زکوٰۃ واجب ہو تو ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

مسئلہ ۶:[4] کسی کے پاس ہزار روپے نقد موجود ہیں، لیکن وہ پورے ہزار روپے کا یا اس سے بھی زائد کا قرض دار ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔ اور اگر قرضہ ہزار روپے سے کم ہو تو دیکھو قرضہ دے کر کتنے روپے بچتے ہیں، اگر اتنے بچیں جتنے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں اور اگر اس

---

① والذی یظهر مما مر أن ما كان من اثاث المنزل وثياب البدن واوانی الاستعمال مما لا بد لامثالها منه فهو من الحاجة الاصلية، وما زاد على ذلك من الحلى والا وانى والامتعة التى يقصدبها الزينة اذا بلغ نصابا تصير به غنية. [ردّ المحتار ۳/۳٤۷]

② لا بأس ان يعطى من الزكوٰة من له مسكن وما يتاثث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله. [ردّ المحتار ۳/۳٤٦]

③ وذكر فى الفتاوىٰ فيمن له حوانيت ودور للغلة، لكن غلتها لا تكفيه ولعياله أنه فقير، ويحل له اخذ الصدقة عند محمد ؒ وعند ابى يوسف لا يحل. [ردّ المحتار ۳/۳٤٦]

④ ومنها (اى مصارف الزكوٰة) الغارم، وهو من لزمه دين ولا يملك نصابا فاضلا عن دينه او كان له مالٌ على الناس لا يمكنه اخذه. [الهندية ۱/۱۸۸]

سے کم بچیں تو دینا درست ہے۔

مسئلہ:[1] ایک شخص اپنے گھر کا بڑا مال دار ہے، لیکن کہیں سفر میں ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے پاس کچھ خرچ نہیں رہا، سارا مال چوری ہو گیا یا اور کوئی وجہ ایسی ہوئی کہ اب گھر تک پہنچنے بھر کا بھی خرچ نہیں ہے، ایسے شخص کو بھی زکوۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔ ایسے ہی اگر حاجی کے پاس راستے میں خرچ چک (ختم ہو) گیا اور اس کے گھر میں بہت مال و دولت ہے اس کو بھی دینا درست ہے۔

مسئلہ ۸:[2] زکوۃ کا پیسہ کسی کافر کو دینا درست نہیں، مسلمان ہی کو دیوے۔ اور زکوۃ اور عشر اور صدقۂ فطر اور نذر اور کفارہ کے سوا اور خیر خیرات کافر کو بھی دینا درست ہے۔

مسئلہ ۹:[3] زکوۃ کے پیسہ سے مسجد بنوانا یا کسی لاوارث مردہ[4] کا گور و کفن کر دینا یا مردے کی طرف سے اسکا قرضہ ادا کر دینا یا کسی اور نیک کام میں لگا دینا درست نہیں، جب تک کسی مستحق کو دے نہ دیا جاوے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ ۱۰:[5] اپنی زکوۃ کا پیسہ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، پردادا وغیرہ جن لوگوں سے یہ پیدا ہوئی ہے ان کو دینا درست نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی اولاد اور پوتے پروتے نواسے وغیرہ جو لوگ اس کی اولاد میں داخل ہیں ان کو بھی دینا درست نہیں ہے۔ ایسے ہی بی بی اپنے میاں کو اور میاں بی بی کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔

---

① ومنها ابن السبيل، وهو الغريب المنقطع عن ماله، جاز له الاخذ من الزكوة قدر حاجته، ولم يحل له ان يأخذ اكثر من حاجته. [الهندية ١/١٨٨]

② واما اهل الذمة فلا يجوز صرف الزكوة اليهم بالاتفاق، ويجوز صرف صدقة التطوع اليهم بالاتفاق، واختلفوا في صدقة الفطر والنذور والكفارات: قال ابو حنيفة ومحمد رحمهما الله: يجوز الا ان فقراء المسلمين احب الينا. [الهندية ١/١٨٨]

③ ولا يصرف الى بناء نحو مسجد ولا الى كفن ميت وقضاء دينه. [الدّر المختار ٣/٣٤١]

④ مردے کا لاوارث ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر وارث والا بھی ہو تب بھی اس کے گور و کفن کرنے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ ہاں اگر روپیہ زکوۃ کی نیت سے اس کے غریب وارثوں کو دے دیا جائے اور وہ اس روپیہ کو اپنی طرف سے گور و کفن میں صرف کر دیں تو جائز ہے۔ پس لاوارث کی قید بنا بر واقعہ ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ لاوارثوں ہی کی اعانت کرتے ہیں۔ (تصحیح الاغلاط)

⑤ ولا يدفع المزكي زكوة ماله الى ابيه وجده وان علا، ولا الى ولده وولد ولده وان سفل، ولا الى امراته ولا تدفع المراة الى زوجها. [الهداية ٢/٧٣]

مسئلہ ۱۱: [1] ان رشتہ داروں کے سوا سب کو زکوٰۃ دینا درست ہے، جیسے بھائی، بہن، بھتیجی، بھانجی، چچا، پھوپی، خالہ، ماموں، سوتیلی ماں، سوتیلا باپ، سوتیلا دادا، ساس، خسر وغیرہ، سب کو دینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۲: [2] نابالغ لڑکے کا باپ اگر مالدار ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اگر لڑکا لڑکی بالغ ہوگئے اور خود وہ مال دار نہیں، لیکن ان کا باپ مال دار ہے تو ان کو دینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۳: [3] اگر چھوٹے بچے کا باپ تو مالدار نہیں، لیکن ماں مالدار ہے تو اس بچے کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۴: [4] سیدوں [5] کو اور علویوں [6] کو، اسی طرح جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ [7] کی یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ [8] کی یا حضرت عقیل (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ یا حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی اولاد میں ہوں، ان کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں۔ اسی طرح [9] جو صدقہ شریعت سے واجب ہو اس کا دینا بھی درست نہیں، جیسے نذر، کفارہ، عُشر، صدقۂ فطر اور اس کے سوا اور کسی صدقہ خیرات کا دینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۵: [10] گھر کے نوکر چاکر، خدمت گار، ماما، دائی کھلائی وغیرہ کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے، لیکن ان کی تنخواہ میں نہ حساب کرے، بلکہ تنخواہ سے زائد بطور انعام اکرام کے دے دے اور دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت رکھے تو درست ہے۔

مسئلہ ۱۶: [11] جس لڑکے کو تم نے دودھ پلایا ہے اس کو اور جس نے بچپن میں تم کو دودھ پلایا ہے اس کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

---

[1] وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والاعمام والاخوال الفقراء، بل هم اولى؛ لانه صلة وصدقة. [ردّ المحتار ۳/۳٤٤]

[2] ولا يجوز دفعها الى ولد الغني الصغير، ولو كان كبيرا فقيرا جاز. [الهندية: ۱/۱۸۹]

[3] ولا الى طفله بخلاف ولده الكبير وابيه وامرأته الفقراء وطفل الغنية فيجوز. [الدّر المختار ۳/۳٤۹]

[4] ولا تدفع الى بنى هاشم، وهم ال على وال عباس وال جعفر وال عقيل وال الحارث بن عبد المطلب ومواليهم. [الهداية ۲/۷۵]

[5] اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا [6] اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ از غیر فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ [7] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا۔ (شبیر علی) [8] برادر چچا زاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (منہ)

[9] وجازت التطوعات من الصدقات، قيدبها ليخرج بقية الواجبات كالنذر والعشر والكفارات. [الدّر المختار وردّ المحتار: ۳/۳۵۲]

[10] ولو نوى الزكوة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولم يستأجره: ان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان ايضا اجزأه، وإلا فلا، وكذا ما يدفعه الى الخدم من الرجال والنساء فى الاعياد وغيرها بنية الزكوة. [الهندية ۱/۱۹۰] [11] دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۱ باب ہذا۔

مسئلہ ۱۷:[1] ایک عورت کا مہر ہزار روپیہ ہے، لیکن اس کا شوہر بہت غریب ہے کہ ادا نہیں کر سکتا تو ایسی عورت کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔ اور اگر اس کا شوہر امیر ہے، لیکن مہر دیتا نہیں یا اس نے اپنا مہر معاف کر دیا تو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔ اور اگر یہ امید ہے کہ جب مانگوں گی تو وہ ادا کر دے گا، کچھ تامل نہ کرے گا تو ایسی عورت کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۸:[2] ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی، پھر معلوم ہوا کہ وہ تو مال دار ہے یا سید ہے، یا اندھیری رات میں کسی کو دے دیا، پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں تھی یا میری لڑکی تھی یا اور کوئی ایسا رشتہ دار ہے جس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی، دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں، لیکن لینے والے کو اگر معلوم ہو جاوے کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہوں تو نہ لیوے اور پھیر دیوے۔ اور اگر دینے کے بعد معلوم ہو کہ جس کو دیا ہے وہ کافر ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، پھر ادا کرے۔

مسئلہ ۱۹:[3] اگر کسی پر شبہ ہو کہ معلوم نہیں مالدار ہے یا محتاج ہے تو جب تک تحقیق نہ ہو جاوے اس کو زکوٰۃ نہ دیوے۔ اگر بے تحقیق کیے دے دیا تو دیکھو! دل زیادہ کدھر جاتا ہے؟ اگر دل یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ فقیر ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اگر دل یہ کہے کہ وہ مالدار ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، پھر سے دیوے۔ لیکن اگر دینے کے بعد معلوم ہو جاوے کہ وہ غریب ہی ہے تو پھر سے نہ دیوے، زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

مسئلہ ۲۰:[4] زکوٰۃ کے دینے میں اور زکوٰۃ کے سوا اور صدقہ خیرات میں سب سے زیادہ اپنے رشتہ ناتہ کے لوگوں کا

---

[1] ولو دفعها لأخته ولها على زوجها مهر يبلغ نصابا وهو ملیء مقر، ولو طلبت لا يمتنع عن الأداء لا تجوز والا جاز. [الدّر المختار ۳/۳۵۹]

[2] دفع (الزكوٰة) بتحر لمن يظنه مصرفا فبان أنه عبده أو مكاتبه أو حربي ولو مستامنا: اعادها لما مر، وان بان غناءه او كونه ذميا او انه ابوه او ابنه او امرأته او هاشمي لا يعيده. [الدّر المختار ۳/۳۵۳ والهداية ۲/۷۶]

[3] واما لو تحرى فدفع لمن ظنه غير مصرف او شك ولم يتحر: لم يجز حتى يظهر انه مصرف: فيجزيه في الصحيح. [ردّ المحتار ۳/۳۵۳]

[4] والافضل في الزكوٰة والفطر والنذور الصرف اولاً الى الاخوة والا خوات ثم الى اولادهم، ثم الى الاعمام والعمات ثم الى اولادهم، ثم الى الأخوال والخالات ثم الى اولادهم، ثم الى ذوى الارحام، ثم الى الجيران، ثم الى اهل حرفته، ثم الى اهل مصره او قريته. [الهندية ۱/۱۹۰]

خیال رکھو کہ پہلے ان ہی لوگوں کو دو، لیکن ان سے یہ نہ بتاؤ کہ یہ زکوٰۃ یا صدقہ اور خیرات کی چیز ہے تاکہ وہ برا نہ مانیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرابت والوں کو خیرات دینے سے دہرا ثواب ملتا ہے: ایک تو خیرات کا، دوسرا اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنے کا، پھر جو کچھ ان سے بچے وہ اور لوگوں کو دو۔

مسئلہ ۲۱ (۱): ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے، ہاں اگر دوسرے شہر میں اس کے رشتہ دار رہتے ہوں ان کو بھیج دیا یا یہاں والوں کے اعتبار سے وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہیں یا وہ لوگ دین کے کام میں لگے ہیں ان کو بھیج دیا تو مکروہ نہیں کہ طالب علموں اور دین دار عالموں کو دینا بڑا ثواب ہے۔

باب ہیز دہم ۱۸

صدقۂ فطر کا بیان

مسئلہ ۱ (۲): جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں، لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال واسباب ہے جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر عید کے دن صدقہ دینا واجب ہے، چاہے وہ سوداگری کا مال ہو یا سوداگری کا نہ ہو، اور چاہے سال پورا گذر چکا ہو یا نہ گذرا ہو، اور اس صدقہ کو شرع میں ''صدقۂ فطر'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲ (۳): کسی کے پاس رہنے کا بڑا بھاری گھر ہے کہ اگر بیچا جائے تو ہزار پانسو کا بکے اور پہننے کے بڑے قیمتی

(۱) ویکرہ نقل الزکوٰۃ من بلدالی بلد الا ان ینقلها الانسان الی قرابته أو الی قوم هم احوج الیها من اهل بلده.[الهندیة ۱/ ۱۹۰] وکره نقلها الا الی قرابة، بل فی الظهیریة: لا تقبل صدقة الرجل وقرابته محاویج حتی یبدأبهم فیسد حاجتهم، او احوج او اصلح او اورع او أنفع للمسلمین (أو من دار الحرب الی دار الاسلام أوالی طالب علم)، وفی المعراج: التصدق علی العالم الفقیر افضل (او الی الزهاد). [الدّر المختار ۳/ ۳۵۵]

(۲) صدقة الفطر تجب علی حر مسلم مکلف مالك لنصاب او قیمة وان لم یحل علیه الحول عند طلوع فجر یوم الفطر، ولم یکن للتجارة فارغ عن الدین وحاجته الاصلیة وحوائج عیاله، والمعتبر فیها الکفایة لا التقدیر، وهی مسکنه واثاثه وثیابه وفرسه وسلاحه وعبید للخدمة. [مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی ص۷۲۳]

(۳) دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ا باب ہذا۔

قیمتی کپڑے ہیں، مگر ان کو گوٹہ لچکا نہیں اور خدمت کے لیے دو چار خدمت گار ہیں۔ گھر میں ہزار پانسو کا ضروری اسباب بھی ہے مگر زیور نہیں اور وہ سب کام میں آیا کرتا ہے یا کچھ اسباب ضرورت سے زیادہ بھی ہے اور کچھ گوٹہ لچکا اور زیور بھی ہے، لیکن وہ اتنا نہیں جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ایسے پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۳:① کسی کے دو گھر ہیں: ایک میں خود رہتی ہے، اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دے دیا ہے، تو یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے اگر اس کی قیمت اتنی ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے اور ایسے کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بھی جائز نہیں۔ البتہ② اگر اسی پر اس کا گذارہ ہو تو یہ مکان بھی ضروری اسباب میں داخل ہو جاوے گا اور اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا اور زکوٰۃ کا پیسہ لینا اور دینا بھی درست ہوگا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جس کو زکوٰۃ اور صدقۂ واجبہ کا پیسہ لینا درست ہے اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں اور جس کو صدقہ اور زکوٰۃ کا لینا درست نہیں اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

مسئلہ ۴:③ کسی کے پاس ضروری اسباب سے زائد مال اسباب ہے، لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ مجرا کر کے دیکھو کیا بچتا ہے: اگر اتنی قیمت کا اسباب بچ رہے جتنے میں زکوٰۃ واجب ہو جاوے تو صدقۂ فطر واجب ہے، اور اگر اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

مسئلہ ۵:④ عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے، تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں، اس کے مال میں سے نہ دیا جاوے گا۔

مسئلہ ۶:⑤ بہتر یہ ہے کہ جس وقت مرد لوگ نماز کے لیے عیدگاہ جاتے ہیں اس سے پہلے ہی صدقہ دے دے،

---

① وما زاد على الدار الواحدة والدستجات الثلاثة من الثياب يعتبر في الغناء. [فتاوىٰ قاضى خان ۲۲۷/۱]

② وذكر في الفتاوىٰ فيمن له حوانيت ودور للغلة، لكن غلتها لاتكفيه ولعياله انه فقير. [ردّ المحتار ۳۴۶/۳]

③ وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصابا. [الهداية ۷/۲] قلت: حكم صدقة الفطر مثل الزكوٰة في المصارف في كل حال، الا في جواز الدفع الى ذمى وعدم سقوطها بهلاك المال. [كذا في الدر المختار ۳۷۹/۳]

④ ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثانى من يوم الفطر، فمن مات قبل ذلك لم يجب عليه الصدقة. [الهندية ۱۹۲/۱]

⑤ والمستحب للناس ان يخرجوا الفطرة بعد طلوع الفجر يوم الفطر قبل الخروج الى المصلى. [الهندية ۱۹۲/۱]

اگر پہلے نہ دیا تو خیر بعد سہی۔

مسئلہ ۷: [1] کسی نے صدقۂ فطر عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں دے دیا تب بھی ادا ہوگیا، اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔

مسئلہ ۸: [2] اگر کسی نے عید کے دن صدقۂ فطر نہ دیا تو معاف نہیں ہوا، اب کسی دن دے دینا چاہیے۔

مسئلہ ۹: [3] صدقۂ فطر فقط اپنی طرف سے واجب ہے، کسی اور کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں [4] نہ بچوں کی طرف سے نہ ماں باپ کی طرف سے، نہ شوہر کی طرف سے، نہ کسی اور کی طرف سے۔

مسئلہ ۱۰: [5] اگر چھوٹے بچے کے پاس اتنا مال ہو جتنے کے ہونے سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، جیسے اس کا کوئی رشتہ دار مرگیا، اس کے مال سے اس بچہ کو حصہ ملا یا کسی اور طرح سے بچے کو مال مل گیا تو اس بچہ کے مال میں سے صدقۂ فطر ادا کرے، لیکن اگر وہ [6] بچہ عید کے دن صبح ہونے کے بعد پیدا ہوا تو اس کی طرف سے صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۱: [7] جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے، اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے، دونوں میں کچھ فرق نہیں۔

مسئلہ ۱۲: [8] صدقۂ فطر میں اگر گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا گیہوں کا ستو دیوے تو اسّی کے سیر یعنی انگریزی تول سے

---

① وصح اداؤها اذا قدمه على يوم الفطر او اخره. [الدّر المختار ۳/۳۷۶]

② وان اخروها عن يوم الفطر: لم تسقط وكان عليهم اخراجها. [الهداية ۲/۹۰]

③ في الهداية ص ۲/۸۱: يخرج ذلك عن نفسه وعن اولاده الصغار. قلت: هذا حكم الرجال، واما النساء فلا يجب عليهن الا عن نفسها فقط. (ف)

④ یہ حکم عورتوں کا ہے اور مرد پر نابالغ اولاد کی طرف سے دینا بھی واجب ہے، لیکن اگر وہ اولاد مال دار ہو تو باپ کے ذمہ واجب نہیں، بلکہ انہیں کے مال میں سے دیوے اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی دینا واجب نہیں، البتہ اگر کوئی لڑکا مجنون ہو تو اس کی طرف سے دیوے۔

⑤ ولو كان للولد الصغير مال ادى عنه الاب من مال الصغير استحساناً. [فتاوى قاضي خان ۱/۲۲۷]

⑥ ومن ولد او اسلم بعده (اى بعد طلوع الفجر يوم الفطر) لم تجب الصدقة عليه. [الهندية ۱/۱۹۲]

⑦ من سقط عنه صوم الشهر لكبر اولمرض لا يسقط عنه صدقة الفطر. [الهندية ۱/۱۹۲]

⑧ الفطرة نصف صاع من بر او دقيق او سويق او زبيب او صاع من تمر او شعير. [الهداية ۲/۸۵]

آدھی چھٹانک اوپر پونے دو سیر بلکہ احتیاط کے لیے پورے دو سیر یا کچھ اور زیادہ دے دینا چاہیے، کیونکہ زیادہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ بہتر ہے۔ اور اگر جو یا جو کا آٹا دیوے تو اس کا دونا دینا چاہیے۔

مسئلہ ۱۳:[۱] اگر گیہوں اور جو کے سوا کوئی اور اناج دیا جیسے چنا، جوار، (چاول[۲]) تو اتنا دیوے کہ اس کی قیمت اتنے گیہوں یا اتنے جو کے برابر ہو جاوے جتنے اوپر بیان ہوئے۔

مسئلہ ۱۴:[۳] اگر گیہوں اور جو نہیں دیئے، بلکہ اتنے گیہوں اور جو کی قیمت دے دی تو یہ سب سے بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۵:[۴] ایک آدمی کا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دے دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دے دے، دونوں باتیں جائز ہیں۔

مسئلہ ۱۶:[۵] اگر کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا، یہ بھی درست[۶] ہے۔

مسئلہ ۱۷:[۷] صدقۂ فطر کے مستحق بھی وہی لوگ[۸] ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

باب نوزدہم ۱۹

قربانی کا بیان

قربانی کا بڑا ثواب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا[۹] ہے کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز

---

① وما لم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة. [الدّر المختار ۱/۱۲۲] ② چاول کا لفظ اس مرتبہ اضافہ ہوا۔ (شبیر علی)

③ وذكر في الفتاوىٰ: ان اداء القيمة افضل من عين المنصوص عليه، وعليه الفتوى. [الهندية ۱/۱۹۲]

④ وجاز دفع كل شخص فطرته الى مسكين او مساكين على المذهب، كما جاز دفع صدقة جماعة الى مسكين واحد بلا خلاف. [الدّر المختار ۳/۳۷۷] ⑤ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۵ باب ہذا۔ (منہ)

⑥ لیکن وہ اتنے آدمیوں کا نہ ہو جو سب مل کر نصاب زکوٰۃ یا نصاب صدقۂ فطر کو پہنچ جاوے، اس لیے کہ اس قدر دینا ایک شخص کو مکروہ ہے۔ (منہ)

⑦ وصدقة الفطر كالزكوة في المصارف، وفي كل حال إلا في جواز الدفع إلى الذمي وعدم سقوطها بهلاك المال. [الدّر المختار ۳/۳۷۹] ⑧ مگر صدقۂ فطر کافر فقیر کو بھی دینا جائز ہے اور زکوٰۃ اس کو دینی جائز نہیں۔ (ف)

⑨ عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ: ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر أحب الى الله من اهراق الدم، وانه ليأتي يوم القيمة بقرونها واشعارها واظلافها، وان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع بالارض، فطيبوا بها نفسا. رواه الترمذي وابن ماجه. [مشكوة المصابيح ص۱۲۸]

اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں[1] سے بڑھ کر ہے۔ اور قربانی کرتے وقت یعنی ذبح کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہوجاتا ہے تو خوب خوشی سے اور خوب دل کھول کر قربانی کیا کرو اور حضرت ﷺ نے فرمایا[2] ہے کہ قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ سبحان اللہ! بھلا سوچو تو کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا کہ ایک قربانی کرنے سے ہزاروں لاکھوں نیکیاں مل جاتی ہیں۔ بھیڑ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اگر کوئی صبح سے شام تک گنے تب بھی نہ گن پاوے۔ پس سوچو تو کتنی نیکیاں ہوئیں۔ بڑی دینداری کی بات تو یہ ہے کہ اگر کسی پر قربانی کرنا واجب بھی نہ ہو تب بھی اتنے بے حساب ثواب کے لالچ سے قربانی کردینا چاہیے کہ جب یہ دن چلے جاویں گے تو یہ دولت کہاں نصیب ہوگی اور اتنی آسانی سے اتنی نیکیاں کیسے کما سکے گی۔ اور اگر اللہ نے مال دار اور امیر بنایا ہو تو مناسب ہے کہ جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے جو رشتہ دار مرگئے ہیں جیسے ماں باپ وغیرہ ان کی طرف سے بھی قربانی کردے کہ ان کی روح کو اتنا بڑا ثواب پہنچ جاوے۔ حضرت ﷺ کی طرف سے آپ کی بیبیوں کی طرف سے اپنے پیر وغیرہ کی طرف سے کردے اور نہیں تو کم سے کم اتنا تو ضرور کرے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے کیونکہ مالدار پر تو واجب ہے۔ جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے اور قربانی کرنا اس پر واجب ہے، پھر بھی اس نے قربانی نہ کی، اس سے بڑھ کر بدنصیب اور محروم اور کون ہوگا؟ اور گناہ رہا سو الگ۔ جب[3] قربانی کا جانور قبلہ رخ لٹاوے تو پہلے یہ دعا پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ اِنَّ

---

① یعنی فرض کاموں کے علاوہ سب نیک کاموں سے بڑھ کر ہے۔

② عن زید بن ارقم قال: قال اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ: یا رسول اللّٰہ! ماھذہ الاضاحی؟ قال: سنۃ ابیکم ابراھیم علیہ السلام، قالوا: فما لنا فیھا؟ یا رسول اللّٰہ! قال: بکل شعرۃ حسنۃ، قالوا: فالصوف یا رسول اللّٰہ! قال: بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ. رواہ احمد وابن ماجۃ. [مشکوۃ المصابیح ص ۱۲۹]

③ عن جابر قال: ذبح النبی ﷺ یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین، فلما وجھھما قال: انی وجھت وجھی الخ. [مشکوۃ المصابیح ص ۱۲۸]

صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ o اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ.

پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کے ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ[1] کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ.

مسئلہ ۱:[2] جس پر صدقۂ فطر واجب ہے اس پر بقرعید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو جتنے کے ہونے سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے، لیکن پھر بھی اگر کر دیوے تو بہت ثواب پاوے۔

مسئلہ ۲:[3] مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ ۳:[4] بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے، چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کرنے کا سب سے بہتر دن بقرعید کا دن ہے، پھر گیارہویں تاریخ، پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ ۴:[5] بقرعید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ جب لوگ نماز پڑھ چکیں تب کرے، البتہ اگر کوئی کسی دیہات میں اور گاؤں میں رہتی ہو تو وہاں طلوع[6] صبح صادق کے بعد بھی قربانی کر دینا درست[7] ہے۔ شہر کے اور قصبہ کے رہنے والے نماز کے بعد کریں۔

---

① اگر کسی اور کی طرف سے ذبح کرے تو "منّی" کی جگہ "من فلان" کہے اور فلاں کی جگہ اس کا نام لیوے۔

② وشرائطها: الاسلام، والا قامة، واليسار الذی يتعلق به وجوب صدقة الفطر. [الدّر المختار ٩/٥٢٠]

③ وليس على الفقير والمسافر اضحية. [الهداية ٧/١٦٠]

④ ووقت الاضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر، الا انه لا يجوز لأهل الامصار الذبح، حتى يصلی الامام العيد، فاما اهل السواد فيذبحون بعد الفجر. [الهداية ٧/١٦١]

⑤ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۳ باب ہٰذا۔

⑥ عبارت میں تسامح تھا، اس مرتبہ درست کر دیا گیا۔ (شبیر علی) ⑦ اور نماز بقرعید کے بعد تو قربانی کا گاؤں میں درست ہونا بہت ہی ظاہر ہے۔

مسئلہ ۵:[1] اگر کوئی شہر کی رہنے والی اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دیوے تو اس کی قربانی بقرعید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے، اگرچہ خود وہ شہر ہی میں موجود ہے۔ لیکن جب قربانی دیہات میں بھیج دی تو نماز سے پہلے قربانی کرنا درست ہوگیا، ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوا لے اور گوشت کھاوے۔

مسئلہ ۶:[2] بارہویں تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے قربانی کرنا درست ہے، جب سورج ڈوب گیا تو اب قربانی کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۷:[3] دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے، چاہے دن میں چاہے رات میں، لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ ۸:[4] دسویں، گیارہویں تاریخ سفر میں تھی پھر بارہویں تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گئی یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہوگیا، اسی طرح اگر پہلے اتنا مال نہ تھا اس لیے قربانی واجب نہ تھی، پھر بارہویں تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۹:[5] اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتی ہو تو کسی اور سے ذبح کروا لے اور ذبح کے وقت وہاں جانور کے سامنے کھڑی ہو جانا بہتر ہے اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پردہ کی وجہ سے سامنے نہیں کھڑی ہو سکتی تو بھی کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ ۱۰:[6] قربانی کرتے وقت زبان سے نیت پڑھنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اگر دل میں خیال کر لیا کہ

---

[1] وحيلة المصرى اذا اراد التعجيل ان يبعث بها الى خارج المصر، فيضحى بها كما طلع الفجر. [الهداية ١٦٢/٧]

[2]، [3] وقت الاضحية ثلاثة ايام: العاشر، والحادى عشر، والثانى عشر، اولها افضلها، وآخرها ادونها، يجوز في نهارها ولياليها بعد طلوع الفجر من يوم النحر الى غروب الشمس من اليوم الثانى عشر، الا انه يكره الذبح في الليل. [الهندية ٥/٣٩٥]

[4] اذا لم يكن اهلا للوجوب في اول الوقت، ثم صار اهلا في آخره بأن كان كافرا او عبدا او فقيرا او مسافرا فى اول الوقت؛ ثم صارا هلا في آخره فإنه يجب عليه. [الهندية ٥/٢٩٣]

[5] والافضل ان يذبح اضحيته بيده ان كان يحسن الذبح؛ لان الاولى في القربات ان يتولى بنفسه، وان كان لا يحسنه فالافضل ان يستعين بغيره، ولكن ينبغى ان يشهدها بنفسه. [الهندية ٥/٣٠٠]

[6] ولا يشترط ان يقول بلسانه مانوى بقلبه كمافي الصلوة. [ردّ المحتار ٩/٥٢٠]

میں قربانی کرتی ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط **بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر** کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہوگئی، لیکن اگر یاد ہو تو وہ دعا پڑھ لینا بہتر ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

مسئلہ ۱۱: [۱] قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اولاد کی طرف سے واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں، نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے۔ اگر کسی نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہوگئی، لیکن اپنے ہی مال میں سے کرے، اس کے مال میں سے ہرگز نہ کرے۔

مسئلہ ۱۲: [۲] بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس بھینسا، اونٹ اونٹنی اتنے جانوروں کی قربانی [۳] درست ہے اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ ۱۳: [۴] گائے، بھینس، اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو، صرف گوشت کھانے کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی، نہ اس کی جس کا پورا حصہ ہے نہ اس کی جس کا ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ ۱۴: [۵] اگر گائے میں سات آدمیوں سے کم لوگ شریک ہوئے جیسے پانچ آدمی شریک ہوئے یا چھ آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ [۶] ساتویں [۷] حصہ سے کم نہیں، تب بھی سب کی قربانی درست ہے اور اگر آٹھ آدمی

---

① وليس على الرجل ان يضحي عن اولاده الكبار وامرأته الا باذنه، وفي الولد الصغير عن ابي حنيفة روايتان، في ظاهر الرواية تستحب ولا تجب. [الهندية ٥/٢٩٣]

② اما جنسه فهو ان يكون من الأجناس الثلاثة: الغنم، او الابل، او البقر، ويدخل في كل جنس نوعه والذكر والانثى منه والخصي والفحل. [الهندية ٥/٢٩٧]

③ یعنی جو ان تین جنسوں سے ہوں، خواہ کسی قسم سے ہو، نر ہو یا مادہ، سب کی قربانی درست ہے۔ (ف) ④ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۴ باب ہذا۔ (منہ)

⑤ يجب ان يعلم ان الشاة لا تجزئ الا عن واحد وان كانت عظيمة، والبقر والبعير يجزئ عن سبعة اذا كانوا يريدون به وجه الله تعالىٰ، والتقدير بالسبع يمنع الزيادة ولا يمنع النقصان. [الهندية ٥/٣٠٤]

⑥ ولو لأحدهم اقل من سبع لم يجز عن احد. [الدّر المختار ٩/٥٢٥] ⑦ اس مرتبہ عبارت درست کی گئی ہے۔ (شبیر علی)

شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔

مسئلہ ۱۵: [۱] قربانی کے لیے کسی نے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اس کو بھی اس گائے میں شریک کرلیں گے اور ساجھے میں قربانی کریں گے، اس کے بعد کچھ اور لوگ اس گائے میں شریک ہو گئے تو یہ درست ہے۔ اور اگر خریدتے وقت اس کی نیت شریک کرنے کی نہ تھی، بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ تھا تو اب اس میں کسی اور کا شریک ہونا بہتر تو نہیں ہے، لیکن اگر کسی کو شریک کرلیا تو دیکھنا چاہیے جس نے شریک کیا ہے وہ امیر ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے یا غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں۔ اگر امیر ہے تو درست ہے، اگر غریب [۲] ہے تو درست نہیں۔

مسئلہ ۱۶: [۳] اگر قربانی کا جانور کہیں گم ہو گیا، اس لیے دوسرا جانور خریدا، پھر وہ پہلا بھی مل گیا۔ اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو ایک ہی [۴] جانور کی قربانی اس پر واجب ہے اور اگر غریب [۵] آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو دونوں جانوروں کی قربانی اس پر واجب ہو گی۔

---

① ولو اشترى بقرة يريد ان يضحي بها عن نفسه، ثم اشترك فيها ستة معه جاز استحساناً. [الهداية ۷/ ۱۶۰] قال العلامة الشامي: وهذا محمول على الغني؛ لأنها لم تتعين لوجوب التضحية بها، ومع ذلك يكره،... فاما الفقير فلا يجوز له ان يشرك فيها. [ردّ المحتار ۹/ ۵۲۶]

② یعنی غریب کے لیے اپنی خریدی ہوئی گائے میں کسی کو شریک کرنا درست نہیں، لیکن اگر کسی کو شریک کرلیا تو جسکو شریک کیا ہے اسکی قربانی ادا ہو جائیگی اور شریک کرنے کی وجہ سے دوسرے شریکوں کے حصوں میں بھی کوئی نقصان نہ آئیگا، لیکن اس غریب کے اوپر واجب ہے کہ جتنے حصے خریدنے کے بعد دوسرے لوگوں کو دیے ہیں انکا ضمان اس طرح ادا کرے کہ اگر ابھی قربانی کے دن باقی ہیں تو اتنے حصے قربانی کردے اور اگر قربانی کے دن گذر گئے تو ان حصوں کی قیمت مساکین کو دیدے۔ (ف) وكذا لو اشرك فيها ستة بعد ما اوجبها لنفسه لم يسعه؛ لانه اوجبها كلها لله تعالى، وان اشرك جاز ويضمن ستة اسباعها، وقيل في الغني انه يتصدق بالثمن. [عالمگیری ۵/ ۳۰۴] (ف)

③ ولو ضلت او سرقت فاشترى اخرى، ثم ظهرت الاولى في ايام النحر، على الموسر ذبح احداهما، وعلى الفقير ذبحهما. [الهداية ۷/ ۱۶۹]

④ دونوں میں سے خواہ کسی کی قربانی کردے، لیکن اس میں اتنی تفصیل ہے کہ اگر پہلے جانور کی قربانی کرے تب تو خیر اور اگر دوسرے جانور کی قربانی کرے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ قیمت میں پہلے جانور سے کم تو نہیں، اگر کم ہو تو جتنے دام کم ہوں اتنے دام غریبوں کو خیرات کردینا مستحب ہے۔

⑤ اس مسئلہ پر شبہ اور اسکا جواب امداد الفتاویٰ مبوب جلد سوم ص ۴۸۹ میں موجود ہے۔ (تصحیح الاغلاط) جس میں مسئلہ ہذا کی تائید ہے۔ (شبیر علی)

مسئلہ ۱۷: [①] سات آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت بانٹتے وقت اٹکل سے نہ بانٹیں، بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں، نہیں تو اگر کوئی حصہ زیادہ کم رہے گا تو سود [②] ہوجاوے گا اور گناہ ہوگا، البتہ اگر گوشت کے ساتھ کلہ پائے اور کھال کو بھی شریک کرلیا تو جس طرف کلہ پائے یا کھال ہو اس طرف اگر گوشت کم ہو درست ہے، چاہے جتنا کم ہو۔ جس طرف گوشت زیادہ تھا اس طرف کلہ پائے شریک کیے تو بھی سود ہوگیا اور گناہ ہوا۔

مسئلہ ۱۸: [③] بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں، جب پوری سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے۔ اور گائے، بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں، پورے دو برس ہوچکیں تب قربانی درست ہے۔ اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔ اور دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دو تو کچھ فرق نہ معلوم ہوتا ہو تو ایسے وقت چھ مہینے [④] کے دنبہ اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۱۹: [⑤] جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو، ایک آنکھ کی تہائی [⑥] روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا

---

① ویقسم اللحم وزنا لا جزافا، إلا اذا ضم معه من الأكارع او الجلد. [الدّر المختار ۵۲۷/۹]

② اور سود کا لینے والا دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور جس طرف گوشت زیادہ گیا ہے، اس کا کھانا بھی جائز نہیں۔

③ وصح الجذع من الضأن ان كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التميز من بعد. وصح الثنى فصا عدا من الثلاثة والثنى هو ابن خمس من الابل وحولين من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز. [الدّر المختار ۵۳۴/۹] قلت: الضأن جمع ضائن كركب جمع راكب من ذوات الصوف (سواء كانت ذات الية او لا) والمعز من ذوات الشعر كذا في البحر (۳۴۱/۲) في زكوٰة الغنم، ومثله في ردّ المحتار ص(۲۴۲/۳) في زكوٰة الغنم. فما نقل العلامة ابن عابدين في كتاب الاضحية عن المنح في تفسير الضأن "هو ما له الية" فيه نوع قصور، فانه يوهم منه تخصيصه بأحد نوعيه، وليس مراده التخصيص، فانه رحمه الله ذكر في زكوٰة الغنم عن القهستاني ان الضأن ماكان من ذوات الصوف. وذوات الصوف لا تختص بما له الية، فليتنبه. (ف)

④ قولہ: چھ مہینے الخ بعضے علماء کا اسی پر فتویٰ ہے، لیکن مجھ کو درمختار کے اس جزئیہ ولا التى لا الية لها سے اس میں شبہ ہوگیا، ناظرین بطور خود علماء سے تحقیق کرلیں (از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی)۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ چھ مہینہ کی بھیڑ کی قربانی درست ہے، جیسا کہ حاشیہ میں ہم نے لکھا ہے اور حضرت مولانا گنگوہی کی بھی یہی تحقیق تھی۔ (ف)

⑤ ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها، والعرجاء البين عرجها، وهى التى لا تقدر ان تمشى برجلها الى المنسك، والمريضة البين مرضها، ومقطوعة الاذنين والالية والذنب بالكلية، والتى لا اذن لها في الخلقة، وتجزئ السكاء وهى صغيرة الاذن. [الهندية ۲۹۷/۵] ⑥ روى محمد عنه فى الاصل والجامع الصغير: ان المانع ذهاب اكثر من ثلث، وعنه انه الثلث، وعنه انه الربع، وعنه =

تہائی سے زیادہ کٹ گیا، یا تہائی دم یا تہائی سے زیادہ کٹ گئی تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ ۲۰:[1] جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے، چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا، اس کی بھی قربانی درست نہیں اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کر کے چلتا ہے، تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ ۲۱:[2] اتنا دبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے اور اگر اتنا دبلا نہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ حرج نہیں، اس کی قربانی درست ہے، لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ ۲۲:[3] جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔ اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے گرے ہیں ان سے زیادہ باقی ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ ۲۳:[4] جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں ہیں اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے۔ اور اگر کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ ۲۴:[5] جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے، اس کی قربانی درست ہے، البتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں۔

مسئلہ ۲۵:[6] خصی یعنی بدھیا بکرے اور مینڈھے وغیرہ کی بھی قربانی درست ہے جس جانور کے خارش (کھجلی) ہو

= ان يكون الذاهب اقل من الباقي او مثله. (بالمعنى) والاولى هي ظاهر الرواية وصححها في الخانية. [ردّ المحتار ٩/٥٣٦]

① والعرجاء، اى: التى لا يمكنها المشى برجلها العرجاء، انما تمشى بثلاث قوائم، حتى لو كانت تضع الرابعة على الارض وتستعين بها جاز. [ردّ المحتار ٩/٥٣٦]

② ولا تجوز العجفاء التى لا تنقى. فان كانت مهزولة فيها بعض الشحم جاز. [الهندية ٥/٢٩٨]

③ ولا بالهتماء التى لا اسنان لها ويكفي بقاء الأكثر. [الدّر المختار ٩/٥٣٧] ④ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر (۱۹) باب ہذا۔ (منہ)

⑤ ويضحى بالجماء هى التى لا قرن لها خلقة، وكذلك العظماء التى ذهب بعض قرنها بالكسر او غيره، فان بلغ الكسر الى المخ لم يجز. [ردّ المحتار ٩/٥٣٥] ⑥ ويضحى بالجماء والخصى -الى ان قال:- والجرباء السمينة، فلو مهزولة لم يجز؛ لأن الجرب فى اللحم نقص. [الدّر المختار ٩/٥٣٥]

اس کی بھی قربانی درست ہے، البتہ اگر خارش کی وجہ سے بالکل لاغر ہو گیا ہو تو درست نہیں۔

مسئلہ ۲۶: [1] اگر جانور قربانی کے لیے خرید لیا، تب کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی کرنا درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر کے قربانی کرے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی کرنا واجب نہیں تو اس کے واسطے درست ہے وہی جانور قربانی کر دے۔

مسئلہ ۲۷: [2] قربانی کا گوشت آپ کھاوے اور اپنے رشتہ ناتے کے لوگوں کو دے دے اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ کم سے کم تہائی حصہ خیرات کرے۔ خیرات میں تہائی سے کمی نہ کرے، لیکن اگر کسی نے تھوڑا ہی گوشت خیرات کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۸: [3] قربانی کی کھال [4] یا تو یوں ہی خیرات کر دے اور یا بیچ کر اس کی قیمت خیرات کر دے، وہ قیمت ایسے لوگوں کو دے جن کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور قیمت میں جو پیسے ملے ہیں بعینہٖ وہی پیسے خیرات کرنا چاہیے، اگر وہ پیسے کسی کام میں خرچ کر ڈالے اور اتنے ہی پیسے اور اپنے پاس سے دیدیئے تو بری بات ہے، مگر ادا ہو جاویں گے۔

مسئلہ ۲۹: [5] اس کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا اور کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں، خیرات ہی کرنا چاہیے۔ [6]

مسئلہ ۳۰: [7] اگر کھال کو اپنے کام میں لاوے جیسے اسکی چھلنی بنوالی یا مشک یا ڈول یا جانماز بنوالی، یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳۱: [8] کچھ گوشت یا چربی یا چھیچھڑے قصائی کو مزدوری میں نہ دیوے، بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دیوے۔

---

[1] ولو اشتراها سليمة، ثم تعيبت بعيب مانع، فعليه اقامة غيرها مقامها ان كان غنيا، وان كان فقيرا اجزأه ذلك. [الدّر المختار ۵۳۹/۹]

[2] ويأكل من لحم الأضحية، ويو كل غنيا ويدخر، وندب ان لا ينقص التصدق عن الثلث. [الدّر المختار ۵۴۱/۹]

[3] ويتصدق بجلدها او يعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو او يبدله بما ينتفع به باقيا كما مر، لا بمستهلك كخل ولحم ونحوه كدراهم، فان بيع اللحم او الجلد به اى بمستهلك تصدق بثمنه. [الدّر المختار ۵۴۳/۹]

[4] اس مسئلہ کے متعلق استفسار اور اس کا جواب امداد الفتاویٰ مبوب جلد سوم کے ص ۴۸۹ میں درج ہے جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے۔ (شبیر علی)

[5] دیکھو حاشیہ مسئلہ ۲۸ باب ہذا۔

[6] اس مسئلہ پر شبہ اور اسکا جواب امداد الفتاویٰ مبوب جلد سوم ص ۴۸۹ میں درج ہے جس سے مسئلہ ہذا کی تائید ہوتی ہے۔ (تصحیح الاغلاط) (شبیر علی)

[7] دیکھو حاشیہ مسئلہ ۲۸ باب ہذا۔

[8] ولا يعطى اجرة الجزار منها. [الدّر المختار ۵۴۳/۹]

مسئلہ ۳۲:[1] قربانی کی رسی جھول وغیرہ سب چیزیں خیرات کردے۔

مسئلہ ۳۳:[2] کسی پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہوگئی۔

مسئلہ ۳۴:[3] کسی پر قربانی واجب تھی، لیکن قربانی کے تینوں دن گذر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کردیوے۔ اور اگر بکری خرید لی تھی تو وہی بکری بعینہٖ خیرات کردے۔

مسئلہ ۳۵:[4] جس نے قربانی کرنے کی منت مانی پھر وہ کام پورا ہوگیا جس کے واسطے منت مانی تھی، تو اب قربانی کرنا واجب ہے،[5] چاہے مالدار ہو یا نہ ہو۔ اور منت کی قربانی کا سب گوشت فقیروں کو خیرات کردے، نہ آپ کھائے نہ امیروں کو دیوے، جتنا آپ کھایا ہو یا امیروں کو دیا ہو اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ ۳۶:[6] اگر اپنی خوشی سے کسی مردے کے ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کرے تو اس کے گوشت میں سے خود کھانا، کھلانا، بانٹنا سب درست ہے جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے۔

مسئلہ ۳۷:[7] لیکن[8] اگر کوئی مردہ وصیت کرگیا ہو کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کی جاوے اور اس کی وصیت پر اسی کے مال سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کے تمام گوشت وغیرہ کا خیرات کردینا واجب ہے۔

---

(۱) ویتصدق بجلدها، وکذا بجلالها وقلائدها. [ردّ المحتار ۹/۵۴۳]

(۲) اما الذی یجب علی الفقیر دون الغنی فالمشتری للاضحیة اذا کان المشتری فقیرا بأن اشتری فقیر شاة ینوی أن یضحی بها. [الهندیة ۵/۲۹۱]

(۳) وتصدق بقیمتها غنی شراها او لا، أقول: ذکر فی البدائع: ان الصحیح ان الشاة المشتراة للاضحیة اذا لم یضح بها حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینها حیة کالفقیر بلا خلاف بین اصحابنا. [الدّر المختار وردّ المحتار ۹/۵۳۳]

(۴) ولو ترکت التضحیة ومضت ایامها تصدق بها حیة ناذر لمعینة، ولا یاکل الناذر منها، فان أکل تصدق بقیمة ما أکل. [الدّر المختار ۵/۵۳۲]

(۵) اور یہ قربانی بھی قربانی ہی کے دنوں میں کرے، لیکن اگر کسی جگہ کا یہ محاورہ ہو کہ صرف ذبح کرنے کو بھی قربانی کہتے ہیں اور اس منت ماننے والے کی نیت میں یہی مطلب ہو تو اس صورت میں قربانی کے دنوں کی قید نہ ہوگی۔

(۶)،(۷) لو ضحی عن میت وارثه بامره لزمه التصدق بها وعدم الاکل منها، وان تبرع بها عنه له الاکل. [ردّ المحتار ۹/۵۵۴]

(۸) یہ مسئلہ نمبر ۳۷ پہلے حاشیہ میں درج تھا، اس مرتبہ داخل متن کیا گیا۔ (شبیر علی)

مسئلہ ۳۸[1]: اگر کوئی شخص[2] یہاں موجود نہیں اور دوسرے شخص نے اس کی طرف سے بغیر اس کے امر کے قربانی کردی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصّہ بدون اس کے امر[3] کے تجویز کرلیا تو اور حصہ داروں کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ ۳۹[4]: اگر کوئی جانور کسی کو حصّہ[5] پر دیا ہے تو یہ جانور اس پرورش کرنے والی کی ملک نہیں ہوا، بلکہ اصل مالکہ کا ہی ہے، اس لیے اگر کسی نے اس پالنے والی سے خرید کر قربانی کردی تو قربانی نہیں ہوئی۔ اگر ایسا جانور خریدنا ہو تو اصل مالک سے جس نے حصّہ پر دیا ہے خرید لیں۔

مسئلہ ۴۰[6]: اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب گوشت کو آپس میں تقسیم نہیں کرتے، بلکہ یکجا ہی فُقرا واحباب کو تقسیم کرنا، یا کھانا پکا کر کھلانا چاہیں تو بھی جائز ہے۔ اگر تقسیم کریں گے تو اس میں برابری ضروری ہے۔

مسئلہ ۴۱[7]: قربانی کی کھال کی قیمت کسی کو اجرت میں دینا جائز نہیں، کیونکہ اس کا خیرات کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۴۲[8]: قربانی کا گوشت کافروں[9] کو بھی دینا جائز ہے، بشرطیکہ اجرت میں نہ دیا جاوے۔

مسئلہ ۴۳[10]: اگر کوئی جانور گابھن ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، پھر اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کردے۔

---

[1] اذا ضحی بشاۃ نفسه عن غیرہ بامر ذلك الغیر او بغیر امرہ لا تجوز. [الھندیة ۳۰۲/۵]

[2] یہاں سے آخر تک مسائل اس مرتبہ اضافہ ہوئے۔ (شبیر علی)

[3] وان فعل بغیر امرھم او بغیر امر بعضھم لا تجوز عنه ولا عنھم. [الھندیة ۳۰۲/۵]

[4] دفع بقرۃ الی رجل علی ان یعلفھا وما یکون من اللبن والسمن بینھما انصافا فالاجارۃ فاسدۃ، وعلی صاحب البقرۃ للرجل اجر قیامه وقیمة علفه ان علفھا من علف ھو ملکه. [الھندیة ۴۴۵/۴]

[5] جس کو بعض جگہ چرائی پر دینا اور بعض جگہ ادھیان اور بعض جگہ حصّہ پر دینا بھی کہتے ہیں۔

[6] لو اشتری لنفسه ولزوجته واولادہ الکبار بدنة ولم یقسموھا تجزیھم او لا؟ والظاھر انھا لا تشترط؛ لان المقصود منھا الاراقة وقد حصلت. [ردّ المحتار ۵۲۷/۹]

[7] فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستھلك او بدراھم تصدق بثمنه. [الدّر المختار ۵۴۳/۹]

[8] ویھب منھا ماشاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی. [الھندیة ۳۰۰/۵]

[9] قلت: المصرح حکم الذمی، والمعاھد کالذمی فی جواز الاحسان. (ف)

[10] فان خرج (الولد) من بطنھا حیا فالعامة انه یفعل به مایفعل بالأم. [ردّ المحتار ۵۳۴/۹]

باب بستم ۲۰

عقیقے کا بیان

مسئلہ ①: جس کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے۔ عقیقہ کر دینے سے بچہ کی سب الابلا دور ہو جاتی ہے اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔

مسئلہ ۲ ②: عقیقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکری یا دو بھیڑ اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے یا قربانی کی گائے میں لڑکے کے واسطے دو حصے اور لڑکی کے واسطے ایک حصہ لے لیوے، اور سر کے بال منڈوا دیوے، اور بال کے برابر چاندی یا سونا تول کر خیرات کر دے، اور بچہ کے سر میں اگر دل چاہے تو زعفران لگا دیوے۔

مسئلہ ۳: اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کرے تو جب کرے ساتویں دن ہونے کا خیال کرنا بہتر ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے، یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو عقیقہ کر دے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کو کرے، چاہے جب کرے وہ حساب سے ساتواں دن پڑے گا۔

مسئلہ ۴ ③: یہ جو دستور ہے کہ جس وقت بچہ کے سر پر استرا رکھا جائے اور نائی سر مونڈنا شروع کرے فوراً اسی وقت بکری ذبح ہو۔ یہ محض مہمل رسم ہے۔ شریعت سے سب جائز ہے، چاہے سر مونڈنے کے بعد ذبح کرے یا ذبح کر لے تب سر مونڈے ④ بے وجہ ایسی باتیں تراش لینا برا ہے۔

مسئلہ ۵ ⑤: جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں، اور جس کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔

---

① يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم اسبوعه. [ردّ المحتار ٩/٥٥٤]

② ويحلق رأسه ويتصدق عند الائمة الثلاثة بزنة شعره فضة او ذهبا، ثم يعق عند الحلق عقيقةً وهي شاة تصلح للأضحية، تذبح للذكر والانثى منها، وسنّها الشافعي واحمد سنة مؤكدة، شاتان عن الغلام، وشاة عن الجارية. [ردّ المحتار ٩/٥٥٤]

③ والمسئلة ظاهرة؛ فان النص لم يرد به وفي مقدمات ابن رشد ٢/٢٠: قال عطاء: يبدأ بالحلق قبل الذبح.

④ جائز دونوں ہیں، مگر عطاء نے فرمایا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ذبح سے پہلے سر مونڈا جائے۔ مقدمات ابن رشد مع مدونہ ۲/۲۰

⑤ وهي شاة تصلح للاضحية تذبح للذكر والانثى. [ردّ المحتار ٩/٥٥٤]

مسئلہ ۶:① عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کرے، چاہے پکا کر بانٹے، چاہے دعوت کر کے کھلا دے، سب درست ہے۔②

مسئلہ ۷:③ عقیقہ کا گوشت باپ، دادا، نانا، نانی، دادی وغیرہ سب کو کھانا درست ہے۔

مسئلہ ۸:④ کسی کو زیادہ توفیق نہیں، اس لیے اس نے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکری کا عقیقہ کیا تو اس کا بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ اور اگر بالکل عقیقہ ہی نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں۔

باب بست ویکم ۲۱

حج کا بیان

جس شخص کے پاس ضروریات سے زائد اتنا خرچ ہو کہ سواری پر متوسط گذران سے کھاتا پیتا چلا جاوے،

① سواء فرق لحمها نيئاً اوطبخه بحموضة او بدونها مع كسر عظمها او لا، واتخاذ دعوة او لا. [ردّ المحتار ٩/٥٥٤]

② اور عقیقہ میں ان باتوں کی رعایت بھی مستحب ہے کہ ایک ٹانگ (یعنی ران کی جڑ سے پیر تک پوری ٹانگ) دائی کو دے اور ایک تہائی گوشت کچا یا پکا خیرات کرے اور دو تہائی عزیزوں میں تقسیم کرے۔ اگر چاہے ان دو حصوں میں سے خود بھی کھائے اور بہتر ہے کہ عقیقہ کی ہڈیاں نہ توڑی جاویں اور سری حجام بال مونڈنے والے کو دیوے اور یہ سب باتیں واجب نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر عوام ان باتوں کو ضروری سمجھنے لگے ہیں، اس وجہ سے ان کو بتانے کے لیے کہ یہ باتیں ضروری نہیں، کبھی کبھی اس کا خلاف بھی کرنا چاہیے۔ (ف)

③ قال شيخ مشايخنا، المشهور في الآفاق، مولانا محمد اسحاق الدهلوي في احكام العقيقة في تكملة "ما لا بد منه"، قال العلماء: حكم العقيقة حكم الاضحية، پس دریں صورت خوردن گوشت آں، مادر، پدر و جد و جدہ را نیز جائز است، والمشهور خلافه فلا اصل له في الشرع.

④ عن ابن عباس ﷺ ان رسول الله ﷺ عق عن الحسن والحسين كبشاً كبشاً، رواه ابو داود، وعند النسائي كبشين كبشين، وعن بريدة ﷺ قال: كنا في الجاهلية اذا ولد لاحدنا غلام ذبح شاة ولطخ رأسه بدمها، فلما جاء الاسلام كنا نذبح الشاة يوم السابع ونحلق رأسه ونلطخه بزعفران. رواه ابو داود، (المشكوٰة ص ٣٦٣) فلعل من قال باستحباب العقيقة أخذ بظاهر هذه الروايات، وظاهر ما في البدائع انها مكروهة. وفي العالمگيرية (٣٦٢/٥) وذكر محمد في العقيقة: فمن شاء فعل، ومن شاء لم يفعل، وهذا يشير الى الاباحة فيمنع كونه سنة، وذكر في الجامع الصغير: ولا يعق عن الغلام ولا عن الجارية، وانه اشارة الى الكراهية، كذا في البدائع في كتاب الأضحية: (٢٠٣/٤)، قلت: حاصل ما ذكر في البدائع انه نسخت العقيقة بما روى عنه ﷺ انه قال: نسخت الاضحية كل دم كان قبلها، والعقيقة كانت قبل الاضحية فصارت منسوخة كالعتيرة، وما كانت قبلها فرضا بل كانت فضلا وليس بعد نسخ الفضل الا الكراهة، بخلاف صوم العاشوراء وبعض الصدقات المنسوخة حيث لا يكره التنفل بها بعد النسخ؛ لأن ذلك كان فرضا وانتساخ الفرضية لا يخرجه عن كونه قربة في نفسه. والله اعلم. (منه)

اور حج کر کے چلا آوے اس کے ذمہ حج فرض ہوجاتا ہے۔ اور حج کی بڑی بزرگی آئی ہے، چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ [۱] نے فرمایا ہے کہ جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہو اسکا بدلہ بجز بہشت کے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح عمرہ پر بھی بڑے بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے، چنانچہ حضور ﷺ [۲] نے فرمایا ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کے دونوں گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ اور جسکے ذمہ حج فرض ہو اور وہ نہ کرے اس کیلئے بڑی دھمکی آئی ہے، چنانچہ [۳] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس شخص کے پاس کھانے، پینے اور سواری کا اتنا سامان ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف تک جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے، [۴] خدا کو اسکی کچھ پرواہ نہیں ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ حج کا ترک کرنا اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۱ [۵]: عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ اگر کئی حج کیے تو ایک فرض ہوا، اور سب نفل ہیں اور ان کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

مسئلہ ۲ [۶]: جوانی سے پہلے لڑکپن میں اگر کوئی حج کیا ہے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں [۷] ہے۔ اگر مالدار ہے تو جوان ہونے کے بعد پھر حج کرنا فرض ہے، اور جو حج لڑکپن میں کیا ہے وہ نفل ہے۔

مسئلہ ۳ [۸]: اندھی پر حج فرض نہیں ہے، چاہے جتنی مالدار ہو۔

---

① عن ابی ہریرۃ ﷺ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینھما، والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ. متفق علیہ. [المشکوٰۃ ص ۲۲۱]

② عن ابن مسعود ﷺ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: تابعوا بین الحج والعمرۃ؛ فإنھما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفي الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ، ولیس للحجۃ المبرورۃ ثواب الا الجنۃ. رواہ الترمذی والنسائی وابوداود، ورواہ احمد وابن ماجہ عن عمر الی قولہ: خبث الحدید. [المشکوۃ ص ۲۲۲]

③ عن علی ﷺ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من ملك زاداً أو راحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا. الحدیث. [المشکوۃ ص ۲۲۲]

④ یہاں عبارت درست کی گئی ہے۔ (شبیر علی)

⑤ ولا یجب في العمر الامرۃ واحدۃ. [الھدایۃ ۲/۱۵۰]

⑥ الحج واجب علی الاحرار البالغین. [الھدایۃ ۲/۱۵۰]

⑦ یعنی اس سے فرض ادا نہ ہوگا۔ یہ غرض نہیں ہے کہ ثواب بھی نہ ہوگا، بلکہ نفل حج کا بہت بڑا ثواب ملے گا۔ (منہ)

⑧ فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشیخ کبیر لا یثبت علی الراحلۃ بنفسہ واعمی وان وجد قائدا. [الشامیۃ ۳/۵۲۳ والھدایۃ ۲/۱۵۳]

مسئلہ ۴:[1] جب کسی پر حج فرض ہوگیا تو فوراً اسی سال حج کرنا واجب ہے، بلا عذر دیر کرنا اور یہ خیال کرنا کہ ابھی عمر پڑی ہے، پھر کسی سال حج کرلیں گے درست نہیں ہے۔ پھر دو چار برس کے بعد بھی اگر حج کرلیا تو ادا ہوگیا لیکن گناہ گار رہوئی۔

مسئلہ ۵:[2] حج کرنے کے لیے راستہ میں اپنے شوہر کا یا کسی محرم کا ساتھ ہونا بھی ضروری ہے، بغیر اس کے حج کے لیے جانا درست نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر مکّہ سے اتنی دور پر رہتی ہو کہ اس کے گھر سے مکّہ تک تین منزل نہ ہو تو بے شوہر اور محرم کے ساتھ ہوئے بھی جانا درست ہے۔

مسئلہ ۶:[3] اگر وہ محرم نابالغ ہو یا ایسا بد دین ہو کہ ماں بہن وغیرہ سے بھی اس پر اطمینان نہیں تو اس کے ساتھ جانا درست نہیں۔

مسئلہ ۷:[4] جب کوئی محرم قابل اطمینان ساتھ جانے کے لیے مل جاوے تو اب حج کو جانے سے شوہر کا روکنا درست نہیں ہے۔ اگر شوہر روکے بھی تو اس کی بات نہ مانے اور چلی جاوے۔

مسئلہ ۸:[5] جو لڑکی ابھی جوان نہیں ہوئی لیکن جوانی کے قریب ہوچکی ہے، اس پر بھی بغیر شرعی محرم کے جانا درست نہیں اور غیر محرم کے ساتھ جانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ ۹:[6] جو محرم اسکو حج کرانے کے لیے جاوے اس کا سارا خرچ اسی پر واجب ہے کہ جو کچھ خرچ ہو دیوے۔

مسئلہ ۱۰:[7] اگر ساری عمر ایسا محرم نہ ملا جس کے ساتھ سفر کرے تو حج نہ کرنے کا گناہ نہ ہوگا، لیکن مرتے وقت یہ

---

① ثم هو واجب على الفور عند ابی یوسف، وعن ابی حنیفة ما یدل علیه، وعند محمد والشافعی علی التراخی. [الهدایة ۲/۱۵۱]

② ویعتبر في المرأة ان یكون لها محرم تحج به او زوج، ولا یجوز لها ان تحج بغیرهما اذا كان بینها وبین مكة مسیرة ثلاثة ایام. [الهدایة ۲/۱۵۶]

③ ولها ان تخرج مع كل محرم الا ان یكون مجوسیا؛ لانه یعتقد اباحة منا كحتها، ولا عبرة بالصبی والمجنون. [الهدایة ۲/۱۵۷]

④ واذا وجدت محرما لم یكن للزوج منعها. [الهدایة ۲/۱۵۷]

⑤ والصبیة التی بلغت حد الشهوة بمنزلة البالغة، حتی لا یسافر بها من غیر محرم. [الهدایة ص ۲/۱۵۷]

⑥ ونفقة المحرم علیها؛ لانها تتوسل به الی اداء الحج. [الهدایة ۲/۱۵۷]

⑦ فیجب الایصاء ان منع المرض او خوف الطریق او لم یوجد زوج ولا محرم. [ردّ المحتار ۳/۵۳۳]

وصیّت کر جانا واجب ہے کہ میری طرف سے حج کرا دینا۔ مر جانے کے بعد اس کے وارث اسی کے مال میں سے کسی آدمی کو خرچ دے کر بھیجیں کہ وہ جا کر مردہ کی طرف سے حج کر آوے۔ اس سے اس کے ذمہ کا حج اتر جاوے گا، اس حج کو جو دوسرے کی طرف سے کیا جاتا ہے ''حج بدل'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱۱[①]: اگر کسی کے ذمہ حج فرض تھا اور اس نے سستی سے دیر کر دی، پھر وہ اندھی ہو گئی یا ایسی بیماری ہو گئی کہ سفر کے قابل نہ رہی تو اس کو بھی ''حج بدل'' کی وصیّت کر جانا چاہیے۔

مسئلہ ۱۲[②]: اگر وہ اتنا مال چھوڑ کر مری ہو کہ قرض وغیرہ دے کر تہائی مال میں سے حج بدل کرا سکتے ہیں تب تو وارث پر اسکی وصیّت کا پورا کرنا اور حج بدل کرانا واجب ہے۔ اور اگر مال تھوڑا ہے کہ ایک تہائی میں سے حج بدل نہیں ہو سکتا تو اسکا ولی[③] حج نہ کراوے۔ ہاں اگر ایسا کرے کہ تہائی مال مردے کا دیوے اور جتنا زیادہ لگے وہ خود دیدے تو البتہ حج بدل کرا سکتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ مردے کا تہائی مال سے زیادہ نہ دیوے۔ ہاں اگر اسکے سب وارث بخوشی راضی ہو جاویں کہ ہم اپنا حصّہ نہ لیویں گے، تم حج بدل کرا دو، تو تہائی مال سے زیادہ لگا دینا بھی درست ہے، لیکن نابالغ وارثوں کی اجازت کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اس لیے انکا حصّہ ہرگز نہ لیوے۔

مسئلہ ۱۳[④]: اگر وہ حج بدل کی وصیّت کر کے مر گئی لیکن مال کم تھا اس لیے تہائی مال میں حج بدل نہ ہو سکا اور تہائی سے زیادہ لگانے کو وارثوں نے خوشی سے منظور نہ کیا، اس لیے حج نہیں کرایا گیا تو اس بے چاری پر کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ ۱۴[⑤]: سب وصیّتوں کا یہی حکم ہے، سو اگر کسی کے ذمے بہت روزے یا نمازیں قضا باقی تھیں یا زکوٰۃ باقی تھی

---

① دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۰ باب ہذا۔ ② اذا مات قبل ادائه: فان مات عن غير وصية يأثم بلا خلاف، وان احب الوارث ان يحج عنه حج، وارجوان يجزيه ذلك ان شاء الله تعالى، وان مات عن وصية لا يسقط الحج عنه، واذا حج عنه يجوز عندنا باستجماع شرائط الجواز، ويحج عنه من ثلث ماله، سواء قيد الوصية بالثلث او اطلق. [الهندية مختصراً ١/٢٥٨]

③ مطلب یہ ہے کہ اس شہر سے نہ کراوے، البتہ جس شہر سے اس قدر خرچ میں حج کو کوئی جا سکے وہاں سے بھیج دے۔ مثلاً وہ مال جس میں وصیّت کی ہے کہ جدہ سے اس میں حج کو جانا ممکن ہے تو وہ روپیہ کسی حاجی کے ہاتھ جدہ بھیج دے کہ وہاں سے کسی جانے والے کو تجویز کر لیا جاوے۔

④، ⑤ وتجوز بالثلث للاجنبي عند عدم المانع وان لم يجز الوارث ذلك لالزيادة عليه الا ان تجيز ورثته بعد موته وهم كبار. [الدّر المختار ١٠/٣٥٨] ويحج عنه من ثلث ماله، سواء قيد الوصية بالثلث بان اوصى ان يحج عنه بثلث ماله أو اطلق بان اوصى بان يحج عنه. [الهندية ١/٢٥٨]

اور وصیت کر کے مرگئی تو فقط تہائی مال سے یہ سب کچھ کیا جاوے گا۔ تہائی سے زیادہ بغیر وارثوں کے دلی رضامندی کے لگانا جائز نہیں ہے اور اس کا بیان پہلے بھی آچکا ہے۔

مسئلہ ۱۵:[1] بغیر وصیت کیے اس کے مال میں سے حج بدل کرانا درست نہیں ہے۔ ہاں اگر سب وارث خوشی سے منظور کرلیں تو جائز ہے اور ان شاء اللہ[2] حج فرض ادا ہوجائے گا، مگر نابالغ کی اجازت کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ ۱۶:[3] اگر یہ عورت عدت میں ہو تو عدت چھوڑ کر حج کو جانا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۷:[4] جس کے پاس مکہ کی آمد و رفت کے لائق خرچ ہو اور مدینہ کا خرچ نہ ہو اس کے ذمہ حج فرض ہوگا۔ بعضے آدمی سمجھتے ہیں کہ جب تک مدینہ کا بھی خرچ نہ ہو، جانا فرض نہیں، یہ بالکل غلط خیال ہے۔

مسئلہ ۱۸:[5] احرام میں عورت کو منہ ڈھانکنے میں منہ سے کپڑا لگانا درست نہیں۔ آج کل اس کام کیلئے ایک جالی دار پنکھا بکتا ہے، اسکو چہرہ پر باندھ لیا جاوے اور آنکھوں کے روبرو جالی رہے، اس پر برقعہ پڑا رہے، یہ درست ہے۔

مسئلہ ۱۹: مسائل حج کے بدون حج کیے نہ سمجھ میں آسکتے ہیں نہ یاد رہ سکتے ہیں اور جب حج کو جاتے ہیں وہاں معلم لوگ سب بتلا دیتے ہیں، اس لیے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اسی طرح عمرہ کی ترکیب بھی وہاں جا کر معلوم ہوجاتی ہے۔

---

① وبشرط الامر به اى بالحج عنه، فلا يجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا حج أو أحجّ الوارث عن مورثه، فيجزيه ان شاء الله تعالى، وهذا اذا لم يوص المورث، اما لو اوصى بالاحجاج عنه فلا يجزيه تبرع غيره عنه، وتمام الكلام على المسئلة في ردّ المحتار ١٩/٤ ان الوصى لو دفع المال لوارث ليحج به لا يجوز الا باجازة الورثة وهم كبار؛ لانه كالتبرع بالمال فلا يجوز للوارث بلا اجازة الباقين. [ردّ المحتار ٢٣/٤]

② یہ عبارت اس مرتبہ بعد تحقیق درست کی گئی ہے۔ (شبیر علی)

③ فلا تخرج المرأة الى الحج في عدة طلاق او موت. [الهندية ٢١٩/١ والدّر المختار ٥٣٤/٣]

④ وتفسير ملك الزاد والراحلة ان يكون له مال فاضل عن حاجته، وهو ما سوى مسكنه ولبسه وخدمه واثاث بيته قدر ما يبلغه الى مكة ذاهبا وجائيا، راكبا لا ماشيا، وسوى ما يقضى به ديونه ويمسك نفقة عياله ومرمة مسكنه ونحوها الى وقت انصرافه. [الهندية ٢١٧/١]

⑤ المرأة في الاحرام كالرجل غير انها لا تكشف رأسها وتكشف وجهها، والمراد بكشف الوجه عدم مماسة شيء له، كذا في غنية الناسك ص٤٩. (ف)

باب بست و دوم [۲۲]

زیارت مدینہ کا بیان

اگر گنجائش ہو تو حج کے بعد یا حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضر ہو کر جناب رسول مقبول ﷺ کے روضۂ مبارک اور مسجدِ نبوی کی زیارت سے برکت حاصل کرے، اس کی نسبت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا[۱] ہے کہ جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس کو وہی برکت ملے گی جیسے میری زندگی میں کسی نے زیارت کی۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص خالی حج کر لے اور میری زیارت کو نہ آوے اس نے میرے ساتھ بڑی بے مروّتی کی۔ اور اس مسجد[۲] کے حق میں آپ نے فرمایا[۳] ہے کہ جو شخص اس میں ایک نماز پڑھے اس کو پچاس ہزار نماز کے برابر ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب کرے اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

باب بست و سوم [۲۳]

منّت ماننے کا بیان

مسئلہ:[۴] کسی کام پر عبادت[۵] کی بات کی، کوئی منّت مانی، پھر وہ کام پورا ہو گیا جس کے واسطے منّت مانی تھی تو اب منّت کا پورا کرنا واجب ہے، اگر منّت پوری نہ کرے گی تو بہت گناہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی واہیات منّت ہو جس کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں جیسا کہ ہم آگے بیان کرتے ہیں۔

---

① قال ﷺ: من وجد سعة ولم يزرني فقد جفاني، وقال ﷺ: من زار قبري وجبت له شفاعتي، وقال ﷺ: من زارني بعد مماتي فكأنما زارني في حياتي. [مراقی الفلاح ص ۷۴۵]

② یعنی مسجد نبوی۔

③ قال ﷺ: وصلوته في مسجدي بخمسين الف صلوة، وصلوته في المسجد الحرام بمائة الف صلوة، رواه ابن ماجه. [المشكوٰة ص ۷۲]

④ ومن نذر نذرا مطلقا فعليه الوفاء. [الهداية ٤/١٤]

⑤ بشرطیکہ وہ عبادت ایسی جنس سے ہو جس کا کرنا کسی وقت بھی فرض یا واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ ۲: [1] کسی نے کہا: یا اللہ! اگر میرا فلانا کام ہو جاوے تو پانچ روزے رکھوں گی تو جب کام ہو جاوے گا پانچ روزے رکھنے پڑیں گے اور اگر کام نہیں ہوا تو نہ رکھنا پڑیں گے۔ اگر فقط اتنا ہی کہا ہے کہ پانچ روزے رکھوں گی تو اختیار ہے، چاہے پانچوں روزے ایک دم [2] سے لگا تار رکھے اور چاہے ایک ایک دو دو کرکے پورے پانچ کرلے، دونوں باتیں درست ہیں۔ اور اگر نذر کرتے وقت یہ کہہ دیا کہ پانچوں روزے لگا تار رکھوں گی یا دل میں یہ نیت تھی تو سب ایک دم سے رکھنے پڑیں گے۔ اگر بیچ میں ایک آدھ چھوٹ جاوے تو پھر سے رکھے۔

مسئلہ ۳: [3] اگر یوں کہا کہ جمعہ کا روزہ رکھوں گی یا محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک روزے رکھوں گی تو خاص جمعہ کو روزہ رکھنا واجب نہیں اور محرم کی خاص انہی تاریخوں میں روزہ رکھنا واجب نہیں، جب چاہے دس روزے رکھ لے، لیکن دسوں لگا تار رکھنا پڑیں گے، چاہے محرم میں رکھے چاہے کسی اور مہینے میں، سب جائز ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہا کہ آج میرا یہ کام ہو جاوے تو کل ہی روزہ رکھوں گی، جب بھی اختیار ہے جب چاہے رکھے۔

مسئلہ ۴: [4] کسی نے نذر کرتے وقت یوں کہا: محرم کے مہینے کے روزے رکھوں گی تو محرم کے پورے مہینے کے روزے لگا تار رکھنا پڑیں گے۔ اگر بیچ میں کسی وجہ سے دس پانچ روزے چھوٹ جاویں تو اس کے بدلے اتنے روزے اور رکھ لے، سارے روزے نہ دہراوے اور یہ بھی اختیار ہے کہ محرم کے مہینہ میں نہ رکھے، کسی اور مہینہ میں رکھے لیکن سب لگا تار رکھے۔

مسئلہ ۵: [5] کسی نے منّت مانی کہ میری کھوئی ہوئی چیز مل جاوے تو میں آٹھ رکعت نماز پڑھوں گی، تو اس کے ذمّے

---

① وان علق النذر بشرط فوجد الشرط فعليه الوفاء بنفس النذر. [الهداية ٤/١٥]

② ولو قال: لله علي ان اصوم يومين او ثلاثة او عشرة: لزمه ذلك ويعين وقتا يؤدي فيه، فان شاء فرق وان شاء تابع، الا ان ينوي التتابع عند النذر، فحينئذ يلزمه متتابعا، فان نوى فيه التتابع وافطر يوما فيه او حاضت المرأة في مدة الصوم استأنف واستأنفت. [الهندية ١/٢٠٩]

③ والنذر غير المعلق ولومعينا لايختص بزمان ومكان ودرهم وفقير. [الدّر المختار ٣/٤٨٦]

④ (نذر صوم شهر معين لزمه متتابعا لكن ان افطر) فيه (يوما قضاه) وحده، وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال. [الدّر المختار ٥/٥٤٧]

⑤ لو نذر ان يصلي اربعا بتسليمة فصلى اربعا بتسليمتين لا يخرج. [ردّ المحتار ٢/٥٤٦]

جانے پر آٹھ رکعت نماز پڑھنا پڑے گی، چاہے ایک دم سے آٹھوں رکعتوں کی نیت باندھے یا چار چار کی نیت یا دو دو کی، سب اختیار ہے۔ اور اگر[1] چار رکعت کی منت مانی تو چاروں ایک ہی سلام سے پڑھنا ہوں گی۔ الگ الگ دو دو پڑھنے سے نذر ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ ۶:[2] کسی نے ایک رکعت پڑھنے کی منت مانی تو پوری دو رکعتیں پڑھنی پڑیں گی۔ اگر تین کی منت کی تو پوری چار، اگر پانچ کی منت کی تو پوری چھ رکعتیں پڑھے، اسی طرح آگے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: یوں منت مانی کہ دس روپے خیرات کروں گی یا ایک روپیہ خیرات کروں گی تو جتنا کہا ہے اتنا خیرات کرے۔ اگر[3] یوں کہا پچاس روپے خیرات کروں گی اور اس کے پاس اس وقت فقط دس ہی روپے کی کائنات (پونجی) ہے تو دس ہی روپے دینا پڑیں گے، البتہ اگر دس روپے کے سوا کچھ مال اسباب بھی ہے تو اس کی قیمت بھی لگالیویں گے۔ اس کی مثال یہ سمجھو کہ دس روپے نقد ہیں اور سب مال اسباب پندرہ روپے کا ہے، یہ سب پچیس روپے ہوئے تو فقط پچیس روپے خیرات کرنا واجب ہے، اس سے زیادہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۸:[4] اگر یوں منت مانی[5] کہ دس مسکینوں کو کھلاؤں گی تو اگر دل میں کچھ خیال ہے کہ ایک وقت یا دو وقت کھلاؤں گی تب تو اسی طرح کھلاوے اور اگر کچھ خیال نہیں تو دو وقتہ دس مسکینوں کو کھلائے۔ اور اگر کچا اناج

---

① لفظ "اور اگر چار رکعت سے" آخر تک عبارت بعد تحقیق اس مرتبہ اضافہ ہوئی۔ (شبیر علی)

② واذا قال: لله علی ان اصلی لزمه رکعتان، وکذا ان قال: اصلی صلوة او قال: نصف رکعة، فان قال: ثلاث رکعات لزمه اربع. [الهندية ۲/۶۵]

③ التزم بالنذر باکثر مما یملك لزمه ما یملك في المختار، کمن قال: ان فعلت کذا فعلیه الف صدقة، ولیس له الا مائة، وان کان عنده عروض او خادم یساوی مائة، فانه یبیع ویتصدق وان کان یساوی عشرة یتصدق بعشرة، وان لم یکن عنده شیء فلا شیء علیه. [الهندية ۲/۶۵]

④ اذا جعل الرجل لله علی نفسه طعام مساکین، فهو علی مانوی من عدد المساکین وکیل الطعام، وان لم یکن له نیة فعلیه اطعام عشرة مساکین، لکل مسکین نصف صاع من حنطة. [الهندية ۲/۶۶]

⑤ اس صورت میں اگر دس کی تخصیص مراد نہیں ہے، بلکہ مقصود دس آدمیوں کی خوراک کا صرف کرنا ہے، تو دس آدمیوں کی خوراک ایک آدمی کو بھی دے سکتی ہے۔ (کذا فی العالمگیریہ، تصحیح الاغلاط)

دیوے تو اس میں بھی یہی بات ہے کہ اگر دل میں کچھ خیال تھا کہ اتنا اتنا ہر ایک کو دوں گی تو اسی قدر دے اور اگر کچھ خیال نہ تھا تو ہر ایک کو اتنا دیوے جتنا ہم نے صدقۂ فطر میں بیان کیا ہے۔

مسئلہ ۹: ① اگر یوں کہا: ایک روپیہ کی روٹی فقیروں کو بانٹوں گی تو اختیار ہے: چاہے ایک روپیہ کی روٹی دیوے، چاہے ایک روپیہ کی کوئی اور چیز یا ایک روپیہ نقد دیدے۔

مسئلہ ۱۰: ② کسی نے یوں کہا: دس روپے خیرات کروں گی، ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ، پھر دسوں روپے ایک ہی فقیر کو دیدیئے تو بھی جائز ہے، ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ دینا واجب نہیں۔ اگر دس روپے بیس فقیروں کو دیدیے تو بھی جائز ہے، اور اگر یوں کہا: دس روپے دس فقیروں پر خیرات کروں گی، تو بھی اختیار ہے: چاہے دس کو دیوے چاہے کم زیادہ کو۔

مسئلہ ۱۱: ③ اگر یوں کہا: دس نمازی کھلاؤں گی یا دس حافظ کھلاؤں گی تو دس فقیر کھلاوے، چاہے وہ نمازی اور حافظ ہوں یا نہ ہوں۔

مسئلہ ۱۲: ④ کسی نے یوں کہا کہ دس روپے مکّہ میں خیرات کروں گی تو مکّہ میں خیرات کرنا واجب نہیں، جہاں چاہے خیرات کرے۔ یا یوں کہا تھا: جمعہ کے دن خیرات کروں گی، فلانے فقیر کو دوں گی، تو جمعہ کے دن خیرات کرنا اور اسی فقیر کو دینا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر روپے مقرر کر کے کہا کہ یہی روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوں گی تو بعینہٖ وہی روپے دینا واجب نہیں، چاہے وہ دیوے یا اتنے ہی اور دیدے۔

مسئلہ ۱۳: ⑤ اسی طرح اگر منّت مانی کہ جامع مسجد میں نماز پڑھوں گی یا مکّہ میں نماز پڑھوں گی تو بھی اختیار ہے، جہاں چاہے پڑھے۔

---

① رجل قال: ان نجوت من هذا الغم الذی انا فیه، فعلی ان اتصدق بعشرة دراهم خبزا، فتصدق بعین الخبز او بثمنه یجزئه. [الهندية ٣/٦٦]

② نذر بالتصدق علی الف مسكين فتصدق علی مسكين بالقدر الذی التزم يخرج عن العهدة. [الهندية ٢/٦٦]

③،④،⑤ والنذر غير المعلق ولو معينا لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير، فلو نذر التصدق يوم الجمعة بمكة بهذا الدرهم علی فلان فخالف: جاز. [الدّر المختار ٣/٤٨٧]

مسئلہ ۱۴:[1] کسی نے کہا: اگر میرا بھائی اچھا ہوجاوے تو ایک بکری ذبح کروں گی یا یوں کہا: ایک بکری کا گوشت خیرات کروں گی، تو منت ہوگئی۔ اگر یوں کہا کہ قربانی کروں[2] گی تو قربانی کے دنوں میں[3] ذبح کرنا چاہیے۔ اور دونوں صورتوں میں اس کا گوشت فقیروں کے سوا اور کسی کو دینا اور خود کھانا درست نہیں، جتنا خود کھاوے یا امیروں کو دیدے اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۵:[4] ایک گائے قربانی کرنے کی منت مانی، پھر گائے نہیں ملی تو سات بکریاں کردے۔

مسئلہ ۱۶:[5] یوں منت مانی تھی کہ جب میرا بھائی آوے تو دس روپے خیرات کروں گی۔ پھر آنے کی خبر پا کر اس نے آنے سے پہلے ہی روپے خیرات کردیئے تو منت پوری نہیں ہوئی، آنے کے بعد پھر خیرات کرے۔

مسئلہ ۱۷:[6] اگر ایسے کام کے ہونے پر منت مانی جس کے ہونے کو چاہتی اور تمنا کرتی ہو کہ یہ کام ہوجاوے، جیسے یوں کہے: اگر میں اچھی ہوجاؤں تو ایسا کروں، اگر میرا بھائی خیریت سے آجاوے تو ایسا کروں، اگر میرا باپ مقدمہ سے بری ہوجاوے یا نوکر ہوجاوے تو ایسا کروں گی، تو جب وہ کام ہوجاوے منت پوری کرے۔ اور اگر اس طرح کہا کہ اگر میں تجھ سے بولوں تو دو روزے رکھوں، یا یہ کہا: اگر آج میں نماز نہ پڑھوں تو ایک روپیہ خیرات کروں، پھر اس سے بول دی یا نماز نہ پڑھی تو اختیار ہے: چاہے قسم کا کفارہ دیدے اور چاہے دو روزے

---

① ولو قال: ان برئت من مرضي هذا ذبحت شاة او عليّ شاة اذبحها فبرئ، لا يلزمه شئ؛ لان الذبح ليس من جنسه فرض، بل واجب كالأضحية، فلا يصحّ الا اذا زاد: واتصدق بلحمها فليزمه. [الدّر المختار ٥/٥٤٤] وفي المسئلة بحث طويل لايسعه المقام، من اراد الاطلاع عليه فليرجع الى ردّ المحتار. (ف)

② اس صورت میں اگر قربانی کرنے سے مطلق ذبح کرنا مراد ہو تو پھر بقرعید کے زمانہ کی تخصیص نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔ (تصحیح الاغلاط)

③ والحاصل ان نذر الاضحية صحيح، لكنه ينصرف الى شاة اخرى غير الواجبة عليه ابتداء بايجاب الشرع الا اذا قصد الاخبار عن الواجب عليه، وكان في ايامها. [ردّ المحتار ٥/٥٤٠]

④ ولو قال: للّٰه على ان اذبح جزوراً و اتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه جاز. [الهندية ٢/٦٦]

⑤ بخلاف النذر المعلق، فانه لا يجوز تعجيله قبل وجود الشرط؛ لان المعلق على شرط لا ينعقد سببا للحال بل عند وجود شرطه. [الدّر المختار وردّ المحتار ٣/٤٨٨]

⑥ ان علق النذر بشرط يريد كونه كقوله: ان شفى اللّٰه مريضي او رد غائبي لا يخرج عنه بالكفارة ويلزمه عين ما سمى، وان علق بشرط لا يريد كونه كدخول الدار ونحوه يتخير بين الكفارة وبين عين ما التزمه. [الهندية ٢/٦٥]

رکھے اور ایک روپیہ خیرات کرے۔

مسئلہ ۱۸:[①] یہ منت مانی کہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھوں گی یا ہزار مرتبہ کلمہ پڑھوں گی تو منت ہوگئی اور پڑھنا واجب ہوگیا۔ اور اگر کہا: ہزار دفعہ **سبحان اللہ، سبحان اللہ** پڑھوں گی یا ہزار دفعہ **لا حول** پڑھوں گی تو منت نہیں ہوئی اور پڑھنا واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۹:[②] منت مانی کہ دس کلام مجید ختم کروں گی یا ایک پارہ پڑھوں گی تو منت ہوگئی۔

مسئلہ ۲۰:[③] یہ منت مانی کہ اگر فلانا کام ہوجاوے تو مولود پڑھواؤں گی تو منت نہیں ہوئی یا یہ منت کہ فلانی بات ہوجاوے تو فلانے مزار پر چادر چڑھاؤں گی، یہ منت بھی نہیں ہوئی یا شاہ عبدالحق صاحب کا توشہ مانا یا سہ منی یا سید کبیر کی گائے مانی یا مسجد میں گلگلے چڑھانے اور اللہ میاں کے طاق بھرنے کی منت مانی یا بڑے پیر کی گیارہویں کی منت مانی، یہ منت صحیح نہیں ہوئی، اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۱:[④] مولیٰ مشکل کشا کا روزہ، آس بی بی کا کونڈا، یہ سب واہیات خرافات ہیں اور مشکل کشا کا روزہ[⑤] ماننا شرک ہے۔

مسئلہ ۲۲:[⑥] یہ منت مانی کہ فلانی مسجد جو ٹوٹی پڑی ہے اس کو بنوادوں گی یا فلانا پل بنوادوں گی، تو یہ منت بھی صحیح نہیں ہے، اس کے ذمہ کچھ واجب نہیں ہوا۔

---

① ولو نذر التسبيحات دبر الصلوة لم يلزمه، ولو نذر ان يصلي على النبي ﷺ كل يوم كذا لزمه، وقيل: لا. [الدّر المختار ٥/٥٤١]

② في الخانية: ولو قال: على الطواف بالبيت والسعي بين الصفا والمروة او على أن اقرأ القران ان فعلت كذا لا يلزمه شيء. قلت: وهو مشكل، فان القراءة عبادة مقصودة ومن جنسها واجب، وكذا الطواف. [ردّ المحتار ٥/٥٤٢]

③ واعلم ان النذر الذي يقع للاموات من اكثر العوام وما يوخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقرباً اليهم فهو بالاجماع باطل وحرام، واقبح منه النذر بقراءة المولد في المنابر مع اشتماله على الغناء واللعب وايهاب ثواب ذلك الى حضرة محمد المصطفى ﷺ. [الدرالمختار وردّ المحتار ٣/٤٩١]

④ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۲۰ باب ہذا۔ ⑤ یوں ہی آس بی بی کا کونڈا ماننا بھی شرک ہے۔ (تصحیح الاغلاط)

⑥ فلا يلزم الناذر كعيادة المريض وتشييع الجنازة ودخول المسجد وبناء القنطرة والرباط والسقاية ونحوها. [الدّر المختار وردّ المحتار ٥/٥٣٩]

مسئلہ ۲۳: اگر یوں کہا کہ میرا بھائی اچھا ہو جاوے تو ناچ کراؤں گی یا باجہ بجواؤں گی تو یہ منّت گناہ ہے۔[1] اچھا ہونے کے بعد ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ ۲۴: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے منّت ماننا، مثلاً یوں کہنا: اے بڑے پیر! اگر میرا کام ہو جاوے تو میں تمہاری یہ بات کروں گی یا قبروں اور مزاروں پر جانا، یا جہاں جنّ رہتے ہوں وہاں جانا اور درخواست کرنا حرام اور شرک ہے،[2] بلکہ اس منّت کی چیز کا کھانا بھی حرام ہے۔ اور قبروں پر جانے کی عورتوں[3] کے لیے حدیث میں ممانعت آئی ہے حضرت محمد ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

باب بست و چہارم ۲۴

قسم کھانے کا بیان

مسئلہ ۱: بے ضرورت بات بات میں قسم کھانا بری بات ہے،[4] اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑی بے تعظیمی اور بے حرمتی ہوتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے سچّی بات پر بھی قسم نہ کھانا چاہیے۔

---

[1] وان نذر بما هو معصية لا يصح، فان فعله يلزمه الكفارة. [الهندية ٢/٦٥]

[2] دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۲۰ باب ہذا۔

[3] عن ابن عباس ؓ قال: لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج. رواه ابو داود والترمذى والنسائى. (المشكوٰة ص ٧١) وفي المرقاة: قيل: هذا كان قبل الترخيص، فلما رخص دخل في الرخصة الرجال والنساء، وقيل: بل نهى النساء باق لقلة صبرهن و كثرة جزعهن. قلت: هذا هو الاحوط في هذا الزمان؛ فانهن هناك يرتكبن الفواحش والاعمال القبيحة ولذا اختار المؤلف هذا القول. (ف) وفي ردّ المحتار: وقيل تحرم عليهن، والاصح ان الرخصة ثابتة لهن. (بحر) وجزم في شرح المنية بالكراهة لما مر في اتباعهن الجنازة، وقال الخير الرملي: ان كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلا تجوز، وعليه حمل حديث "لعن الله زائرات القبور" وان كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين فلا باس اذا كن عجائز، ويكره اذا كن شواب كحضور الجماعة في المساجد، وهو توفيق حسن. [٣/١٧٨]

[4] قال فى المحيط: الافضل في اليمين بالله تعالى تقليلها؛ لان في تكثير اليمين المضافة الى الماضى نسبته الى الكذب، وفي تكثير اليمين المضافة الى المستقبل تعريض اسم الله تعالى للهتك، طحطاوى على الدر. [٢/٣٢٤]

مسئلہ ۲:[1] جس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی اور یوں کہا: اللہ کی قسم، خدا کی قسم، خدا کی عزت وجلال کی قسم، خدا کی بزرگی اور بڑائی کی قسم، تو قسم ہوگئی، اب اس کے خلاف کرنا درست نہیں۔ اگر خدا کا نام نہیں لیا، فقط اتنا کہہ دیا: میں قسم کھاتی ہوں کہ فلاں کام نہ کروں گی، تب بھی قسم ہوگئی۔[2]

مسئلہ ۳:[3] اگر یوں کہا: خدا گواہ ہے، خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں، خدا کو حاضر وناظر جان کے کہتی ہوں تب بھی قسم ہوگئی۔

مسئلہ ۴:[4] قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، کلام مجید کی قسم کھا کر کوئی بات کہی تو قسم ہوگئی[5] اور اگر کلام مجید کو ہاتھ میں لے کر یا اس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہی، لیکن قسم نہیں کھائی تو قسم نہیں ہوئی۔

مسئلہ ۵:[6] یوں کہا: اگر فلانا کام کروں تو بے ایمان ہوکر مروں، مرتے وقت ایمان نہ نصیب ہو، بے ایمان ہو جاؤں یا اس طرح کہا کہ اگر فلانا کام کروں تو میں مسلمان نہیں تو قسم ہوگئی، اس کے خلاف کرنے سے کفارہ دینا پڑے گا اور ایمان نہ جاوے[7] گا۔

مسئلہ ۶:[8] اگر فلانا کام کروں تو ہاتھ ٹوٹیں، دیدے پھوٹیں، کوڑھی ہو جائے، بدن پھوٹ نکلے، خدا کا غضب ٹوٹے، آسمان پھٹ پڑے، دانے دانے کی محتاج ہو جائے، خدا کی مار پڑے، خدا کی پھٹکار پڑے، اگر فلانا کام

---

[1] والقسم باللّٰہ تعالی وباسم من اسمائه کالرحمن والرحیم والحق او بصفة من صفاته کعزة اللّٰہ وجلاله وکبریائه وعظمته وقدرته. [الدّر المختار ٥/٤٩٩]

[2]،[3] ولو قال: اقسم او قسم باللّٰہ او احلف او احلف باللّٰہ أو أشهد او اشهد باللّٰہ فهو حالف. [الهداية ٤/٨]

[4] واما الحلف بکلام اللّٰہ فیدور مع العرف، وقال العینی: وعندی لو حلف بالمصحف او وضع یده علیه وقال: وحق هذا فهو یمین، ولا سیما في هذا الزمان الذی کثرت فیه الأیمان الفاجرة ورغبة العوام في الحلف بالمصحف. [الدّر مع الشامیة ٥/٥٠٣]

[5] لیکن فقہاء نے ایسی قسم سے روکا ہے۔

[6] ان قال: ان فعلت کذا فهو یهودی او نصرانی أو کافر یکون یمینا. [الهداية ٤/٩]

[7] مگر ایسی قسم سے نہایت بچنا چاہیے اور ہرگز ایسی قسم نہ کھانی چاہیے۔ (تصحیح الاغلاط)

[8] ولو قال: ان فعلت کذا فعلی غضب اللّٰہ او سخط اللّٰہ فلیس بحالف، وکذا اذا قال: ان فعلت کذا فأنا زان او سارق او شارب خمر او آکل ربوا. [الهداية ٤/٩]

کروں تو سور کھاؤں، مرتے وقت[1] کلمہ نہ نصیب ہو، قیامت کے دن خدا اور رسول کے سامنے زرد رُو ہوں، ان باتوں سے قسم نہیں ہوتی، اس کے خلاف کرنے سے کفارہ نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۷:[2] خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی، جیسے رسول اللہ کی قسم، کعبہ کی قسم، اپنی آنکھوں کی قسم، اپنی جوانی کی قسم، اپنے ہاتھ پیروں کی قسم، اپنے باپ کی قسم، اپنے بچے کی قسم، اپنے پیاروں کی قسم، تمہارے سر کی قسم، تمہاری جان کی قسم، تمہاری قسم، اپنی قسم، اس طرح قسم کھا کے پھر اس کے خلاف کرے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بڑی ممانعت آئی ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر اور کسی کی قسم کھانا شرک کی[3] بات ہے، اس سے بہت بچنا چاہیے۔

مسئلہ ۸:[4] کسی نے کہا: تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے یا یوں کہ فلانی چیز میں نے اپنے اوپر حرام کر لی تو اس کہنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوئی، لیکن یہ قسم ہوگئی۔ اب اگر کھاوے گی تو کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۹:[5] کسی دوسرے کی قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی، جیسے کسی نے تم سے کہا: تمہیں خدا کی قسم، یہ کام ضرور کرو تو یہ قسم نہیں ہوئی، اس کے خلاف کرنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۰:[6] قسم کھا کر اس کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کا لفظ کہہ دیا، جیسے کوئی اس طرح کہے: خدا کی قسم، فلانا کام ان شاء اللہ نہ کروں گی تو قسم نہیں ہوئی۔

---

(۱) اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ مرنا تو ایمان کے ساتھ ہو، مگر مرتے وقت زبان سے کلمہ نہ نکلے، حالانکہ مرتے وقت کلمہ کا نکلنا ایک عمدہ بات ہے اور اگر کہیں یہ رواج ہو کہ اس عبارت سے یہ مراد لیتے ہوں کہ مرتے وقت ایمان جاتا رہے تو اس کا وہ حکم ہوگا جو اس سے پہلے مسئلہ میں مذکور ہے، یعنی قسم ہوگئی اور خلاف کرنے سے کفارہ دینا پڑے گا۔ (محشی)

(۲) ومن حلف بغير الله لم يكن حالفا كالنبي والكعبة؛ لقوله ﷺ: من كان منكم حالفا فليحلف بالله او ليذر. [الهداية ٤/٦]

(۳) مطلب یہ ہے کہ یہ ہلکا سا شرک ہے، یہ وہ شرک نہیں جو کبھی نہ بخشا جاوے گا۔ پس ایسے شخص کو جو خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھالے اسلام سے خارج نہیں کہیں گے اور اس کا نکاح بھی قائم رہے گا۔

(۴) ومن حرم شيئا ثم فعله كفر يمينه. [الدّر المختار ٥/٥٢٨]

(۵) لو قال لآخر: بحق الله او بالله ان تفعل كذا لا يلزمه ذلك وان كان الاولى فعله. [الدّر المختار ٩/٦٥٤]

(۶) ومن حلف على يمين وقال: ان شاء الله متصلا بيمينه فلا حنث عليه. [الهداية ٤/١٥]

مسئلہ ۱۱: ① جو بات ہو چکی ہے اس پر جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے، جیسے کسی نے نماز نہیں پڑھی اور جب کسی نے پوچھا تو کہہ دیا: خدا کی قسم! نماز پڑھ چکی، یا کسی سے گلاس ٹوٹ گیا اور جب پوچھا گیا تو کہہ دیا: خدا کی قسم! میں نے نہیں توڑا، جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھالی تو اسکے گناہ کی کوئی حد نہیں اور اسکا کوئی کفارہ نہیں، بس دن رات اللہ سے توبہ استغفار کر کے اپنا گناہ معاف کراوے، سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اور اگر غلطی اور دھوکہ میں جھوٹی قسم کھالی، جیسے کسی نے کہا: خدا کی قسم! ابھی فلانا آدمی نہیں آیا اور اپنے دل میں یقین کے ساتھ یہی سمجھتی ہے کہ سچّی قسم کھا رہی ہوں، پھر معلوم ہوا کہ اس وقت آ گیا تھا تو یہ معاف ہے اور اس میں گناہ نہ ہوگا اور کچھ کفارہ بھی نہیں۔

مسئلہ ۱۲: ② اگر ایسی بات پر قسم کھائی جو ابھی نہیں ہوئی بلکہ آئندہ ہوگی، جیسے کوئی کہے: خدا کی قسم آج پانی برسے گا، خدا کی قسم آج میرا بھائی آوے گا، پھر وہ نہیں آیا اور پانی نہیں برسا تو کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۳: ③ کسی نے قسم کھائی: خدا کی قسم! آج قرآن ضرور پڑھوں گی، تو اب قرآن پڑھنا واجب ہو گیا، نہ پڑھے گی تو گناہ ہوگا اور کفارہ دینا پڑے گا، اور کسی نے قسم کھائی: خدا کی قسم! آج فلانا کام نہ کروں گی تو وہ کام کرنا درست نہیں، اگر کرے گی تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۴: ④ کسی نے گناہ کرنے کی قسم کھائی کہ خدا کی قسم! آج فلانے کی چیز چرالاؤں گی، خدا کی قسم! آج نماز نہ پڑھوں گی، خدا کی قسم! اپنے ماں باپ سے کبھی نہیں بولوں گی، تو ایسے وقت قسم کا توڑ دینا واجب ہے۔ توڑ کے کفارہ دیدے، نہیں تو گناہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۵: ⑤ کسی نے قسم کھائی کہ آج میں فلانی چیز نہ کھاؤں گی، پھر بھولے سے کھالی اور قسم یاد نہ رہی یا کسی نے زبردستی منہ چیر کر کھلا دی تب بھی کفارہ دیوے۔

---

①،②،③ الأيمان على ثلثة اضرب: اليمين الغموس، ويمين منعقدة، ويمين لغو، فالغموس: هو الحلف على امر ماض يتعمد الكذب فيه، فهذه اليمين يأثم فيها صاحبها، ولا كفارة فيها الا التوبة والاستغفار. والمنعقدة ما يحلف على امر في المستقبل ان يفعله او لا يفعله، واذا حنث في ذلك لزمه الكفارة. واليمين اللغو ان يحلف على امر ماض وهو يظن انه كما قال والامر بخلافه، فهذه اليمين نرجو ان لا يؤاخذ الله بها صاحبها. [الهداية ٣/٤]

④ ومن حلف على معصية كعدم الكلام مع ابويه او قتل فلان اليوم وجب الحنث والتكفير. [الدّر المختار ٥٢٧/٥]

⑤ ومن فعل المحلوف عليه مكرها او ناسياً فهو سواء. [الهداية ٥/٤]

مسئلہ ۱۶: [1] غصہ میں قسم کھائی کہ تجھ کو کبھی ایک کوڑی نہ دوں گی، پھر ایک پیسہ یا ایک روپیہ دے دیا، تب بھی قسم ٹوٹ گئی، کفارہ دیوے۔

باب بست و پنجم ۲۵

قسم کے کفارے کا بیان

مسئلہ ۱: [2] اگر کسی نے قسم توڑ ڈالی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دو وقتہ کھانا کھلا دیوے یا کچا اناج دے دے اور ہر فقیر کو انگریزی تول سے آدھی چھٹانک اوپر پونے دو سیر گیہوں دینا چاہیے بلکہ احتیاطاً پورے دو سیر دے دے، اور اگر جو دیوے تو اس کے دونے دیوے، باقی اور سب ترکیب فقیر کو کھلانے کی وہی ہے جو روزے کے کفارے میں بیان ہو چکی، یا دس فقیروں کو کپڑا [3] پہنا دیوے، ہر فقیر کو اتنا بڑا کپڑا دیوے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جاوے، جیسے چادر یا بڑا لمبا کرتہ دے دیا تو کفارہ ادا ہو گیا، لیکن وہ کپڑا بہت پرانا نہ ہونا چاہیے۔ اگر ہر فقیر کو فقط ایک ایک لنگی یا فقط ایک ایک پاجامہ دے دیا تو کفارہ ادا نہیں ہوا اور اگر لنگی کے ساتھ کرتہ بھی ہو تو ادا ہو گیا۔ ان دونوں باتوں میں اختیار ہے، چاہے کپڑا دیوے اور چاہے کھانا کھلا دے، ہر طرح کفارہ ادا ہو گیا۔ اور یہ حکم جو بیان ہوا جب ہے کہ مرد کو کپڑا دیوے۔ اور اگر کسی غریب عورت کو کپڑا دیا تو اتنا بڑا کپڑا ہونا چاہیے کہ سارا بدن ڈھک جاوے اور اس سے نماز پڑھ سکے، اس سے کم ہو گا تو کفارہ ادا نہ ہو گا۔

مسئلہ ۲: [4] اگر کوئی ایسی غریب ہو کہ نہ تو کھانا کھلا سکتی ہے اور نہ کپڑا دے سکتی ہے تو لگاتار تین روزے رکھے،

---

[1] وفي الدر المختار ٥/ ٥٥٠: ان الايمان مبنية على الالفاظ اى الالفاظ العرفية (ردّ المحتار) لا على الاغراض. والمتعارف عندنا بمثل هذا الكلام انه لا يعطيه شيئا. (ف)

[2] وكفارته تحرير رقبة او اطعام عشرة مساكين كما مر في الظهار او كسوتهم بما يستر عامة البدن، فلم يجز السراويل؛ لان لابسه يسمى عريانا عرفا. [الدّر المختار وردّ المحتار ٥/٥٢٣]

[3] وإن شاء كسا عشرة مساكين كل واحد ثوباً فما زاد، وادناه ما يجوز فيه الصلوٰة. [الهداية ٤/ ١٠]

[4] فان لم يقدر على احد الأشياء الثلثة صام ثلاثة ايام متتابعات. [الهداية ٤/ ١١]

اگر الگ الگ کر کے تین روزے پورے کر لیے تو کفارہ ادا نہیں ہوا، تینوں لگاتار رکھنا چاہیے، اگر دو روزے رکھنے کے بعد بیچ میں کسی عذر سے ایک روزہ چھوٹ گیا تو اب پھر سے تینوں رکھے۔

مسئلہ ۳: [1] قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دیا، اس کے بعد قسم توڑی تو کفارہ صحیح نہیں ہوا، اب قسم توڑنے کے بعد پھر کفارہ دینا چاہیے اور جو کچھ فقیروں کو دے چکی ہے، اس کو پھیر لینا درست نہیں۔

مسئلہ ۴: [2] کسی نے کئی [3] دفعہ قسم کھائی، جیسے ایک دفعہ کہا: خدا کی قسم! فلانا کام نہ کروں گی، اس کے بعد [4] پھر کہا: خدا کی قسم! فلانا کام نہ کروں گی، اسی دن یا اس کے دوسرے تیسرے دن، غرض اسی طرح کئی مرتبہ کہا، یا یوں کہا: خدا کی قسم، اللہ کی قسم، کلام اللہ کی قسم، فلانا کام ضرور کروں گی، پھر وہ قسم توڑ دی تو ان سب قسموں کا ایک ہی کفارہ دے دے۔

مسئلہ ۵: [5] کسی کے ذمہ قسموں کے بہت کفارے جمع ہو گئے تو بقول مشہور [6] ہر ایک کا جدا کفارہ دینا چاہیے، زندگی میں نہ دے تو مرتے وقت وصیّت کر جانا واجب ہے۔

مسئلہ ۶: [7] کفارہ میں انہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

---

① وان قدم الكفارة على الحنث لم يجزه. [الهداية ٤/١١]

② اذا حلف الرجل على امر لا يفعله ابدا، ثم حلف في ذلك المجلس او مجلس آخر لا افعله ابداً، ثم فعله: كانت عليه كفارة يمينين، وهذا اذا نوى يمينا أخرى او نوى التغليظ او لم يكن له نية، واذا نوى بالكلام الثاني اليمين الاولى: عليه كفارة واحدة. [الهندية ٢/٥٦]

③ چاہے اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں۔ (ف)

④ یعنی ایک کام کے نہ کرنے پر چند مرتبہ قسم کھائی اور بعد کی قسموں سے پہلی قسم کی تاکید مقصود تھی، دوسری قسم کی نیت نہ تھی، تو اس صورت میں ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور اگر دوسری قسم کی نیت تھی یا کچھ نیت نہ تھی، تو پھر ایک قسم کا کفارہ واجب ہوگا جیسا کہ عالمگیری کی عبارت سے ظاہر ہے۔ (ف)

⑤ وتتعدد الكفارة لتعدد اليمين، والمجلس والمجالس سواء، ولو قال عنيت بالثاني الاول ففي حلفه بالله لا يقبل، وبحجة أو عمرة يقبل. [الدّر المختار ٥/٥٠٥]

⑥ بقول مشہور کی قید اس مرتبہ اضافہ ہوئی۔ (شبیر علی)

⑦ ومصرفها مصرف الزكوٰة فما لا فلا. [الدّر المختار ٥/٥٢٧]

باب بست وششم ۲۶

گھر میں جانے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ ۱: کسی نے قسم کھائی: کبھی تیرے گھر نہ جاؤں گی، پھر اس کے دروازہ کی دہلیز پر کھڑی ہوگئی یا دروازے کے چھجے کے نیچے کھڑی ہوگئی، اندر نہیں گئی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر دروازے کے اندر چلی گئی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۲: کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ جاؤں گی، پھر جب وہ گھر گر کر بالکل کھنڈر ہوگیا، تب اس میں گئی تو بھی قسم ٹوٹ گئی۔ اور اگر بالکل میدان ہوگیا، زمین برابر ہوگئی اور گھر کا نشان بالکل مٹ گیا یا اس کا کھیت بن گیا یا مسجد بنائی گئی یا باغ بنالیا گیا، تب اس میں گئی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ۳: قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ جاؤں گی، پھر جب وہ گر گیا اور پھر سے بنوالیا گیا، تب اس میں گئی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۴: کسی نے قسم کھائی کہ تیرے گھر نہ جاؤں گی، پھر کوٹھا پھاند کر آئی اور چھت پر کھڑی ہوگئی تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ نیچے نہ اترے۔

مسئلہ ۵: کسی نے گھر میں بیٹھے ہوئے قسم کھائی کہ اب یہاں کبھی نہ آؤں گی، اسکے بعد تھوڑی دیر بیٹھی رہی تو قسم نہیں ٹوٹی، چاہے جے دن وہیں بیٹھی رہے، جب باہر جا کر پھر آوے گی تب قسم ٹوٹے گی۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ پہنوں گی، یہ کہہ کر فوراً اتار ڈالا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر فوراً نہیں اتارا، کچھ دیر پہنے رہی تو قسم ٹوٹ گئی۔

---

① ومن حلف لا يدخل بيتا فدخل الكعبة او المسجد أو البيعة او الكنيسة لم يحنث، وكذا اذا دخل دهليزا او ظلة باب الدار. [الهداية ٤/١٦]

②، ③ ومن حلف لا يدخل دارا فدخل دارا خربة لم يحنث، ولو حلف لا يدخل هذه الدار، فخربت ثم بنيت اخرى، فدخلها: يحنث، وان جعلت مسجدا او حماما او بستانا او بيتا فدخله: لم يحنث. [الهداية ٤/١٧]

④ ومن حلف لا يدخل هذه الدار فوقف على سطحها: حنث. [الهداية ٤/١٧]

⑤ ومن حلف لا يدخل هذه الدار، وهو فيها: لم يحنث بالقعود حتى يخرج، ثم يدخل، ولو حلف لا يلبس هذا الثوب وهو لابسه فنزعه في الحال: لم يحنث. [الهداية ٤/١٨]

مسئلہ ۶: [1] قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ رہوں گی، اس کے بعد فوراً اس گھر سے اسباب اٹھا لے جانے کا بندوبست کرنا شروع کر دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر فوراً نہیں شروع کیا، کچھ دیر ٹھہر گئی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۷: [2] قسم کھائی کہ اب تیرے گھر میں قدم نہ رکھوں گی تو مطلب یہ ہے کہ نہ آؤں گی۔ اگر میانے پر سوار ہو کر آئی اور گھر میں اسی میانے پر بیٹھی رہی، قدم زمین پر نہیں رکھے، تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۸: [3] کسی نے قسم کھا کر کہا: تیرے گھر کبھی نہ کبھی ضرور آؤں گی، پھر آنے کا اتفاق نہیں ہوا، تو جب تک زندہ رہے قسم نہیں ٹوٹی، مرتے وقت قسم ٹوٹ جاوے گی، اس کو چاہیے کہ اس وقت وصیت کر جاوے کہ میرے مال میں سے قسم کا کفارہ دے دینا۔

مسئلہ ۹: [4] قسم کھائی کہ فلانے کے گھر نہ جاؤں گی تو جس گھر میں وہ رہتی ہو وہاں نہ جانا چاہیے۔ چاہے خود اسی کا گھر ہو یا کرایہ پر رہتی ہو یا مانگ لیا ہو اور بے کرایہ دیئے رہتی ہو۔

مسئلہ ۱۰: [5] قسم کھائی کہ تیرے یہاں کبھی نہ آؤں گی، پھر کسی سے کہا کہ تو مجھے گود میں لے کر وہاں پہنچا دے اس لیے اس نے گود میں لے کر پہنچا دیا، تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔ البتہ اگر اس نے نہیں کہا، بغیر اس کے کہے کسی نے اس کو لاد کے وہاں پہنچا دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس گھر سے کبھی نہ نکلوں گی، پھر کسی سے کہا کہ تو مجھ کو لاد کر نکال لے چل اور وہ لے گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر بلا کہے کوئی لاد لے گیا تو نہیں ٹوٹی۔

---

[1] و كذا (لم يحنث) لو حلف لا يسكن هذه الدار وهو ساكنها، فأخذ في النقلة من ساعته فان لبث على حاله ساعة حنث. [الهداية ٤/١٨]

[2] حلف لا يضع قدمه في دار فلان: حنث بدخولها مطلقا ولو حافيا او راكبا. [الدّر المختار ٥/٥٧٧]

[3] وان حلف ليأتين البصرة فلم يأتها حتى مات حنث في آخر جزء من اجزاء حياته. [الهداية ٤/٢٢]

[4] ولو حلف لا يدخل دار فلان يراد به نسبة السكنى اليه، اى لافرق بين كون السكنى بالملك او بالاجارة او العارية، الا اذا استعارها ليتخذ فيها وليمة. [الدّر المختار ٥/٥٧٧]

[5] ومن حلف لا يخرج من المسجد، فأمر انسانا فحمله فأخرجه حنث، ولو اخرجه مكرها لم يحنث، ولو حمله برضاه لابأمره: لا يحنث. [الهداية ٤/٢١]

باب بست و ہفتم ۲۷

کھانے پینے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ ۱: (۱) قسم کھائی کہ یہ دودھ نہ کھاؤں گی، پھر وہی دودھ جما کر دہی بنالیا تو اسکے کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔

مسئلہ ۲: (۲) بکری کا بچہ پلا ہوا تھا، اس پر قسم کھائی اور کہا کہ اس بچہ کا گوشت نہ کھاؤں گی، پھر وہ بڑھ کر پوری بکری ہوگئی، تب اس کا گوشت کھایا، تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۳: (۳) قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤں گی، پھر مچھلی کھائی یا کلیجی یا اوجھڑی کھائی تو قسم نہیں (۴) ٹوٹی۔

مسئلہ ۴: (۵) قسم کھائی کہ یہ گیہوں نہ کھاؤں گی، پھر ان کو پسوا کر روٹی کھائی یا ان کے ستو کھائے تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر خود گیہوں ابال کر کھالیے یا بھنوا کر چبائے تو قسم ٹوٹ گئی، ہاں اگر یہ مطلب لیا ہو کہ ان کے آٹے کی کوئی چیز بھی نہ کھاؤں گی تو ہر چیز کے کھانے سے قسم ٹوٹ جاوے گی۔

مسئلہ ۵: (۶) اگر یہ قسم کھائی کہ یہ آٹا نہ کھاؤں گی، تو اس کی روٹی کھانے سے قسم ٹوٹ جاوے گی۔ اور اگر اس کا لپٹا یا حلوا یا کچھ اور پکا کر کھایا تب بھی قسم ٹوٹ گئی، اور اگر ویسا ہی کچا آٹا پھانک گئی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ۶: (۷) قسم کھائی کہ روٹی نہ کھاؤں گی، تو اس دیس میں جن چیزوں کی روٹی کھائی جاتی ہے نہ کھانا چاہیے،

---

(۱) وكذا اذا حلف لا يأكل من هذا الرطب أو من هذا اللبن فصار تمراً وصار اللبن شيرازاً لم يحنث. [الهداية ٤/٢٥]

(۲) ولو حلف لا يأكل لحم هذا الحمل فأكل بعد ماصار كبشا حنث. [الهداية ٤/٢٦]

(۳) ولو حلف لا يأكل لحما، فأكل لحم سمك: لا يحنث، وان اكل لحم خنزير او لحم انسان: يحنث، وكذا اذا أكل كبدا او كرشا؛ لأنه لحم حقيقة، وقيل: في عرفنا لا يحنث؛ لانه لا يعد لحما. [الهداية ٤/٢٦]

(۴) لیکن اگر کسی جگہ ان چیزوں کو بھی گوشت کہتے ہوں تو ان کے کھانے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ (منہ۔ف)

(۵) ومن حلف لا يأكل من هذه الحنطة: لم يحنث حتى يقضمها، ولو اكل من خبزها: لم يحنث عند ابي حنيفة ﷺ، وقالا: ان اكل من خبزها: حنث. [الهداية ٤/٢٨]

(۶) ولو حلف لا ياكل من هذا الدقيق فأكل من خبزه حنث؛ لأن عينه غير ماكول، فانصرف الى ما يتخذ منه. [الهدايه ٤/٢٨]

(۷) لو حلف لا ياكل خبزاً فيمينه على ما يعتاد اهل المصر أكله خبزا. [الهداية ٤/٢٨]

نہیں تو قسم ٹوٹ جاوے گی۔

مسئلہ ۷: [1] قسم کھائی کہ سری نہ کھاؤں گی تو چڑیا، بٹیر، مرغ وغیرہ چڑیوں کا سر کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی اور بکری یا گائے کی سری کھائی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۸: [2] قسم کھائی کہ میوہ نہ کھاؤں گی تو انار، سیب، انگور، چھوارا، بادام، اخروٹ، کشمش، منقے، کھجور کھانے سے قسم ٹوٹ جاوے گی۔ اور اگر خربوزہ، تربوز، ککڑی، کھیرا، آم کھائے تو قسم نہیں ٹوٹی۔

باب بست و ہشتم ۲۸

نہ بولنے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ ۱: [3] قسم کھائی کہ فلانی عورت سے نہ بولوں گی، پھر جب وہ سوتی تھی اس وقت سوتے میں اس سے کچھ کہا اور اس کی آواز سے وہ جاگ پڑی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۲: [4] قسم کھائی کہ بغیر ماں کی اجازت کے فلانی سے نہ بولوں گی، پھر ماں نے اجازت دے دی لیکن اجازت کی خبر ابھی اس کو نہیں ملی تھی کہ اس سے بول دی اور بولنے کے بعد معلوم ہوا کہ ماں نے اجازت دے دی تھی، تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

---

[1] ولو حلف لا يأكل راسا فهو على رؤوس البقر والغنم عند ابى حنيفة، وقال ابو يوسف ومحمد رحمهما الله على الغنم خاصة. [الهداية ٤/٢٩] وهذا اختلاف عصر وزمان؛ فان العرف في زمنه فيهما، وفي زمنهما في الغنم، وفي زماننا يفتى على حسب العادة. [الهندية ٢/٨٧]

[2] ومن حلف لا يأكل فاكهة فأكل عنبا او رمانا او رطبا او قثاء او خيارا لم يحنث، وان اكل تفاحا او بطيخا او مشمشا حنث، وهذا عند ابى حنيفة، وقال ابو يوسف ومحمد: حنث في العنب والرطب والرمان ايضاً. [الهداية ٤/٣٠] وفي الهندية [٢/٨٨] بعد نقل المسئلة والاختلاف فيها: والحاصل ان كل ما يعد فاكهة عرفا ويؤكل تفكهاً فهو فاكهة، وما لا فلا. (ف)

[3] حلف لا يكلمه فناداه وهو نائم فأيقظه (حنث) فلو لم يوقظه لم يحنث. [الدّر المختار ٥/٦٢٣]

[4] حلف لا يكلمه الا باذنه فأذن له ولم يعلم بالاذن فكلمه: حنث. [الدّر المختار ٥/٦٢٤]

مسئلہ[1]: قسم کھائی کہ اس لڑکی سے کبھی نہ بولوں گی، پھر جب وہ جوان ہوگئی یا بڑھیا ہوگئی تب بولی تو بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ[2]: قسم کھائی کہ کبھی تیرا منہ نہ دیکھوں گی، تیری صورت نہ دیکھوں گی، تو مطلب یہ ہے کہ تجھ سے ملاقات نہ کروں گی، میل جول نہ رکھوں گی۔ اگر کہیں دور سے صورت دیکھ لی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

باب بست ونہم ۲۹

بیچنے اور مول لینے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ[3]: قسم کھائی کہ فلانی چیز میں نہ خریدوں گی، پھر کسی سے کہہ دیا کہ تم مجھے خرید دو، اس نے مول لے دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر یہ قسم کھائی کہ میں اپنی فلانی چیز نہ بیچوں گی، پھر خود نہیں بیچا دوسرے سے کہا کہ تم بیچ دو، اس نے بیچ دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح کرایہ پر لینے کا حکم ہے۔ اگر قسم کھالی کہ میں یہ مکان کرایہ پر نہ لوں گی، پھر کسی دوسرے کے ذریعہ سے کرایہ پر لے لیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ البتہ اگر قسم کھانے کا یہی مطلب تھا کہ نہ تو خود یہ کام کروں گی، نہ کسی دوسرے سے کراؤں گی تو دوسرے آدمی کے کردینے سے بھی قسم ٹوٹ جاوے گی۔ غرض جو مطلب ہوگا اسی کے موافق سب حکم لگائے جاویں گے یا یہ کہ قسم کھانے والی عورت پردہ نشین یا امیرزادی ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے نہیں بیچتی، نہیں خریدتی تو اس صورت میں اگر یہ کام دوسرے سے کہہ کر کرالیے تب بھی قسم ٹوٹ جاوے گی۔

مسئلہ[4]: قسم کھائی کہ میں اپنے اس لڑکے کو نہ ماروں گی، پھر کسی اور سے کہہ کر پٹوا دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

---

① ومن حلف لا يكلم هذا الشاب فكلمه وقد صار شيخا: حنث. [الهداية ٤/٤٠]

② لأن الايمان مبنية على العرف، والمراد به في عرفنا قطع التعلقات. (ف)

③ ومن حلف لا يبيع او لا يشترى او لا يؤاجر فوكل من فعل ذلك: لم يحنث، الا ان ينوى ذلك او يكون الحالف ذاسلطان. [الهداية ٤/٥٠]

④ ومن حلف لا يضرب ولده، فأمر انسانا فضربه: لم يحنث في يمينه. [الهداية ٤/٥١]

باب سی ام ۳۰

روزے، نماز کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ:[۱] کسی نے بے وقوفی سے قسم کھائی کہ میں روزہ نہ رکھوں گی، پھر روزہ کی نیت کر لی تو دم بھر گذرنے سے بھی قسم ٹوٹ گئی، پورے دن گذرنے کا انتظار نہ کریں گے، اگر تھوڑی دیر بعد روزہ توڑے گی تب بھی قسم ٹوٹنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔ اور اگر یوں کہا کہ ایک روزہ بھی نہ رکھوں گی تو روزہ ختم ہونے کے وقت قسم ٹوٹے گی، جب تک پورا دن نہ گذرے اور روزہ کھولنے کا وقت نہ آوے تب تک قسم نہ ٹوٹے گی۔ اگر وقت آنے سے پہلے ہی روزہ توڑ ڈالا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ۲:[۲] قسم کھائی کہ میں نماز نہ پڑھوں گی، پھر پشیمان ہوئی اور نماز پڑھنے کھڑی ہوئی، تو جب پہلی رکعت کا سجدہ کیا اسی وقت قسم ٹوٹ گئی، اور سجدہ کرنے سے پہلے قسم نہیں ٹوٹی۔ اگر ایک رکعت پڑھ کر نماز توڑ دے تب بھی قسم ٹوٹ گئی، اور یاد رکھو کہ ایسی قسمیں کھانا بڑا گناہ ہے، اگر ایسی بے وقوفی ہوگئی تو اس کو فوراً توڑ ڈالے اور کفارہ دے۔

باب سی ویکم ۳۱

کپڑے وغیرہ کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ:[۳] قسم کھائی کہ اس قالین پر نہ لیٹوں گی، پھر قالین بچھا کر اس کے اوپر چادر لگائی اور لیٹی تو قسم ٹوٹ گئی، اور اگر اس قالین کے اوپر ایک اور قالین یا کوئی دری بچھالی اس کے اوپر لیٹی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

---

[۱] ومن حلف لا يصوم فنوى الصوم وصام ساعة، ثم افطر من يومه حنث، ولو حلف لا يصوم يوما او صوما فصام ساعة، ثم افطر: لا يحنث؛ لأنه يراد به الصوم التام المعتبر شرعا، وذلك بانهائه الى آخر اليوم. [الهداية ٤/٥٧]

[۲] ولو حلف لا يصلي فقام وقرأ وركع: لم يحنث؛ وان سجد مع ذلك ثم قطع: حنث. [الهداية ٤/٥٧]

[۳] ومن حلف لا ينام على فراش فنام عليه وفوقه قرام: حنث، وان جعل فوقه فراشا آخر فنام عليه: لا يحنث. [الهداية ٤/٥٩]

مسئلہ ۲: [1] قسم کھائی کہ زمین پر نہ بیٹھوں گی، پھر زمین پر بوریا یا کپڑا یا چٹائی، ٹاٹ وغیرہ بچھا کر بیٹھ گئی تو قسم نہیں ٹوٹی، اور اگر اپنا دوپٹہ جو اوڑھے ہوئے ہے اسی کا آنچل بچھا کر بیٹھ گئی تو قسم ٹوٹ گئی، البتہ اگر دوپٹہ اتار کر بچھالیا تب بیٹھی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ۳: [2] قسم کھائی کہ اس چارپائی یا اس تخت پر نہ بیٹھوں گی، پھر اس پر دری یا قالین وغیرہ کچھ بچھا کر بیٹھ گئی تو قسم ٹوٹ گئی۔ اگر اس چارپائی کے اوپر ایک اور چارپائی بچھائی اور تخت کے اوپر ایک اور تخت بچھالیا، پھر اوپر والی چارپائی اور تخت پر بیٹھی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ۴: [3] قسم کھائی کہ فلانی کو کبھی نہ نہلاؤں گی، پھر اس کے مرجانے کے بعد نہلایا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۵: [4] شوہر نے قسم کھائی کہ تجھ کو کبھی نہ ماروں گا، پھر غصہ میں چوٹا پکڑ کے گھسیٹا یا گلا گھونٹ دیا یا زور سے کاٹ کھایا تو قسم ٹوٹ گئی اور جو دل لگی اور پیار میں کاٹا ہو تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ۶: [5] قسم کھائی کہ فلانی کو ضرور ماروں گی اور وہ اس کہنے سے پہلی ہی مرچکی ہو تو اگر اس کا مرنا معلوم نہ تھا، اس وجہ سے قسم کھائی تو قسم نہ ٹوٹے گی۔ اور اگر جان بوجھ کے قسم کھائی تو قسم کھاتے ہی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۷: [6] اگر کسی نے کسی بات کے کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا: خدا کی قسم انار ضرور کھاؤں گی، تو عمر بھر میں ایک دفعہ کھالینا کافی ہے۔ اور اگر کسی بات کے نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا: خدا قسم انار نہ کھاؤں گی تو ہمیشہ

---

① ولو حلف لا يجلس على الارض فجلس على بساط او حصير: لم يحنث؛ لانه لا يسمى جالسا على الارض، بخلاف ما اذا حال بينه وبين الارض لباسه؛ لأنه تبع له، فلا يعتبر حائلا. [الهداية ٤/٥٩]

② وان حلف لا يجلس على سرير فجلس على سرير فوقه بساط او حصير: حنث، بخلاف ما اذا جعل فوقه سرير آخر. [الهداية ٤/٦٠]

③ ولو قال ان غسلتك فعبدي حر، فغسله بعد ما مات: يحنث. [الهداية ٤/٦٢]

④ ومن حلف لا يضرب امرأته فمد شعرها او خنقها او عضها: حنث، وقيل: لا يحنث في حال الملاعبة؛ لأنه يسمى ممازحة لا ضربا. [الهداية ٤/٦٢]

⑤ ومن قال: "ان لم اقتل فلانا فامرأته طالق" وفلان ميت وهو عالم به: حنث، وان لم يعلم: لا يحنث. [الهداية ٤/٦٢]

⑥ واذا حلف لا يفعل كذا: تركه أبدا، وان حلف ليفعلن كذا ففعله مرة واحدة: بر في يمينه. [الهداية ٤/٦٥]

کے لیے چھوڑنا پڑے گا، جب کبھی کھاوے گی تو قسم ٹوٹ جاوے گی۔ ہاں اگر ایسا ہوا کہ گھر میں انار انگور وغیرہ آئے اور خاص ان اناروں کے لیے کہا کہ نہ کھاؤں گی تو اور بات ہے، وہ نہ کھاوے اس کے سوا اور منگا کر کھاوے تو کچھ حرج نہیں۔

باب سی ودوم [۳۲]

دین سے پھر جانے کا بیان

مسئلہ ۱: اگر خدانخواستہ کوئی اپنے ایمان اور دین سے پھر گئی تو تین دن کی مہلت دی جاوے گی اور جو اس کو شبہ پڑا ہو اس شبہ کا جواب دے دیا جاوے گا، اگر اتنی مدت میں مسلمان ہوگئی تو خیر، نہیں تو ہمیشہ کے لیے قید کردیں گے، [۲] جب توبہ کرے گی تب چھوڑیں گے۔ [۱]

مسئلہ ۲: جب کسی نے کفر کا کلمہ زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا اور جتنی نیکیاں اور عبادت اس نے کی تھی سب اکارت گئی، نکاح ٹوٹ گیا۔ اگر فرض حج کرچکی ہے تو وہ بھی ٹوٹ گیا۔ اب اگر توبہ کر کے پھر مسلمان ہوئی تو اپنا نکاح پھر سے پڑھواوے اور پھر دوسرا [۴] حج کرے۔ [۳]

مسئلہ ۳: اسی طرح اگر کسی کا میاں توبہ توبہ بے دین ہوجاوے تو بھی نکاح جاتا رہا، اب وہ جب تک توبہ کر کے پھر سے نکاح نہ کرے عورت اس سے کچھ واسطہ نہ رکھے۔ اگر کوئی معاملہ میاں بی بی کا سا ہوا تو عورت کو بھی گناہ ہوگا، اور اگر وہ زبردستی کرے تو اس کو سب سے ظاہر کردے شرماوے نہیں، دین کی بات میں کیا شرم۔ [۵]

---

① واذا ارتد المسلم عن الاسلام والعياذ بالله عُرض عليه الاسلام، فان كانت له شبهة كشفت عنه... ويحبس ثلاثة ايام، فان اسلم والا قتل. [الهداية ٤/٣٠٣] ولا تقتل المرتدة بل تحبس حتىٰ تسلم. [الهندية ٢/٢٥٤]

② یہ حکم فقط عورتوں کے لیے ہے اور اگر نعوذ باللہ! مرد بے دین ہوجائے تو تین دن کے بعد گردن ماردی جائے گی۔ (منہ)

③ ويبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة، وهي خمس: النكاح، والذبيحة، والصيد، والشهادة، والارث... ولا يقضى من العبادات الا الحج. [الدّر المختار ٦/٣٨١-٣٨٥]

④ جب کہ مسلمان ہونے کے بعد مالدار ہو اور اس قدر مال ہو جس پر کہ حج فرض ہوتا ہے۔ (منہ)

⑤ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۲ باب ہذا۔

مسئلہ ۴:[1] جب کفر کا کلمہ زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا۔ اگر ہنسی دل لگی میں کفر کی بات کہے اور دل میں نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے، جیسے کسی نے کہا: کیا خدا کو اتنی قدرت نہیں جو فلانا کام کردے؟ اس کا جواب دیا: ہاں نہیں ہے، تو اس کہنے سے کافر ہوگئی۔

مسئلہ ۵:[2] کسی نے کہا: اٹھو نماز پڑھو، جواب دیا: کون اٹھک بیٹھک کرے، یا کسی نے روزہ رکھنے کو کہا تو جواب دیا: کون بھوکا مرے، یا کہا: روزہ[3] وہ رکھے جسکے گھر کھانا نہ ہو، یہ سب کفر ہے۔

مسئلہ ۶:[4] اسکو کوئی گناہ کرتے دیکھ کر کسی نے کہا: خدا سے ڈرتی نہیں؟ جواب دیا: ہاں نہیں ڈرتی، تو کافر ہوگئی۔

مسئلہ ۷:[5] کسی کو برا کام کرتے دیکھ کر کہا: کیا تو مسلمان نہیں ہے جو ایسی بات کرتی ہے؟ جواب دیا: ہاں نہیں ہوں، تو کافر ہوگئی اگر ہنسی میں کہا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۸:[6] کسی نے نماز پڑھنا شروع کی، اتفاق سے اس پر کوئی مصیبت پڑ گئی، اس لیے کہا کہ یہ سب نماز ہی کی نحوست ہے تو کافر ہوگئی۔

مسئلہ ۹:[7] کسی کافر کی کوئی بات اچھی معلوم ہوئی، اس لیے تمنّا کرکے کہا کہ ہم بھی کافر ہوتے تو اچھا تھا کہ ہم بھی ایسا کرتے تو کافر ہوگئی۔

---

[1] ومن هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف. [الدّر المختار ٦/٣٤٣]

[2] اذا قيل له: صل فقال: (قلتبان بود كه نماز كند وكار بر خويشتن دراز كند او قال تو نماز كردى چه بر سر آوردى) فهذا كله كفر. [الهندية ٢/٢٦٨]

[3] ولو قال عند مجيئ شهر رمضان آمد آں ماہ گراں او قال جاء الضيف الثقيل يكفر. [الهندية ٢/٢٧٠]

[4] اذا طالت المشاجرة بين الزوجين، فقال الرجل لا مرأته: خافي الله تعالى واتقيه فقالت المرأة مجيبة له: لا اخافه، قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل: ان كان الزوج عاتبها على معصية ظاهرة ويخوفها من الله تعالى فاجابته بهذا تصير مرتدة. [الفتاوى الهندية ٢/٢٦١]

[5] قالت امرأة لزوجها: ليس لك حمية ولا دين الاسلام، ترضى بخلوتي مع الاجانب، فقال الزوج: ليس لي حمية ولا دين الاسلام، فقد قيل: انه يكفر. [الهندية ٢/٢٧٧]

[6] اذا قيل لرجل: صلِّ، فقال: ان الله نقص من مالي فانا انقص من حقه، فهو كفر. [الهندية ٢/٢٦٨]

[7] وبتحسين امر الكفار اتفاقا حتى قالوا: لو قال ترك الكلام عند اكل الطعام حسن من المجوس او ترك المضاجعة حالة الحيض منهم حسن، فهو كافر. [الهندية ٢/٢٧٧]

مسئلہ[1]: کسی کا لڑکا مرگیا، اس نے یوں کہا: یااللہ! یہ ظلم مجھ پر کیوں کیا، مجھے کیوں ستایا، تو اس کہنے سے وہ کافر ہوگئی۔

مسئلہ ۱۱[2]: کسی نے یوں کہا: اگر خدا بھی مجھ سے کہے تو یہ کام نہ کروں، یا یوں کہا: جبرئیل بھی اتر آویں تو ان کا کہا نہ مانوں تو کافر ہوگئی۔

مسئلہ ۱۲[3]: کسی نے کہا: میں ایسا کام کرتی ہوں کہ خدا[4] بھی نہیں جانتا تو کافر ہوگئی۔

مسئلہ ۱۳[5]: جب اللہ تعالیٰ کی یا اس کے کسی رسول کی کچھ حقارت کی یا شریعت کی بات کو برا جانا، عیب نکالا، کفر کی بات پسند کی، ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اور کفر کی باتوں کو جن سے ایمان جاتا رہتا ہے ہم نے پہلے ہی حصہ میں سب عقیدوں کے بیان کرنے کے بعد بھی بیان کیا ہے، وہاں دیکھ لینا چاہیے اور اپنے ایمان کو سنبھالنے میں بہت احتیاط کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا ایمان ٹھیک رکھے اور ایمان پر خاتمہ کرے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

باب سی وسوم ۳۳

ذبح کرنے کا بیان

مسئلہ: ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا منہ[6] قبلہ کی طرف کرکے تیز چھری ہاتھ میں لے کر بسم اللہ

---

① من نسب الله تعالى الى الجور فقد كفر. [الهندية ٢/٢٥٩]

② اذا قال: لو امرني الله بكذا لم افعل فقد كفر. [الهندية ٢/٢٥٨] ولو قال: لا اسمع شهادة فلان وان كان جبرائيل او ميكائيل يكفر. [الهندية ٢/٢٦٦]

③ او نسبه الى الجهل او العجز او النقص يكفر. [الهندية ٢/٢٥٨]

④ یہاں پر یہ لفظ بھی تھا "کراماً کاتبین بھی نہیں جانتے" بعد تحقیق کے کاٹ دیا گیا۔ (شبیر علی)

⑤ وفي المسايرة: ولاعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة، وافعال تصدر من المتهتكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين. [البحر ٥/١٩٣]

⑥ وكره ترك التوجه الى القبلة؛ لمخالفته السنة. [الدّر المختار ٩/٤٩٥] ويستقبل القبلة في الجميع. [الهندية ٥/٢٨٧]

اللّٰــہ اکبر کہہ کے اس کے گلے کو کاٹے، یہاں تک کہ[1] چار رگیں کٹ جاویں: ایک نرخرہ جس سے سانس لیتا ہے، دوسری وہ رگ جس سے دانہ پانی جاتا ہے، اور دوشہ رگیں جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ اگر ان چار میں سے تین ہی رگیں کٹیں تب بھی ذبح درست ہے، اس کا کھانا حلال ہے اور اگر دو ہی رگیں کٹیں تو وہ جانور مردار ہوگیا اور اس کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ ۲:[2] ذبح کے وقت بسم اللہ قصداً نہیں کہا تو وہ مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے، اور اگر بھول جاوے تو کھانا درست ہے۔

مسئلہ ۳:[3] کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے اور منع ہے کہ اس میں جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے اور اس طرح ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال کھینچنا، ہاتھ پاؤں توڑنا کاٹنا اور ان چاروں رگوں کے کٹ جانے کے بعد بھی گلا کاٹے جانا، یہ سب مکروہ ہے۔

مسئلہ ۴:[4] ذبح کرنے میں مرغی کا گلا کٹ گیا تو اس کا کھانا درست ہے مکروہ بھی نہیں، البتہ اتنا زیادہ ذبح کردینا یہ بات مکروہ ہے، مرغی مکروہ نہیں ہوئی۔

مسئلہ ۵:[5] مسلمان کا ذبح کرنا بہرحال درست ہے، چاہے عورت ذبح کرے یا مرد اور چاہے پاک ہو یا ناپاک، ہر حال میں اس کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا حلال ہے اور کافر کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا حرام ہے۔

مسئلہ ۶:[6] جو چیز دھار دار ہو جیسے دھار دار پتھر، گنے یا بانس کا چھلکا، سب سے ذبح کرنا درست ہے۔

---

[1] والعروق التی تقطع فی الذکاة اربعة: الحلقوم، والمرئ، والودجان. [الهداية ۷/۱۳۵] وحل المذبوح بقطع ای ثلاث منها؛ اذ للاکثر حکم الکل. [الدّر المختار ۹/۴۹۳]

[2] وان ترك الذابح التسمية عامدا فالذبيحة ميتة لا تؤكل، وان تركها ناسيا اكل. [الهداية ۷/۱۲۹]

[3] وندب احداد شفرته قبل الاضجاع وكره بعده كالجر برجلها الى المذبح وذبحها من قفاها. [الدّر المختار ۹/۴۹۴] وكره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد. [الدّر المختار ۹/۴۹۵]

[4] ومن بلغ بالسكين النخاع او قطع الرأس كره له ذلك وتؤكل ذبيحته. [الهداية ۷/۱۴۰]

[5] وشرط كون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان كان صيدا، الى ان قال: ولو الذابح مجنونا او امرأة او صبيا يعقل التسمية والذبح. [الدّر المختار ۵/۴۹۵]

[6] ويجوز الذبح بالليطة والمروة وكل شيء أنهر الدم الا السن القائم والظفر القائم. [الهداية ۷/۱۳۹]

باب سی و چہارم[۳۴]

حلال وحرام چیزوں کا بیان

مسئلہ ۱:[①] جو جانور اور جو پرندے شکار کر کے کھاتے رہتے ہیں یا انکی غذا فقط گندگی ہے ان کا کھانا جائز نہیں، جیسے شیر، بھیڑیا، گیدڑ، بلی، کتا، بندر، شکرا، باز، گدھ وغیرہ۔ اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا، مینا، فاختہ، چڑیا، بٹیر، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، ہرن، بطخ، خرگوش وغیرہ سب جائز ہیں۔

مسئلہ ۲:[②] بجو، گوہ، کچھوا، بھڑ، خچر، گدھا، گدھی کا گوشت کھانا، اور گدھی کا دودھ پینا درست نہیں۔ گھوڑے کا کھانا جائز ہے لیکن بہتر نہیں۔ دریائی جانوروں[③] میں سے فقط مچھلی حلال ہے باقی سب حرام۔

مسئلہ ۳:[④] مچھلی اور ٹڈی بغیر ذبح کیے ہوئے بھی کھانا درست ہے، انکے سوا اور کوئی جاندار چیز بغیر ذبح کیے کھانا درست نہیں، جب کوئی چیز مرگئی تو حرام ہوگئی۔

مسئلہ ۴:[⑤] جو مچھلی مر کر پانی کے اوپر الٹی تیرنے لگی، اس کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ ۵:[⑥] اوجھڑی[⑦] کھانا حلال ہے، حرام یا مکروہ نہیں۔

---

① واما المستأنس من السباع وهو الكلب والفهد والسنور الاهلى فلا يحل، و كذلك المتوحش، فمنها المسمى بسباع الوحش والطير وهو كل ذى ناب من السباع و كل ذى مخلب من الطير، فذو الناب من سباع الوحش مثل الاسد والذئب والضبع والنمر والفهد الخ. وذو المخلب من الطير كالبازى والباشق والصقر والشاهين والحدأة الخ، وما لا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج والبط والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير و القبج والكركى والغراب الذى يأكل الحب والزرع ونحوها حلال بالاجماع. [الهندية ۲۸۹/۵]

② ويكره اكل الضبع والضب والسلحفاة والزنبور والحشرات كلها، ولا يجوز اكل الحمر الأهلية والبغال ويكره لحم الفرس. [الهداية ۱۴۸/۷] ③ ولا يوكل من حيوان الماء الا السمك. [الهداية ۱۵۰/۷]

④ وحل الجراد وانواع السمك بلا ذكاة. [الدّر المختار ۵۱۲/۹] ⑤ ولا يحل حيوان مائى الا السمك غير الطافي. [الدّر المختار ۵۱۱/۹]

⑥ (تتمة) ما يحرم اكله من اجزاء الحيوان الماكول سبعة: الدم المسفوح، والذكر، والانثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة. [الشامية ۵۱۸/۹] وفي الفتاوىٰ الحمادية: وما سوى ذلك فهو مباح على اصله؛ لأن الاصل في الاشياء الاباحة، قلت: فعلم منه حكم الكرش ان اكله غير مكروه. وذكر في مجموعة الفتاوى ۱۰۵/۳ انه حلال، وفي ص ۸۴ انه مكروه =

مسئلہ ۶:[1] کسی چیز میں چیونٹیاں مر گئیں تو بغیر نکالے کھانا جائز نہیں، اگر ایک آدھ چیونٹی حلق میں چلی گئی تو مردار کھانے کا گناہ ہوا۔ بعضے بچے بلکہ بڑے بھی گولر کے اندر کے بھنگے سمیت گولر کھا جاتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ اس کے کھانے سے آنکھیں نہیں آتیں، یہ حرام ہے، مردار کھانے کا گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ ۷:[2] جو گوشت ہندو بیچتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے ذبح کرایا ہے، اس سے مول لے کر کھانا درست نہیں۔ البتہ جس وقت سے مسلمان نے ذبح کیا ہے اگر اسی وقت سے کوئی مسلمان برابر بیٹھا دیکھ رہا ہے یا وہ جانے لگا تو دوسرا کوئی اس کی جگہ بیٹھ گیا تب درست ہے۔

مسئلہ ۸:[3] جو مرغی گندی پلید چیزیں کھاتی پھرتی ہو اس کو تین دن بند رکھ کر ذبح کرنا چاہیے، بغیر بند کیے کھانا مکروہ ہے۔

باب سی و پنجم ۳۵

نشہ کی چیزوں[4] کا بیان

مسئلہ ۱:[5] جتنی شرابیں ہیں سب حرام اور نجس ہیں۔ تاڑی کا بھی یہی حکم ہے، دوا کے لیے بھی ان کا کھانا پینا درست نہیں بلکہ جس دوا میں ایسی چیز پڑی ہو اس کا لگانا بھی[6] درست نہیں۔

= ولم يؤيده برواية فقهية، والظاهر ما اختاره المؤلف وهو الظاهر من الفتاوىٰ الرشيدية ٢/١٢٨، ١٣٩ فليراجع. (ف۔ص)

= ⑦ اس کے متعلق ایک سوال وجواب امداد الفتاوی مبوب جلد چہارم ص ۱۰۲ پر بھی ہے۔ (شبیر علی)

[1] ولا تؤكل المرقة ان تفسخ الدود فيها، اى لأنه ميتة وان كان طاهرا، قلت: وبه يعلم حكم الدود في الفواكه والثمار. [ردّ المحتار ١/٦٢٠] وايضا فيه: قال الطحطاوى: ويؤخذ منه ان اكل الجبن او الخل او الثمار كالنبق بدود لا يجوز ان نفخ فيه الروح. [ردّ المحتار ٩/٥١١]

[2] من اشترى لحما فعلم انه مجوسى واراد الرد فقال ذبحه مسلم يكره اكله. [ردّ المحتار ٩/٥٦٩]

[3] وكره لحمهما اى: لحم الجلالة والرمكة، وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها، وقدر بثلاثة ايام لدجاجة. [الدّر المختار ٩/٥٦٣]

[4] نشہ کی چیزوں کا مفصل حکم طبی جو ہر ضمیمہ حصہ نہم میں ملاحظہ فرماویں۔

[5] الاشربة المحرمة اربعة. وتفصليها في الهداية ٧/٢٨٥ و الدّر المختار ١٠/٣١]

[6] وحرم الانتفاع بها. [الدّر المختار ١٠/٣٤]

مسئلہ ۲:[1] شراب کے سوا اور جتنے نشے ہیں جیسے افیون، جائے پھل، زعفران[2] وغیرہ ان کا حکم یہ ہے کہ دوا کے لیے اتنی مقدار کھالینا درست ہے کہ بالکل نشہ نہ آوے اور اس دوا کا لگانا بھی درست ہے جس میں یہ چیزیں پڑی ہوں اور اتنا کھانا کہ نشہ ہو جاوے حرام ہے۔

مسئلہ ۳:[3] تاڑی اور شراب کے سرکہ کا کھانا درست ہے۔

مسئلہ ۴:[4] بعضی عورتیں بچوں کو افیون دیکر لٹادیتی ہیں کہ نشہ میں پڑے رہیں، روویں دھوویں نہیں، یہ حرام ہے۔

باب سی و ششم ۳۶

چاندی سونے کے برتنوں کا بیان

مسئلہ ۱:[5] سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا جائز نہیں بلکہ انکی چیزوں کا کسی طرح سے استعمال کرنا درست نہیں، جیسے چاندی سونے کے چمچے سے کھانا پینا، خلال سے دانت صاف کرنا، گلاب پاش سے گلاب چھڑکنا، سرمہ دانی یا سلائی سے سرمہ لگانا، عطردان سے عطر لگانا، خاصدان میں پان رکھنا، انکی پیالی سے تیل لگانا، جس پلنگ کے پائے چاندی کے ہوں اس پر لیٹنا بیٹھنا، چاندی سونے کی آرسی میں منہ دیکھنا، یہ سب حرام[6] ہے۔ البتہ آرسی کا زینت کیلئے پہنے رہنا درست ہے، مگر منہ ہرگز نہ دیکھے، غرض انکی چیز کا کسی طرح استعمال کرنا درست نہیں۔

---

① اكل قليل السقمونيا والبنج مباح للتداوى وما زاد على ذلك اذا كان يقتل او يذهب العقل حرام، وهكذا يقال في غيره من الاشياء الجامدة المضرة في العقل او في غيره: يحرم تناول القدر المضرمنها دون القليل النافع، والحاصل ان استعمال الكثير المسكر منه حرام مطلقا. [ردّ المحتار ۱۰/۴۷]

② اور زعفران کا کسی حلوے یا زردے میں اس قدر کھانا کہ جس سے نشہ نہ آوے بغیر ضرورت کے بھی درست ہے۔

③ واذا تخللت الخمر حلت، سواء صارت خلا بنفسها او بشيء يطرح فيها ولا يكره تخليلها. [الهداية ۷/۳۰۲]

④ ويحرم اكل البنج والحشيشة والأفيون. [الدّر المختار ۱۰/۴۶]

⑤ وكره الأكل والشرب والادهان والتطيب من اناء ذهب وفضة للرجل والمرأة، وكذا الاكل بملعقة الفضة والذهب والاكتحال بميلهما، وما اشبه ذلك من الاستعمال كمكحلة ومراة وقلم ودواة ونحوها. [الدّر المختار ۹/۵۶۴]

⑥ ويكره النظر في المراة المتخذة من الذهب والفضة. [الهندية ۵/۳۳۴]

باب سی و ہفتم ۳۷

لباس اور پردے کا بیان

مسئلہ ۱: [1] چھوٹے لڑکوں کو کڑے، ہنسلی وغیرہ کوئی زیور اور ریشمی کپڑا پہنانا، مخمل پہنانا جائز نہیں، اسی طرح ریشمی اور چاندی سونے کا تعویذ بنا کر پہنانا اور کسم [2] و زعفران کا رنگا ہو کپڑا پہنانا بھی درست نہیں۔ غرض [3] جو چیزیں مردوں کو حرام ہیں وہ لڑکوں کو بھی نہ پہنانا چاہیے۔ البتہ [4] اگر بانا سوت کا ہو اور تانا ریشمی ایسا کپڑا لڑکوں کو پہنانا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی مخمل کا رواں ریشم کا نہ ہو وہ بھی درست ہے اور یہ سب مردوں کو بھی درست ہے اور گوٹہ [5] لچکہ لگا کر کپڑے پہنانا بھی درست ہے، لیکن وہ لچکہ چار انگل سے زیادہ چوڑا نہ ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۲: [6] بچی کا مدار ٹوپی یا اور کوئی کپڑا لڑکوں کو اس وقت جائز ہے جب بہت گھنا کام نہ ہو، اگر اتنا زیادہ کام ہے کہ ذرا دور سے دیکھنے سے سب کام ہی کام معلوم ہوتا ہے کپڑا بالکل دکھائی نہیں دیتا تو اس کا پہنانا جائز نہیں۔ یہی حال ریشمی کام کا ہے کہ اگر اتنا گھنا ہو تو لڑکوں کو پہنانا جائز نہیں۔

مسئلہ ۳: [7] بہت باریک کپڑا جیسے ململ، جالی، بک، آب رواں، ان کا پہننا اور ننگے رہنا دونوں برابر ہیں۔

---

[1] وکره الباس الصبي ذهبا او حريرا. [الدّر المختار ۹/۵۹۸]

[2] وكره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر للرجال. [الدّر المختار ۹/۵۹۰]

[3] وما يكره للرجال لبسه يكره للغلمان والصبيان. [الهندية ۵/۳۳۱]

[4] ويحل لبس ما سداه ابريسم ولحمته غيره. [الدّر المختار ۹/۵۸۸]

[5] يحرم لبس الحرير ولو بحائل على المذهب او في الحرب على الرجل لا المرأة الا قدر اربع اصابع مضمومة، وكذا المنسوج بذهب يحل اذا كان هذا المقدار والا لا. [الدّر المختار ۹/۵۸۰]

[6] وظاهر المذهب عدم جمع المتفرق الا اذا كان خط منه قزا وخط منه غيره بحيث يرى كله قزا فلا يجوز، ومقتضاه حل الثوب المنقوش بالحرير تطريزا ونسجا اذا لم تبلغ كل واحدة من نقوشه اربع اصابع، وان زادت بالجمع ما لم ير كله حريرا، وهل حكم المتفرق من الذهب والفضه كذلك يحرر. [ردّ المحتار ۹/۵۸۲]

[7] رب كاسية في الدنيا عارية في الآخرة. [رواه البخارى رقم:۷۰۶۹]

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہتیری کپڑا پہننے والیاں قیامت کے دن ننگی سمجھی جاویں گی۔ اگر کرتہ دوپٹہ دونوں باریک ہوں یہ اور بھی غضب ہے۔

مسئلہ ۴: مردانہ جوتا پہننا اور مردانی صورت بنانا جائز نہیں، حضرت ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔[۱]

مسئلہ ۵: عورتوں کو زیور پہننا جائز ہے لیکن زیادہ نہ پہننا بہتر ہے، جس نے دنیا میں نہ پہنا اس کو آخرت میں بہت ملے گا اور بجتا زیور پہننا درست نہیں جیسے جھانجھ، چھاگل، پازیب وغیرہ اور بجتا زیور چھوٹی لڑکی کو پہنانا بھی جائز نہیں۔[۲] چاندی سونے کے علاوہ اور کسی چیز کا زیور پہننا بھی درست ہے جیسے پیتل، گلٹ، رانگا وغیرہ، مگر انگوٹھی[۳] سونے چاندی کے علاوہ اور کسی چیز[۴] کی درست نہیں۔

مسئلہ ۶: عورت کو سارا بدن سر سے پیر تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے، غیر محرم کے سامنے کھولنا درست نہیں۔[۵] البتہ بوڑھی عورت کو صرف منہ اور ہتھیلی اور ٹخنے سے نیچے پیر کھولنا درست ہے، باقی اور بدن کا کھولنا کسی طرح درست نہیں۔ ماتھے پر سے اکثر دوپٹہ سرک جاتا ہے اور اسی طرح غیر محرم[۶] کے سامنے آجاتی ہیں، یہ جائز نہیں۔ غیر محرم کے سامنے ایک بال بھی نہ کھولنا چاہیے، بلکہ جو بال کنگھی میں ٹوٹتے ہیں اور کٹے ہوئے ناخن بھی کسی ایسی جگہ ڈالے کہ کسی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے، نہیں تو گناہ گار ہوگی، اسی طرح اپنے کسی بدن کو یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کسی عضو کا نامحرم مرد کے بدن سے لگانا بھی درست نہیں۔

---

[۱] لعن رسول اللہ ﷺ الرجل يلبس لبسة المرأة، والمرأة تلبس لبسة الرجل. [ردّ المحتار ٩/٦٩٢]

[۲] عن ابن الزبير ان مولاة لهم ذهبت بابنة الزبير الى عمر بن الخطاب وفي رجلها اجراس فقطعها عمر، وقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: مع كل جرس شيطان. [المشكوٰة ص ٣٧٩]

[۳] وفي الخجندي: التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعا. [الهندية ٥/٣٣٥]

[۴] مردوں کو چاندی کے سوا کسی اور چیز کی انگوٹھی بھی درست نہیں، نہ سونا نہ کوئی اور چیز، صرف چاندی کی جائز ہے بشرطیکہ ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔ (منہ)

[۵] (والعورة) للحرة جميع بدنها حتى شعرها النازل في الأصح خلا الوجه والكفين والقدمين، وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة كمسه وان أمن الشهوة؛ لأنه اغلظ، ولذا ثبت به حرمة المصاهرة. [الدّر المختار ٢/٩٥]

[۶] وكل عضو لا يجوز النظر اليه قبل الانفصال لا يجوز بعده ولو بعد الموت كشعر عانة وشعر رأسها الخ. [الدّر المختار ٩/٦١٢]

مسئلہ ۷:[1] جوان عورت کو غیر مرد کے سامنے اپنا منہ کھولنا درست نہیں، نہ ایسی جگہ کھڑی ہو جہاں کوئی دوسرا دیکھ سکے۔ اسی سے معلوم ہوگیا کہ نئی دلہن کی منہ دکھائی کا جو دستور ہے کہ کنبے کے سارے مرد آ کر منہ دیکھتے ہیں۔ یہ ہرگز جائز نہیں اور بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ۸:[2] اپنے محرم کے سامنے منہ اور سر اور سینہ اور باہیں اور پنڈلی کھل جاویں تو کچھ گناہ نہیں اور پیٹ اور پیٹھ اور ران ان کے سامنے بھی نہ کھلنا چاہیے۔

مسئلہ ۹:[3] ناف سے لے کر زانوں کے نیچے تک کسی عورت کے سامنے بھی کھولنا درست نہیں، بعضی عورتیں ننگی سامنے نہاتی ہیں، یہ بڑی بے غیرتی اور ناجائز بات ہے۔ چھٹی چھلے میں ننگی کر کے نہلانا اور اس پر مجبور کرنا ہرگز درست نہیں، ناف سے زانو تک ہرگز بدن کو ننگا نہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۰:[4] اگر کوئی مجبوری ہو تو ضرورت کے موافق اپنا بدن دکھلا دینا درست ہے، مثلاً ران میں پھوڑا ہے تو صرف پھوڑے کی جگہ کھولو، زیادہ ہرگز نہ کھولو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ پرانا پائجامہ یا چادر پہن لو اور پھوڑے کی جگہ کاٹ دو یا پھاڑ دو، اس کو جراح دیکھ لے۔ لیکن جراح کے سوا اور کسی کو دیکھنا جائز نہیں، نہ کسی مرد کو نہ عورت کو، البتہ اگر ناف اور زانوں کے درمیان نہ ہو کہیں اور ہو تو عورت کو دکھلانا درست ہے، اسی طرح عمل لیتے وقت صرف ضرورت کے موافق اتنا ہی بدن کھولنا درست ہے زیادہ کھولنا درست نہیں۔ یہی حکم دائی جنائی کا ہے کہ ضرورت کے وقت اسکے سامنے بدن کھولنا درست ہے، لیکن جتنی ضرورت ہے اس سے زیادہ کھولنا درست نہیں۔

---

① دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر (۲) باب ہذا۔ (منہ)

② ومن محرمه الى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد ان أمن شهوته وشهوتها ايضا وإلّا لا، لا الى الظهر والبطن والفخذين. [الدّر المختار ۹/۶۰۶]

③ وتنظر المرأة المسلمة من المرأة كالرجل من الرجل. [الدّر المختار ۹/۶۱۲]

④ ويجوز النظر الى الفرج للخاتن وللقابلة وللطبيب عند المعالجة، ويغض بصره ما استطاع. [الهندية ۵/۳۳۰] وفي الدرّ المختار: فان خاف الشهوة امتنع نظره الى وجهها الا لحاجة كقاض وشاهد يشهد عليها، وكذا مريد نكاحها وشرائها ومداواتها، وينظر الطبيب الى موضع مرضها بقدر الضرورة. [۹/۶۱۰]

بچہ پیدا ہونے کے وقت یا کوئی دوا لیتے وقت فقط اتنا ہی بدن کھولنا چاہیے، بالکل ننگی ہو جانا جائز نہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی چادر وغیرہ بندھوا دی جائے اور ضرورت کے موافق دائی کے سامنے بدن کھولدیا جاوے، رانیں وغیرہ نہ کھلنے پاویں اور دائی کے سوا کسی اور کو بدن دیکھنا درست نہیں۔ بالکل ننگی کر دینا اور ساری عورتوں کا سامنے بیٹھ کر دیکھنا بالکل حرام ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے:[1] ستر دیکھنے والی اور دکھلانی والی دونوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اس قسم کے مسئلوں کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۱:[2] زمانۂ حمل وغیرہ میں اگر دائی سے پیٹ ملوانا ہو تو ناف سے نیچے بدن کا کھولنا درست نہیں، دوپٹہ وغیرہ ڈال لینا چاہیے، بلاضرورت دائی کو بھی دکھانا جائز نہیں۔ یہ دستور ہے کہ پیٹ ملتے وقت دائی بھی دیکھتی ہے اور دوسری گھر والی عورتیں ماں، بہن وغیرہ بھی دیکھتی ہیں یہ جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۲:[3] جتنے بدن کا دیکھنا جائز نہیں وہاں ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں، اس لیے نہاتے وقت اگر بدن بھی نہ کھولے تب بھی نائن وغیرہ سے رانین ملوانا درست نہیں اگرچہ کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ملے، البتہ اگر نائن اپنے ہاتھ میں کیسہ (تھیلی) پہن کر کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ملے تو جائز ہے۔

مسئلہ ۱۳:[4] کافر عورتیں جیسے اہیرن، تنبولن، تیلن، کولن (کوئی قوم مشہور ہے)، دھوبن، بھنگن، چماری وغیرہ جو گھروں میں آجاتی ہیں، ان کا حکم یہ ہے کہ جتنا پردہ نامحرم[5] مرد سے ہے اتنا ہی ان عورتوں سے بھی واجب ہے

---

① عن الحسن مرسلا قال: بلغني ان رسول الله ﷺ قال: لعن الله الناظر والمنظور اليه. رواه البيهقي في شعب الايمان. [المشكوة ص ٢٧٠]

② دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر (۹) باب ہذا۔ (منہ)

③ ما حل نظره حل لمسه الا من اجنبية، فلا يحل مس وجهها و كفها وان أمن الشهوة. [الدّر المختار ٩/٦٠٦]

④ ولا ينبغي للمرأة الصالحة ان تنظر اليها المرأة الفاجرة؛ لأنها تصف عند الرجال، ولا يحل ايضا لا مرأة مؤمنة ان تكشف عورتها عند أمة مشركة او كتابية إلا ان تكون امة لها. [الهندية ٥/٣٢٧] وفى الدر المختار: والذمية كالرجل الاجنبى في الاصح، فلا تنظر الى بدن المسلمة. [٩/٦١٢]

⑤ مطلب یہ ہے کہ جتنا پردہ ہر نامحرم عورت کو ہر نامحرم مرد سے ہے حتی کہ بڑھیا کو بھی بوڑھے سے اتنا ہی پردہ فرض ہے کہ سوائے منہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے تک پیر کے ایک بال کھولنا بھی درست نہیں، یہ مطلب ہے اس کہنے کا کہ جتنا پردہ نامحرم مرد سے ہے۔ ورنہ جوان عورت کو غیر محرم کے سامنے بدن کی کسی جگہ کا کھولنا بھی درست نہیں، بلکہ سب بدن ڈھک کر بھی اسکے سامنے نہ آوے جب کہ زینت کے کپڑے پہنے=

سوائے منہ اور گٹے تک ہاتھ اور ٹخنے تک پیر کے اور کسی ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں، اس مسئلہ کو خوب یاد رکھو سب عورتیں اس کے خلاف کرتی ہیں۔ غرض سر اور سارا ہاتھ اور پنڈلی ان کے سامنے مت کھولو اور اس سے یہ بھی سمجھ لو کہ اگر دائی جنائی ہندو یا میم ہو تو بچہ پیدا ہونے کا مقام تو اس کو دکھلانا درست ہے اور سر وغیرہ اور اعضا اس کے سامنے کھولنا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۴: ① اپنے شوہر سے کسی جگہ کا پردہ نہیں ہے، تم کو اس کے سامنے اور اس کو تمہارے سامنے سارے بدن کا کھولنا درست ہے، مگر بے ضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں۔

مسئلہ ۱۵: ② جس طرح خود مردوں کے سامنے آنا اور بدن کھولنا درست نہیں، اسی طرح جھانک تاک کے مردوں کو دیکھنا بھی درست نہیں۔ عورتیں یوں سمجھتی ہیں کہ مرد ہم کو نہ دیکھیں، ہم ان کو دیکھ لیں تو کچھ حرج نہیں، یہ بالکل غلط ہے، کواڑ کی راہ سے یا کوٹھے پر سے مردوں کو دیکھنا، دولہا کے سامنے آجانا یا اور کسی طرح دولہا کو دیکھنا، یہ سب ناجائز ہے۔

مسئلہ ۱۶: ③ نامحرم کے ساتھ تنہائی کی جگہ بیٹھنا لیٹنا درست نہیں، اگرچہ دونوں الگ الگ اور کچھ فاصلہ پر ہوں تب بھی جائز نہیں۔

= ہوئے ہوں، ہاں بالکل میلے کچیلے کپڑے جو زینت کے نہ ہوں وہ پہن کر اور سب بدن کو ڈھک کر سامنے آنا درست ہے۔ (منہ)

① اما النظر الی زوجته ومملوكته فهو حلال من قرنها الى قدمها عن شهوة وغير شهوة، وهذا ظاهر الا ان الاولى ان لا ينظر كل واحد منهما الى عورة صاحبه. [الهندية ٥/٣٢٧]

② وكذا تنظر المرأة من الرجل كنظر الرجل للرجل ان امنت شهوتها فلو لم تأمن أو خافت او شكت حرم استحسانا كالرجل هو الصحيح في الفصلين. [الدّر المختار ٩/٦١٢]

③ الخلوة بالاجنبية حرام الا لملازمة مديونة هربت ودخلت خربة او كانت عجوزا شوهاء او بحائل. [الدّر المختار ٩/ ٦٠٧] عن عقبة ابن عامر قال: قال رسول الله ﷺ: اياكم والدخول على النساء، فقال رجل: يا رسول الله! ارأيت الحمو؟ قال: الحمو الموت. متفق عليه [المشكوٰة ص ٢٦٨] والحمو اسم لأقارب المرأة من جانب الزوج، والمراد ههنا غير آبائه وابنائه الا ان يحمل على المبالغة، والمراد تحذير المرأة منهم كما يحذر من الموت، فان الخوف من الاقارب اكثر، والفتنة منهم اوقع لتمكنهم من الوصول الى الخلوة من غير نكير، كذا فى اللمعات.[هامش المشكوة: ٢٦٨]

مسئلہ ۱۷:[1] اپنے پیر کے سامنے آنا ایسا ہی ہے جیسے کسی غیر محرم کے سامنے آنا، اس لیے یہ بھی جائز نہیں۔ اسی طرح لے پالک لڑکا بالکل غیر ہوتا ہے لڑکا بنانے سے سچ مچ لڑکا نہیں بن جاتا، سب کو اس سے وہی برتاؤ کرنا چاہیے جو بالکل غیروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح جو نامحرم رشتہ دار ہیں جیسے دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، چچازاد، پھوپی زاد، ماموں زاد بھائی وغیرہ۔ یہ سب شرع میں غیر ہیں، سب سے گہرا پردہ ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۱۸:[2] ہیجڑے، خوجے، اندھے[3] کے سامنے آنا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۹:[4] بعضی بعضی منہیار سے چوڑیاں پہنتی ہیں، یہ بڑی بیہودہ بات ہے حرام ہے، بلکہ جو عورتیں باہر نکلتی ہیں ان کو بھی اس سے چوڑیاں پہننا جائز نہیں۔

باب سی و ہشتم ۳۸

متفرقات

مسئلہ:[5] ہر ہفتہ نہا دھو کر ناف سے نیچے اور بغل[6] وغیرہ کے بال دور کر کے بدن کو صاف ستھرا کرنا مستحب ہے[7] ہر ہفتہ نہ ہو تو پندرہویں دن سہی، زیادہ سے زیادہ چالیس دن، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، اگر چالیس دن گذر گئے اور بال صاف نہ کیے تو گناہ ہوا۔

---

① دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۶ اباب گذشتہ۔ ② والخصی والمجبوب والمخنث في النظر الى الاجنبية كالفحل. [الدّر المختار ۹/۶۱۶]

③ عن ام سلمة: انها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة اذ أقبل ابن ام مكتوم فدخل عليه، فقال رسول الله ﷺ: احتجبا منه، فقلت: يا رسول الله! أليس هو اعمى لا يبصرنا، فقال رسول الله ﷺ: افعمياوان انتما ألستما تبصرانه. رواه احمد والترمذی وابو داود [المشكوٰة ص۲۶۹]　　④ دیکھو حاشیہ مسئلہ نمبر ۱۳ اباب ہذا۔

⑤ ويستحب حلق عانته وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل اسبوع مرة، والافضل يوم الجمعة، وجاز في كل خمسة عشر، وكره تركه وراء الأربعين. [الدّر المختار ۹/۶۷۱]

⑥ وغیرہ کا لفظ مردوں کے خیال سے بڑھ گیا، یعنی لبیں بھی ترشوالے اور اسی حکم میں ہے ناخن تراشنا بھی۔ (منہ)

⑦ لیکن جو قربانی کرنے کا ارادہ کرلے تو اسکے لیے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کے شروع سے تا فراغت اپنی قربانی کے ناخن اور بال وغیرہ اپنے بدن سے جدا نہ کرے، لیکن اگر زیادہ دنوں کے ہوگئے ہوں تو جدا کردے اور اگر چالیس دن سے بڑھنے لگیں تو پھر جدا کردینا واجب ہے۔ (منہ)

مسئلہ ۲:[1] اپنے ماں باپ شوہر وغیرہ کو نام لے کر پکارنا مکروہ اور منع ہے کیونکہ اس میں بے ادبی ہے، لیکن ضرورت کے وقت جس طرح ماں باپ کا نام لینا درست ہے اسی طرح شوہر کا نام لینا بھی درست ہے۔ اسی طرح اٹھتے بیٹھتے بات چیت کرتے ہر بات میں ادب تعظیم کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

مسئلہ ۳:[2] کسی جاندار چیز کو آگ میں جلانا درست نہیں جیسے بھڑوں کا پھونکنا، کھٹمل وغیرہ پکڑ کر آگ میں ڈال دینا، یہ سب ناجائز ہے، البتہ اگر مجبوری ہو کہ بغیر پھونکے کام نہ چلے تو بھڑوں کا پھونک دینا، چارپائی میں کھولتا ہوا پانی ڈال دینا درست ہے۔

مسئلہ ۴:[3] کسی بات کی شرط باندھنا جائز نہیں جیسے کوئی کہے: سیر بھر مٹھائی کھا جاؤ تو ہم ایک روپیہ دیں گے اور اگر نہ کھا سکے تو ایک روپیہ ہم تم سے لیں گے۔ غرض جب دونوں طرف سے شرط ہو تو جائز نہیں، البتہ اگر ایک ہی طرف سے ہو تو درست ہے۔

مسئلہ ۵:[4] جب کوئی دو آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں تو ان کے پاس نہ جانا چاہیے، چھپ کے ان کو سننا بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: جو کوئی دوسروں کی بات کی طرف کان لگاوے اور ان کو ناگوار ہو تو قیامت کے دن اس کے کان میں گرم گرم سیسہ ڈالا جاوے گا، اس سے معلوم ہوا کہ بیاہ شادی میں دولہا دلہن کی باتیں سننا دیکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ۶:[5] شوہر کے ساتھ جو باتیں[6] ہوئی ہوں، جو کچھ معاملہ پیش آیا ہو، کسی اور سے کہنا بڑا گناہ ہے۔ حدیث

---

① ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ وان تدعو المرأۃ زوجها باسمه. [الدّر المختار ۹/۶۹۰]

② واحراق القمل والعقرب بالنار مکروہ، ولا تحرق بیوت النمل لنملة واحدۃ. [الھندیة ۵/۳۶۱]

③ حل الجعل ان شرط المال فی المسابقة من جانب واحد، وحرم لو شرط من الجانبین الا اذا أدخلا ثالثا محللا بینهما. [الدّر المختار ۹/۶۶٤]

④ من استمع الی حدیث قوم وھم له کارھون صب فی اذنیه الآنك یوم القیمة. [الترغیب والترھیب ص٤٧٤]

⑤ عن ابی سعید ﷺ. قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: ان من شر الناس عند اللّٰہ منزلة یوم القیمة الرجل یفضی الی امرأته وتفضی الیه، ثم ینشر احدهما سر صاحبه. [الترغیب والترھیب ص۳/۵۷]

⑥ اسی طرح مرد کو بھی اپنی بی بی کا حال کہنا درست نہیں۔ (منہ)

میں آیا ہے کہ ان بھیدوں کے بتلانے والے پر سب سے [1] زیادہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اور غضب ہوتا ہے۔

مسئلہ ۷: [2] اسی طرح کسی کے ساتھ ہنسی اور چہل کرنا کہ اس کو ناگوار ہو یا تکلیف ہو درست نہیں، آدمی وہیں تک گدگدائے جہاں تک ہنسی آئے۔

مسئلہ ۸: [3] مصیبت کے وقت موت کی تمنا کرنا، اپنے کو کوسنا درست نہیں۔

مسئلہ ۹: [4] پچیسی، چوسر، تاش، وغیرہ کھیلنا درست نہیں اور اگر بازی بدھ کر کھیلے تو یہ صریح جوا اور حرام ہے۔

مسئلہ ۱۰: [5] جب لڑکا لڑکی دس برس کے ہو جاویں تو لڑکوں کو ماں، بہن، بھائی وغیرہ کے پاس اور لڑکیوں کو بھائی اور باپ کے پاس لٹانا درست نہیں، البتہ لڑکا اگر باپ کے پاس اور لڑکی ماں کے پاس لیٹے تو جائز ہے۔

مسئلہ ۱۱: [6] جب کسی کو چھینک آئے تو **الحمد للہ** کہہ لینا بہتر ہے اور جب **الحمد للہ** کہہ لیا تو سننے والے پر اس کے جواب میں **یرحمك اللہ** کہنا واجب ہے، نہ کہے گی تو گناہ گار ہوگی۔ اور یہ بھی خیال رکھو کہ اگر چھینکنے والی عورت یا لڑکی ہے تو کاف کا زیر کہو اور اگر مرد یا لڑکا ہے تو کاف کا زبر کہو، پھر چھینکنے والی اس کے جواب میں کہے: **یغفر اللہ لنا ولکم** لیکن چھینکنے والی کے ذمہ یہ جواب واجب نہیں بلکہ بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۲: [7] چھینک کے بعد **الحمد للہ** کہتے کئی آدمیوں نے سنا تو سب کو **یرحمك اللہ** کہنا واجب نہیں، اگر

---

① یعنی بہت بڑا غصہ ہوتا ہے۔ (منہ)

② لا بأس بالمزاح بعد ان لا یتکلم الانسان فیه بکلام یأثم به او یقصد به اضحاك جلسائه. [الهندیة ۵/۳۵۲]

③ یکره تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع في معصیة. [الدّر المختار ۹/۶۹۱]

④ و کره تحریما اللعب بالنرد والشطرنج، و کره کل لهو. [الدّر المختار ۹/۶۵۰]

⑤ واذا بلغ الصبي او الصبیة عشر سنین یجب التفریق بینهما بین اخیه واخته وامه وابیه في المضجع؛ لقوله ﷺ: وفرقوا بینهم في المضاجع وهم ابناء عشر. [الدّر المختار ۹/۶۲۹]

⑥ اذا عطس الرجل خارج الصلوٰة فینبغي ان یحمد اللّٰه تعالیٰ فیقول: الحمدللّٰه رب العالمین او یقول: الحمدللّٰه علی کل حال، ولا یقول غیر ذلك، وینبغي لمن حضره ان یقول: یرحمك اللّٰه، ویقول له العاطس: یغفر اللّٰه لنا ولکم، وتشمیت العاطس واجب ان حمد العاطس. [الهندیة ۵/۳۲۶]

⑦ ولو شمته بعض الحاضرین اجزأ عنهم، والافضل ان یقول کل واحد منهم. [الشامیة ۹/۶۸۴]

ان میں سے ایک کہہ دے تو سب کی طرف سے ادا ہو جاوے گا، لیکن اگر کسی نے جواب نہ دیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔

مسئلہ ۱۳:[1] اگر کوئی بار بار چھینکے اور الحمد للہ کہے تو فقط تین بار یرحمك اللہ کہنا واجب ہے، اس کے بعد واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۴:[2] جب حضور ﷺ کا نام مبارک لیوے یا پڑھے یا سنے تو درود شریف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، اگر نہ پڑھا تو گناہ ہوا۔ لیکن اگر ایک ہی جگہ کئی دفعہ نام لیا تو ہر دفعہ درود پڑھنا واجب نہیں، ایک ہی دفعہ پڑھ لینا کافی ہے۔ البتہ اگر جگہ بدل جانے کے بعد پھر نام لیا یا سنا تو پھر درود پڑھنا واجب ہو گیا۔[3]

مسئلہ ۱۵:[4] بچوں کی بابری[5] وغیرہ بنوانا جائز نہیں، یا تو سارا سر منڈوا دو یا سارے سر پر بال رکھواؤ۔

مسئلہ ۱۶:[6] عطر وغیرہ کسی خوشبو میں اپنے کپڑے بسانا اس طرح کہ غیر مردوں تک اکی خوشبو جاوے درست نہیں۔

مسئلہ ۱۷:[7] ناجائز لباس کا سی کر دینا بھی جائز نہیں، مثلاً شوہر ایسا لباس سلوا دے جس کو پہننا جائز نہیں تو عذر کر دے، اسی طرح درزن سلائی پر ایسا کپڑا نہ سیئے۔

مسئلہ ۱۸:[8] جھوٹے قصے اور بے سند حدیثیں جو جاہلوں نے اردو کتابوں میں لکھ دیں اور معتبر کتابوں میں ان کا

---

① تشميت العاطس واجب ان حمد العاطس فيشمّته الى ثلاث مرات، وبعد ذلك هو مخير. [الهندية ٥/٣٢٦]

② ولو سمع اسم النبي ﷺ فانه يصلي عليه، فان سمع مرارا في مجلس واحد اختلفوا فيه: قال بعضهم: لا يجب عليه ان يصلي الا مرة. [الهندية ٥/٣١٥]

③ اسی طرح جب اللہ کا نام لیا جاوے تو تعالیٰ یا جل شانہ وغیرہ کوئی کلمہ تعظیم کا کہنا واجب ہے۔ (عالمگیری)

④ ويكره القزع وهو ان يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة اصابع. [الشامية ٩/٦٧٢]

⑤ بابری جس کو بعضے آدمی کھڈی کہتے ہیں۔ (منہ)

⑥ عن ابي موسى ﷺ عن النبي ﷺ قال: كل عين زانية، والمرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي كذا وكذا، يعني زانية. رواه ابو داود والترمذي. [الترغيب والترهيب ٣/٥٦]

⑦ وان كان اسكافا امره انسان أن يتخذ له خفا على زي المجوس او الفسقة او خياطا امره ان يتخذ له ثوبا على زيّ الفساق يكره له ان يفعل، لانه سبب التشبه بالمجوس والفسقة. [الشامية ٩/٦٤٦]

⑧ القصص المكروه ان يحدثهم بما ليس له اصل معروف او يعظهم بما لا يتعظ به او يزيد وينقص في اصله. [الدّر المختار ٩/٦٩٧]

کہیں ثبوت نہیں، جیسے نور نامہ وغیرہ اور حسن وعشق کی کتابیں دیکھنا اور پڑھنا جائز نہیں، اسی طرح غزل اور قصیدوں کی کتابیں خاص کر آج کل کے ناول عورتوں کو ہرگز نہ دیکھنا چاہیے، ان کا خریدنا بھی جائز نہیں، اگر اپنی لڑکیوں کے پاس دیکھو جلادو۔

مسئلہ ۱۹:[۱] عورتوں میں بھی السلام علیکم اور مصافحہ کرنا سنت ہے، اس کو رواج دینا چاہیے، آپس میں کیا کرو۔

مسئلہ ۲۰:[۲] جہاں تم مہمان جاؤ کسی فقیر وغیرہ کو روٹی کھانا مت دو، بغیر گھر والے سے اجازت لیے دینا گناہ ہے۔

باب سی ونہم ۳۹

کوئی چیز پڑی پانے کا بیان

مسئلہ ۱:[۳] کہیں راستہ، گلی یا بیبیوں کی محفل میں یا اپنے یہاں کوئی مہمانداری ہوئی تھی یا وعظ کہلوایا تھا، سب کے جانے کے بعد کچھ ملا یا اور کہیں کوئی چیز پڑی پائی تو اس کو خود لے لینا درست نہیں، حرام ہے۔ اگر اٹھاوے تو اس نیت سے اٹھاوے کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے دے دوں گی۔

مسئلہ ۲:[۴] اگر کوئی چیز پائی اور اس کو نہ اٹھایا تو گناہ نہیں، لیکن اگر یہ ڈر ہو کہ اگر میں نہ اٹھاؤں گی تو کوئی اور لے لے گا اور جس کی چیز ہے اس کو نہ ملے گی تو اس کا اٹھالینا اور مالک کو پہنچا دینا واجب ہے۔

مسئلہ ۳:[۵] جب کسی نے پڑی ہوئی چیز اٹھالی تو اب مالک کا تلاش کرنا اور تلاش کر کے دے دینا اس کے ذمے

---

① قال النبی ﷺ: ان المومن اذا لقی المؤمن فسلم علیه واخذ بیده فصافحه تناثرت خطایاهما کما یتناثر ورق الشجر، رواه الطبرانی والبیهقی. [الشامیة ۹/۶۲۸]

② اذا کان الرجل علی مائدة فناول غیره من طعام المائدة: ان علم ان صاحبه لا یرضی به لا یحل له، وان علم انه یرضی فلا بأس به، وان اشتبه علیه لا یناول ولا یعطی سائلا. [الهندیة ۵/۳۴۴]

③ اللقطة رفع شيء ضائع للحفظ علی الغیر لا للتملك، ندب رفعها لصاحبها ووجب عند خوف ضیاعها. [الدّر المختار ۶/۴۲۲]

④ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۱ باب ہذا۔

⑤ واذا رفع اللقطة یعرفها فیقول: التقطت لقطة او وجدت ضالة او عندی شيء فمن سمعتموه یطلب دُلّوه علیّ. [الهندیة ۲/۲۸۹]

ہوگیا۔ اب اگر پھر وہیں ڈال دیا یا اٹھا کر اپنے گھر لے آئی لیکن مالک کو تلاش نہیں کیا تو گناہ گار ہوئی، خواہ ایسی جگہ پڑی ہو کہ اٹھانا اس کے ذمے واجب نہ تھا، یعنی کسی محفوظ جگہ پڑی تھی کہ ضائع ہوجانے کا ڈر نہیں تھا یا ایسی جگہ ہو کہ اٹھالینا واجب تھا، دونوں کا یہی حکم ہے کہ اٹھا لینے کے بعد مالک کو تلاش کر کے پہنچانا واجب ہوجاتا ہے۔ پھر وہیں ڈال دینا جائز نہیں۔

مسئلہ ۴:[1] محفلوں میں مردوں اور عورتوں کے جماؤ جم گھٹے میں خوب پکارے تلاش کرے، اگر مردوں میں خود نہ جاسکے، نہ پکار سکے تو اپنے میاں وغیرہ کسی اور سے پکروائے اور خوب مشہور کرادے کہ ہم نے ایک چیز پائی ہے جس کی ہو ہم سے آکر لے لیوے، لیکن یہ ٹھیک پتہ نہ دے کہ کیا چیز پائی ہے تاکہ کوئی جھوٹ فریب کر کے نہ لے سکے۔ البتہ کچھ گول مول ادھورا پتہ بتلا دینا چاہیے، مثلاً یہ کہ ایک زیور یا ایک کپڑا ہے یا ایک بٹوہ ہے جس میں کچھ نقد ہے۔ اگر کوئی آوے اور اپنی چیز کا ٹھیک ٹھیک پتہ دے دے تو اس کے حوالے کر دینا چاہیے۔

مسئلہ ۵:[2] بہت تلاش کرنے اور مشہور کرنے کے بعد جب بالکل مایوسی ہوجاوے کہ اب اس کا کوئی وارث نہ ملے گا تو اس چیز کو خیرات کردے، اپنے پاس نہ رکھے۔ البتہ اگر وہ خود غریب محتاج ہو تو خود ہی اپنے کام میں لاوے، لیکن خیرات کرنے کے بعد اگر اس کا مالک آگیا تو اس کے دام لے سکتا ہے اور اگر خیرات کرنے کو منظور کرلیا تو اس کو اس خیرات کا ثواب مل جاوے گا۔

مسئلہ ۶:[3] پالتو کبوتر یا طوطا، مینا یا اور کوئی چڑیا اس کے گھر گر پڑی اور اس نے اس کو پکڑ لیا تو مالک کو تلاش کر کے پہنچانا واجب ہوگیا، خود لے لینا حرام ہے۔

---

[1] ویعرف الملتقط اللقطة في الاسواق والشوارع مدة يغلب على ظنه ان صاحبها لا يطلبها بعد ذلك هو الصحيح. [الهندية ۲/۲۸۹]

[2] ثم بعد تعريف المدة المذكورة الملتقط مخير بين ان يحفظها حسبة وبين ان يتصدق بها، فان جاء صاحبها فأمضى الصدقة يكون له ثوابها، وان لم يمضها ضمن الملتقط. [الهندية ۲/۲۸۹]

[3] من اخذ بازيا أو شبهه في سواد او مصر وفي رجليه تبر وجلاجل وهو يعرف انه أهلي فعليه ان يعرف ليرده على اهله، وكذلك ان اخذ ظبيا في عنقه قلادة. [الهندية ۲/۲۹٤]

مسئلہ ۷:[1] باغ میں آم یا امرود وغیرہ پڑے ہیں تو ان کو بلا اجازت اٹھانا اور کھانا حرام ہے، البتہ اگر کوئی ایسی کم قدر چیز ہے کہ ایسی چیز کو کوئی تلاش نہیں کرتا اور نہ اس کے لینے کھانے سے کوئی برا مانتا ہے تو اس کو خرچ میں لانا درست ہے، مثلاً راہ میں ایک بیر پڑا ملا یا ایک مٹھی چنے کے بوٹ ملے۔

مسئلہ ۸:[2] کسی مکان یا جنگل میں خزانہ یعنی کچھ گڑا ہوا مال نکل آیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو پڑی ہوئی چیز کا حکم ہے، خود لے لینا جائز نہیں، تلاش و کوشش کرنے کے بعد اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو اس کو خیرات کردے اور غریب ہو تو خود بھی لے سکتی ہے۔[3]

باب چہلم ۴۰

وقف کا بیان

مسئلہ ۱:[4] اپنی کوئی جائیداد جیسے مکان، باغ، گاؤں وغیرہ خدا کی راہ میں فقیروں، غریبوں، مسکینوں کیلئے وقف کردیا کہ اس گاؤں کی سب آمدنی فقیروں محتاجوں پر خرچ کردی جائے یا باغ کے سب پھل پھول غریبوں کو دیدیئے جائیں۔ اس مکان میں مسکین لوگ رہا کریں، کسی اور کے کام نہ آوے تو اسکا بڑا ثواب ہے۔ جتنے نیک کام ہیں مرنے سے بند ہوجاتے ہیں، لیکن یہ ایسا نیک کام ہے کہ جب تک وہ جائیداد باقی رہے گی برابر قیامت

---

① اذا مر فی ایام الصیف بثمار ساقطة تحت الأشجار، فهذه المسألة على وجوه: ان كان ذلك في الامصار لا يسعه التناول منها، الا ان يعلم ان صاحبها قداباح ذلك إما نصا او دلالة بالعادة الخ، وان كانت اللقطة شيئا اذا مضى عليها يوم او يومان يفسد، فان كان قليلا نحو الحبّ والعنب ومثلها يأكلها من ساعته غنيا كان او فقيرا. [الهندية ۲/ ۲۹۰]

② اشترى داراً فوجد فی بعض الجدار دراهم، قال ابوبکر: إنها كاللقطة، قال الفقيه: وان ادعاه البائع رد عليه، وان قال: ليست لی فهی لقطة. [ردّ المحتار ٦/٤٣٧]

③ مگر خواہ خود لے یا دوسرے کو خیرات کرے، اگر مالک آکر اس خیرات کرنے پر یا اس کے رکھ لینے پر راضی نہ ہوا تو اس کو اپنے پاس سے وہ چیز دینی پڑے گی۔ (منہ)

④ (الوقف) عند ابی حنيفة حبس العين على ملك الواقف والتصدق بالمنفعة على الفقراء او على وجه من وجوه الخير بمنزلة العواری. [الهندية ۲/ ۳۵۰]

تک اسکا ثواب[1] ملتا رہیگا۔ جب تک فقیروں کو راحت اور نفع ملتا رہیگا برابر نامۂ اعمال میں ثواب لکھا جاویگا۔

مسئلہ ۲:[2] اگر اپنی کوئی چیز وقف کردے تو کسی نیک بخت دیانتدار آدمی کے سپرد کردے کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرے کہ جس کام کے لیے وقف کیا ہے اسی پر خرچ ہوا کرے، کہیں بیجا خرچ نہ ہونے پاوے۔

مسئلہ ۳:[3] جس چیز کو وقف کردیا اب وہ چیز اس کی نہیں رہی اللہ تعالیٰ کی ہوگئی، اب اس کو بیچنا، کسی کو دینا درست نہیں۔ اب اس میں کوئی شخص اپنا دخل نہیں دے سکتا، جس بات کے لیے وقف ہے وہی کام اس سے لیا جاوے گا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ ۴: مسجد[4] کی کوئی چیز جیسے اینٹ، گارا، چونا، لکڑی، پتھر وغیرہ کوئی چیز اپنے کام میں لانا درست نہیں چاہے کتنی ہی نکمّی ہوگئی ہو، لیکن گھر کے کام میں نہ لانا چاہیے بلکہ اس کو بیچ کر مسجد کے ہی خرچ میں لگادینا چاہیے۔

مسئلہ ۵:[5] وقف میں یہ شرط ٹھہرالینا بھی درست ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس وقف کی آمدنی خواہ سب کی سب یا آدھی تہائی اپنے خرچ میں لایا کروں گی، پھر میرے بعد فلاں نیک جگہ خرچ ہوا کرے۔ اگر یوں کہہ لیا تو اتنی آمدنی اس کو لے لینا جائز اور حلال ہے اور یہ بڑا آسان طریقہ ہے کہ اس میں اپنے آپ کو بھی کسی طرح کی تکلیف اور تنگی ہونے کا اندیشہ نہیں اور جائیداد بھی وقف ہوگئی۔ اسی طرح اگر یوں شرط کردے کہ اول اس کی آمدنی میں سے میری اولاد کو اتنا دے دیا جایا کرے، پھر جو بچے وہ اس نیک جگہ میں خرچ ہوجاوے یہ بھی درست ہے اور اولاد کو اسی قدر دے دیا جایا کرے گا۔

---

① اور جتنے کام ایسے ہیں جن کا نفع جاری رہتا ہے ان سب کا یہی حکم ہے کہ برابر ثواب جاری رہتا ہے۔ (منہ)

② الصالح للنظر من لم يسأل الولاية للوقف وليس فيه فسق يعرف، هكذا في فتح القدير، وفي الاسعاف لايولى الا أمين قادر بنفسه او بنائبه الخ. [الهندية ٩/٤٠٨] وينزع لو غير مأمون، ومقتضاه اثم القاضي بتركه والاثم بتولية الخائن. [الدّر المختار والشامية ٦/٥٨٣]

③ فيزول ملك الواقف عنه الى الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم، ولا يباع ولا يوهب ولا يورث. [الهداية ٤/٣٩٢]

④ وما انهدم من بناء الوقف والته، صرفه الحاكم في عمارة الوقف ان احتاج إليه وان استغنى عنه امسكه حتى يحتاج الى عمارته، فيصرفه فيها. [الهداية ٤/٤٠٤]

⑤ واذا جعل الواقف غلة الوقف لنفسه او جعل الولاية اليه جاز. [الهداية ٤/٤٠٥] وجاز جعل غلة الوقف لنفسه، اى كلها او بعضها او الولاية لنفسه عند الثاني وعليه الفتوى. [الدّر المختار وردّ المحتار ٦/٥٨٨] جعل ربعه لنفسه ايام حياته، ثم من بعدي على اولادي، ثم على اولادهم جاز عند الثاني وبه يفتى، [الدّر المختار وردّ المحتار ٦/٧١٦]

مسائل ذیل کے پڑھانے کا طریقہ

اگر پڑھانے والا مرد ہو تو ان مسائل کو خود نہ پڑھاوے یا تو اپنی بی بی کی معرفت سمجھاوے یا پڑھنے والی کو ہدایت کردے کہ ان مسائل کو بطور خود دیکھ لینا اور اگر پڑھنے والا کم عمر لڑکا ہو تو اس کو بھی نہ پڑھاویں، بلکہ ہدایت کردیں کہ بعد کو دیکھ لے۔

مسائل (بقیہ ص ۳۵۲ تا ص ۳۵۵)

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور جن سے ٹوٹ جاتا ہے اور قضا یا کفارہ لازم آتا ہے ان کا بیان

مسئلہ ۳:[1] دن کو سوگئی اور ایسا خواب دیکھا جس سے نہانے کی ضرورت ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۵:[2] مرد اور عورت کا ساتھ لیٹنا، ہاتھ لگانا، پیار کرنا، یہ سب درست ہے۔ لیکن اگر جوانی کا اتنا جوش ہو کہ ان باتوں سے صحبت کرنے کا ڈر ہو تو ایسا نہ کرنا چاہیے، مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۱:[3] رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی، مگر غسل نہیں کیا، دن کو نہائی تب بھی روزہ ہوگیا، بلکہ اگر دن بھر نہ نہاوے تب بھی روزہ نہیں جاتا، البتہ اس کا گناہ الگ ہوگا۔

مسئلہ ۱۸:[4] اگر مرد سے ہمبستر ہوئی تب بھی روزہ جاتا رہا، اسکی قضا بھی رکھے اور کفارہ بھی دیوے۔ جب مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری اندر چلی گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور قضا و کفارہ واجب ہوگئے، چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔

مسئلہ ۱۹:[5] اگر مرد نے پاخانہ کی جگہ اپنا عضو کردیا اور سپاری اندر چلی گئی، تب بھی عورت مرد دونوں کا روزہ جاتا

---

① فان نام فاحتلم لم يفطر لقوله ﷺ: ثلاث لا يفطرن الصيام: القيء، والحجامة، والاحتلام. [الهداية ٢/ ٠٦ - ٢٠]

② و كره قبلة ومس ومعانقة ومباشرة فاحشة ان لم يأمن المفسد وان امن لا بأس. [الدّر المختار ٣/ ٤٥٤]

③ او اصبح جنبا وان بقي كل اليوم (لم يفطر). [الدّر المختار ٣/ ٤٢٨]

④، ⑤ ومن جامع في احد السبيلين عامداً فعليه القضاء والكفارة، ولا يشترط الانزال في المحلين اعتبارا بالاغتسال. [الهداية ٢/ ١١ والدّر المختار ٣/ ٤٤٢]

رہا، قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ ۲۲:[1] روزہ میں پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھنا یا تیل وغیرہ کوئی چیز ڈالنا درست نہیں، اگر کسی نے دوا رکھ لی تو روزہ جاتا رہا[2] قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۳:[3] کسی ضرورت سے دائی نے پیشاب کی جگہ انگلی ڈالی یا خود اس نے اپنی انگلی ڈالی، پھر ساری انگلی یا تھوڑی سی انگلی نکالنے کے بعد پھر کر دی تو روزہ جاتا رہا، لیکن کفارہ واجب نہیں، اور اگر نکالنے کے بعد پھر نہیں کی تو روزہ نہیں گیا، ہاں اگر پہلے ہی سے پانی وغیرہ کسی چیز میں انگلی بھیگی ہوئی ہو تو اول ہی دفعہ کرنے سے روزہ جاتا رہیگا۔

مسئلہ ۲۸:[4] کوئی عورت غافل سو رہی تھی یا بے ہوش پڑی تھی، اس سے کسی نے صحبت کی تو روزہ جاتا رہا، فقط قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں اور مرد پر کفارہ بھی واجب ہے۔

جن وجہوں سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے ان کا بیان (بقیہ ص ۳۶۵)

مسئلہ ۱۳:[5] عورت کو حیض آ گیا یا بچہ پیدا ہوا اور نفاس ہو گیا تو حیض اور نفاس رہنے تک روزہ رکھنا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۴:[6] اگر رات کو پاک ہو گئی تو اب صبح کو روزہ نہ چھوڑے، اگر رات کو نہ نہائی ہو تب بھی روزہ رکھ لیوے اور صبح کو نہا لیوے اور اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد روزہ کی نیت کرنا درست نہیں، لیکن کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں ہے۔ اب دن بھر روزہ داروں کی طرح رہنا چاہیے۔

تمام شد اصلی مدلل ومکمل بہشتی زیور حصہ سوم

---

[1] او اقطر فی احلیله ماء او دهنا وان وصل الی المثانة علی المذهب (لم یفطر)، واما فی قبلها فمفسد اجماعاً. [الدّر المختار ۴۲۷/۳]

[2] یہ عورتوں کو ہے، اور مرد اگر اپنے پیشاب کی جگہ سوراخ میں تیل وغیرہ ڈال لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (منہ)

[3] ولو أدخل اصبعه فی استه والمرأة فی فرجها لا یفسد، وهو المختار الا اذا کانت مبتلة بالماء او الدهن، فحینئذ یفسد لوصول الماء او الدهن. [الهندیة ۲۰۴/۱ والدّر المختار ۴۲۴/۳]

[4] او وطئت نائمة او مجنونة (فعلیها القضاء فقط) هذا بالنظر الیها، واما الواطیء فعلیه القضاء والکفارة. [الدّر المختار وردّ المحتار ۴۳۵/۳]

[5]،[6] واذا حاضت المرأة او نفست أفطرت وقضت، واذا قدم المسافر او طهرت الحائض أمسکا بقیة یومهما. [الهدایة ۱۲۹/۲]

ضمیمۂ اولیٰ مدلل ومکمّل بہشتی زیور حصّہ سوم مسماۃ بہ بہشتی جوہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزے کی فضیلت کا بیان

باب اوّل[1]　　کل احادیث (۱۶)

حدیث (۱)[①]: حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: روزہ دار کا سونا عبادت ہے اور اسکا خاموش رہنا تسبیح ہے (یعنی روزہ دار اگر خاموش رہے تو اسے تسبیح یعنی سبحان اللہ پڑھنے کا ثواب ملتا ہے) اور اس کا عمل (ثواب میں) بڑھایا جاتا ہے (یعنی اس کے اعمال کا ثواب بہ نسبت اور دنوں کے ان مبارک دنوں میں زیادہ ہوتا ہے) اور اس کی دعا مقبول ہے (یعنی روزے کی حالت کو قبولیت دعا میں خاص دخل ہے) اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (یعنی گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں)۔

حدیث (۲)[②]: حدیث میں ہے کہ روزہ ڈھال ہے اور مضبوط قلعہ ہے دوزخ سے بچانے کے لیے (یعنی جس طرح ڈھال اور مضبوط قلعہ سے انسان پناہ لیتا ہے اور دشمن سے بچتا ہے اسی طرح روزے کے ذریعہ سے دوزخ سے نجات حاصل ہوتی ہے اس طرح کہ انسان کی قوت گناہوں کی کمزور ہوجاتی ہے اور نیکی کا مادہ بڑھتا ہے۔ سو جب انسان باقاعدہ روزہ دار رہے گا اور اچھی طرح روزے کے آداب بجالاوے گا تو گناہ اس سے چھوٹ جائیں گے اور دوزخ سے نجات ملے گی)۔

حدیث (۳): حدیث میں ہے کہ روزہ ڈھال ہے جب تک کہ نہ پھاڑے (یعنی برباد نہ کرے روزہ دار) اس کو جھوٹ یا غیبت[③] سے (یعنی روزہ ڈھال کا کام دیتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، مگر جب کہ اس کو گناہوں سے محفوظ رکھے، اور اگر روزہ رکھا اور غیبت اور جھوٹ وغیرہ گناہ سے باز نہ آئے تو گو فرض ادا

---

① رواہ البیہقی۔　② رواہ البیہقی۔　③ رواہ الطبرانی۔

ہو جاوے گا، مگر بہت بڑا گناہ ہوگا اور روزے کی جو برکت حاصل ہوتی ہے اس سے محرومی ہوگی)۔

حدیث (۴): حدیث میں ہے روزہ ڈھال ہے دوزخ سے، سو جو شخص صبح کرے اس حال میں کہ وہ روزہ دار ہو پس نہ جہالت کرے اس روز، اور جب کہ کوئی آدمی اس سے جہالت سے پیش آوے تو اسے (بدلہ میں) برا نہ کہے اور اس سے بری گفتگو نہ کرے اور چاہیے کہ کہہ دے: تحقیق میں روزہ دار ہوں۔ اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! بے شک بدبو روزہ دار کے منہ کی زیادہ محبوب ہے خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو[۱] سے (یعنی قیامت کے روز اس بدبو کے عوض جو روزے کی حالت میں پیدا ہوتی ہے روزے دار کے منہ کے اندر مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو آوے گی اور وہ محبوب ہوگی خدا کو، اور یہ بدبو جو روزے دار کے منہ کے اندر دنیا میں پیدا ہوتی ہے وہ سبب ہے اس خوشبو کے حاصل ہونے کا جو قیامت کو میسّر ہوگی)۔

حدیث (۵): حدیث میں ہے کہ روزے دار کو ہر افطار کے وقت ایک ایسی دعا کی اجازت[۲] ہوتی ہے جس کے قبول کرنے کا خاص (وعدہ) ہے۔

حدیث (۶): حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں سے فرمایا کہ تم روزہ رکھو اس لیے کہ روزہ ڈھال ہے دوزخ سے بچنے کے لیے اور زمانہ کی مصیبتوں[۳] سے بچنے کے لئے (یعنی روزہ کی برکت سے دوزخ اور مصائب وتکالیف سے نجات ملتی ہے)۔

حدیث (۷): حدیث میں ہے[۴] کہ تین ایسے آدمی ہیں کہ ان سے کھانے کا حساب (قیامت میں) نہ ہوگا، جو کچھ بھی کھاویں جب کہ وہ کھانا حلال ہو (اور وہ) روزہ دار (ہے) اور سحری کھانے والا اور محافظ خدا تعالیٰ کے راستہ میں (یعنی جو اسلام کی سرحد میں مقیم ہو اور کافروں سے ملک اسلام کی حفاظت کرے۔ یہاں سے بہت بڑی رعایت روزہ دار کی اور سحری کھانے والے کی اور محافظِ اسلام کی ثابت ہوئی کہ ان سے کھانے کا حساب ہی معاف کردیا گیا، لیکن اس رعایت پر بہت سے لذیذ کھانوں میں مصروف نہ ہونا چاہیے۔ بہت سی لذتوں میں مصروف ہونے سے خدا کی یاد سے غفلت پیدا ہوجاتی ہے اور گناہوں کی قوت کو ترقی ہوتی ہے،

---

[۱] رواہ النسائی۔ [۲] رواہ الحاکم۔ [۳] رواہ ابن النجار۔ [۴] اخرجہ الطبرانی بسند فیہ مجھولان کما فی العزیزی۔

خوب سمجھ لو۔ بلکہ خدا کی اس نعمت کی بہت قدر کرنی چاہیے اور اس کا شکر اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی خوب اطاعت کرے)۔

حدیث (۸): حدیث میں ہے کہ جو روزہ دار کو روزہ افطار کراوے تو اس (روزہ افطار کرانے والے) کو اس روزہ رکھنے والے کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا بغیر اس بات کے کہ روزہ دار کا کچھ ثواب کم ہو (یعنی روزہ دار کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا بلکہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی طرف سے روزہ افطار کرانے والے کو اس روزہ دار کے برابر ثواب مرحمت فرمائیں گے، اگرچہ کسی معمولی ہی کھانے سے روزہ افطار کراوے، گو وہ پانی ہی ہو)۔[۱]

حدیث (۹): حدیث میں ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے (ثواب) مقرر کیا ہے بنی آدم کی نیکیوں کا دس گنے سے سات سو گنے تک۔ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ: مگر روزہ (یعنی روزہ میں سات سو کی حد نہیں ہے۔) اور روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا (اس سے روزہ کے ثواب کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہیے کہ جس کا حساب ہی نہیں معلوم کہ وہ ثواب کس قدر ہے اور خود حق تعالیٰ اس کو عطا فرمائیں گے اور اس کا بندوبست ملائکہ[۲] کے ذریعہ سے نہ ہوگا۔ سبحان اللہ! کیا قدردانی ہے حق تعالیٰ کی، تھوڑی سی محنت پر کس قدر عوض مرحمت فرماتے ہیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ روزے کی یہ تمام فضیلتیں جب ہی اپنا اثر دکھلاویں گی جب کہ روزہ کا حق ادا کرے اور اس میں جھوٹ، غیبت اور تمام گناہوں سے بچے۔ بعضے لوگ بالکل اور بعضے صبح کی نماز رمضان میں بے پروائی سے قضا کر دیتے ہیں، اس کو اس قدر اور ایسا ثواب میسّر نہ ہوگا اور اس حدیث سے یہ شبہ نہ ہو کہ روزہ نماز سے بھی افضل ہے، اس لیے کہ نماز تمام عبادات میں افضل ہے۔ مراد اس مضمون میں یہ ہے کہ روزہ کا بہت بڑا ثواب ہے اور بس، یہ غرض نہیں کہ تمام عبادتوں سے روزہ افضل[۳] ہے۔) اور بے شک روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی جب ہوتی ہے جب کہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی قیامت کو ہوگی (خدائے تعالیٰ سے ملنے کے وقت جیسا کہ بعض احادیث میں تصریح بھی آئی ہے)۔[۴]

---

۱ رواہ احمد وغیرہ۔ ۲ فرشتوں۔

۳ ولا یخفی ان الفضل الجزئی لا ینافی الفضل الکلی، ففضل الصلوٰۃ من قبیل الثانی فافھم۔ ۴ رواہ الخطیب وھذا مختصر منہ۔

حدیث (۱۰): حدیث میں ہے: جب کہ رمضان (مبارک) کی پہلی رات ہوتی ہے کھول دیئے جاتے ہیں دروازے آسمان کے اور ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ رمضان کی آخر رات آنے تک بھی بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے کہ نماز پڑھے کسی رات میں رمضان کی راتوں میں سے، مگر (یہ بات ہے کہ) لکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ڈھائی ہزار نیکیاں عوض ہر رکعت کے (یعنی ایک رکعت کے عوض ڈھائی ہزار نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے) اور بنادے گا (حق تعالیٰ) اس کے لیے ایک مکان جنّت میں سرخ یاقوت سے جسکے ساٹھ دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کے لیے ایک سونے کا محل ہوگا جو آراستہ ہوگا سرخ یاقوت سے۔ پھر جب (روزہ دار) روزہ رکھتا ہے رمضان کے پہلے دن کا تو اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں جو رمضان (گزشتہ) کی اس تاریخ تک کے ہیں۔ پچھلے رمضان کی پہلی تاریخ تک (یعنی گناہ صغیرہ اس سال کے جو گذر گیا معاف کردیئے جاتے ہیں) اور مغفرت طلب کرتے ہیں اس کے لیے روزمرہ ستر ہزار فرشتے صبح کی نماز سے آفتاب چھپنے تک اور ملے گا اس کو بدلے میں ہر رکعت کے جس کو پڑھتا ہے رمضان کے مہینہ میں رات میں یا دن میں ایک درخت (جنّت میں) ایسا جس کے سایہ میں سوار پانچ سو برس چل[1] سکتا ہے۔ (کس قدر بڑی فضیلت ہے روزے کی مسلمانو! کبھی قضا نہ ہونے دو، بلکہ ہمت ہو تو نفل روزوں سے بھی مشرف ہولیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے پورے طور پر محبّت کرو جس نے اس قدر رحمت سے کام لیا کہ معمولی محنت میں اس قدر ثواب مرحمت فرمایا، کم سے کم اپنے مطلب ہی کے لیے کہ جنّت میں بڑی بڑی نعمتیں ملیں خدا کو اپنا محبوب بنالو)۔

حدیث (۱۱): حدیث میں ہے کہ بے شک جنّت سجائی جاتی ہے ابتدائے سال سے آخر سال تک رمضان کے مہینے کے لیے اور بے شک حوریں بڑی بڑی آنکھوں والی بناؤ سنگھار کرتی ہیں ابتدائے سال سے آخر سال تک رمضان کے روزہ داروں کے لیے۔ پس جب کہ رمضان آتا ہے جنّت کہتی ہے: اے اللہ! میرے اندر داخل کردے اس مہینہ میں اپنے بندوں کو (یعنی حکم فرمادیجیے کہ قیامت کو میرے اندر داخل ہوں) اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں کہتی ہیں: اے اللہ! مقرر فرمادے ہمارے لیے اس مہینہ میں خاوند اپنے بندوں میں سے۔

[1] رواه البیهقی ۔(منہ)

سو جس شخص نے نہ لگائی اس مہینہ میں کسی مسلمان کو تہمت اور نہ پی اس مہینہ میں کوئی نشہ لانے والی چیز مٹادے گا[۱] اللہ تعالیٰ اس کے گناہ۔ اور جس شخص نے تہمت لگائی اس ماہ میں کسی مسلمان کو یا پی اس مہینہ میں کوئی نشہ لانے والی چیز مٹادے گا حق تعالیٰ اس کے سال بھر کے نیک اعمال، یعنی بہت گناہ ہوگا۔ (کیونکہ بزرگ زمانہ میں جس طرح نیکیوں کا ثواب زیادہ ملتا ہے اسی طرح گناہوں کا عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ان لفظوں میں کس قدر دھمکی ہے غور تو کرو۔) سو ڈرو رمضان کے مہینے سے اس لیے کہ تحقیق وہ مہینہ اللہ کا ہے (جس میں بندوں کو حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عبادت اختیار کریں، کھانا پینا چھوڑ دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کھانے پینے سے پاک رہتا ہے، اسی واسطے یہ مہینہ خاص کیا گیا حق تعالیٰ کے ساتھ ورنہ سب مہینے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں) تمہارے لیے گیارہ مہینے خدائے تعالیٰ نے مقرر کردیئے ہیں جن میں تم (کھانا) کھاتے ہو اور (پانی) پیتے ہو اور لذت حاصل کرتے ہو اور اپنی ذات کے لیے ایک مہینہ مقرر کیا ہے (جس میں کھانے پینے وغیرہ سے تم کو روکا گیا ہے) پس ڈرو رمضان کے مہینے سے اس لیے کہ بے شک وہ مہینہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے[۲] (تو اچھی طرح اس میں اطاعت حق بجالاؤ اور گناہ نہ کرو اگرچہ اطاعت ہمیشہ ضرور ہے، لیکن خاص جگہ جیسے مکّہ معظمہ و مدینہ منورہ اور خاص ایام مثلاً رمضان مبارک وغیرہ میں نیکیوں کے کرنے اور گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے کہ بزرگ جگہ اور بزرگ دنوں میں نیکیوں کا ثواب زیادہ اور اسی طرح گناہوں کا عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے)۔

حدیث (۱۲): حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے کھانا قریب کیا جائے اس حال میں کہ وہ روزہ دار ہو (یعنی روزہ افطار کرنے کے لیے کوئی چیز اس کے پاس رکھی جائے) تو چاہیے کہ کہے (یعنی افطار سے پہلے یہ دعا پڑھے):

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، اللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، تَقَبَّلْ مِنِّىْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.[۳]

---

[۱] المراد بهذا: احبط البركات لا حبط الذات المخصوص بالكفر. حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ.

[۲] رواه البيهقي وابن عساكر. [۳] رواه الدار قطني في الافراد عن انس.

حدیث (۱۳): حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو مناسب ہے چھوہارے سے افطار کرے، اس لیے کہ وہ برکت ہے۔ پھر اگر نہ پاوے چھوہارے تو مناسب ہے کہ افطار کرے پانی سے، اس لیے کہ تحقیق وہ پاک کرنے والی چیز[①] ہے (بعض احادیث میں پانی ملے ہوئے دودھ سے افطار کرنے کا بھی حکم وارد ہوا ہے)۔

حدیث (۱۴): حدیث میں ہے کہ جس نے روزے رکھے چالیس دن اس حال میں کہ وہ نہیں طلب کرتا ہے اس (روزہ رکھنے) سے مگر خدا کی رضامندی (یعنی فقط رضائے الٰہی مطلوب ہو کوئی اور غرض ریا وغیرہ مطلوب نہ ہو) تو نہ مانگے گا وہ اللہ سے کچھ مگر (یہ بات ہے کہ) دے گا اللہ اس کو وہ چیز (یعنی چالیس دن محض حق تعالیٰ کے راضی کرنے کے لیے روزے رکھنے سے دعا قبول ہونے لگتی ہے اور ایسا شخص حق تعالیٰ کا ایسا مقبول ہوجاتا ہے کہ اس کی ہر دعا جو اللہ کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہوگی ضرور قبول ہوگی۔ حضرات صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم نے چلہ نشینی تجویز فرمائی ہے، یعنی چالیس روز تک تمام تعلقات دنیا کو چھوڑ کر کسی مسجد میں عبادت کرنا اور روزے سے رہنا اس سے بہت بڑا نفع ہوتا ہے دین کا اور نیکیوں کی عمدہ قوت پیدا ہوجاتی ہے اور اس کی برکت سے اللہ پاک کی طرف سے خاص خاص علوم عطا ہوتے ہیں اور فہم عمدہ ہوجاتا ہے) رواہ الدیلمی عن واثلة ولفظه: **من صام اربعين صياما، ما يريد به الا وجه الله تعالٰى لم يسأل الله تعالٰى شيئاً الا اعطاه.**

حدیث (۱۵): حدیث میں ہے کہ جس نے روزہ رکھا ہر محترم مہینہ میں جمعرات اور جمعہ اور سنیچر (ہفتہ) کو، لکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے سات سو برس کی عبادت (یعنی سات سو برس کی عبادت کا ثواب اس کے لیے لکھا جاتا ہے اور محترم مہینے یعنی عزت کے مہینے چار ہیں: رجب، ذیقعدہ، عشرۂ ذی الحجہ، یعنی بقر عید کے مہینے کے اول کے دس دن اور محرم۔ مگر دسویں، گیارہوں، بارہویں، تیرہویں ذی الحجہ کو روزہ رکھنا منع ہے رواہ ابن شاهين في الترغيب وابن عساكر عن انس بسند ضعيف ولفظه: **من صام في كل شهر حرام الخميس والجمعة والسبت كتب الله تعالٰى له عبادة سبع مائة سنة.**

---

① رواه ابن خزيمة وغيره. (منه)

حدیث (۱۶): حدیث میں ہے کہ جس نے روزہ رکھا تین دن کسی محترم مہینے میں جمعرات اور جمعہ اور سنیچر کے دن، لکھے گا حق تعالیٰ اس کے لیے دو سال کی عبادت (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو دو سال کی عبادت کا ثواب ان تین روزوں کے عوض قیامت کے دن مرحمت فرماویں گے اور اس وقت یہ ثواب نامۂ اعمال میں لکھ لیا جاوے گا)

رواه الطبرانی في الاوسط عن ابن عباس بلفظ من صام ثلاثة ايام من شهر حرام الخميس والجمعة والسبت كتب الله تعالٰى له عبادة سنتين.

نوٹ: رسالہ فضائل رمضان مصنّفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارن پوری (رحمۃ اللہ علیہ) میں پوری تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

اعتکاف کی فضیلت کا بیان

باب دوم[۲] کل احادیث (۳)

حدیث (۱): حدیث میں ہے جس نے اعتکاف کیا دس دن (اخیر عشرہ) رمضان میں ہوگا وہ (اعتکاف) مثل دو حج اور دو عمروں کے[۱] یعنی اس کو دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملے گا)۔

حدیث (۲): حدیث میں ہے جس نے اعتکاف کیا (اس کو) دین کی عبادت یقین کر کے اور ثواب حاصل کرنے کے لیے تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاویں[۲] گے (یعنی گناہ صغیرہ)۔

حدیث (۳): حدیث میں ہے کہ پوری حفاظت سرحد اسلام کی چالیس دن تک ہوتی ہے اور جو چالیس دن تک سرحد اسلام کی حفاظت کرے اس طرح کہ نہ فروخت کرے (کچھ) اور نہ خریدے اور نہ کرے کوئی بدعت پاک ہوجائے گا اپنے گناہوں سے (مثل گناہوں سے پاک ہونے) اس دن کے جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا (یعنی گناہوں سے بالکل پاک ہوجاوے گا اور حدیث میں حفاظت سرحد اسلام کی تشبیہاً اس کو فرمایا ہے کہ رباط سے اسلامی سرحد پر ملکِ اسلام کے تمام علاقے دنیا کے چھوڑ کر روزے نماز وغیرہ میں مشغول ہونا اور نفس کی ظاہری و باطنی حفاظت کرنا اور گناہوں سے بچنا مراد ہے اور گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں اور یہی

---

① رواه الديلمي۔ ② رواه البيهقي (منه)

صورت چلہ نشینی کی صوفیاء کرام میں متعارف ہے) رواه الطبرانی عن ابی امامة بلفظ تمام الرباط (قال المناوی ای المرابطة یعنی مرابطة النفس بالاقامة علی مجاهدتها لتتبدل اخلاقها الردیئة بالحسنة) اربعون یوما ومن رابط اربعین یوما لم یبع ولم یشترولم یحدث حدثا (ای لم یفعل شیئا من الامور الدنیویة الغیر الضروریة) خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه،[1] کذا فی شرح الجامع الصغیر العزیزی.

لیلۃ القدر کی فضیلت کا بیان

بابِ سوم[۳] کل احادیث (۴)

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: لیلة القدر خیر من الف شهر یعنی لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔ مطلب یہ ہے کہ اس رات میں عبادت کرنے کا اس قدر ثواب ہے کہ اس کے سوا اور ایام میں ہزار مہینے عبادت کرنے سے بھی اس قدر ثواب نہیں میسّر ہوسکتا جتنا ثواب کہ اس ایک رات عبادت کرنے میں مل جاتا ہے۔ اس آیت کا شان نزول امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''لبابُ النقول'' میں یہ نقل کیا ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ایک مرد کا جو بنی اسرائیل کی قوم میں سے تھا اور جس نے ہزار مہینے اللہ تعالیٰ کے راستے (یعنی جہاد) میں ہتھیار لگائے تھے۔ پس تعجب کیا مسلمانوں نے اس بات سے (اور افسوس کیا کہ ہم کو یہ نعمت کس طرح میسّر ہوسکتی ہے) سو نازل فرمائیں اللہ تعالیٰ نے یہ (آیتیں) انا انزلنه فی لیلة القدر o وما ادراك ما لیلة القدر o لیلة القدر خیر من الف شهر یعنی یہ شب قدر بہتر ہے ان ہزار مہینوں سے جن میں اس مرد نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہتھیار لگائے تھے (یعنی جہاد کیا تھا)۔

اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مرد تھا جو رات کو عبادت کرتا تھا صبح تک پھر جہاد

[1] وروی ابن ابی شیبة والدیلمی مرفوعا: من زهد فی الدنیا اربعین یوماً وأخلص فیها العبادة أجری الله علی لسانه ینابیع الحکمة من قلبه، [مفهومه فی المصنف لابن أبی شیبة: ۷/۱۰۱] وروی ابو نعیم فی الحلیة: من اخلص لله اربعین یوما ظهرت ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه. (منه)

کرتا تھا یعنی لڑتا تھا دشمنِ دین سے دن میں شام تک، سو عمل کیا اس نے ہزار مہینے (یہی عمل کہ رات کو عبادت کرتا تھا اور دن کو جہاد کرتا تھا) پس نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے (آیت) **لیلۃ القدر خیر من الف شھر** یعنی ان ہزار مہینوں میں سے جن میں اس مرد نے عبادت و جہاد کیا تھا یہ رات بہتر ہے۔

اور اے[1] بھائیو اور بہنو! اس مبارک رات کی قدر کرو کہ تھوڑی سی محنت میں کس قدر ثواب میسّر ہوتا ہے اور اس رات میں خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر تمام رات نہ جاگ سکو تو جس قدر بھی ہو سکے جاگو، یہ نہ کرو کہ پست ہمتی سے بالکل ہی محروم رہو۔

حدیث (۱): حدیث میں ہے کہ یہ مہینہ (یعنی رمضان) تمہارے پاس آگیا اور اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس رات (کی برکت واطاعت وعبادت) سے محروم کیا گیا وہ تمام بھلائیوں سے محروم کیا گیا اور نہیں محروم کیا جاتا ہے اس رات کی برکتوں سے مگر محروم[2] (یعنی ایسی بے بہا رات کی برکت جسے نہ ملی اور جس نے کچھ بھی عبادت اس شب میں نہ کی تو وہ بڑا بھاری محروم ہے جو ایسی نعمت سے محروم رہا)۔

حدیث (۲): حدیث میں ہے کہ بے شک اگر اللہ چاہتا تو تم کو لیلۃ القدر پر مطلع کر دیتا (لیکن بعض حکمتوں سے بالتعیین اس پر مطلع نہیں کیا) اس کو (رمضان کی سات) اخیر راتوں میں[3] تلاش کرو (کہ ان راتوں میں غالب گمان شب قدر کا ہے اور تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان راتوں میں جاگو اور عبادت کرو تاکہ لیلۃ القدر میسّر ہو جاوے)۔

حدیث (۳): حدیث میں ہے کہ لیلۃ القدر ہر رمضان میں[4] ہوتی ہے۔

حدیث (۴): حدیث میں ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں شب (رمضان) کو ہوتی ہے[5] اس رات کی تعیین میں

---

① في لباب النقول على تفسير الجلالين: واخرج ابن ابي حاتم والواحدى عن مجاهد ان رسول الله ﷺ ذكر رجلا من بني اسرائيل لبس السلاح في سبيل الله الف شهر، فتعجب المسلمون من ذلك، فأنزل الله: انا انزلناه في ليلة القدر وما ادراك ما ليلة القدر ليلة القدر خير من الف شهر التي لبس ذلك الرجل السلاح فيها في سبيل الله. واخرج ابن جرير عن مجاهد قال: كان في بني اسرائيل رجل يقوم الليل حتى يصبح ثم يجاهد العدو بالنهار حتى يمسى، فعمل ذلك الف شهر، فانزل الله ﴿ليلة القدر خير من الف شهر﴾ عملها ذلك الرجل.[۵۱۲] ② رواه ابن ماجه. ③ رواه الحاكم. ④، ⑤ ابو داود.

بڑا اختلاف ہے،مگر مشہور قول یہی ہے کہ ستائیسویں شب کو ہوتی ہے)۔بہتر یہ ہے کہ اگر ہمت اور قوت ہو تو اخیر کی دس راتوں میں جاگے اور اس میں یہ ضرور نہیں کہ کچھ نظر آوے جب ہی اس کی برکت میسّر ہو بلکہ کچھ نظر آوے یا نہ آوے عبادت کرے اور برکت حاصل کرے اور مقصود یہی ہے کہ اس رات کی برکت اور اس قدر ثواب جو مذکور ہوا حاصل کرے، کسی چیز کا نظر آنا مقصود نہیں۔

تراویح کی فضیلت کا بیان

باب چہارم[۴] کل احادیث (۱)

حدیث: حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے تم پر رمضان کا روزہ اور سنت کیا ہے اس (کی رات) کا قیام (یعنی تراویح پڑھنا)۔پس جو شخص اس کا روزہ رکھے اور اس (کی رات) میں قیام کرے (یعنی تراویح پڑھے) ایمان کے اعتبار سے (یعنی روزے اور تراویح کو دین کا حکم سمجھے) اور ثواب طلب کرنے کی نیت سے اور یقین (ثواب کا) سمجھ کر، تو ہوگا وہ (یعنی روزہ اور تراویح) کفارہ (یعنی مٹانے والا) اس کے لیے جو گذرا[۱] (یعنی جو اس سے صغیرہ گناہ ہوئے وہ سب معاف ہوجاویں گے۔پس اس مہینہ میں بہت نیکیاں کرنی چاہئیں، ایک فرض ادا کرنے سے ستر فرض کا، اور نفل کام کرنے سے فرض کام کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے)۔

عیدین کی راتوں کی فضیلت کا بیان

باب پنجم[۵] کل احادیث (۱)

حدیث: حدیث میں ہے جو بیدار رہا (عید) الفطر کی رات اور (عید) الاضحیٰ کی رات میں نہ مردہ ہوگا اس کا دل جس دن دل مردہ[۲] ہوں گے (یعنی قیامت کے دن کی وحشتوں سے محفوظ رہے گا، جس روز کہ لوگ قیامت کی سختیوں سے پریشان ہوں گے)۔

---

① رواہ النسائی والبیهقی. (منه) ② رواہ الطبرانی.

خیرات کرنے کے ثواب کا بیان

باب ششم ٦ کل احادیث (١٧)

حدیث (١): حدیث میں ہے کہ سخاوت اللہ پاک کی بہت بڑی عادت[1] ہے (یعنی حق تعالیٰ بہت بڑے سخی ہیں)۔

حدیث (٢): حدیث میں ہے کہ تحقیق بندہ صدقہ کرتا ہے روٹی کا ٹکڑا (پھر) وہ بڑھتا ہے اللہ کے نزدیک یہاں تک کہ ہوجاتا ہے مثل احد (پہاڑ) کے[2] (یعنی اللہ پاک اس کا ثواب بڑھاتے ہیں اور اس قدر ثواب بڑھ جاتا ہے جیسے کہ احد کے برابر خرچ کرتا اور اس کا ثواب اس کو ملتا۔ لہٰذا تھوڑے بہت کا خیال نہ چاہیے، جو کچھ میسّر ہو خیرات کردے)۔

حدیث (٣): حدیث میں ہے کہ دوزخ سے بچو اگرچہ ایک چھوہارے کا ٹکڑا[3] ہی دے کر (یعنی) اگرچہ تھوڑی ہی چیز ہو اس کو خیرات کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ تھوڑی چیز کیا خیرات کریں، یہ بھی ذریعہ بن جائے گی دوزخ سے نجات حاصل کرنے کا۔

حدیث (٤): حدیث میں ہے کہ روزی طلب کرو (اللہ سے) صدقہ کے ذریعہ سے[4] (یعنی خیرات کرو، اس کی برکت سے روزی میں ترقی ہوگی)۔

حدیث (٥): حدیث میں ہے کہ احسان کے کام بری ہلاکتوں سے بچاتے ہیں اور پوشیدہ خیرات دینا اللہ تعالیٰ کے غصّہ کو بجھاتا ہے اور اہل قرابت سے سلوک کرنا[5] عمر بڑھاتا ہے (اگر نیک کام کرتے دیکھ کر دوسرے کو رغبت ہو تو ایسے موقع پر اس کام کا ظاہر طور پر کرنا بہتر ہے اور جو یہ امید نہ ہو تو خفیہ کرنا افضل ہے، بشرطیکہ کوئی اور بھی خاص وجہ خفیہ یا ظاہر کرنے کی نہ ہو)۔

حدیث (٦): حدیث میں ہے کہ سائل کا حق ہے (اس پر جس سے کہ وہ سوال کرے) اگرچہ وہ گھوڑے پر (سوار) آوے،[6] (یعنی اگر گھوڑے کا سوار سوال کرے اسکو بھی دینا چاہیے اسلیے کہ ایسا شخص بظاہر کسی مجبوری

---

[1] رواہ ابن النجار۔ [2] رواہ الطبرانی۔ [3] کنز العمال۔ [4] رواہ البیہقی وغیرہ۔ [5] رواہ الطبرانی۔ [6] کنز العمال۔

سے سوال کریگا۔ یہ خیال نہ کرے کہ اسکے پاس تو گھوڑا ہے، سو یہ کیسے محتاج ہوسکتا ہے، پھر ہم اسکو کیوں دیں، ہاں اگر کسی قوی قرینہ سے معلوم ہو جاوے کہ یہ شخص حقیقت میں محتاج نہیں ہے، بلکہ اس نے کھانے کمانے کا یہی پیشہ کرلیا ہے کہ بھیک مانگتا ہے تو ایسے شخص کو خیرات دینا حرام ہے اور اسکو مانگنا بھی حرام ہے۔ خوب سمجھ لو)۔

حدیث (۷): حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے اور دوست رکھتا ہے عالی اخلاق کو (یعنی ہمت کے نیک کاموں کو جیسے خیرات کرنا، ذلت سے بچنا، دوسرے کی وجہ سے اپنی ذات پر تکلیف برداشت کرنا وغیرہ) اور ناپسند کرتا ہے حقیر اخلاق (وعادتوں) کو[۱] (جیسے پست ہمتی دینی امور میں)۔

حدیث (۸): حدیث میں ہے کہ بے شک صدقہ بجھاتا ہے اپنے اہل سے (یعنی صدقہ کرنے والے سے) گرمی قبر کی اور ضرور یہی بات ہے کہ سایہ حاصل کرے گا مسلمان اپنے صدقہ کے سایہ میں قیامت کے روز (یعنی صدقہ کی برکت سے قبر کی گرمی دور ہوتی ہے اور قیامت کے دن سایہ میسّر ہوگا)۔

حدیث (۹): حدیث میں ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں جن کو (اس نے) خاص کیا ہے لوگوں کی حاجتوں (کے پورا کرنے) کے لئے (اور) مضطر ہوتے ہیں ان کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں (یعنی لوگ مجبور ہوکر ان کے پاس جاتے ہیں اور حق تعالیٰ جل شانہ نے ان حضرات کو لوگوں کی نفع رسانی کے لیے منتخب فرمالیا ہے)۔ یہ لوگ حاجتوں کے پورا کرنے والے امن پانے والے ہیں اللہ کے عذاب[۲] سے۔

حدیث (۱۰): حدیث میں ہے کہ خرچ کراے بلال! اور مت اندیشہ کر عرش کے مالک سے کمی کا[۳] یعنی مناسب موقعوں پر خوب خرچ کرو اور تنگی کا اندیشہ حق تعالیٰ سے نہ کرو اور اس جگہ عرش کی ملکیّت اللہ تعالیٰ کی خاص طور پر فرمائی گئی، اگرچہ وہ تمام چیزوں کا مالک ہے، سو یہ خصوصیّت اس لیے فرمائی گئی کہ عرش نہایت عظیم الشان مخلوق ہے، پس اس کو ذکر میں خاص کیا اور بتلا دیا کہ جس ذات کے قبضہ وتحت میں ایسی عظیم الشان چیز ہے اور وہ ایسی بڑی چیز کا مالک ہے تو اس سے تنگی کا اندیشہ نہ چاہیے۔ کیا یہ گمان ہوسکتا ہے کہ ایسا بادشاہ اپنے کسی بندے کو دو روٹی نہ دے گا، ہرگز یہ گمان نہیں ہوسکتا۔

---

[۱] رواہ الحاکم وغیرہ۔ [۲]،[۳] رواہ الطبرانی۔

اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بے حد ہر شخص خرچ کر ڈالے اور پھر پریشان ہو اور گھبراوے۔ غرض یہ ہے کہ جو لوگ دل کے پختہ ہیں اور صبر کی ان میں پوری قوت ہے تو وہ جس قدر چاہیں نیک کاموں میں صرف کریں، کیونکہ وہ تکلیف سے پریشان نہیں ہوتے، اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ جو قسمت میں لکھا ہے وہ تو ہم کو ضرور ملے گا، خیرات سے کمی نہ ہوگی بلکہ برکت ہوگی، تو ایسی ہمت کی حالت میں بشرطیکہ کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو ان کو اجازت ہے اور ان کے لیے یہی اچھا ہے کہ ہر طرح کے نیک کاموں میں خوب صرف کریں۔ اور جن کا دل کمزور ہے، صبر کی ان میں قوت کم ہے، آج خرچ کر دیں گے کل کو تنگی سے پریشان ہوں گے، دل ڈاواں ڈول ہوگا اور نیت خراب ہوگی تو ایسے لوگ فقط ضروری موقعوں پر جیسے زکوٰۃ وصدقۂ فطر وغیرہ اور مروت کے موقعوں پر صرف کریں، اس سے کمی نہ کریں خوب سمجھ لو۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق خلیفہ اول جناب رسول مقبول علیہ السلام نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تمام مال چندۂ اسلامی میں پیش کر دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ گھر بھی باقی رکھا ہے یا نہیں؟ عرض کیا: گھر تو اللہ ورسول کا نام چھوڑ آیا ہوں اور بس۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام مال قبول کر لیا کیونکہ حضرت خلیفۂ اول نہایت دل کے پختہ اور باہمت اور اعلیٰ درجہ کے خدا تعالیٰ کی راہ میں مال وجان نثار کرنے والے تھے، ان سے یہ اندیشہ نہ تھا کہ پریشان ہوں گے۔ اور ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے تھوڑا سا سونا اللہ کی راہ میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمایا، اس وجہ سے کہ وہ کمزور دل کے تھے اور اس قدر باہمت نہ تھے جیسے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، خوب سمجھ لو)۔

حدیث (۱۱): حدیث میں ہے کہ ایک سائل ایک عورت کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس عورت کے منہ میں لقمہ تھا، سو اس عورت نے وہ لقمہ منہ سے نکالا اور اس سائل کو دے دیا۔ (اس کے پاس اور کچھ دینے کو نہ تھا اس لیے ایسا کیا) پھر تھوڑی ہی مدت میں ایک لڑکا اس عورت کو پیدا ہوا۔ پھر جب وہ لڑکا کچھ بڑا ہوا تو ایک بھیڑیا آیا اور اس کو اٹھا لے گیا۔ پس نکلی وہ عورت دوڑتی ہوئی بھیڑیے کے پیچھے اور کہتی ہوئی: میرا بیٹا، میرا بیٹا، میرے بیٹے کو بھیڑیا لیے جاتا ہے، جو مدد کر سکے اس کی سو وہ مدد کرے۔ سو حکم فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو کہ بھیڑیے کے پاس جا اور لڑکے کو اس کے منہ سے چھڑا لے اور فرمایا (حق عز شانہ نے فرشتے سے) اس کی ماں

سے کہو کہ اللہ تجھ کو سلام فرماتا ہے اور (یہ بھی) کہ یہ لقمہ بدلہ (اس) لقمہ کا ہے[1] (دیکھو صدقہ کی یہ برکت ہوئی کہ لڑکا جان سے بچ گیا اور ثواب بھی ہوا۔ خوب صدقہ کیا کرو تا کہ دین و دنیا میں چین سے رہو۔

حدیث (۱۲): حدیث میں ہے کہ نیکی (کی جگہ) بتلانے والا مثل نیکی کرنے والے کے (ثواب میں) ہے[2] (یعنی جو شخص خود کوئی سلوک نہ کرے، مگر اہل ضرورت کو ایسی جگہ کا پتہ بتلا دے یا اس کی سفارش کر دے جہاں اس کا کام ہو جاوے تو اس بتلانے والے کو مثل اس کی نیکی کرنے والے کے ثواب ملے گا جو خود اپنی ذات سے کسی کی مدد کرے)۔

حدیث (۱۳): حدیث میں ہے کہ تین آدمی تھے جن میں سے ایک کے پاس دس دینار تھے، سو صدقہ کر دیا اس نے ان میں سے ایک دینار۔ اور دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے، سو صدقہ کر دیا اس نے اس میں سے ایک اوقیہ اور تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے، سو صدقہ کر دیئے اس نے ان میں سے دس اوقیہ (تو) یہ سب لوگ ثواب میں برابر ہیں، اس لیے کہ ہر ایک نے دسواں حصہ اپنے مال کا خیرات[3] کیا ہے (یعنی) اگر چہ بظاہر خیرات ان میں سے بعضوں نے زیادہ کی ہے اور بعض نے کم، مگر حق تعالیٰ تو نیت پر ثواب دیتے ہیں۔ چونکہ ہر ایک نے اپنے مال کے اعتبار سے دسواں حصہ خیرات کیا اس لیے سب کو برابر ثواب ملے گا۔ ایک دینار دس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم چار آنے سے کچھ زائد کا اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

حدیث (۱۴): حدیث میں ہے بڑھ گیا ایک درہم ایک لاکھ دینار سے (اور یہ صورت ہے کہ) ایک شخص ہے کہ اسکے پاس دو درہم ہیں، ان میں سے ایک درہم اس نے خیرات کر دیا، اور دوسرا شخص ہے کہ اسکے پاس بہت سا مال ہے، پس اس نے اپنے مال میں سے ایک لاکھ درہم صدقہ کر دیئے،[4] یعنی دونوں کے ثواب میں یہ فرق ہوا کہ پہلا شخص باوجود تھوڑا خیرات کرنے کے ثواب میں بڑھ گیا، کیونکہ اپنا آدھا مال اس نے خیرات کر دیا، اور دوسرے نے اگر چہ ایک لاکھ صدقہ کیے، لیکن چونکہ یہ عدد اسکے مال کثیر کے مقابلہ میں آدھے سے کم تھا اسلیے اسکو پہلے شخص سے کم ثواب ملا۔ خوب سمجھ لو۔ حق تعالیٰ کی کیسی رحمت ہے، اسکی قدر کرو۔ جناب رسول مقبول ﷺ

---

[1] رواه ابن صصرى في اماليه عن ابن عباس. [2] رواه البزار وغيره. [3] رواه الطبراني. [4] رواه النسائي.

نے کبھی سائل سے انکار نہیں فرمایا۔ اگر ہوا دے دیا، ورنہ وعدہ فرمالیا کہ جب حق تعالیٰ دیگا اس وقت تم کو دیں گے اور تاحیات[1] آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے دو روز برابر بھی شکم سیر[2] ہو کر جو کی روٹی بھی نہیں کھائی۔ کیسی بے رحمی کی بات ہے کہ باوجود گنجائش کے اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد نہ کرے اور خود چین کرے۔

حدیث (۱۵): حدیث میں ہے کہ اللہ کا ہدیہ ہے مؤمن کے لیے سائل اس کے دروازے پر[3] (اور ظاہر ہے کہ ہدیہ اچھی طرح قبول کرنا چاہیے خصوصاً اللہ تعالیٰ کا ہدیہ۔ پس سائل کی خوب خدمت کرنی چاہیے)۔

حدیث (۱۶): حدیث میں ہے کہ صدقہ کرو اور اپنے مریضوں کی دوا کرو صدقہ کے ذریعہ سے، اس لیے کہ صدقہ دفع کرتا ہے مرضوں کو اور بیماریوں کو اور وہ زیادتی (کرتا) ہے تمہاری عمروں اور نیکیوں میں۔[4]

حدیث (۱۷): حدیث میں ہے کہ کوئی ولی اللہ عزوجل کا نہیں پیدا کیا گیا، مگر سخاوت اور اچھی عادت[5] پر (یعنی اللہ کے دوستوں میں سخاوت اور اچھی عادت ضرور ہوتی ہے)۔

حج کی فضیلت کا بیان

باب ہفتم ۷ **کل احادیث (۶)**

حدیث (۱): حدیث میں ہے کہ ملائکہ مصافحہ کرتے ہیں ان حاجیوں سے جو سواری پر جاتے ہیں اور معانقہ کرتے ہیں ان حاجیوں سے جو پیدل جاتے ہیں۔[6]

حدیث (۲): حدیث میں ہے کہ سوار حاجی کے لیے ہر قدم پر کہ جس کو اس کی اونٹنی طے کرتی ہے (اونٹنی ہو یا کوئی دوسری سواری ہو سب کا یہی حکم ہے) ستر نیکیاں (یعنی ستر نیکیوں کا ثواب) لکھی جاتی ہیں اور پیدل حاجی کے لیے ہر قدم پر جس کو وہ طے کرتا ہے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں[7] (یعنی پیدل چلنے والے کو ہر قدم پر سات سو نیکیوں کا ثواب ملتا ہے)۔

حدیث (۳): حدیث میں ہے کہ حج کرنے والا اور جہاد کرنے والا اللہ عزوجل کے مہمان ہیں، اگر اس سے

---

[1] تازندگی۔ [2] پیٹ بھر کر۔ (شبیر علی) [3] رواہ الخطیب۔ [4] رواہ الخطیب۔ [5] رواہ الدیلمی۔ [6] رواہ ابن ماجہ۔ [7] رواہ الطبرانی۔

(یعنی اللہ سے) دعا کریں تو ان کی دعا قبول فرمائے، اگر اس سے مغفرت طلب کریں تو ان کو بخش دے۔[1]

حدیث (۴): حدیث میں ہے کہ حج کرنے والا چار سو آدمیوں کی اپنے اہل قرابت میں سے (قیامت کے روز) شفاعت کرے گا۔ اور وہ پاک ہو جاتا ہے اپنے گناہوں سے اس طرح جیسا کہ اس دن (پاک تھا) جس دن کہ اس کو اس کی ماں نے جنا تھا[2] (بشرطیکہ حج قبول ہو جاوے) پس چاہیے کہ ایسی بڑی نعمت کو حلال روپیہ صرف کر کے اور عمدہ طور پر اس کے احکام بجالا کر حاصل کرے۔ اے اللہ![3] مجھ کو بھی ایسا ہی حج نصیب فرما۔ (آمین) اور معافی سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو اعمال ایسے فوت ہو گئے تھے جن کی قضا ادا کر سکتا ہے، اس پر قرض ہے ان سے بھی سبکدوش ہو گیا، ان کی تو قضا کرنا ضرور ہے اس لیے کہ یہ حقوق ہیں، گناہ نہیں ہیں۔

حدیث (۵): حدیث میں ہے جو حج کرے مال حرام سے، پس کہے: **لبیك اللّٰھم لبیك** (یہ دعا ہے جو حج میں پڑھی جاتی ہے۔ یعنی تیری تابعداری میں حاضر ہوں اے اللہ! میں تیری تابعداری میں حاضر ہوں) فرماتا ہے اللہ عزوجل: **لا لبیك و لا سعدیك، و حجك مردود علیك** (یعنی نہ تیری لبیک قبول ہے اور نہ سعدیك قبول ہے اور تیرا حج تیرے منہ پر مارا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ تو ہماری اطاعت میں حاضر نہیں ہے (اس لیے کہ) ہماری اطاعت میں حاضر ہوتا تو مال حلال خرچ کر کے آتا اور تیرا حج ہمارے عالی اور پاک دربار میں نجس[4] مال کی وجہ سے مقبول نہیں اور اس کا پورا ثواب نہ ملے گا، گو فرض ادا ہو جاوے گا)۔[5]

حدیث (۶): حدیث میں ہے کہ جب تو حاجی سے ملے تو اس کو سلام کر اور اس سے مصافحہ کر اور اس سے درخواست کر اس بات کی کہ وہ تیرے لیے مغفرت کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ اپنے مکان میں داخل ہو۔ اس لیے کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے (پس وہ مقبول بارگاہ الٰہی ہے، اس کی دعا مقبول ہونے کی خاص طور پر امید ہے اور جو دعا چاہے اس سے وہ دعا کراوے دین کی یا دنیا کی، مگر اس کے مکان میں پہنچنے سے پہلے)۔

تمت بالخیر

---

① رواہ ابن ماجه. ② رواہ البزار. ③ اے اللہ! مجھ کو بھی اپنے فضل سے ایسا ہی حج نصیب فرما۔ آمین
④ ناپاک ⑤ رواہ الشیرازی و ابو مطیع.

ضمیمۂ[1] ثانیہ اصلی بہشتی زیور حصہ سوم مسماۃ بہ تصحیح الاغلاط وتنقیح الاخلاط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱: اصل[2] ص ۳۴۶: اگر دو رمضان کے کچھ کچھ روزے الخ۔

تحقیق: وجوب تعیین سال کا حکم مختلف فیہ ہے اور بہشتی زیور میں احتیاط کو مدنظر رکھ کر قولِ وجوب کو اختیار کیا ہے۔ پس اگر کسی نے بلاتعیین بہت سے روزے رکھ لیے اور اعادہ دشوار ہے تو دفعاً للحرج قول عدم وجوب کو اختیار کیا جاوے گا۔ اس مسئلہ کے متعلق سوال وجواب تتمہ ثالثہ امداد الفتاویٰ مبوب کی جلد دوم کے ص ۸۲ میں درج ہے۔

۲: اصل[3] ص ۴۱۵: اگر فلانا کام کروں الخ۔

تحقیق: درمختار[4] میں ہے: الاصل ان الایمان مبنية عند الشافعي على الحقيقة اللغوية، وعند مالك على الاستعمال القرآني، وعند احمد على النية، وعندنا على العرف ما لم ينوما يحتمله اللفظ، فلا حنث في لا يهدم بيتا ببيت العنكبوت الا بالنية، فتح (الايمان مبنية على الالفاظ لا على الاغراض فلو) اغتاظ على غيره وحلف ان لا يشترى له شيئاً بفلس فاشترى له بدرهم او اكثر شيئاً لم يحنث.

شامی نے لکھا ہے[5]: إذا علمت ذلك ظهر لك ان قاعدة بناء الايمان على العرف، معناها ان المعتبر هو المعنى المقصود فى العرف من اللفظ المسمى وان كان في اللغة او الشرع اعم من المعنى المتعارف، ولما كانت هذه القاعدة موهمة اعتبار الغرض العرفي وان كان زائدا على اللفظ المسمّى وخارجا عن مدلوله كما فى المسئلة الاخيرة وكما فى المسائل الأربعة التى ذكرها المصنف دفعوا ذلك الوهم بذكر القاعدة الثانية، وهى بناء الايمان على

① اس مضمون کو صرف اہل علم ملاحظہ فرمائیں۔ ② مسئلہ نمبر (۲) باب (۴)۔ ③ مسئلہ نمبر ۶ باب (۴۴)

④ الدرّ المختار ۵/۵۴۹ ⑤ ردّ المحتار ۵/۵۵۲

الالفاظ لا على الاغراض، فقولهم: "لا على الاغراض" دفعوا به توهم اعتبار الغرض الزائد على اللفظ المسمّى، وأرادوا بالألفاظ: "الألفاظ العرفية" بقرينة القاعدة الأولى، ولولاها لتوهم اعتبار الالفاظ ولو لغوية او شرعية، فلا تنافي بين القاعدتين كما يتوهمه كثير من الناس حتى الشرنبلالي، فحمل الاولى على الديانة والثانية على القضاء، ولا تناقض بين الفروع التي ذكروها.

ثم اعلم ان هذا كله حيث لم يجعل اللفظ في العرف مجازا عن معنى آخر كما في "لا اضع قدمي في دار فلان" فانه صار مجازا عن الدخول مطلقا كما سيأتي، ففي هذا لا يعتبر اللفظ اصلا حتى لو وضع قدمه ولم يدخل لا يحنث؛ لأن اللفظ هجر وصار المراد به معنى آخر الخ.

اس تفصیل سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱: الفاظ کے مقابلہ میں نیت کا کچھ اعتبار نہیں، یعنی اگر کوئی ایسی نیت کرے جس کے الفاظ اصلاً مساعدت نہ کرتے ہوں تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

۲: اگر کسی نے ایسے معنی مراد لیے جو الفاظ سے زائد ہوں، یعنی الفاظ جزئی ہوں اور معنی مراد کلی یا معنی مراد کل ہوں اور الفاظ جزو تو یہ مراد لینا بے کار ہوگا اور اگر ایسے معنی مراد لیے جو الفاظ کا فرد یا جزو ہیں تو وہ معنی معتبر ہو سکتے ہیں۔

۳: مجاز عرفی اگر ایسا ہو کہ حقیقت بالکل چھوٹ گئی ہو تو اس مجاز عرفی کا اعتبار ہوگا اور حقیقت لغویہ کا اعتبار نہ ہوگا۔

لیکن میرے نزدیک یہ تینوں باتیں صحیح نہیں۔ امر اول اس لیے کہ ایمان کا تعلّق قصد وارادہ سے بھی ہے نہ کہ طلاق وعتاق وغیرہ کی طرح صرف الفاظ سے **كما يدل عليه قوله تعالى: ولكن يؤاخذكم بما كسبت قلوبكم ○ وقوله: لكن يؤاخذكم بما عقدتم الايمان.** پس اگر کسی نے کسی خاص نیت سے کوئی قسم کھائی اور ایسے الفاظ بولے جو اس نیت کے مطابق نہیں ہیں تو دیانتاً اس قسم کا اعتبار ہونا چاہیے گو قضاءً نہ

ہو، کیونکہ اس وقت یہ اس کی اصطلاح خاص ہوگی اور اصطلاح خاص کے مقرر کرنے کا اسے اختیار ہے۔

امر دوم اس لیے کہ اگر مجاز عرفی حقیقتِ لغویہ کے مبائن ہو تو اس وقت اس کا اعتبار تو ہوسکتا ہے، لیکن اگر معنیٰ مجازی عرفی معنیٰ حقیقی لغوی سے عام ہوں تو ان کا اعتبار نہیں ہوسکتا۔ دونوں صورتوں میں وجہ فرق معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ دونوں صورتوں میں معنیٰ حقیقی بالکل چھوٹ گئے ہیں، مگر ایک صورت میں معنیٰ حقیقی معنیٰ مجازی کا فرد یا اس کا جزو ہیں اور دوسری صورت میں اس کے مبائن۔ سو یہ فرق کوئی مؤثر فرق نہیں ہے، اسی سے امر سوم کا مخدوش ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔ پس جب کہ وہ محمل مخدوش ہوگئے جو ان قواعد کے لیے علامہ شامی وغیرہ نے تجویز کیے تھے تو اب کہا جاوے گا کہ **الایمان مبنیة علی العرف** اور **الایمان مبنیة علی الالفاظ لا علی الاغراض** دونوں متعلق بہ قضا ہیں اور **الایمان مبنیة علی الالفاظ لا علی الاغراض** کہ معنی یہ ہیں کہ ایمان قضاءً الفاظِ عرفیہ پر مبنی ہیں نہ کہ ان اغراض پر جو کہ خلافِ عرف ہوں۔ پس ان دونوں قاعدوں میں کوئی تناقض نہیں ہے، رہا یہ امر کہ بعض جزئیات ان محامل کی تائید نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ دو امر ثابت ہوجائیں:

اول یہ کہ وہ جزئیات انہیں فقہاء نے نکالی ہیں جنھوں نے یہ قواعد بنائے ہیں یا جن فقہاء نے یہ قوائد قائم کیے ہیں، ان کو ان سے اتفاق ہے۔

دوم یہ کہ اس وقت سے اب تک عرف نہیں بدلا اور جو اس وقت عرف تھا جس وقت وہ نکالی گئی ہیں وہی عرف اب بھی ہے، لیکن ان باتوں کا ثابت ہونا مشکل ہے، اس لیے مخالفت بعض جزئیات سے ہمارے محامل کی تردید نہیں کی جاسکتی، خصوصاً اس حالت میں جب کہ وہ مؤید بالدلائل ہوں اور جو محامل ان کے بیان کیے گئے ہیں محض بے دلیل ہوں۔ ایسی حالت میں مسائل بہشتی زیور متعلق بایمان کو عرف زمانۂ حال کا لحاظ رکھ کے اصول مذکورہ سے استخراج کی ضرورت ہے، اس کی ضرورت اس سے ظاہر ہوسکتی ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی: **ان فعله فعليه غضبه (الله) او سخطه او لعنة الله او هو زان او سارق او شارب خمر او اكل ربا لا يكون قسما لعدم التعارف، فلو تعورف هل يكون يمينا؟ ظاهر كلامهم نعم،**

وظاهر كلام الكمال لا، وتمامه في النهر [الدّر المختار ٥/٥١٧] اس پر شامی نے لکھا ہے:[1] **قوله: "ظاهر كلامهم نعم" فيه نظر؛ لانهم لم يقتصروا على التعليل بالتعارف، بل عللوا بما يقتضي عدم كونه يمينا مطلقا، وهو كون "عليه غضبه ونحوه" دعاء على نفسه (لأن الدعاء لا يستلزم الاجابة فلا يقتضي الامتناع عن الفعل) فلا يكون يميناً وكون "هو زان" يحتمل النسخ (اى الاباحة فلا يكون حرمته حرمة اسم الله فلا يلحق به) ثم علّلوا بعدم التعارف؛ لانه عند عدم التعارف لا يكون يمينا وان كان مما يمكن الحلف به في غير الاسم، فكيف اذا كان مما لا يمكن؟** بزيادة العبارات المقوسة.

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ الفاظ مذکورہ اس وقت میں اس قسم کے لیے متعارف نہ تھے اور اس وقت اس سے معنیٔ وصفی یعنی مفہومات تعلیقیہ مفہوم ہوتے تھے، لہٰذا انہوں نے ان کو یمین نہیں کہا۔ مگر ہمارے زمانہ میں الفاظ "اگر میں تیرے یہاں کھانا کھاؤں تو گو کھاؤں، سور کھاؤں" وغیرہ قسم کے لیے متعارف ہیں اور ان سے معنیٔ تعلیقی مقصود نہیں ہوتے بلکہ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ تیرے گھر کا کھانا میرے لیے سور اور گو کی مانند حرام ہے اور چونکہ سور اور گو ان کے نزدیک اغلظ المحرمات ہیں اس لیے تغلیظ حرمت کے لیے ان الفاظ کو ذکر کرتے ہیں۔ پس یہ الفاظ اپنے معانیٔ عرفیہ کے لحاظ سے **طعامك علي حرام** سے زیادہ اغلظ ہیں، اس لیے ان کو بالاولیٰ قسم ہونا چاہیے۔ پس ان کو فقہاء کی جزئیات مصرحہ پر قیاس کر کے ان پر قسم نہ ہونے کا حکم لگانا صحیح نہ ہوگا۔ اس مقام پر یہ بتلا دینا بھی ضروری ہے کہ بعض فقہاء نے یمین کے معنی یہ بیان کیے ہیں: **إن معنى اليمين ان يعلق الحالف ما يوجب امتناعه من الفعل بسبب لزوم وجوده، اى: وجود ما علقه كالكفر عند وجود الفعل المحلوف عليه كدخول الدار.**[2] اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے امر معلّق کے اندر دو باتوں کا ہونا لازم سمجھا ہے۔ اول یہ کہ امر معلّق محلوف علیہ کے لیے لازم ہو۔ اور دوسرا امر یہ کہ نا قابل اباحت ہو، کیونکہ جب یہ دونوں باتیں پائی جائیں گی اس وقت امتناع حالف عن المحلوف علیہ متحقق ہوگا ورنہ نہیں، اور

[1]،[2] ردّ المحتار ٥/٥١٧

بدون امتناع کے حلف نہیں ہوسکتا۔ اس بنا پر انہوں نے ان فعل فعلیہ غضب اللّٰہ وغیرہ کو یمین نہیں قرار دیا، لیکن یہ صحیح نہیں۔ اولاً اس لیے کہ امتناعِ واقعی تو کسی حلف میں بھی نہیں ہوتا، وھو ظاھر. رہا امتناع کا التزام سو وہ جس طرح اور قسموں میں ہوتا ہے یونہی اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر خدا کا قہر ٹوٹے، مجھے مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو وغیرہ وغیرہ سے بھی ثابت ہوتا ہے، اس لیے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ اس پر اگر کہا جاوے کہ گو اس کی غرض امتناع ہے، مگر اس کے الفاظ مستلزم امتناع نہیں ہیں تو اس کے دو جواب ہیں:

اول یہ کہ الفاظ گو اپنے معانیٔ وصفیہ کے لحاظ سے مستلزمِ امتناع نہیں ہیں، مگر معانیٔ عرفیہ کے لحاظ سے ضرور مستلزمِ امتناع ہیں، کیونکہ ان کے معنی عرفاً یہ ہوتے ہیں کہ میں عہد کرتا ہوں کہ یہ فعل نہ کروں گا، اگر میں ایسا کروں تو میں اس سزا کا مستحق ہوں گا اور میں اسے بخوشی قبول کرتا ہوں۔ ان معنی کا مستلزمِ امتناع ہونا ظاہر ہے، بلکہ عقلاً ان کا موجب امتناع ہونا حلف بالطلاق والعتاق کے موجب امتناع ہونے سے زیادہ ہے، کیونکہ لزوم طلاق وعتاق برتقدیر وقوع فعل محلوف علیہ اس قدر ضرر رساں نہیں ہے جس قدر کہ استحقاق غضب الٰہی اور اس پر رضامندی اور اس کا التزام۔ پس ان کلموں کو بالا ولیٰ قسم ہونا چاہیے۔

اور ثانیاً اس لیے کہ جن باتوں کی بنا پر یمین کی یہ تعریف کی گئی ہے ان میں بھی کلام ہے۔ امر اول میں تو اس لیے کہ لزومِ امر معلق للمحلوف علیہ کی ضرورت اس لیے کہ اس کے سبب فعل ممتنع ہوجائے گا۔ لیکن جب ہم حلف بالطلاق پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لزوم طلاق موجب امتناع نہیں، کیونکہ اگر کسی نے حلف بالطلاق کیا اور اس کے بعد اس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں بطور خود دے دیں یا عورت نے مطاوعت ابن الزوج سے حرمت مؤبدہ حاصل کرلی۔ ایسی صورتوں میں یہ تعلیق اسی فعل محلوف علیہ کے کرنے سے مانع نہیں ہوسکتی تو اب بتلایا جاوے کہ یہ لزوم کیا مفید ہوسکتا ہے اور اب وہ اس کے لزوم کی وجہ سے اس فعل سے کیسے باز رہ سکتا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ اس امر کی ضرورت نہیں اور امر دوم پر اس لیے کہ ابن ہمام نے کہا ہے: **وھذا فیہ نظر؛ لأن کون الحرمۃ تحتمل الارتفاع او لا تحتملہ لا اثر لہ؛ فانہ ان کان یرجع الی تحریم المباح فھو یمین مع ان ذلک المباح یحتمل تحریمہ الارتفاع، وان لم یرجع الیہ لا**

یکون یمیناً، ولا معنی لزیادۃ کلام لا دخل له.[1]

مطلب یہ ہے کہ یمین کا حاصل تحریم مباح ہے۔ پس جہاں تحریم مباح ہوگی خواہ مؤقت ہو یا مؤبد یمین ہوجاوے گی، اور جہاں تحریم نہ ہوگی یمین نہ ہوگی۔ پس جب کہ حرمت محلوف علیہ مؤبد نہیں تو حرمت امر معلّق کے مؤبد ہونے کی شرط لگانا کیا معنی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ امر معلّق کا مؤبد بالحرمت ہونا تو درکنار خود محرم ہونا بھی ضروری نہیں، کیونکہ حلف بالطلاق والعتاق میں امر معلّق مباح بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے۔ پس جب کہ باوجود اباحت و وجوب معلّق کے بھی یمین ہوسکتی ہے تو حرمت قابل ارتفاع کی صورت میں یمین کیوں نہ ہوگی۔ پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یمین کے معنی ہیں: **تحریم المباح ای التزام الامتناع عن الامر المباح بلفظ یدل علی ذلك الامتناع عرفا او فی اصطلاح الحالف فقط.**

پس ضرورت ہے کہ عرف حال اور تعریف مذکور کو پیش نظر رکھ کر بہشتی زیور کے مسائل پر غور کیا جاوے اور جن میں عرفِ عرب اور عرفِ اہلِ ہند میں اختلاف ہے ان میں جزئیاتِ فقہیہ کا اتباع نہ کیا جاوے بلکہ اصولِ استنباط پر نظر کی جاوے۔

تنبیہ: یہ میری ذاتی رائے ہے جس کے ماننے کے لیے میں کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ **فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئ الا ان یعصمنی اللّٰه.** اور اس کے درج کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جن لوگوں کو غور کرنے کے بعد یہ امر حق معلوم ہو اس کو مان لیں اور جن کو حق نہ معلوم ہو وہ اپنے فہم پر عمل کریں۔

۳: اصل ص ۴۱۶: خدا کے سوا اور کسی کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی۔

تحقیق: تم اوپر پڑھ چکی ہو قرآن کی، کلام اللہ کی، کلامِ مجید کی قسم کھانے سے قسم ہوجاتی ہے، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام خدا کی صفت ہے، اس لیے اس کی قسم کھانا گویا خدا ہی کی قسم کھانا ہے۔ اور خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے مراد یہ ہے کہ نہ اس کی ذات کی قسم کھاوے اور نہ اس کی کسی صفت کی، بلکہ کسی اور شے کی قسم کھاوے جیسے سر کی یا آنکھوں کی وغیرہ وغیرہ۔ اب رہی یہ بات کہ خدا کی ذات یا اس کی کسی صفت کی قسم

[1] فتح القدیر ٤/٣٦٣

کھاوے تو قسم ہوگی یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر خدا کی ذات کی قسم کھاوے جیسے خدا کی قسم، اللہ کی قسم، تب تو قسم ہو ہی جائے گی جیسا کہ تم نے پڑھا ہے اور اگر خدا کی صفت کی قسم کھائی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسی صفت کی قسم کھائی ہے جس کی قسم کا رواج ہے جیسے کلام اللہ کی قسم تب تو قسم ہو جائے گی جیسا کہ بہشتی زیور میں مذکور ہے اور اگر ایسی صفت کی قسم کھائی جس کی قسم کا رواج نہیں ہے تو قسم نہ ہوگی، جیسے خدا کے غضب کی قسم، اس کی رحمت کی قسم۔ اس مسئلہ کو بہشتی زیور میں بوجہ ضرورت نہ ہونے کے ذکر نہیں کیا، کیونکہ ایسی قسم کوئی کھاتا نہیں ہے۔

حبیب احمد کیرانوی

تمام شد حصہ سوم اصلی بہشتی زیور مع ضمائم قدیمہ وجدیدہ

دستور العمل تدریس اصلی مدلل ومکمّل بہشتی زیور حصّہ دوم وسوم

نمبر۱: اگر کوئی لڑکی اس سے پہلے حصوں کے مضامین کسی اور کتاب میں پڑھ چکی ہو تو اس حصّہ سے شروع کرادینے کا مضائقہ نہیں۔ اسی طرح تمام حصص میں ممکن ہے اور اگر حصص کی تقدیم وتاخیر اور ترتیب کا بدلنا کسی مصلحت سے مناسب ہو تو بھی مضائقہ نہیں۔

نمبر۲: اس حصّہ کو پڑھانے کے وقت بھی لڑکی سے کہا جاوے کہ وہ بالترتیب اس کو تختی یا کاغذ پر لکھا کرے تاکہ آسانی سے لکھنے کا سلیقہ ہو جاوے اور نیز لکھ لینے سے مضمون بھی خوب محفوظ ہو جاتا ہے۔

نمبر۳: مختلف مسائل کو امتحان کے طور پر وقتاً فوقتاً پوچھتی رہا کریں تاکہ خوب یاد رہیں اور اگر دو تین لڑکیاں ایک جماعت میں ہوں تو ان کو تاکید کی جاوے کہ باہم ایک دوسرے سے پوچھا کریں۔

نمبر۴: اگر پڑھانے والا مرد ہو تو جو شرم کے مسائل اس مرتبہ حصّہ کے اخیر میں بذیل سرخی ''مسائل ذیل کے پڑھانے کا طریقہ'' درج ہیں ان کے متعلق حسب ہدایت مندرجہ عمل کرے۔

نمبر۵: ضمیمۂ اولی کو حصّہ کے ساتھ پڑھاوے اور ضمیمۂ ثانیہ کو پڑھانے کی ضرورت نہیں۔

نمبر۶: دیباچہ جو پہلے حصّہ میں ہے اور شروع میں نہ پڑھایا تھا اگر اب سمجھ سکے تو پڑھاوے، ورنہ جب سمجھنے کی امید ہو اس وقت پڑھاوے، غرضیکہ وہ مضمون ضروری ہے، کسی وقت پڑھا دینا چاہیے۔ اسی طرح جو اشعار دیباچہ کے ختم پر لکھے ہیں اگر وہاں یاد نہ ہوئے ہوں تو اب یاد کراوے۔

نمبر۷: گھر میں جو لوگ مرد عورت پڑھنے کے قابل نہ ہوں ان کے لیے ایک وقت مقرر کرکے سب کو جمع کرکے یہ مسائل سنا سنا کر سمجھا دیا کریں تاکہ وہ بھی محروم نہ رہیں۔

نمبر۸: پڑھانے والے کو چاہیے کہ پڑھنے والیوں کو ان مسئلوں کے موافق عمل کرنے کی خاص تاکید اور دیکھ بھال رکھے، کیونکہ علم سے یہی فائدہ ہے کہ عمل کرے۔

محمد اشرف علی عفی عنہ

مکتبۃ البشریٰ

طبع شدہ

رنگین مجلد

تفسیر عثمانی (۲ جلد)
خطبات الاحکام لجمعات العام
الحزب الاعظم (مہینے کی ترتیب پر مکمل)
الحزب الاعظم (ہفتے کی ترتیب پر مکمل)
لسان القرآن (اول، دوم، سوم)
خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
بہشتی زیور (تین حصے)

معلم الحجاج
فضائل حج
تعلیم الاسلام (مکمل)
حصن حصین

رنگین کارڈ کور

حیاۃ المسلمین
تعلیم الدین
خیر الاصول فی حدیث الرسول
الحجامہ (پچھنا لگانا) (جدید ایڈیشن)
الحزب الاعظم (مہینے کی ترتیب پر) (جیبی)
الحزب الاعظم (ہفتے کی ترتیب پر) (جیبی)
عربی زبان کا آسان قاعدہ
فارسی زبان کا آسان قاعدہ
علم الصرف (اولین، آخرین)
تسہیل المبتدی
جوامع الکلم مع چہل ادعیہ مسنونہ
عربی کا معلم (اول، دوم، سوم، چہارم)
عربی صفوۃ المصادر
صرف میر
تیسیر الابواب
نام حق

آداب المعاشرت
زاد السعید
جزاء الاعمال
روضۃ الادب
آسان اُصول فقہ
معین الفلسفہ
معین الاصول
تیسیر المنطق
تاریخ اسلام
بہشتی گوہر
فوائد مکیہ
علم النحو
جمال القرآن
نحو میر
تعلیم العقائد
سیر الصحابیات

فصول اکبری
میزان و منشعب
نماز مدلل
نورانی قاعدہ (چھوٹا/ بڑا)
بغدادی قاعدہ (چھوٹا/ بڑا)
رحمانی قاعدہ (چھوٹا/ بڑا)
تیسیر المبتدی
منزل
الانتباہات المفیدۃ
سیرت سید الکونین ﷺ
رسول اللہ ﷺ کی نصیحتیں
حیلے اور بہانے

کریما
پند نامہ
پنج سورۃ
سورۃ یٰس
عم پارہ درسی
آسان نماز
نماز حنفی
مسنون دعائیں
خلفائے راشدین
امت مسلمہ کی مائیں
فضائل امت محمدیہ
علیکم بسنتی

اکرام المسلمین مع حقوق العباد کی فکر کیجیے

کارڈ کور / مجلد

اکرام مسلم
مفتاح لسان القرآن (اول، دوم، سوم)

فضائل اعمال
منتخب احادیث

زیر طبع

علامات قیامت
حیاۃ الصحابہ
جواہر الحدیث
بہشتی زیور (مکمل و مدلل)
تبلیغ دین
اسلامی سیاست مع تکملہ
کلید جدید عربی کا معلم (حصہ اول تا چہارم)

فضائل درود شریف
فضائل صدقات
آئینہ نماز
فضائل علم
النبی الخاتم ﷺ
بیان القرآن (مکمل)
مکمل قرآن حافظی ۱۵ سطری